

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	بقیۃ کتاب النکاح	
	باب المہر	
	(مہر کا بیان)	
۲۳	 مہر شرع محمدی	۱
۲۴	 مہر کی حکمت	۲
۲۷	 مہر فاطمی	۳
۲۷	 ایضاً	۴
۲۸	 مہر فاطمی کی مقدار	۵
۲۹	 ایضاً	۶
۳۰	 مہر فاطمی ہمارے حساب سے	۷

۳۰		۸	مہر شرعی اور مہر فاطمی
۳۱		۹	مہر فاطمی کی ترجیح، مہر مثل پر
۳۲		۱۰	مہر کی ادنیٰ مقدار
۳۲		۱۱	مہر کی کم اور زیادہ مقدار
۳۲		۱۲	مقدار مہر کو مقرر کر دینا
۳۵		۱۳	مہر کی مقدار اور شادی میں امداد کرنا
۳۶		۱۴	کیا لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے؟
۳۷		۱۵	قوم کی طرف سے مہر کی تعیین اور اس کے خلاف جرمانہ
۳۹		۱۶	مقدار مہر میں زوجین کا اختلاف
۴۰		۱۷	دو دینار سرخ مہر قرار دینا
۴۰		۱۸	اشرفی کا وزن
۴۱		۱۹	سکہ رائج الوقت اور دینار سرخ کی قیمت
۴۱		۲۰	سکہ رائج الوقت، مہر میں چاندی کے روپے وصول کرنا
۴۳		۲۱	مغلات مہر
۴۵		۲۲	مہر کی زیادتی
۴۶		۲۳	ایضاً
۴۷		۲۴	لڑکے پر زور ڈال کر اس کی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا
۴۹		۲۵	عورت کے غیر واقعی اوصاف بیان کر کے مہر زائد تجویز کر دیا گیا
۵۰		۲۶	زیادہ مہر پر جبراً دستخط لینا
۵۲		۲۷	حیثیت کے اختلاف سے مہر میں اختلاف
۵۲		۲۸	حیثیت سے زیادہ مہر ادا نہ ہو سکا تو کیا ہوگا؟
۵۴		۲۹	وکیل یا ولی کا مہر میں 'رنا
۵۶		۳۰	جب مہر پر لڑکی نے وکیل بنایا تھا اس کے خلاف کرنا

۵۷	 نکاح کے بعد مہر میں کمی	۳۱
۵۸	 مہر کی قیمت وقت عقد کی معتبر ہوگی یا وقت ادا کی؟	۳۲
۵۹	 نکاح کے بعد مہر کی قیمت میں تغیر ہو گیا	۳۳
۶۱	 ابراۓ مہر کے بعد پھر مطالبہ	۳۴
۶۲	 مہر معاف کرنے کے بعد پھر مطالبہ	۳۵
۶۴	 مہر کی معافی پھر اس سے انکار	۳۶
۶۹	 مہر معاف کر کے پھر انکار کرنا	۳۷
۷۰	 بیوی نے مہر معاف کر دیا، بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں ہے	۳۸
۷۱	 بیوی کی طرف سے معافی مہر کی شرط	۳۹
۷۲	 طلاق کے بعد مہر کو بخشنا	۴۰
۷۳	 مہر کی معافی کو موت پر موقوف کرنا	۴۱
۷۳	 جعلی رسید سے مہر کی معافی	۴۲
۷۵	 معینہ مہر سے انکار کا حق نہیں	۴۳
۷۶	 نشوز سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۴۴
۷۸	 طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا	۴۵
۷۸	 مہر معجل سے قبل زفاف	۴۶
۷۹	 کیا بغیر مہر دیئے بیوی کے پاس جانا منع ہے؟	۴۷
۸۰	 ادائے مہر سے قبل وطی کا حکم	۴۸
۸۳	 رخصتی سے پہلے مطالبہ مہر	۴۹
۸۵	 مہر معجل کے مطالبہ کا حق	۵۰
۸۶	 رخصتی سے قبل لڑکی کے باپ کو مطالبہ مہر کا حق	۵۱
۸۷	 مہر کو بطور نفقہ ادا کرنا	۵۲
۸۸	 بغیر وجوب کے ادا کردہ نفقہ کو مہر میں شمار کرنا	۵۳

۸۹	 مہر قسط وار اور نفقہ.....	۵۴
۹۱	 قسط وار مہر کے ساتھ زوج کی ہر چیز کا بیوی کی مالک ہونے کی شرط.....	۵۵
۹۲	 موروٹی زمین کو مہر قرار دینا.....	۵۶
۹۳	 مہر میں بیوی کو جائیداد اور قبرستان دینا.....	۵۷
۹۵	 جس زمین کا مہر میں وعدہ کیا جائے، اس کا دینا ضروری ہے.....	۵۸
۹۶	 زمین کے بدلے میں شادی.....	۵۹
۹۶	 بیوی کے علاج میں مہر کا روپیہ.....	۶۰
۹۷	 زوجہ اگر مہر وصول نہ کرے تو زوج کس طرح ادا کرے؟.....	۶۱
۹۹	 مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہوگا یا نہیں؟.....	۶۲
۱۰۱	 بدل مہر دینے کے بعد زوجہ کا حق باقی ہے یا نہیں؟.....	۶۳
۱۰۱	 بیوی سامان لے کر چلی گئی تو کیا مہر ادا ہوا؟.....	۶۴
۱۰۲	 مہر اپنے والد کے قرض میں وصول کرنا.....	۶۵
۱۰۳	 ناقابل جماع عورت کا نکاح و مہر.....	۶۶
۱۰۴	 خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں مہر وغیرہ.....	۶۷
۱۰۵	 رتقاء اور عنین کی خلوت سے وجوب مہر کا حکم.....	۶۸
۱۰۶	 طلاق کے بعد مہر اور شوہر کے دیئے ہوئے زیور کا حکم.....	۶۹
۱۰۷	 ☆..... نکاح اور مہر سے متعلق آٹھ سوالات..... ☆.....	۷۰
۱۰۷	 چار ماہ کے حاملہ سے عقد نکاح.....	۷۱
۱۰۸	 حاملہ منکوحہ سے وطی اور مہر.....	۷۲
۱۰۸	 مہر قسطوار بھی دیا جاسکتا ہے.....	۷۳
۱۰۸	 جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں.....	۷۴

۱۰۹	 منکوحہ کے حمل کا علم ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوا	۷۵
۱۰۹	 حبلیٰ مزنیہ کو طلاق	۷۶
۱۰۹	 مزنیہ حاملہ کو طلاق کے بعد کیا مہر کا حق ہے؟	۷۷
فصل فی الجہاز وأخذ المال بالنکاح (جہیز اور نکاح پر رقم لینے کا بیان)		
۱۱۵	 جہیز کس کی ملک ہوتا ہے؟	۷۸
۱۱۷	 جہیز کی نمائش	۷۹
۱۱۸	 طلاق پر شوہر کو دی ہوئی اشیاء کی واپسی کا حق	۸۰
۱۲۰	 وقتِ رخصتی جو کچھ شوہر سے خرچ کرایا گیا، اس کی واپسی	۸۱
۱۲۱	 شادی میں بری کس کی ملک ہے؟	۸۲
۱۲۳	 شادی کی امید پر دیا ہوا سامان واپس لینا	۸۳
۱۲۴	 نکاح نہ ہونے کی صورت میں منگنی پر دی ہوئی اشیاء کی واپسی	۸۴
۱۲۶	 جو سامان نکاح کے وقت دیا جائے وہ کس کی ملک ہے؟	۸۵
۱۲۷	 شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے لڑکی کو زیور دینا	۸۶
۱۲۸	 مہر کے علاوہ کچھ رقم نکاح کے لئے شوہر پر ڈالنا	۸۷
۱۳۰	 وقتِ نکاح لڑکی کے باپ کو کچھ رقم دینا	۸۸
۱۳۰	 نکاح کرانے میں سفر خرچ لڑکے سے لینا شرعاً کیسا ہے؟	۸۹
۱۳۱	 نکاح میں ہدیہ کا لین دین	۹۰
۱۳۲	 نکاح پر مال کا مطالبہ	۹۱
۱۳۴	 شادی کے وقت داماد کے مطالبات: جہیز وغیرہ	۹۲

باب فی العروس والولیمۃ (بارات اور ولیمہ کا بیان)

۱۳۶	بارات کا حکم.....	۹۳
۱۳۷	نکاح کے سال بھر بعد رخصتی.....	۹۴
۱۳۷	لڑکے کے گھر جا کر نکاح.....	۹۵
۱۳۸	نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہو جائے؟.....	۹۶
۱۳۹	نکاح اور رخصتی کے درمیان کتنا فصل ہو؟.....	۹۷
۱۴۰	شوہر کی بیماری کی وجہ سے رخصتی میں تاخیر.....	۹۸
۱۴۱	رخصتی سے قبل ولیمہ.....	۹۹
۱۴۱	دعوتِ ولیمہ کی مدت.....	۱۰۰
۱۴۲	شادی میں لڑکی والے کے یہاں کھانا کھانا.....	۱۰۱
۱۴۳	اپنے یہاں کی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت.....	۱۰۲

کتاب الطلاق

۱۴۴	طلاق کی تعریف.....	۱۰۳
۱۴۴	طلاق کی قسمیں.....	۱۰۴
۱۴۵	طلاق کے مسائل کے لئے کمیٹی اور اس کے قوانین.....	۱۰۵
۱۴۹	طلاق کے لئے انجمن کی اجازت کو ضروری قرار دینا.....	۱۰۶
۱۵۲	طلاق کے لئے پنچایت نامہ.....	۱۰۷
۱۵۴	طلاق دینے سے بائیکاٹ وغیرہ کی سزا.....	۱۰۸
۱۵۵	طلاق دینے پر برادری کا سزا دینا.....	۱۰۹
۱۵۹	کیا اہل محلہ کو طلاق دینے پر سزا دینے کا حق ہے؟.....	۱۱۰

۱۶۰	 طلاق حکم والدین	۱۱۱
۱۶۲	 ماں باپ کے کہنے سے بیوی کو طلاق	۱۱۲
۱۶۳	 بلاوجہ شوہر سے طلاق دلوانا	۱۱۳
۱۶۵	 نماز نہ پڑھنے والی کو طلاق دینا کیسا ہے؟	۱۱۴
۱۶۶	 کیا بے عمل بیوی کو چھوڑ دینا ضروری ہے؟	۱۱۵

باب وقوع الطلاق وعدم وقوعه

الفصل الأول فی وقوع الطلاق

(وقوع طلاق کا بیان)

۱۶۷	 بے اختیار لفظ طلاق زبان سے نکل گیا	۱۱۶
۱۶۸	 وقوع طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں	۱۱۷
۱۷۰	 مذاق میں طلاق	۱۱۸
۱۷۱	 جنگل میں باپ کے سامنے بغیر مرضی کے طلاق دینے سے وقوع طلاق	۱۱۹
۱۷۲	 مذاق میں طلاق اور طلاق کا جھوٹا اقرار	۱۲۰
۱۷۳	 عد و طلاق میں شک	۱۲۱
۱۷۶	 ایضاً	۱۲۲
۱۷۹	 صیغہ حال سے طلاق	۱۲۳
۱۸۰	 ایضاً	۱۲۴
۱۸۳	 گالی کے طور پر ”طلاق“ کہنا	۱۲۵
۱۸۳	 گالی کے طور پر لفظ ”طلاق“ کا استعمال	۱۲۶
۱۸۴	 طلاق نہ دینے کا عہد کرنے کے بعد پھر طلاق دینا	۱۲۷
۱۸۵	 حالت حیض میں طلاق	۱۲۸

۱۸۷	الفاظ طلاق عربی میں کہلوانا، جن کے معانی کونہ جانتا ہو.....	۱۲۹
۱۸۸	مغزوہ رضدی عورت کو طلاق.....	۱۳۰
۱۹۰	گونگے کی طلاق.....	۱۳۱
۱۹۰	عورت کی طرف طلاق کی اضافت.....	۱۳۲
۱۹۲	ایضاً.....	۱۳۳
۱۹۴	عورت کی طرف طلاق کی نسبت.....	۱۳۴
۱۹۶	دو بیویوں کی موجودگی میں بلا تعین و اشارہ الفاظ طلاق کہنے کا حکم.....	۱۳۵
۱۹۶	جس نام سے بیوی مشہور ہو، اس نام سے طلاق دینا.....	۱۳۶
۱۹۷	بیوی کے ایک عضو کو طلاق دینا.....	۱۳۷
۱۹۸	بیوی کا نام بدل کر طلاق دینا.....	۱۳۸
۲۰۰	ایضاً.....	۱۳۹
۲۰۱	متعدد بار طلاق.....	۱۴۰
۲۰۴	بار بار طلاق کا حکم.....	۱۴۱
۲۰۶	عدت میں مکرر طلاق.....	۱۴۲
۲۰۹	طلاق پر طلاق.....	۱۴۳
۲۱۲	واقعہ طلاق مع فیصلہ عدالت.....	۱۴۴
۲۱۶	کسی مخصوص مقام کو طلاق سے مستثنیٰ کرنے سے واقع شدہ طلاق ختم نہیں ہوتا.....	۱۴۵
۲۱۷	”اگر پہلے طلاق نہیں دی، تو اب دی دی“ کہنے کا حکم.....	۱۴۶
۲۱۹	طلاق مکرہ مفصل و مدلل.....	۱۴۷
۲۲۵	طلاق مکرہ.....	۱۴۸
۲۲۶	جبراً طلاق.....	۱۴۹
۲۲۸	ایضاً.....	۱۵۰
۲۳۲	بغیر نام لئے جبراً طلاق.....	۱۵۱

۲۳۴	جھوٹ طلاق کا اقرار کرنا.....	۱۵۲
۲۳۵	اقرار طلاق کے بعد انکار.....	۱۵۳
۲۳۷	جھوٹی طلاق دینے کا اقرار.....	۱۵۴
۲۳۹	زبانی اقرار طلاق سے طلاق.....	۱۵۵
۲۴۰	ایضاً.....	۱۵۶
۲۴۱	الگ الگ مجلس کے اقرار کے گواہوں سے طلاق.....	۱۵۷
۲۴۳	جائیداد کے تحفظ کے لئے عدالت میں طلاق کا جھوٹا اقرار.....	۱۵۸
۲۴۵	”تو سمجھ لے کہ دی“ سے طلاق.....	۱۵۹
الفصل الثانی فی عدم وقوع الطلاق (عدم وقوع طلاق کا بیان)		
۲۴۶	وعدہ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی.....	۱۶۰
۲۴۷	صیغہ استقبال سے طلاق کا حکم.....	۱۶۱
۲۴۸	طلاق کی حکایت کرنے سے طلاق نہیں ہوتی.....	۱۶۲
۲۴۹	الفاظ طلاق اس طرح کہنا کہ سنائی نہ دے.....	۱۶۳
۲۵۰	مدت تک علیحدہ رہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی.....	۱۶۴
۲۵۱	محض دیر تک میکہ میں رہنے کی وجہ سے طلاق نہیں ہوئی.....	۱۶۵
۲۵۲	تین کنکر سے طلاق.....	۱۶۶
۲۵۴	غیر شادی شدہ کی طلاق واقع نہیں.....	۱۶۷
۲۵۵	طلاق قبل النکاح.....	۱۶۸
۲۵۶	ایضاً.....	۱۶۹

۲۵۸	 سالی کو طلاق	۱۷۰
۲۶۰	 ماں کو طلاق اور ظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ	۱۷۱
۲۶۱	 برخوردار کو طلاق	۱۷۲
۲۶۲	 بیوی کا شوہر کو طلاق دینا	۱۷۳
۲۶۳	 شوہر کا قول ”مجھے طلاق ہے“ کا حکم	۱۷۴
۲۶۴	 دل میں طلاق دینے کا حکم	۱۷۵
۲۶۴	 بیوی کو میکہ پہونچانا طلاق نہیں	۱۷۶
۲۶۵	 دل میں طلاق کی نیت سے طلاق کا حکم	۱۷۷
۲۶۶	 جی میں گزرا کہ ”اگر فلاں سورت پڑھوں تو طلاق“ کا حکم	۱۷۸
۲۶۷	 چوٹی کاٹنے اور منہ کالا کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوئی	۱۷۹
۲۶۸	 بیوی کو کنویں میں دھکا دینے سے طلاق نہیں ہوئی	۱۸۰
۲۶۹	 دوسرے کی بیوی کو طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی	۱۸۱
۲۷۰	 ”طلاق دے دو“ کے جواب میں ”کب کی دے دی“	۱۸۲
۲۷۱	 نسبت بدل کر طلاق دینا	۱۸۳
۲۷۳	 طلاق بلا اضافت	۱۸۴
۲۷۴	 ایضاً	۱۸۵
۲۷۵	 ایضاً	۱۸۶
۲۷۷	 بغیر نام و بغیر اشارہ کے طلاق	۱۸۷
۲۷۸	 اپنی بیوی دوسرے کو دینے سے طلاق	۱۸۸
۲۸۰	 تکرار طلاق بیعت تاکید	۱۸۹
۲۸۱	 ”تیری لونڈیا کو طلاق“ کا حکم	۱۹۰
۲۸۲	 وتر میں ”تخلع و نترک“ پڑھتے وقت بیوی کی طلاق کا خیال آنا مع فتویٰ مفتی کفایت اللہ صاحب	۱۹۱

الفصل الثالث فی طلاق السكران والمجنون

(نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق کا بیان)

۲۸۴	طلاق سکران.....	۱۹۲
۲۸۴	طلاق سکران جبراً.....	۱۹۳
۲۸۵	نشہ کی حالت میں طلاق دینا.....	۱۹۴
۲۸۶	بھنگ کے نشہ میں طلاق.....	۱۹۵
۲۸۷	شراب اور در دسر کی حالت میں طلاق.....	۱۹۶
۲۸۸	شراب کے نشہ میں یہ کہنا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالے کیا“.....	۱۹۷
۲۸۹	بخار کی بے ہوشی میں طلاق.....	۱۹۸
۲۹۱	بے ہوشی کی حالت میں طلاق.....	۱۹۹
۲۹۳	نیم خوابی کی حالت میں طلاق.....	۲۰۰
۲۹۴	در و گردہ اور دیگر پریشانیوں کے تاثر سے طلاق اور کیا یہ تاثر جنون ہے؟.....	۲۰۱
۲۹۶	طلاق مجنون.....	۲۰۲
۲۹۸	ایضاً.....	۲۰۳
۳۰۰	مجنون کی حالتِ افاقہ میں دی ہوئی طلاق.....	۲۰۴
۳۰۱	مجنون وغیرہ کی طلاق.....	۲۰۵
۳۰۱	مختل الحواس کی طلاق.....	۲۰۶
۳۰۳	طلاق مجذوب.....	۲۰۷

الفصل الرابع فی طلاق الغضبان

(غصہ میں طلاق دینے کا بیان)

۳۰۵	طلاق بحالت غصہ.....	۲۰۸
-----	---------------------	-----

۲۰۹	غصہ کی حالت میں طلاق	۳۰۷
۲۱۰	غصہ میں طلاق	۳۰۹
۲۱۱	ایضاً	۳۱۱
۲۱۲	طلاق غضبان و معتوہ مع فتویٰ محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ	۳۱۲
۲۱۳	غصہ میں طلاق کے متعلق شامی کی ایک روایت کا مطلب	۳۱۹
الفصل الخامس فی طلاق الصبی (نابالغ کی طلاق کا بیان)		
۲۱۴	نابالغ کی طلاق اور مدت بلوغ	۳۲۰
۲۱۵	نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی	۳۲۱
۲۱۶	طلاق صبی	۳۲۲
۲۱۷	طلاق مراہق کے بعد اس کی زوجہ کا نکاح	۳۲۵
۲۱۸	علامات بلوغ	۳۲۶
الفصل السادس فی الطلاق بألفاظ مصحفة (الفاظ متغیرہ سے طلاق کا بیان)		
۲۱۹	لفظ ”طاق“ سے طلاق نہیں ہوتی	۳۲۸
۲۲۰	لفظ ”تلاخ“ سے طلاق	۳۲۸
۲۲۱	لفظ ”طلاق“ اور ”تلاقی“ میں خسر اور داماد کا اختلاف	۳۲۹
۲۲۲	”میں نے اپنی بیوی کو..... دے دی“ کا شرعی حکم	۳۳۲
باب الطلاق الصریح (طلاق صریح کا بیان)		
۲۲۳	صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں	۳۳۳

۳۳۴	طلاق رجعی، بائن اور مغلظہ میں فرق.....	۲۲۴
۳۳۷	طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں.....	۲۲۵
۳۴۰	طلاق قبل الدخول و بعد الدخول میں زوجین کے اختلاف کا حکم.....	۲۲۶
۳۴۰	لفظ ”چھوڑ دیا“ سے طلاق کا حکم.....	۲۲۷
۳۴۲	دو طلاق کے بعد کہا ”یہاں سے جاؤ، اب تو چھوڑ دیا، نا“.....	۲۲۸
۳۴۵	”ہم۔۔۔ بے اس کو چھوڑ دیا“ کہنے کا حکم.....	۲۲۹
۳۴۶	لفظ ”چھوڑ دیا“ سے طلاق کا حکم.....	۲۳۰
۳۴۸	لفظ ”چھوڑ دی“ سے طلاق.....	۲۳۱
۳۴۹	لفظ ”چھوڑی“ سے طلاق.....	۲۳۲
۳۵۱	”میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں“ سے طلاق کا حکم.....	۲۳۳
۳۵۱	”میں نے تجھے چھوڑا ہے“ سے صریح طلاق.....	۲۳۴
۳۵۲	لفظ ”چھوڑ دی“ اور ”آزاد کر دی“ کا حکم.....	۲۳۵
۳۵۳	لفظ ”چھوڑ دی“ سے طلاق.....	۲۳۶
۳۵۴	لفظ ”چھوڑ دیا“ سے طلاق.....	۲۳۷
۳۵۶	”چھوڑ دی، نکل جا“ کا حکم.....	۲۳۸
۳۵۸	”میں تجھ کو آزاد کر چکا ہوں“ کا حکم.....	۲۳۹
۳۶۰	”طلاق کی طلاق، طلاق، طلاق“ کا حکم.....	۲۴۰
۳۶۱	”طلاق دی نہیں، دیدی دیدی“ سے طلاق.....	۲۴۱
۳۶۲	”طلاق دیتا ہوں، ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں“ کا حکم.....	۲۴۲
۳۶۵	”میں نے طلاق دی، میرے خدا نے طلاق دی“ کا حکم.....	۲۴۳
۳۶۶	”میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ و رسول نے بھی تجھے طلاق دی“ کا حکم.....	۲۴۴
۳۶۷	طلاق اور رجعت بیوی کو اطلاع کئے بغیر.....	۲۴۵
۳۷۰	لفظ ”طلاق“ سے طلاق کا حکم.....	۲۴۶

۳۷۰	 ”طلاق منظور ہے“ سے طلاق	۲۴۷
۳۷۱	 ”تیری رہی سہی کو طلاق“ کا حکم	۲۴۸
۳۷۲	 طلاق بائن کیا ہے؟	۲۴۹

باب طلاق الثلاث

(تین طلاق کا بیان)

۳۷۴	 قرآن پاک سے تین طلاق کا ثبوت	۲۵۰
۳۷۵	 کیا تین طلاق ایک ہیں؟ اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا	۲۵۱
۳۷۸	 دلائل قرآن کریم	۲۵۲
۳۷۸	 حدیث شریف	۲۵۳
۳۸۱	 اجماع	۲۵۴
۳۸۲	 پہلی دلیل	۲۵۵
۳۸۶	 دوسری دلیل	۲۵۶
۳۸۹	 ضمیمہ	۲۵۷
۳۹۱	 ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا حکم	۲۵۸
۳۹۵	 الاستفتاء	۲۵۹
۳۹۶	 استفتاء	۲۶۰
۴۰۰	 تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز نہیں	۲۶۱
۴۰۱	 تین طلاق کے بعد کسی دوسرے مذہب پر عمل کرنا	۲۶۲
۴۰۳	 غیر مقلد ہونے سے حرمت مغلطہ ختم نہیں ہوتی	۲۶۳
۴۰۵	 تین طلاق ایک مجلس میں	۲۶۴
۴۱۹	 مجلس واحد کی تین طلاق کا حکم	۲۶۵

۲۶۶	تین طلاق کا حکم.....	۴۲۵
۲۶۷	غصہ میں تین طلاق.....	۴۲۵
۲۶۸	شدتِ غصہ میں تین طلاق.....	۴۲۶
۲۶۹	تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کا حکم.....	۴۲۸
۲۷۰	بلا نیت طلاق، تین طلاق کا حکم.....	۴۳۶
۲۷۱	غصہ میں تین طلاق.....	۴۴۰
۲۷۲	تین طلاق بلا نیت.....	۴۴۱
۲۷۳	مطلق طلاق دے کر تین طلاق کا اقرار، مع فتویٰ امارتِ شرعیہ بہار.....	۴۴۴
۲۷۴	طلاقِ مغلطہ.....	۴۴۷
۲۷۵	بیوی کو تین طلاق دے کر سالی کو رکھنا.....	۴۴۸
۲۷۶	الفاظِ متعدّدہ سے طلاق.....	۴۴۹
۲۷۷	”صاف طلاق“ سے تین طلاق مراد لینا.....	۴۵۰
۲۷۸	زوجہ کو خطاب کئے بغیر تین طلاق کہنا.....	۴۵۱
۲۷۹	تکرارِ طلاق بنیتِ تاکید.....	۴۵۳
۲۸۰	لفظ ”طلاق، طلاق، طلاق“ کا حکم.....	۴۵۴
۲۸۱	تین لفظوں سے تین طلاق.....	۴۵۵
۲۸۲	”طلاق دیا، دیا، دیا“ سے کون سی طلاق واقع ہوگی؟.....	۴۵۶
۲۸۳	”طلاق دیدی، دیدی، دیدی“ کا حکم، دیوبند وغیرہ کے فتاویٰ.....	۴۵۷
۲۸۴	”ایک طلاق دی، ایک طلاق دی، ایک طلاق دی“ سے کتنی طلاق ہوئی؟.....	۴۶۱
۲۸۵	بیوی کو ”ایک، دو، تین“ کہنا.....	۴۶۲
۲۸۶	”ایک، دو، تین“ سے طلاق.....	۴۶۴
۲۸۷	”طلاق، طلاق، طلاق“ کا حکم.....	۴۶۵
۲۸۸	ایضاً.....	۴۶۶

۲۸۹	”جیسے ایک مرتبہ کہا، ویسے ہی تین مرتبہ، ہزار مرتبہ“ سے طلاق کا حکم	۲۶۸
۲۹۰	سو طلاق	۲۷۰
۲۹۱	سات طلاق کا حکم	۲۷۱
۲۹۲	ایضاً	۲۷۱
۲۹۳	ایک طلاق کے بعد پھر تین طلاق	۲۷۲
۲۹۴	غیر مدخولہ کو تین طلاق مع جواب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی	۲۷۳
۲۹۵	غیر مدخولہ پر تین طلاق	۲۷۷
۲۹۶	رخصتی سے پہلے تین طلاق کا حکم	۲۷۹
۲۹۷	غیر مدخولہ کو تین طلاق کا حکم	۲۸۰
۲۹۸	تین طلاق کو ایک تصور کرنا	۲۸۱
۲۹۹	تین طلاق کا ایک ہونا	۲۸۲
۳۰۰	بیوی کو تیسری طلاق میں شبہ ہونے کی صورت میں نکاح میں رکھنا	۲۸۶
۳۰۱	تین طلاق ایک نہیں بلکہ تین ہیں	۲۸۶
۳۰۲	تین طلاق دے کر معافی مانگنا	۲۸۹

باب الطلاق بالفاظ الکنایہ

(الفاظ کنایہ سے طلاق دینے کا بیان)

۳۰۳	”مجھ پر درخواست“ یا ”نکاح سے درخواست“ کہنے کا حکم	۲۹۱
۳۰۴	حکم قول الزوج: ”فلانة على حرام“ وطرحه ثلاثة مدر	۲۹۲
۳۰۵	میں نے فائل (یعنی آخری فیصلہ) کر دیا کہنا	۲۹۳
۳۰۶	”اگر گھر سے نکل جائے گی تو فارغی دے دوں گا“ اور پھر ”فارغی فارغی فارغی“ کہنا	۲۹۶
۳۰۷	”میاں بیوی کا رشتہ نہیں بلکہ بھائی اور بہن کا رشتہ“ کہنے کا حکم	۲۹۷

۲۹۹	 الفاظِ کنایہ کہنے سے طلاق	۳۰۸
☆	”تم وہیں جاؤ جہاں سے آئی ہو، ایسی عورتوں کو طلاق جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں،	۳۰۹
۵۰۱	 ایک، دو، تین“ کہنا	☆
۵۰۲	 ”میں نے آزادی، میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں“ کا حکم	۳۱۰
۵۰۶	 ”تم کو جہاں چاہے شادی کر لو وہ میرے نام سے چوڑی توڑ پھوڑے، مجھ کو اب کوئی سروکار نہیں“	۳۱۱
۵۰۷	 ”اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ، میں طلاق دے کر جا رہا ہوں“	۳۱۲
۵۰۸	 اسقاط سے انقضائے عدت اور حالاتِ جنین	۳۱۳
۵۱۱	 ”میری طرف سے آزاد ہو، جس سے چاہو شادی کر لو“	۳۱۴
۵۱۱	 ”میری طرف دیکھنا حرام ہے“	۳۱۵
☆	 ”میرا تجھ سے تعلق نہیں ہے، نہ تو میری زوجہ ہے، تیرا میرا نکاح نہیں ہو سکتا، میں اپنی عورت کو	۳۱۶
۵۱۲	 نہیں چاہتا، میری طرف سے آزاد ہے“	☆
۵۱۳	 ”عورت کو آزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام ہے“	۳۱۷
۵۱۷	 ”ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق“	۳۱۸
۵۱۹	 صاف طلاق	۳۱۹
۵۲۲	 ”تو مجھ پر حرام ہے، میرے گھر سے نکل جاؤ“	۳۲۰
۵۲۳	 ”تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے“ کا حکم	۳۲۱
۵۲۵	 ”فلانة بنت فلان علی حرام“ کا حکم	۳۲۲
۵۲۶	 ”اگر فلاں کام نہ کروں تو مجھ پر میری منکوحہ فلاں حرام ہوگئی“	۳۲۳
۵۲۷	 ”تم ہمارے لئے حرام، حرام“ کے بعد پھر ”تم کو چھوڑ دیا، چھوڑ دیا“ کا حکم	۳۲۴
۵۲۸	 حلال (جماع) کو حرام کرنے سے طلاق	۳۲۵
۵۳۰	 ”اگر ہمبستری کروں تو حرام کروں“ کا حکم	۳۲۶
۵۳۱	 ”تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے“ کہنے سے طلاق	۳۲۷
۵۳۱	 بیوی کو نکاحِ ثانی کی اجازت سے طلاق کا حکم	۳۲۸

۵۳۴	 ”آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا“ سے طلاق	۳۲۹
۵۳۵	 ”تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو“ سے طلاق	۳۳۰
۵۳۶	 ”جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو“ سے طلاق	۳۳۱
۵۳۷	 ”دوسرا رشتہ قائم کرنے کی اجازت“ سے طلاق	۳۳۲
۵۳۸	 ”اب تجھ کو اجازت ہے، میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لینا“ سے طلاق	۳۳۳
۵۳۹	 ”تو میری ماں ہے، مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں، تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا“	۳۳۴
۵۴۰	 لفظ ”نکاح سے الگ کرنے“ سے طلاق	۳۳۵
۵۴۱	 ”عورت کو اپنے سے الگ کرتا ہوں“ سے طلاق	۳۳۶
۵۴۲	 لفظ ”میں نے الگ کر دی“ سے طلاق	۳۳۷
۵۴۳	 ”زوجیت سے الگ کرتا ہوں“ سے طلاق	۳۳۸
۵۴۴	 ”تو میرے نکاح سے باہر ہے“ یہ کنائی طلاق ہے	۳۳۹
۵۴۴	 ”بیوی کو نہیں رکھنی“ سے طلاق	۳۴۰
۵۴۵	 ”میں بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا“ سے طلاق کا حکم	۳۴۱
۵۴۷	 ”میں نہیں رکھتا“ سے طلاق	۳۴۲
۵۴۸	 ”میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں“ سے طلاق	۳۴۳
۵۴۹	 ”اب ہم نہیں رکھیں گے“ سے طلاق	۳۴۴
۵۵۰	 ”میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے“ سے طلاق	۳۴۵
۵۵۱	 ”مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکہ چلی جا“ سے طلاق کا حکم	۳۴۶
۵۵۲	 ”ہمارے گھر سے نکل جا“ سے طلاق کا حکم	۳۴۷
۵۵۳	 کنایہ طلاق ”جہاں چاہے بھیج دو“ سے طلاق	۳۴۸
۵۵۴	 ”ہم سے کوئی تعلق نہیں، جہاں چاہے جا“ سے طلاق	۳۴۹
۵۵۷	 ”ہمارے گھر سے چلی جاؤ“ سے طلاق کا حکم	۳۵۰
۵۵۷	 ”ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا“ سے طلاق	۳۵۱

۳۵۲	”میں نے کوئی شادی نہیں کی“ سے طلاق کا حکم	۵۶۰
۳۵۳	انکار نکاح سے طلاق	۵۶۰
۳۵۴	”یہ عورت بہنوئی کی ہے، مجھ سے کوئی مطلب نہیں“ سے طلاق	۵۶۲
۳۵۵	”میرا تیرا تعلق ختم“ سے طلاق	۵۶۳
۳۵۶	”تعلق زوجیت نہیں“ سے طلاق کا حکم	۵۶۵
۳۵۷	”تعلق نہیں“ سے طلاق	۵۶۶
۳۵۸	”مجھے لڑکی نہیں چاہئے“ سے طلاق	۵۶۷
۳۵۹	خسر کو لکھا ”دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے“	۵۶۸
۳۶۰	”میری طرف سے بالکل ختم ہے“ سے طلاق	۵۶۹
۳۶۱	لفظ ”فاسخ کر دیا“ سے طلاق	۵۷۰
۳۶۲	”فیصلہ کر دیا“ سے طلاق	۵۷۳
۳۶۳	”جا! میں نے جھگڑا صاف کر دیا“ سے طلاق	۵۷۴
۳۶۴	لفظ ”استغنی“ سے طلاق	۵۷۵
۳۶۵	”میں اور شادی کروں گا، تم میری پسند نہیں، تمہارا باپ تم کو اور خصم کرا دے“ کا حکم	۵۷۶
۳۶۶	لفظ ”جواب“ سے طلاق	۵۷۸
۳۶۷	”جواب دیا، جواب دیا، جواب دیا“ سے طلاق کا حکم	۵۷۹
۳۶۸	”اپنا مہر لے لے“ سے طلاق کا حکم	۵۸۱
۳۶۹	زیورات اتار کر واپس کرنے سے آزاد سمجھنا	۵۸۱
باب الطلاق بالکتابۃ (تحریری طلاق کا بیان)		
۳۷۰	تحریری طلاق کا حکم	۵۸۳
۳۷۱	طلاق بالکتابت	۵۸۳

۵۸۵	طلاق نامہ امانت رکھ دیا.....	۳۷۲
۵۸۸	طلاق بالکتابت.....	۳۷۳
۵۹۱	تحریری طلاق.....	۳۷۴
۵۹۳	ایضاً.....	۳۷۵
۵۹۴	دستخط کے بغیر تحریری طلاق.....	۳۷۶
۵۹۵	طلاق بذریعہ خطوط مع فتاویٰ دہلی و دیوبند.....	۳۷۷
۵۹۷	استفتاء متعلقہ سوال بالا.....	۳۷۸
۶۰۱	ایضاً.....	۳۷۹
۶۰۴	”اللہ کے واسطے رفاقت، رفاقت، رفاقت طلاق، طلاق، طلاق“ تحریر کرنا.....	۳۸۰
۶۰۵	تحریری طلاق، لعنت اور مہر.....	۳۸۱
۶۰۶	تحریر سے طلاق.....	۳۸۲
۶۰۸	کیا تحریر سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟.....	۳۸۳
۶۰۹	بدولی سے تحریری طلاق.....	۳۸۴
۶۱۰	تحریری طلاق کی ایک صورت.....	۳۸۵
۶۱۳	طلاق معلق کی تحریر.....	۳۸۶
۶۱۵	بیوی کی موجودگی میں تحریری طلاق.....	۳۸۷
۶۱۷	لفظ کنایہ سے تحریری طلاق.....	۳۸۸
۶۲۲	لفظ ”آزاد“ سے طلاق تحریری.....	۳۸۹
۶۲۴	لا علمی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا لگانا.....	۳۹۰
۶۲۵	سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگانے سے طلاق.....	۳۹۱
۶۲۶	سادہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق.....	۳۹۲
۶۲۷	سادہ کاغذ پر دستخط بیکار ہیں.....	۳۹۳
۶۲۸	پرچہ پر تین طلاق لکھ کر جلا دیا، یا پھاڑ دیا.....	۳۹۴

۳۹۵	تحریر سے بلا اقرار و شہادت طلاق نہیں ہوتی.....	۶۳۱
۳۹۶	طلاق نامہ.....	۶۳۱
۳۹۷	طلاق نامہ میں ”طلاق“ لکھنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟.....	۶۳۳
۳۹۸	فرضی طلاق نامہ.....	۶۳۴
۳۹۹	طلاق نامہ شوہر نے خود رکھ لیا.....	۶۳۶
۴۰۰	طلاق نامہ وصول نہیں کیا.....	۶۳۷
۴۰۱	شوہر کی اطلاع کے بغیر طلاق نامہ اخبار میں شائع کرنا.....	۶۳۷
۴۰۲	طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق.....	۶۳۸
۴۰۳	تحریر پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم.....	۶۳۹
۴۰۴	کیا طلاق نامہ کا پڑھنا ضروری ہے؟.....	۶۴۰
۴۰۵	طلاق نامہ پر بغیر پڑھے دستخط.....	۶۴۲
۴۰۶	ایضاً.....	۶۴۳
۴۰۷	کاغذ کو پڑھے بغیر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم.....	۶۴۴
۴۰۸	بغیر کاغذ پڑھے اس پر دستخط کرنے سے طلاق.....	۶۴۵
۴۰۹	جھوٹی تحریر پر دستخط سے دیانۃ طلاق نہ ہوگی.....	۶۴۶
۴۱۰	دھوکہ سے طلاق نامہ پر دستخط.....	۶۴۷
۴۱۱	کاتب سے طلاق لکھوانا.....	۶۴۸
۴۱۲	”طلاق نامہ لکھ دو“ سے طلاق.....	۶۴۸
۴۱۳	سحر اور بدحواسی کی حالت میں تحریری طلاق.....	۶۵۰
۴۱۴	زبردستی تحریر سے طلاق.....	۶۵۱
۴۱۵	مکرہ کی طلاق بالکتابت کا حکم.....	۶۵۲
۴۱۶	طلاق نامہ پر جبراً انگوٹھا لگانے سے طلاق کا حکم.....	۶۵۴
۴۱۷	دھمکی کے طور پر خط کے ذریعہ اعلان طلاق.....	۶۵۶

۲۱۸	دھمکانے کے لئے طلاق نامہ میں خسر کی دوسری لڑکی مراد لینا، تحریری طلاق جبکہ بیوی سامنے ہو	۶۵۶
۲۱۹	تحریر طلاق اگر بیوی کے پاس نہ پہونچے.....	۶۵۸
۲۲۰	مختل الدماغ کی تحریر طلاق سے طلاق.....	۶۵۸
۲۲۱	استفتاء متعلق سوال بالا.....	۶۶۱
۲۲۲	”میں نے دیا طلاق“ تین مرتبہ لکھ کر بھیجنے کے بعد پھر انکار کا حکم.....	۶۶۳
۲۲۳	اقرار نامہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق.....	۶۶۴
۲۲۴	عہد شکنی کی وجہ سے طلاق.....	۶۶۵
۲۲۵	جب شوہر کو شرط نامہ کا علم نہ ہو اس سے طلاق نہیں ہوتی.....	۶۶۷



بقیۃ کتاب النکاح

باب المہر

(مہر کا بیان)

مہر شرع محمدی

سوال [۵۸۶۲]: شرع محمدی مہر (مثلاً ۸ روپے) باندھے جاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہو تو اس مقدار میں کتنے ٹھیک ہیں، اور اس کے علاوہ کیا کیا مقدار ٹھیک ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

شرع محمدی مہر سے مراد عام طور پر مہر فاطمی ہوتا ہے، اس کی مقدار بہشتی زیور: ۳/۲۴ کے حاشیہ پر ایک سو چھپن روپے آٹھ آنہ کے قریب لکھی ہے اور دوسری جگہ کچھ اور مقدار لکھی ہے (۱)۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ بوقت نکاح اس مہر کی تعیین کر لی جاوے روپوں میں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۱/۳/۶۴ھ۔
صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/ربیع الاول/۶۴ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

شرع محمدی میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہیں، یعنی تقریباً تین ۳/روپیہ (یعنی چاندی کے تین

(۱) بہشتی زیور میں مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے، اس کی مقدار موجودہ روپے سے (روپے کا وزن ساڑھے گیارہ ماشے ہے) ایک سو چھتیس روپیہ پندرہ آنہ ساڑھے تین پائی چاندی ہوئی، تولہ کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ لکھی ہے (بہشتی زیور، حصہ چہارم، مہر کا بیان، ص: ۲۸۲، ۲۸۳، دارالاشاعت کراچی)۔
بہشتی زیور میں تلاش کے باوجود آٹھ آنے کی مقدار نہیں ملی۔

روپیہ) اور اس سے زیادہ کی حد مقرر نہیں، جتنی تعداد چاہے مقرر کی جاسکتی ہے (۱)، مگر زیادہ مہر کی ممانعت آئی ہے، اس لئے اتنا مہر مقرر کیا جائے کہ جس کو شوہر سہولت سے ادا کر سکے (۲)۔ بعض جگہ شرع محمدی مہر سے مراد ۸ ہوتے ہیں مگر یہ شرعی طور پر نہیں ہے، خود وہاں کا عرف ہے۔ فقط سعید احمد، مفتی مدرسہ، ۶۴/۳/۲۵ھ۔

مہر کی حکمت

سوال [۵۸۶۳]: مہر کی اصل حیثیت کیا ہے؟ اور یہ کیوں فرض قرار پایا ہے؟ اس کی فرضیت میں کیا

حکمت ہے؟

۲..... مہر کی حد سے زیادتی یا حد سے زیادہ کمی سے سماج میں کیا خرابی پیدا ہو سکتی ہے؟

۳..... حالات و کیفیات کے لحاظ سے مہر کی تعیین میں تبدیلی مستحب ہوگی، یا حد مسنون ہی کو مستحب سمجھا

جائے گا؟

۴..... نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں درہم کی قیمت چاندی

کے بجائے اشیاء کی صورت میں ہوتی تھی، مثلاً بکری، اونٹ یا غلہ کتنے درہم میں کتنا حاصل ہوتا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجة اللہ البالغة: ۲/۱۱۸ میں اس پر کلام کیا ہے:

(أ) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السابع فی المہر، الفصل الأول: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب المہر: ۱۰۱/۳ سعید)

(۲) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: ألا! لا تغالوا في صدقات النساء، فإنها لو كانت

مكرمة في الدنيا وتقوى عند الله، لكان أولاكم بها نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم". (مشکوٰۃ

المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني: ۲۷۷، قديمی)

(وسنن أبی داود، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی حجة الله البالغة، کتاب النکاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۳۴۳/۲، قديمی)

”وكان فيه مصالح: منها أن النكاح لا تتم فائدته إلا بأن يوطن كل واحد نفسه على المعاونة الدائمة، ويتحقق ذلك من جانب المرأة بزوال أمرها من يدها، ولا جائز أن يشرع زوال أمره أيضاً من يده، وإلا انسدت باب الطلاق، وكان أسيراً في يدها كما أنها عانية بيده. وكان الأصل أن يكونوا قوامين على النساء، اهـ.

ولا جائز أن يجعل أمرهما إلى القضاة، فإن مراجعة القضية إليهم فيها حرج، وهم لا يعرفون ما يعرف هو من خاصة أمره، فتعين أن يكون بين عينيه خسارة مال إن أراد فك النظر لئلا يجترى، على ذلك إلا عند حاجة لا يجد منها بدءاً، فكان هذا نوعاً من التوطن أيضاً، فلا يظهر الاهتمام بالنكاح إلا بمال يكون عوض البضع، فإن الناس لما تشاحوا بالأموال شحاً، لم يتشاحوا به في غيرها، كان الاهتمام لا تتم إلا ببذلها، وبالإتمام تقر أعين الأولياء حين يملك هو، فلذة أكبادهم. وبه يتحقق التمييز بين النكاح والسفاح، وهو قوله تعالى: ﴿أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين﴾ (۱)۔

ملک العلماء علامہ کاسائی نے بھی بدائع الصنائع میں اس کی حکمت بیان فرمائی ہے (۲)۔

۲..... اس پر بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

”أقول) والسر فيما سن أن ينبغي أن يكون المهر مما يتشاح به ويكون مال ينبغي أن لا يكون مما يتعذر أداءه عادةً بحسب ما عليه قومه، وهذا القدر نصاب صالح حسب ما كان

(۱) (حجة الله البالغة، باب: لانكاح إلا بصداق: ۳۴۲/۲، قديمي)

(۲) ”لأن ملك النكاح لم يشرع لعينه، بل لمقاصد لا حصول لها إلا بالدوام على النكاح والقرار عليه، ولا يدوم إلا بوجوب المهر بنفس العقد..... فلو لم يجب المهر لايالى الزوج عن إزالة هذا الملك بأدنى خشونة تحدث بينهما؛ لأنه لا يشق عليه إزالته ما لم يخف لزوم المهر، فلا تحصل المقاصد المطلوبة من النكاح، الخ“۔ (بدائع الصنائع، فصل في المهر: ۳/۸۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل السادس: آثار الزواج، وأجمع المسلمون على شرعية الصداق في النكاح: ۶۷۶۰/۹، رشيدية)

عليه الناس في زمانه صلى الله تعالى عليه وسلم و كذلك أكثر الناس بعده، اللهم إلا ناس أغنيائهم بمنزلة الملوك على الأسرة، وكان أهل الجاهلية يظلمون النساء في صدقاتهن بمطل أو نقص، فأنزل الله تعالى: ﴿وآتوا النساء صدقاتهن نحلة، فإن طبن لكم﴾ الآية. حجة الله

البالغة: ۱۱۸/۲، ۱۱۹ (۱)۔

۳..... شریعت نے اس کی تحدید نہیں کی، جتنی مقدار ادا کرنا سہل ہو اور لڑکی کے حالات کے بھی

مناسب ہو، تجویز کر لیا جائے (۲)۔

۴..... وقت اور ضرورت کے لحاظ سے نرخ میں فرق ہوتا رہتا تھا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دینار دیا کہ قربانی کے لئے ایک بکری خرید لائیں، انہوں نے ایک بکری ایک دینار میں خرید لی، پھر اس کو دو دینار میں فروخت کر دیا اور ایک دینار میں پھر ایک بکری خریدی اور وہ مع ایک دینار نفع لا کر پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی اور بکری قربانی کرنے اور دینار نفع کو صدقہ کر دینے کا حکم فرمایا۔ یہ واقعہ مبسوط: ۱۳/۱۲، میں مذکور ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (حجة الله البالغة، عدم المغالاة في الصداق: ۳۴۳/۲، قديمی)

”عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: ألا! لا تغالوا صدقة النساء ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية“. هذا حديث حسن صحيح“. (جامع الترمذی، باب ما جاء في مهر النساء: ۲۱۱/۱، سعيد)

(وسنن أبي داود، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیه ملتان)

(۲) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه: قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”ولا مهر أقل من عشرة“۔ (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و كذا في الفتاوى العالمكيري، الباب السابع في المهر، الباب الأول: ۳۰۲/۱، رشيدیه)

(و كذا في الدر المختار، باب المهر: ۱۰۱/۳، سعيد)

(و كذا في بدائع الصنائع، فصل في أقل المهر: ۴۸۷/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) ”والأصل فيه ما روى أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم دفع ديناراً إلى حكيم بن حزام رضي الله =

مہر فاطمی

سوال [۵۸۶۴]: مہر فاطمی کی مقدار صحیح کتنی ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تقریباً ۱۳۲ تولہ چاندی ہے، اوزان شرعیہ کی تحقیق کے لئے مستقلاً ایک رسالہ دیر سے شائع شدہ ہے
”أرجح الأقاويل“ اس میں تفصیل مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔

ایضاً

سوال [۵۸۶۵]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر جس کو مہر فاطمی کہتے ہیں کتنا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۴۰۰/ مثقال تھا جو کہ ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= تعالیٰ عنہ لیشتري له شاة للأضحیة، فاشتری شاة، ثم باعها بدينارين، ثم اشتری شاة بدينار، وجاء بالشاة والدينار إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأخبره بذلك فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”بارك الله في صفقتك، أما الشاة فضح، بها وأما الدينار فتصدق به، الخ“۔ (المبسوط للسرخسي، باب الأضحیة: ۱۲/۱۳، دار المعرفة بيروت لبنان)

(۱) (سیاتی تخریجہ تحت عنوان: ”مہر فاطمی کی مقدار“۔)

(۲) ”ثم ذكر السيد جمال الدين المحدث في روضة الأحياء: أن صداق فاطمة رضي الله تعالى عنها كان أربع مائة مثقال فضة. وكذا ذكره صاحب المواهب ولفظه: أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لعلي: ”إن الله عز وجل أمرني أن أزوجهك فاطمة على أربع مائة مثقال فضة“۔ (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الصداق، الفصل الثاني: ۳۶۰/۶، رشیدیہ)

(وكذا في شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية، باب ذكر تزويج علي بفاطمة رضي الله تعالى عنها، كتاب المغازی: ۳۶۳/۲، مكتبة عباس أحمد الباز مكة المكرمة) =

مہر فاطمی کی مقدار

سوال [۵۸۶۶]: مہر فاطمی کی مقدار فی زمانہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

از واج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کے برابر تھے، کذا فی المشکوۃ (۱)۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر بھی اتنا ہی تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، پس پانچ سو درہم ہوئے، جس کی مقدار تقریباً ۱۳۲/۱ تولہ چاندی ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۸۸ھ۔
الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۸۸ھ۔

= "قال: قال عمر بن الخطاب: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذی، باب ما جاء في مهور النساء: ۲۱۱/۱، سعید)
(وسنن أبی داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)
"حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سیرت کے مطابق دو روایتیں ہیں: ایک روایت ۴۰۰/۱ مثقال = ۹۴۴ اکلو چاندی، دوسری روایت: ۴۸۰/۱ درہم = ۶۲۹۶ اکلو چاندی۔ مقدار ثانی متعدد روایات حدیث و سیرت سے ثابت ہے اور مقدار اول صرف سیرت سے ثابت ہے، لہذا مقدار ثانی رائج ہے۔ (أحسن الفتاوی: ۳۱/۵، سعید)
(و کذا فی فتاویٰ حقانیہ، باب المہر: ۳۵۶/۴، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)
"مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے۔ کما فی عامۃ روایات الحدیث۔ اس کی مقدار موجودہ روپیہ سے ایک سو اکتیس ۱۳۱/۱ تولہ تین ماشہ ہوئی۔ (وجواہر الفقہ، باب: اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۴۲۴/۱، دارالعلوم کراچی)
(۱) "عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال: ألا! لا تغالوا في صدقة النساء ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية". (مشکوۃ المصابیح، باب الصداق، الفصل الثانی، ص: ۲۷۷، قدیمی)
(و جامع الترمذی، باب ما جاء في مهور النساء: ۲۱۱/۱، سعید)
(وسنن أبی داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)
(۲) "مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے۔ کما فی عامۃ روایات الحدیث۔ اس کی مقدار موجودہ روپیہ سے ایک =

مہر فاطمی کی مقدار

سوال [۵۸۶۷]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر واقعی کتنا تھا جب کہ ہم نے بعض کتابوں میں ساڑھے باون تولہ یا چار سو اسی درہم پڑھا ہے اور کیا ۲۵/ روپے بھی مہر فاطمی ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر فاطمی ۲۵/ روپے نہیں، بلکہ ۱۳۲/ تولہ کے قریب چاندی ہے (۱)، بعض حضرات کے حساب میں اس سے بھی کچھ زائد ۱۵۰/ تولہ تک ہے، جیسا کہ حواشی مشکوٰۃ شریف میں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۸۹ھ۔
الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

= سواکتیس تولہ تین ماشہ ہوئی۔ (جواہر الفقہ، اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۴۲۴/۱، مکتبہ دارالعلوم کراچی)
(۱) ”عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ما علمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائه ولا نکح شیئاً من بناته علی أكثر من اثنتی عشر أوقیة۔ رواہ أحمد والترمذی و أبو داؤد والنسائی وابن ماجہ الخ“۔

”(من اثنتی عشرة أوقیة) وہی أربع مائة وثمانون درہماً“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الصداق، الفصل الثانی: ۳۵۹/۶، رشیدیہ)
مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے۔ کما فی عامۃ روایات الحدیث۔ اس کی مقدار موجودہ روپیہ سے ایک سواکتیس ۱۳۱/ تولہ تین ماشہ ہوئی۔

(جواہر الفقہ، باب: اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۴۲۴/۱، دارالعلوم کراچی)
(۲) ”ان صداق فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان أربع مائة مثقال فضة. وكذا ذكره صاحب المواهب و لفظه: أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لعلی: ”إن اللہ عزوجل أمرنی أن أزوجه فاطمة علی أربع مائة مثقال فضة“۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الصداق، الفصل الثانی: ۳۶۰/۶، رشیدیہ)
(و کذا فی شرح العلامة الزرقانی علی المواهب اللدنیة، باب ذکر تزویج علی بفاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کتاب المغازی: ۳۶۲/۲، مکتبہ عباس أحمد الباز مکة المکرمہ)
مقدار اول رائج ہے۔ (کما فی أحسن الفتاوی: ۳۱/۵، سعید)

مہر فاطمی ہمارے حساب سے

سوال [۵۸۶۸]: مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد وغیرہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا زیادہ سے زیادہ مہر بارہ اوقیہ چاندی نقل کیا ہے۔ بارہ اوقیہ ہماری تول، تولہ اور بالخصوص گرام کے لحاظ سے کتنا ہوتا ہے؟ فقط۔

محمد عبداللہ دہلوی، ۱۳۸، حضرت نظام الدین، نئی دہلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک سو بتیس تولہ کے قریب چاندی ہمارے حساب سے مہر فاطمی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۳/۹۱ھ۔

مہر شرعی اور مہر فاطمی

سوال [۵۸۶۹]: زید اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے، وہ زمیندار بھی ہے۔ اس کی بیوی غریب گھر کی لڑکی ہے، لڑکی دوسرا نکاح کرنا نہیں چاہتی ہے اور مہر شرع محمدی یعنی ساڑھے بتیس روپیہ ہے۔ شرع محمدی مہر کی تعداد زیادہ سے زیادہ کتنی ہے، بتلایا جائے عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرع محمدی مہر کی مقدار ساڑھے بتیس روپیہ اگر وہاں کا عرف ہے تو صحیح ہے، یعنی جب لوگ شرع محمدی مہر بولتے ہیں تو اس سے ساڑھے بتیس روپیہ ہی مراد لیتے ہیں، تو بس اتنی ہی تعداد لازم ہوگی اس سے زیادہ کے مطالبہ کا حق نہیں (۲)، اگر یہ عرف نہ ہو تو مہر فاطمی مراد ہوگا۔ شریعت نے زیادہ کی تعداد مقرر نہیں کی، یہ طرفین کی

(۱) ”مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سورتہم ہے، کما فی عامۃ روایات الحدیث، اس کی مقدار موجودہ روپیہ سے ایک سو اکتیس ۱۳۱/ تولہ تین ماشہ ہوئی“۔ (جواہر الفقہ، باب: اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۱/۴۲۴، دارالعلوم کراچی)

(۲) ”و تجب العشرة إن سماها أو دونها، و يجب الأكثر منها إن سمی الأكثر“۔ (الدر المختار، کتاب

النکاح، باب المہر: ۱۰۲/۳، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۵۳۸/۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رضا مندی پر ہے، لیکن حیثیت سے زیادہ مہر مقرر نہیں کرنا چاہئے جس کو ادا نہ کر سکے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۱۳۸۵ھ۔

مہر فاطمی کی ترجیح مہر مثل پر

سوال [۵۸۷۰]: زید اپنی لڑکی کا نکاح ایک فارغ التحصیل لڑکے سے مہر فاطمی پر کرنا چاہتا ہے جب کہ یہاں پر مہر مثل کا دستور ۵/ ہزار، ۷/ ہزار کا ہے، جب کہ سب راضی بھی ہیں، لڑکی اور لڑکا بھی راضی ہے۔ تو مہر فاطمی پر نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بالغہ لڑکی اور اس کے اولیاء رضا مند ہیں تو مہر مثل کی پابندی لازم نہیں (۲)، خاص کر جب کہ لڑکا عالم دین بھی ہے تو مہر فاطمی کی سنت کا احیاء باعث اجر بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۹۷ھ۔

(۱) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی مہور النساء: ۲۱۱/۱، سعید) (وسنن أبی داود، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی حجة الله البالغة، کتاب النکاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۳۴۳/۲، قدیمی)

(۲) "قالوا: إنه: أي مهر المثل الموجب الأصلي في باب النکاح، وأما المسمى: فإنه قائم مقامه للتراضي به". (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۰/۳، سعید)

(۳) "عن بلال بن الحارث المزني رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحى سنة من سنتي قد أميتت بعدی، فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئاً".

"عن أبی سعید الخدری رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أكل طيباً وعمل في سنة وأمن الناس بوائقه، دخل الجنة". (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام =

مہر کی ادنیٰ مقدار

سوال [۵۸۷۱]: کم از کم مہر کی مقدار کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر کی مقدار کم از کم دس درہم چاندی ہے جو موجودہ زمانہ میں ساڑھے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

مہر کی کم اور زیادہ مقدار

سوال [۵۸۷۲]: ہمارے یہاں یہ بات شریعت کے عین مطابق سمجھی جا رہی ہے کہ لڑکی کا مہر ۱۱، ۲۵، ۱۲۵ روپیہ باندھا جائے، زیادہ باندھنے والے کو شریعت کا مخالف سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے (۲) جو کہ تین تولہ کے قریب چاندی ہے، جو چیز بھی اس قیمت کی

= بالكتاب والسنة، الفصل الثانی، ص: ۳۰، قدیمی)

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ولا مہر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مہر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السابع فی المہر، الباب الأول: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب المہر: ۱۰۱/۳، سعید)

(۲) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "ولا مہر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مہر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المہر، الفصل الأول فی أدنی مقدار

المہر: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۱/۳، سعید)

ہو غلہ، کپڑا وغیرہ اس کو مہر میں مقرر کرنا درست ہے (۱)۔ مہر کی مقدار زیادہ بھی درست ہے، اس کے لئے کوئی حد متعین نہیں کی گئی ہے، لیکن فخر کے طور پر بہت زیادہ مہر مقرر کرنا ناپسندیدہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے (۲)۔

جو لوگ زیادہ مہر مقرر کر لیتے ہیں اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ مہر دینا نہیں ہے، تو حدیث پاک میں ان کے متعلق بہت سخت الفاظ آئے ہیں (۳)، لہذا مہر نہ تو اتنا زیادہ ہو جس کے ادا کرنے کی وسعت ہی نہ ہو، کوشش کرتا کرتا آدمی تھک جائے اور مہر اس کے حق میں پیر کی زنجیر یا گلے کا طوق بن کر رہ جائے۔ نہ اتنا کم ہو کہ جب بھی کوئی بات خلاف طبع ہوئی طلاق دیکر مہر ہاتھ پر رکھ دیا بلکہ اتنا ہونا چاہئے کہ اس کی ادائیگی کا شوہر پردہاؤ بھی پڑے، خاندانوں اور برادری کے اعتبار سے سب کا حال یکساں نہیں، مختلف برادریوں میں مہر مثل الگ الگ ہے، ہر ایک کے لئے اور ہر خاندان کے لئے ایک ہی مقدار کو مہر مثل تجویز نہیں کیا جاسکتا۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) ”المہر إنما یصح بکل ما ہو مال متقوم“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السابع فی المہر، الفصل الأول: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، الفصل السابع عشر فی المہر، نوع منه: ما یصلح مہراً الخ: ۸۲/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ألا لا تغالوا صدقة النساء..... ما علمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائه و لا أنکح شیئاً من بناته علی أكثر من ثنتی عشرة أوقیة“۔ هذا حدیث حسن صحیح“۔ (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی مہور النساء: ۲۱۱/۱، سعید)
(و کذا فی سنن أبی داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی حجة اللہ البالغة، کتاب النکاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۳۴۳/۲، قدیمی)

(۳) ”أیما رجل تزوج امرأة، فنوی أن لا یعطیها من صداقها، مات یوم یموت و هو زان“۔ (فیض القدر، (رقم الحدیث: ۲۹۵۲): ۲۴۷۳/۵، مکتبہ نزار مصطفی الباز مکة المکرمہ)

(ومسند أحمد بن حنبل، ۴۳۵/۵، (رقم الحدیث: ۱۸۴۵۳۷)، دار إحياء التراث العربی بیروت)

مقدارِ مہر کو مقرر کر دینا

سوال [۵۸۷۳]: کیا کسی فرد یا جماعت کو مہر کی ایک حد مقرر کرنے کا حق حاصل ہے جب کہ اس قسم کی تحدید پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور صاحب اختیار خلیفہ نے اپنا حکم واپس لے لیا تھا، اور دوبارہ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: ”فمن شاء أن يعطى ما أحب“۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع فرمایا ہے (۱) لیکن کسی فرد کو یا کسی جماعت کو یہ حق نہیں ہے کہ سب برادری کے لئے مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کر دے کہ اس سے کمی زیادتی کی اجازت ہی نہ رہے اور ہر شخص خواہی مخواہی اسی مقدار پر مجبور ہو جائے، البتہ شریعت نے کم سے کم مقدار دس درہم مقرر کی ہے اس سے کم درست نہیں، زیادہ کی مقدار مقرر نہیں کی (۲)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا، چار ہزار درہم مہر مقرر ہوا جو کہ نجاشی نے ادا کیا جیسا کہ کتب احادیث و سیر میں ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

(۱) ”قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: ألا! لا تغالوا صدقة النساء ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية“۔ هذا حديث حسن صحيح“۔ (جامع الترمذی، باب ما جاء في مهر النساء: ۲۱۱/۱، سعید)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیه ملتان)

(و كذا في تفسير الدر المنثور: ۱۳۳/۲، ناشر محمد أمين بيروت)

(۲) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه: قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”ولا مهر أقل من عشرة“۔ (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و كذا في الدر المختار، باب المهر: ۱۰۱/۳، سعید)

(۳) ”وعن أم حبيبة رضي الله تعالى عنها أنها كانت تحت عبد الله بن جحش فمات بأرض الحبشة، =

مہر کی مقدار اور شادی میں امداد کرنا

سوال [۵۸۷۴]: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کتنا تھا؟ کیا اتنا ہی رکھنا چاہئے، یا استطاعت کے مطابق رکھنا چاہئے؟ ایک متوسط آدمی کو کس طرح شادی کرنا چاہئے؟ شادی میں پلنگ سنوارا جاتا ہے اور اس میں رشتہ دار و دیگر کھانا کھانے والے برتن و دیگر اشیاء دیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ یا پلنگ باہر نہ رکھا جائے جس کی مرضی ہو وہ آئے اور صاحب خانہ کو پوشیدہ طور پر عنایت کرے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر فاطمی ایک سو بتیس ۱۳۲/ تولہ کے قریب چاندی ہے، اس سے کم زیادہ بھی تجویز کرنا درست ہے۔ متوسط آدمی کو اتنا مہر رکھنا چاہئے جس کو وہ ادا کر سکے (۱) ادا کرنے میں اس پر کچھ بوجھ بھی ہو اور اگر طلاق کی نوبت آجائے تو بیوی اس سے کچھ روز گزارہ بھی کر سکے، اس شوہر کو خود بھی سوچنا پڑے کہ اتنا مہر بھی طلاق کے ساتھ دینا ہوگا۔ شادی کا بہتر طریقہ ”بہشتی زیور“ میں موجود ہے (۲) اس کو دیکھ لیا جائے، زیادہ تفصیل چاہئے تو

= فزو جہا النجاشی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وأمہر ہا عنہ أربعة آلاف۔ رواہ أبو داؤد والنسائی۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، باب الصداق، الفصل الثالث: ۳۶۳/۶، رشیدیہ) (وسنن أبی داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)

(وتاریخ الطبری، ذکر السبب الذی کان فی خطبۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عائشۃ وسودۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ۴۱۴/۲، ۴۱۵، بیروت لبنان)

(۱) ”قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”ألا! لا تغالوا صدقة النساء..... ما علمت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکح شیئاً من نسائه ولا أنکح شیئاً من بناته علی أكثر من اثنتی عشرة أوقیة“۔ هذا حدیث حسن صحیح“۔ (جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی مہور النساء: ۲۱۱/۱، سعید) (وسنن أبی داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)

”مہر فاطمی جس کی مقدار منقولہ پانچ سو درہم ہے۔ کما فی عامۃ روایات الحدیث۔ اس کی مقدار موجودہ روپے سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہوئی۔“ (جواہر الفقہ، باب: اوزان شرعیہ، چاندی سونے کا صحیح نصاب: ۴۲۴/۱، دارالعلوم کراچی) (۲) (بہشتی زیور، حصہ ششم، باب: شرع کے موافق شادی کا ایک نیا قصہ، ص: ۴۳۸، دارالاشاعت کراچی) (تحفۃ الزوجین، تالیف شاہ رفیع الدین صاحب، ص: ۳۸، ۳۹، باب اول، مطبع احمدی دہلی)

”تحفہ زوجین“ میں ہے۔ شادی میں پلنگ سنوارنا اور رشتہ داروں سے وصول کرنا غلط طریقہ ہے، کوئی امداد کرنا چاہے تو اخلاص کے ساتھ مخفی طریقہ پر امداد کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

کیا لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے؟

سوال [۵۸۷۵]: نکاح کے وقت لڑکی اپنا مہر خود مقرر کر کے بتلائے، کیا اس بارے میں قرآن یا حدیث شریف میں کوئی دلیل ہے؟ اگر اس بارے میں کوئی حدیث ہو تو ضرور لکھیں۔ یہاں پر اہل حدیث کہتے ہیں کہ لڑکی اپنا مہر خود مقرر کرے گی۔ میری نظر سے ایسی کوئی حدیث نہیں گزری، اگر یہ خالص فقہ کا مسئلہ ہے تو جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر کی کم از کم مقدار شریعت نے مقرر کر دی ہے: ”لا مہر أقل من عشرة دراهم“۔ یہ روایت دارقطنی (۱) اور بیہقی (۲) میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (شارح بخاری) نے اس کو ”حسن“ لکھا ہے (۳)، مگر زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں کی، ہاں اتنا زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کی ادائیگی قابو سے باہر ہو (۴)۔ پھر جو مقدار مہر کی کسی خاندان میں مہر مثل ہو کر رائج ہو، اس کے متعلق تو لڑکی سے خصوصیت سے

(۱) (سنن الدار قطنی، کتاب النکاح، باب المہر: ۲۴۷/۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ)

(۲) (السنن الکبری للبیہقی، کتاب الصداق، باب ما يجوز أن يكون مہراً: ۲۴۱/۷، نشر السنۃ، ملتان)

(۳) ”سمعت جابرأ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول: قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یقول:

”ولا مہر أقل من عشرة“۔ من الحدیث الطویل۔ قال الحافظ: إنه بهذا الإسناد حسنٌ ولا أقل منه“.

(فتح القدیر، کتاب النکاح، باب الکفاء: ۲۹۲/۳، مصطفی البابی الحلبي مصر)

(۴) ”عن أبی العجفاء السلمي، قال عمر بن الخطاب: ”ألا! لا تغالوا بصدق النساء، فإنها لو كانت

مكرمةً فی الدنيا وتقوى عند الله، كان أولكم بها النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ما أصدق رسول الله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرأة من نسائه ولا أصدقت امرأة من بناته أكثر من اثنتی عشرة أوقیة،

صحیح“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان) =

معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، وہ اس کو معلوم ہی ہے، اگر وہ اس پر رضا مند نہ ہو تو انکار کر سکتی ہے، لیکن اگر ولی اس مہر مثل سے کم مقرر کرنا چاہے تو لڑکی سے استصواب و استیذان لازم ہے، کیوں کہ اس میں اس کی حق تلفی ہے (۱)۔ اگر لڑکی نابالغہ ہو اور اس کا مہر مثل سے کم کر دیا جائے تو بلوغ پر اس کو تکمیل مہر کے مطالبہ کا حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

قوم کی طرف سے مہر کی تعیین اور اس کے خلاف پر جرمانہ

سوال [۵۸۷۶]: قوم کے سربراہ اور وہ لوگوں نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ آئندہ سب لوگوں کو اپنی اولاد کے نکاح ۲۵ روپیہ سے زیادہ کی رقم پر نہ کرنا چاہئے، چنانچہ تمام قوم اس کی پابند ہے، مخالف پر جرمانہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔ تو تعیین مہر کا ان لوگوں کو حق ہے یا نہیں، صحت نکاح میں کوئی خرابی ہے یا نہیں؟
محمد اسماعیل گنگوہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر پچیس روپیہ یا اس سے زائد یا اس سے کم دس درہم تک مقرر کرنا جائز ہے اور بہر صورت نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ کم کی مقدار دس درہم شریعت کی جانب سے متعین ہے، زیادہ کی مقدار متعین نہیں، کسی اور کو انتہائی مقدار لازمی طور پر متعین کرنے کا حق حاصل نہیں، نہ کسی کی تعیین سے متعین ہو سکتی ہے (۲)، البتہ زیادہ مہر مقرر

= (ومشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الصداق: ۲/۲۷۷، قدیمی)

(وکذا فی حجة الله البالغة، کتاب النکاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۲/۳۲۳، قدیمی)

(۱) ”وصح حطها لکله أو بعضه عنه قبل أولا، ويرتد بالرد، کما فی البحر“۔ (الدرالمختار)۔ ”قوله: وصح حطها“ الحط: الإسقاط، کما فی المغرب۔ وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها، ولا بد من رضاها“۔ (ردالمحتار: ۳/۱۱۳، باب المہر، مطلب فی حط المہر والإبراء منه، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۶۴، کتاب النکاح، باب المہر، رشیدیہ)

(۲) ”عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”ولا مهر أقل =

کرنا کچھ فضیلت کی بات نہیں، خصوصاً جب کہ اس کی وسعت بھی نہ ہو:

”(عمر) قال فی الخطبة: ألا! لا تغالوا فی صدقة النساء، فإن ذلك لو كان مكرمةً فی الدنيا و تقوى عند الله، كان أولكم رسول الله، ما أصدق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امرأة من نسائه ولا أصدق امرأة من بناته أكثر من ثنتی عشرة أوقية“. مجمع الفوائد (۱)۔

مہر فاطمی مقرر کرنا افضل ہے، ورنہ کم از کم وسعت سے زیادہ مقرر نہ کیا جائے، کیونکہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔ مال کا جرمانہ شرعاً جائز نہیں:

قال ابن نجيم بعد بحث: ”والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال“. بحر:

۴۱/۵ (۲)۔

قوم کی اس تجویز سے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آتی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۵۲/۱۲/۲۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ ہذا، ۲۶/ذی الحجہ/۵۲ھ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/ذی الحجہ/۵۲ھ۔

= من عشرة“. (إعلاء السنن، باب: مهر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السابع فی المهر، الفصل الأول: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب المهر: ۱۰۱/۳، سعید)

(۱) (جمع الفوائد، کتاب النکاح، الصداق والولیمة وإجابة الدعوة، (رقم الحديث: ۴۱۵۳): ۵۸/۲،

إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، باب الصداق، الفصل الثانی: ۳۵۹/۶، رشیدیہ)

(وسنن أبی داؤد، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)

(۲) (البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۶۸/۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فی التعزیر: ۱۶۷/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب فی التعزیر بأخذ المال: ۶۱/۴، سعید)

(۳) ”وینعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر“. (الدر المختار، کتاب الحدود: ۹/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۴۴/۳، رشیدیہ) =

مقدارِ مہر میں زوجین کا اختلاف

سوال [۵۸۷۷]: ہندہ کا مہر ۵۰۰ روپیہ کلدار کا ہے، زید نے مشہور کیا کہ میرا مہر ۳۲/ روپیہ کلدار کا ہے۔ ہندہ کے والد نے بذریعہ نوٹس کے زید کو مطلع کیا، زید نے ایک فقیر آدمی کے سامنے اقرار کیا کہ میرا مہر ۵۰۰ روپیہ کا بندھا تھا، آپ بیچ میں باہمی فیصلہ دوسو روپیہ پر کرادیں۔ وہ شخص ہندہ کے والد سے ملے، ہندہ کے والد نے اصلی واقعات سے آگاہ کیا، اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ میں اب ایک لفظ بھی آگے نہیں کہہ سکتا۔

جب زید کا بس نہیں چلا تو بذریعہ نوٹس کے مطلع کیا کہ میرا مہر ۳۲/ روپے کا ہے اور میں اپنے ہوش و حواس درست ہونے کی رو سے کہتا ہوں کہ میرا مہر اتنا ہی ہے اور تمہارا یہ کہنا کہ میرا مہر ۵۰۰ روپیہ کا ہے براسر غلط ہے، اگر کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی کی تو بیجا ہوگی۔ لہذا شریعت کی رو سے ایسے شخص کے بارے میں قرآن و حدیث سے ثابت کریں اور جو لوگ ایسے شخص کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہ مہر ۵۰۰ روپیہ کا ہے اور زید دروغ بیانی سے کام لیتا ہے تو یہ جھوٹ اور ظلم ہے اور جو لوگ اس بات کو جانتے ہوئے زید کا ساتھ دیں گے وہ بھی گناہ گار ہوں گے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿تعاونوا علی البر والتقویٰ، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (۱)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ محرم/ ۶۰ھ، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/ محرم/ ۶۰ھ۔

= (و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی رکن النکاح: ۳/ ۳۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) (سورۃ المائدہ: ۲)

”ودل قوله تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ﴾ علی وجوب التعاون بین الناس علی البر والتقویٰ والانتہاء عما نہی اللہ عنہ، وحرمة التعاون علی المعاصی والذنوب ویؤكدہ حدیث: ”الدال علی الخیر کفَاعِلُهُ“۔ (التفسیر المنیر، سورۃ المائدہ: ۶/ ۷۴، دارالفکر بیروت)

﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ یأمر تعالیٰ عباده المؤمنین =

دودینار سرخ مہر قرار دینا

سوال [۵۸۷۸]: ۱..... مہر میں دودینار سرخ سلطانی باندھنا کیسا ہے؟

اشرفی کا وزن

سوال [۵۸۷۹]: ۲..... اشرفی کی قیمت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... مہر میں دینار سرخ وغیرہ باندھنا درست ہے، لیکن بہتر طریقہ یہ ہے کہ مروجہ سکہ باندھا جائے تاکہ عند اللہ انزاع نہ ہو (۱)۔

۲..... دینار سرخ اور اشرفی کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہوتا ہے، یہی وزن مثقال کا ہے۔ قیمت بازار سے دریافت کر لی جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

= بالمعانة على فعل الخيرات وهو البر، وترك المنكرات وهو التقوى. وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على الماثم عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الدال على الخير كفاعله" من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور من اتبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً. ومن دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من اتبعه إلى يوم القيامة، لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً". (تفسير ابن كثير، (سورة المائدة، پ: ۶): ۶/۲، سهيل اكيڈمی لاہور)

(۱) "لأن الجهالة مفضية إلى المنازعة وإن كانت مختلفة المالية والرواج معاً، فالبيع صحيح، ويصرف إلى الأرواج للوجه الذي تقدم من وجوب العمل بالعرف والعادة". (فتح القدير، كتاب البيوع: ۶/۲۶۳، ۲۶۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار، مطلب: يعتبر الثمن في مكان العقد وزمنه: ۵۳۶/۴، سعيد)

سکہ رائج الوقت اور دینار سرخ کی قیمت

سوال [۵۸۸۰]: زید نے بوقت نکاح اپنی بیوی ہندہ کے تختہ سیاہ نامہ میں مہر مؤجل نو سو روپے سکے رائج الوقت اور دس دینار شرعی اور دو دینار سرخ لکھوا کر ایجاب و قبول کیا، اب ہندہ اپنے شوہر زید سے مہر کا مطالبہ کر رہی ہے۔ براہ کرام بتائیں کہ سکے رائج الوقت کی کیا تعریف ہے؟ ایک دینار شرعی کی ہندوستانی سکے کے لحاظ سے کیا قیمت ہوگی؟ اور ایک دینار سرخ کی ہندوستانی سکے کے لحاظ سے کیا قیمت ہوگی؟ دینار شرعی اور دینار سرخ کی وضاحت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت نکاح ہوا تھا، اس وقت جو روپیہ رائج تھا، وہ نو سو روپیہ سکے رائج الوقت سے مراد ہے۔ دینار شرعی سے ساڑھے چار ماشہ سونا مراد ہے (۱)۔ دینار سرخ اشرفی کو کہتے ہیں جس کا وزن دس ماشہ سونا تھا۔ جس وقت مہر ادا کرنا ہو اس وقت بازار میں سونے کے وزن مذکور کی قیمت دریافت کر لی جائے، کیونکہ یہ قیمت کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۴ھ۔

سکہ رائج الوقت مہر میں چاندی کے روپے وصول کرنا

سوال [۵۸۸۱]: حافظ محمد عرفان کے نکاح کے وقت قاضی نے سکے رائج الوقت کی قید کے ساتھ ساڑھے بتیس روپیہ مہر متعین کیا تھا۔ اب حافظ صاحب نے آٹھ سال کی مدت طویلہ اور خلوت صحیحہ کے بعد اپنی

(۱) ”والمثقال هو الدينار عشرون قيراطاً، والدرهم أربعة عشر قيراطاً، والقيراط خمس شعيرات، كذا في التبيين“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الزکاة، الباب الثالث فی زکاة الذهب والفضة والعروض، الفصل الأول: ۱/۷۹، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة المال: ۲/۲۹۵، سعید)

”مثقال بالکسر نام وزن ست کہ چہارونیم ماشہ باشد“۔ (غیاث اللغات، باب المیم مع الثاء،

ص: ۲۵۲، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب النکاح، مسائل مہر: ۸/۲۲۰، إمدادیہ ملتان)

بیوی کو طلاق دیدی ہے، طلاق کے بعد وہ عورت ایک سال تک اپنے والد کے گھر پر رہی ہے اس کے بعد پانچ ماہ کے لئے اپنے شوہر حافظ صاحب کے گھر آ گئی، ان پانچ ماہ میں بلا کسی تعلق کے انہوں نے نان و نفقہ برداشت کیا۔ اب اس کے گھر والے اس مطالبہ پر بضد ہیں کہ ہم دو سال کا نان و نفقہ لیں گے اور اس کے ساتھ ساڑھے بتیس روپیہ چاندی کے لیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ ادائیگی مہر کے لئے چاندی ہی کے روپے دینا ضروری ہیں یا سکہ رائج الوقت سے ہی کام چل جائے گا؟

دوسری بات یہ ہے کہ حافظ صاحب مذکور کے ذمہ سے ان کی وہ ذمہ داری جو طلاق کے بعد ایامِ عدت میں ہونی چاہئے تھی یعنی نان و نفقہ وغیرہ اس عورت کا پانچ ماہ مع نان و نفقہ کے رہنا شوہر کی ذمہ داری کو ختم کر دے گا یا نہیں؟ جب کہ دو سال بعد عورت شوہر کے وہاں پہونچی، یا ان کے مطالبہ کے موافق دو سال کے نان و نفقہ کا شوہر ذمہ دار ہوگا، یا صرف تین ماہ دس دن کا ذمہ دار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اب سے سات آٹھ سال قبل چاندی کا روپیہ رائج نہیں تھا، لہذا ساڑھے بتیس روپے چاندی کے وصول کرنے کا حق نہیں (۱)۔ طلاق کے بعد نفقہ عدت شوہر پر واجب ہوتا ہے (۲)، مطلقہ کی عدت تین

(۱) ”ینصرف مطلقہ إلى غالب نقد البلد، بلد العقد، مجمع الفتاوی؛ لأنه المتعارف، الخ“۔ (الدر

المختار، کتاب البیوع، مطلب يعتبر الثمن فی مکان العقد و زمنه: ۵۳۶/۴، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب البیوع: ۲۶۲/۶، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی الهدایة، کتاب البیوع: ۲۶/۳، إمدادیہ ملتان)

(۲) ”المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنی، كان الطلاق رجعیاً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً كانت

المرأة أو لم تكن، کذا فی فتاوی قاضی خان“۔ (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب السابع

عشر فی النفقات، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة: ۵۵۷/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۴۹۵/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۲۰/۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

حیض ہے (۱) دو سال کا نفقہ طلب کرنا غلط اور ناحق ہے۔ عدت ختم ہونے کے بعد وہ اجنبیہ ہو گئی ہے، اب اس کے ساتھ رہنے کا حق نہیں رہا، اور کوئی نفقہ بھی واجب نہیں رہا، اب اگر خدا نخواستہ وہ ان کے ساتھ بغیر پردہ کے رہتی ہے تو ناجائز اور گناہ ہے اس کو الگ کر دیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

مغالاتِ مہر

سوال [۵۸۸۲]: رسالہ النور: ۱/۲۵-۵۳ھ، ملفوظ نمبر: ۲۹۴، میں حسب ذیل عبارت ہے:

”جواب میں فرمایا کہ احادیث میں جو مغالاتِ مہر کی ممانعت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قوم کے خلاف ایک شخص قلیل مہر مقرر کرے، ورنہ فقہاء اس راز کو سمجھتے، دیکھتے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر غیر آب وجد کسی لڑکی کا نکاح

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة ۲۲۸)

”عدة الحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى:

﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾“ (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۴،

دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۲۳۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”ثم إن وقعت الفرقة بطلاق بائن أو ثلث لا بد من ستره بينهما، ثم لا بأس؛ لأنه معترف بالحرمة إلا أن

يكون فاسقاً يخاف عليها منه، فحينئذ تخرج؛ لأنه عذر، ولا تخرج عما انتقلت إليه، والأولى أن يخرج هو

ويتركها، وإن جعلاً بينهما امرأة ثقة تقدر على الحيلولة فحسن. وإن ضاق عليهما المنزل فلتخرج،

والأولى خروجه“ (الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۲/۴۲۹، شرکت علمیه ملتان)

”(قوله: لا بد من ستره بينهما) یعنی إذا لم يكن إلا بيت واحد كي لا تقع الخلوة بالأجنبية،

وكذا هذا في الوفاة إذا كان من ورثته من ليس بمحرم لها، ثم لا بأس بالمساكنة بعد اتخاذ الحجاب

اكتفاءً بالحائل، وإنما اكتفى به، لأنه يعتقد الحرمة فلا يقدم على المحرم، إلا أن يكون فاسقاً فحينئذ

تخرج؛ لأنه عذر“ (فتح القدير، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ۴/۳۴۵، مصطفى البابي

الحلبی مصر)

مہر مثل سے کم پر کر دے تو نکاح ہی منعقد نہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر ساری قوم مغالات کرتی ہو تو اپنی اولاد کے لئے مہر مثل کی مراعاة واجب ہے، ممانعت مغالات مہر کا مطلب یہ ہے کہ ساری قوم مہر میں مغالات کو رفع کرے۔ انتہی ملفوظ۔

۱..... پس احقر نے ہمشیرہ خود کا عقد ۶۰۰ / روپیہ مہر پر کر دیا، حالانکہ ہماری ذات میں ساڑھے باہ ہزار روپے کے قریب قریب مہر مقرر ہوتا ہے، پس مذکورہ بالا عبارت مسئلہ فقہاء کی رو سے نکاح منعقد نہیں ہوا، اور جگہ پر بھی مہر معمولی و مہر مثل سے کم پر ہمارے یہاں مہر بندھا ہے، مگر وہ لڑکی کے والد نے خود باندھا ہے۔ پس کیا ایسی صورت میں نکاح ہمشیرہ اسی شخص سے مہر مثل پر کر دینا چاہئے؟

۲..... اگر وہ شخص ساڑھے بارہ ہزار مہر منظور نہ کرے اور عذر کرے تو کیا از روئے مقدمہ ہمشیرہ کو ان سے چھڑالینا چاہئے۔

۳..... اگر ہمشیرہ ۶۰۰ روپے پر نکاح قائم رکھے یا کہے کہ بوقت نکاح مجھے یہ مہر منظور تھا تو کیا نکاح بحال رہے گا؟

منظور احمد مدرس رٹ کی سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... مہر کے متعلق شریعت کی طرف سے تعیین ہے کہ کم از کم دس درہم ہونا چاہئے اس سے کم جائز نہیں (۱)، اس سے زائد عورت اور اولیاء کا حق ہے، عورت اگر بلا رضا مندی اولیاء مہر مثل سے کم پر نکاح کرے گی تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ سے فسخ نکاح کا حق ہے (۲)۔ اگر عورت بالغہ و اولیاء مہر مثل سے کم پر رضا مند ہو جاویں تو

(۱) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "ولا مہر

أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مہر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب السابع فی المہر، الفصل الأول فی بیان أدنی مقدار المہر:

۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: باب المہر: ۱۰۱/۳، سعید)

(۲) "وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مہر مثلها، فلأولیاء الاعتراض علیہ عند أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ، =

صحیح ہے (۱)۔ صورت مسئلہ میں اگر ہمشیرہ بوقت نکاح بالغہ تھیں، اور مہر مثل سے کم پر رضا مند تھیں اور اولیاء میں سے بھی کسی کو کوئی اعتراض نہ تھا تو یہ نکاح صحیح ہے۔

۲..... جب سب کی رضامندی سے نکاح ہوا تو چھڑانے کی کیا ضرورت ہے (۲)۔

۳..... اگر بوقت نکاح بالغہ تھیں اور اولیاء کو بھی اعتراض نہیں تو نکاح بحال درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ

تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۳/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/جمادی الثانیہ/۵۳۔

مہر کی زیادتی

سوال [۵۸۸۳]: کیا اپنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنا یا باندھوانا جائز ہے، یہ کہہ کر کہ برادری میں

رسم اتنے ہی حق مہر کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح تو ایسی حالت میں درست ہو جاتا ہے، لیکن زیادہ مہر مقرر کرنا اور اس میں غلو کرنا شرعاً پسندیدہ

= حتیٰ یتم لها مہر مثلها أو یفارقها، الخ“۔ (الہدایۃ، کتاب النکاح، فصل فی الکفاء: ۲/۳۲۱، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(وکذا فی فتح القدیر، فصل فی الکفاء: ۳/۳۰۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(وکذا فی البحر الرائق، فصل فی الکفاء: ۳/۲۳۶، رشیدیہ)

(۱) ”أن الکفاء فی الأمور المذكورة من حق الولی بشرط أن یكون عصبۃ ولو کان غیر محرم.....

ثم إذا سکت الولی عن الاعتراض حتی ولدت المرأة، فإن حقه یسقط فی الکفاء، الخ“۔ (کتاب الفقہ

على المذاهب الأربعة، مبحث الکفاء فی الزواج: ۵۲/۴، دار الفکر بیروت)

(۲) ”وإذا زوجها الولی بغير کفاء برضاها، لزم النکاح، وإذا رضی الأولیاء فقد أسقطوا حق أنفسهم

بالاعتراض والفسخ“۔ (الفقه الإسلامی وأدلته، الفصل الخامس: الکفاء فی الزواج، ترتیب الحق بین

الأولیاء و وقت سقوط حق الاعتراض: ۶۷۴/۹، رشیدیہ)

نہیں، خصوصاً دنیا کے دکھلاوے کے لیے اور رسم کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرنا شرعاً ممنوع ہے:

”عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ألا! لا تغالوا فی صدقات النساء، فإنہا لو كانت مكرمةً فی الدنیا وتقوی عند اللہ، لكان أولكم بها نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“. الحدیث. مشکوٰۃ شریف، ص: ۲۷۷ (۱)۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

ایضاً

سوال [۵۸۸۴]: مہر کے لئے شرعی قانون کیا ہے؟ کیوں کہ آج کل کثرت سے یہ ہو رہا ہے کہ خاوند میں وسعت نہیں ہوتی مگر لڑکی کے ورثاء اصرار سے زیادہ ہی حق مہر مقرر کراتے ہیں اور بعضوں کا خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر مہر زیادہ از وسعت ہو پڑا ہو، لینا دینا تو کچھ بھی نہیں۔ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر کی ادنیٰ مقدار شریعت نے دس درہم مقرر کی ہے (۲)، زیادہ کی تحدید کچھ نہیں، طرفین جس قدر چاہیں اور وسعت سمجھیں مقرر کر سکتے ہیں، حیثیت سے زیادہ مقرر کرنا نام آوری، شہرت کے لئے شرعاً پسندیدہ نہیں، نہایت مذموم اور بُرا ہے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے (۳)، اور جبکہ دینے اور معاف کرانے کی نیت نہ ہو تو بہت ہی بُرا ہے، بعض احادیث میں ایسے شخص کے لئے سخت کلمات فرمائے گئے ہیں۔ جس طرح کہ دوسرا کسی قسم کا قرض ذمہ میں رہتا ہے اور اس کی ادائیگی ضروری سمجھی جاتی ہے، اسی طرح دین مہر بھی عورت کا

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح: باب الصداق، الفصل الثانی، ص: ۲۷۷، قدیمی)

(وسنن أبی داود، باب الصداق: ۲۹۴/۱، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی حجة اللہ البالغة، کتاب النکاح، باب عدم مغالاة فی الصداق: ۳۴۳/۲، قدیمی)

(۲) ”أقله عشرة دراهم“. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۱/۳، سعید)

(و کذا فی إعلاء السنن، باب: لا مہر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السابع فی المہر، الفصل الأول: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”مہر کی زیادتی“۔)

واجب الاداء قرض ہوتا ہے، اس کو ادا کرنا یا معاف کرنا ضروری ہے۔ اور جس شخص کی ادا کرنے کی نیت نہ ہو، باوجود وسعت کے ادا نہ کرے اور نہ معاف کرائے اور نہ عورت معاف کرے تو وہ قیامت میں ماخوذ ہوگا (۱) اور اگر تر کہ چھوڑا ہے تو اس سے وصول کیا جائے گا (۲)، نکاح بہر حال درست ہو جاتا ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

لڑکے پر زور ڈال کر اس کی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا

سوال [۵۸۸۵]: ایک شادی شدہ لڑکا جس کی عمر پینتیس سال ہے اور اس کا مہر پینتیس روپے چار آنے ہے، کیوں کہ ان کی برادری میں اتنا ہی مہر باندھنے کا رواج ہے اور یہ لڑکا سرکاری ملازم ہے۔ ایک دوسرے شخص نے بہلا پھسلا کر چوری سے اپنی لڑکی سے ڈیڑھ ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھا دیا اور بستی والوں کو معلوم

(۱) ”أخرج الطبرانی - بسند زواته ثقات - أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”أیما رجل تزوج امرأة على ما قل من المهر أو أكثر، وليس في نفسه أن يؤدي إليها حقها، خدعها، فمات ولم يؤدي إليها حقها، لقي الله يوم القيامة وهو زان. وأیما رجل استدان ديناً وهو لا يريد أن يؤدي إلى صاحبه حقه، خدعه، حتى أخذ ماله، لقي الله وهو سارق.“ (الزواج عن اقتراف الكبائر، باب الصداق: ۲/۴۷، ۴۸، دار الفکر، بیروت)

(۲) ”وموت أحدهما كحياتهما في الحكم أصلاً وقدرًا لعدم سقوطه بموت أحدهما.“ (الدر المختار، باب المہر: ۳/۱۵۰، سعید)

”تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة: الأول يبدأ بتكفينه ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته.“ (السراجی، ص: ۳، سعید)
(۳) ”إنما ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر.“ (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، رشیدیہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، فصل في ركن النكاح: ۳/۳۱۷، دار الكتب العلمية بیروت)

نہیں ہوا۔ یہ چوری سے نکاح اور ڈیڑھ ہزار روپے مہر جو کہ دباؤ ڈال کر باندھا گیا ہے درست ہے یا نہیں؟
 ۲..... ایک غریب خاندان ہے جو کہ دادا پر دادا ماں باپ سب کا مہر پینتیس روپے چار آنے ہے، لیکن لڑکے کا مہر زبردستی سے دباؤ ڈال کر ڈیڑھ ہزار روپے باندھا گیا جس کی نہ کوئی جگہ ہے، نہ زمین ہے، نہ کوئی حیثیت ہے۔ تو آیا دباؤ ڈال کر ڈیڑھ ہزار روپے مہر باندھنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... ایجاب وقبول جب دو گواہوں کے سامنے شریعت کے مطابق ہو جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے (۱) اور مہر کی اتنی مقدار بھی منظور کرنے سے مہر لازم ہو جاتا ہے (۲)، اگرچہ برادری میں کم مہر کا رواج ہے۔ پینتیس سالہ شادی شدہ سرکاری ملازم لڑکا ایسا نہیں ہوتا کہ جس کو نابالغ یا کم عمر لڑکا سمجھ کر بہلا پھسلا کر غلط کام کرا لیا جائے اور اس کو معذور قرار دیدیا جائے اس لئے نکاح درست ہو گیا (۳) اور مہر بھی پورا لازم ہوگا (۴)۔ اگر دو گواہ بھی نہ ہوں تو نکاح نہیں ہوا (۵)۔

(۱) ”النکاح ینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر بشرط حضور شاهدين حرين أو حر

وحرین مکلفین سامعین قولهما معاً. الخ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳ - ۲۲، سعید)

(وکذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، ۳۰۶، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۴ - ۱۵۵، رشیدیہ)

(۲) ”وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر، ويتأكد عند طء أو

خلوة صحت أو موت أحدهما“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: ويتأكد): أي الواجب من العشرة أو الأكثر،

الخ“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/۱۰۲، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۲/۵۳۸، ۵۳۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المہر: ۱/۳۴۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) (راجع رقم: ۱)

(۴) (راجع رقم: ۲)

(۵) ”ومنها الشهادة، قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النکاح، هكذا فی البدائع“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریۃ، کتاب النکاح، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشیدیہ).....

۲..... اگر اہ کر کے اگر اتنا مہر مقرر کیا گیا ہے یعنی اگر اس کو منظور نہ کرے تو ضرب، جس وغیرہ کی سزا دی جائے تو نکاح جب بھی منعقد ہو گیا (۱)، لیکن اگر وطی سے پہلے طلاق دے دے گا تو شخص مذکورہ حقدار ہوگا کہ وہ نصف مہر اہ کرنے والوں سے وصول کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۹۱ھ۔

عورت کے غیر واقعی اوصاف بیان کر کے مہر زائد تجویز کر دیا گیا

سوال [۵۸۸۶]: کچھ لوگوں نے زید کی شادی ہندہ کے اوصاف بیان کر کے چار ہزار مہر پر کر دی، مگر ہندہ میں وہ اوصاف بالکل نہیں ہیں، چار ہزار مہر بھی لوگوں کے کہنے سننے سے قبول کیا تھا، حالانکہ زید کی

= (و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی الشہادۃ: ۳/۳۸۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح: ۲/۴۵۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”(ما یصح مع الإکراہ): فقال: طلاق و إیلاء و ظہار و رجعة و نکاح، یشمل ما إذا أکره الزوج أو الزوجة علی عقد النکاح، کما هو مقتضى إطلاقهم“۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل الی تصح مع الإکراہ: ۳/۲۳۶، سعید)

”(قولہ: لیتحقق رضاهما): أى یصدر منهما ما من شأنه أن یدل علی الرضا، إذ حقیقة الرضا غیر مشروط فی النکاح لصحته مع الإکراہ والہزل“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: التزوج بإرسال کتاب: ۳/۲۱، سعید)

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”ثلث جدهن جد، وهزلهن جد: النکاح، والطلاق، والرجعة“۔ (مشکوۃ المصابیح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی: ۲/۲۸۴، قدیمی)

(۲) ”وصح نکاحه و طلاقه و عتقه، و رجع بقیمۃ العبد و نصف المسمى إن لم یطأ“۔ (الدر المختار)۔ ”وصح نکاحه، فلوا کره علیہ بالزیادۃ، بطلت الزیادۃ، وأوجبها الطحاوی وقال: یرجع بها علی المکره، بزازیۃ، الخ“۔ (رد المحتار، کتاب الإکراہ، مطلب: بیع المکره فاسدا الخ: ۶/۱۳۷، سعید)

(و کذا فی البزازیۃ، کتاب الإکراہ: ۶/۱۳۰، رشیدیہ)

حیثیت چار ہزار کی نہیں ہے۔ تو کیا اب متعین ہو سکتا ہے؟ اگر مہر مثل کو حکم بنایا اور وہ زید کی حیثیت سے بڑھ کر ہے تو کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنے مہر پر نکاح کو قبول کیا وہی لازم ہو گیا، چاہے اپنی رغبت سے قبول کیا ہو یا دوسروں کے کہنے سے، اور چاہے بیوی پسند آئے یا نہ آئے، اس صورت میں مہر مثل کو حکم نہیں بنایا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۳/۸۸ھ۔

زیادہ مہر پر جبراً دستخط لینا

سوال [۵۸۸۷]: نکاح سے پہلے ایک دن صبح مسجد کے اراکین نے ایک غیر جانبدار مکان کے کمرہ میں بکر کو بلا کر ایک دستاویز پر دستخط کرنے کو کہا۔ اس دستاویز کو جب کمیٹی کے صدر نے پڑھا تو اس میں اس کا فیصلہ تحریر تھا کہ وہ کمیٹی چند قرائن کی بناء پر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ بکر سکہ رائج الوقت ایک ہزار روپیہ مہر سے ہندہ کا نکاح کر کے ایام حمل ہی میں اپنے پاس رکھے۔ جب بکر نے دستاویز پر دستخط کرنے سے انکار کیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ انکار کا دوسرا انجام سنگباری سے ہلاکت ہے۔ کمیٹی کے صدر نے کہا کہ بکر کمیٹی کا فیصلہ نہیں مانے گا تو وہ تکلیف اٹھاوے گا اور ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، مگر بکر نے صاف انکار کر دیا دستخط کرنے سے، اور کہا کہ اس فیصلہ پر غور کرنے کا موقع دیا جانا چاہئے اور کمیٹی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ بکر کو اسی وقت دستخط کرنا چاہئے۔

(۱) ”فالمہر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مہر المثل حتى لا يسقط شئ منه بعد ذلك إلا بالبراء من صاحب الحق“۔ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان ما يتأكد به المہر: ۳/۵۲۰، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)
”وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمي الأكثر، ويتأكد عند وطء أو

خلوة صحت من الزوج“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/۱۰۲، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المہر: ۱/۳۴۶، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/۲۵۱، رشیدیہ)

آخر بکرنے ظالموں سے چھٹکارا پانے کے لئے اتنا کہا ۵۰/ سے ۹۷/ روپے مہر سے نکاح کرے گا، مگر کمیٹی نے مہر کی کمی کے لئے تیسری درخواست لے کر فیصلہ کیا کہ ۸۶ روپے مہر سے نکاح کرے۔ بکر نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مہر کا فیصلہ کرنے کا کمیٹی کو کوئی حق نہیں ہے، شریعت نے اس کا حق نکاح کرنے والے کو دیا ہے۔ کمیٹی کے صدر نے کہا کہ وہ شریعت و ریت سنتے نہیں، پر ان کا فیصلہ ہے جسے وہ کبھی بدل نہیں سکیں گے۔ بکر نے مار پیٹ کے خوف سے دستاویز پر دستخط کر دیا، مگر بکر کوئی صاحب نصاب نہیں، اس کی ماہانہ تنخواہ صرف ایک سو چالیس روپے ہے، اس کے علاوہ اس کی کوئی اور ذریعہ آمدنی بھی نہیں اور اس کی کوئی جائیداد بھی نہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہندہ کی شادی کا مہر صرف چار سو روپے تھا۔ از روئے شرع تحریر فرمائیں کہ کیا مہر سے متعلق کسی کا یہ رویہ درست ہے؟ اسلام میں سب سے اچھا مہر کونسا ہے؟ کیا کمیٹی کو یہ حق پہنچ سکتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا مہر طے کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کمیٹی کا اس طرح مجبور کرنا ظلم ہے اس کو ہرگز اس کا حق نہیں ہے، کذا فی الدر المختار (۱)۔ پھر اپنی جانب سے مہر مقرر کر کے زائد رقم دستاویز میں لکھنا، اس پر دستخط لینا یہ بھی ظلم ہے (۲)۔ مہر کا تعلق عورت مرد کی رضامندی پر ہے، جب دونوں اپنی خوشی سے نکاح کریں تو جس قدر چاہیں مہر مقرر کر سکتے ہیں۔ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے جو کہ تقریباً ڈھائی تولہ چاندی ہوتی ہے، اس سے کم معتبر نہیں (۳)، البتہ اگر کوئی عورت مہر

(۱) "والإنسان لا يجبر على تحمل الضرر". (ردالمحتار، کتاب الشركة، مطلب: الحق أن الدين يملك: ۳۰۱/۴، سعید)

(۲) "وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" (مشکوۃ المصابيح، کتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانی: ۲۵۵، قدیمی)

(والسنن الكبرى للبيهقي: ۳۸۷/۴، (رقم الحديث: ۵۴۹۲۰)، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن جابر رضي الله تعالى عنه: قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ولا مهر

أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع في المهر، الفصل الأول ۳۰۲/۱، رشيدیه)

مثل سے کم پر نکاح کرے تو اس کے ولی کو اتنا حق پہونچتا ہے کہ وہ مہر مثل کی تکمیل کرادے۔ کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حیثیت کے اختلاف سے مہر میں اختلاف

سوال [۵۸۸۸]: اگر مہر بحیثیت مالی حالت کے مقرر کیا جائے تو میرا مہر کتنا مقرر کیا جائے گا جب کہ میرے کارخانے کی مجموعی آمدنی تقریباً ایک ہزار روپے مہینہ ہے جس میں میرا ایک بھائی دو بہنیں اور ماں بھی شریک ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شریعت نے اس کی تحدید نہیں کی جتنی مقدار آپ کو ادا کرنا سہل ہو اور لڑکی کے حالات کے بھی مناسب ہو تجویز کر لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔
الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۹ھ۔

حیثیت سے زیادہ مہر ادا نہ ہو سکا تو کیا ہوگا؟

سوال [۵۸۸۹]: بعض لوگ فخریہ طور پر اپنے قومی رواج کے موافق اور بعض لڑکی کے طلاق کے اندیشہ سے لڑکی کا مہر شوہر کی حیثیت سے بہت زیادہ بندھواتے ہیں، حالانکہ شوہر کی حیثیت ۵۰ روپیہ بھی ادا کرنے کی نہیں ہوتی اور اس کو پانچ صدیا پانچ ہزار کا زور دیا جاتا ہے اور شوہر کی طلب میں مطلوبہ مہر بندھوانے پر

= (وکذا فی الدر المختار، باب المہر: ۳/۱۰۱، سعید)

(۱) ”وإذا تزوجت المرأة ونقصت عن مهر مثلها، فلا ولياء الاعتراض عليها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى حتى يتم لها مهر مثلها أو يفارقها، الخ“۔ (الهداية، فصل في الكفاءة: ۲/۳۲۱، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(وکذا فی فتح القدیر، فصل فی الکفاءة: ۳/۳۰۲، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(وکذا فی البحر الرائق، فصل فی الکفاءة: ۳/۲۳۶، رشیدیہ)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

مجبور ہو جانا پڑتا ہے اور اس ناقابل برداشت بار کو ذمہ رکھ لیتا ہے۔

چونکہ یہ بار طاقت سے بالکل باہر ہو جاتا ہے، کسی بھی طرح اس کی ادائیگی ممکن نہیں ہوتی، لہذا بغیر ادا کئے بھی مر جاتا ہے اور اس دین مہر کو اپنے ذمہ ہی لے جاتا ہے۔ اگر عورت معاف نہ کرے تو شوہر کی سبکدوشی کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۲..... مثلاً شوہر کے ذمہ پانچ صد کا مہر ہے، اس کا کل ترکہ مع خانگی سامان کے سویا ڈیڑھ سو روپیہ ہے، وارثوں میں لڑکے اور لڑکیاں بھی موجود ہیں تو متوفی کا ترکہ سب وارثوں کو ملے گا یا عورت کو مہر میں دیا جاوے گا؟ اور باقی ماندہ مہر کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ تو ظاہر بات ہے کہ فخر کے طور پر زیادہ مہر مقرر کرنا شرعاً پسندیدہ نہیں، زیادہ مہر مقرر کرنے کی حدیث شریف میں مذمت آئی ہے (۱)۔ اگر کسی نے مجبوری زیادہ مہر پر نکاح کیا (کم مہر پر نہیں ہوتا تھا) اور نیت بھی ادا کرنے کی تھی اور عمر بھر فکر میں رہا اور کوشش کرتا رہا لیکن ابھی ادا نہیں ہو سکا تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع ہے کہ وہ اپنے خزانہ سے بیوی کو عطا کر دیں گے اور شوہر کی جان بچ جاوے گی (۲)۔

(۱) ”عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ”ألا! لا تغالوا فی صدقات النساء، فإنہا لو كانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ، لکان أولکم بها نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“۔ (مشکوۃ المصابیح، باب الصداق، الفصل الثانی، ص: ۲۷۷، قدیمی)

(وسنن أبی داود، باب الصداق: ۱/۲۹۳، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی حجة اللہ البالغة، کتاب النکاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۲/۳۲۳، قدیمی)

(۲) ”عن زید بن أرقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”إذا وعد الرجل أخاه ومن نیتہ أن یفی لہ، فلم یف ولم یجئ للمیعاد، فلا إثم علیہ“۔ رواہ أبو داود والترمذی“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثانی: ۸/۶۱۵،)

(و کذا فی الأشباه والنظائر، کتاب الحظر والإباحة: ۳/۲۳۶، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی فیض القدیر، (رقم الحدیث: ۸۹۴): ۲/۸۹۱، نزار مطفی الباز مکة المکرمہ)

۲..... دین مہر وغیرہ کی ادائیگی تقسیم ترکہ سے مقدم ہے (۱)، بقیہ مہر کا حل نمبر: ۱ میں مذکور ہوا۔ فقط۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یو، پی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، یو پی۔

صحیح: عبداللطیف غفرلہ، ۴/ صفر/ ۶۳ھ۔

وکیل یا ولی کا مہر میں کمی کرنا

سوال [۵۸۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ زید کی لڑکی

مسماۃ بانو ہندہ کا عقد نکاح مسمیٰ عمرو کے لڑکے خالد کے ساتھ ہوا ہندہ سے بوقت اجازت وکیل نے مہر ۱۵۳/

روپیہ کی اطلاع دی تھی۔ مجلس عقد میں وکیل نے ایک غیر شخص سے نکاح پڑھنے کو کہا، عمرو کی طرف سے کہا گیا کہ

مہر بجائے کے (.....) روپیہ کر دیئے جاویں۔ ہندہ کے باپ وکیل و شاہدین و جملہ متعلقین مجلس از جانب ہندہ

نے کہا کہ مامہ ۱۵۲ روپیہ مہر کر دیئے جاویں، کوئی عذر نہیں۔ بغیر اطلاع ہندہ نکاح میں کوئی خرابی ہوئی ہے یا نہیں؟

نقل عبارت کتب تحریر فرمایا جاوے، اس کے ساتھ ساتھ بہشتی زیور، حصہ چہارم، مسئلہ نمبر: ۶، درمختار

وشامی، پر بھی غور کر کے جواب عنایت فرمایا جاوے۔ اس وقت یہاں یہ واقعہ ہوا ہے جس سے بہت زیادہ فتنہ

اٹھا ہوا ہے۔ زید چونکہ رضائی پارٹی کا ہے، اس لئے بہار وغیرہ سے فتویٰ لیا ہے، جس میں بہت غلطی معلوم ہوتی

ہے۔ امید کہ جواب مفصل و تسلی بخش مع نقل عبارت و حوالہ جواب دے کر اطمینان فرمائیں گے۔

یاد علی خان، مدرسہ عربیہ عین العلوم، قصبہ ٹانڈہ، ضلع فیض آباد، ۲۳/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۴ھ۔

(۱) ”ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد، ثم وصيته من ثلث ما بقى. الخ.“ (الدر المختار،

كتاب الفرائض: ۶/ ۷۰، سعید)

(و كذا في السراجي، ص: ۳، سعید)

(و كذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الفصل الأول:

۶/ ۵۳، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر کا نکاح میں بالکل ذکر نہ کیا جاوے، یا صراحۃً مہر کی نفی کر دی جائے تب بھی شرعاً نکاح درست ہو جاتا ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے: ”و کذا یجب مہر المثل فیما إذا لم یسم مہراً أو نفیاً“۔ در مختار (۱)۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں نکاح صحیح ہو گیا، جس قدر مہر قرار پایا ہے اس میں سے کچھ کم کرنا بھی درست ہے، اگر عورت تمام معاف کر دے تو یہ بھی جائز ہے، مگر صورتِ مسئلہ میں ہندہ بالغہ ہے اور دو روپیہ بغیر اس سے اجازت حاصل کئے باپ وکیل وغیرہ نے کم کر دیئے ہیں تو یہ کمی ہندہ کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر ہندہ اس کمی پر رضا مند ہے تو یہ کم کرنا معتبر سمجھا جائے گا ورنہ نہیں:

”وصح حطها کله أو بعضه عنه“۔ وقال الشامی: ”وقید بحطها؛ لأن حط أبيها غیر صحیح لو صغيرة، ولو کبيرة توقف علی إجازتها“۔ شامی: ۵۲۲/۲ (۲)۔

نکاح میں اس سے کوئی خرابی نہیں آتی۔ بہشتی زیور، در مختار و شامی کا حوالہ دیکھا، اس میں یہ مسئلہ مذکور نہیں، وہ دوسرا مسئلہ ہے، اس پر کوئی اشکال ہو تو تحریر فرمائیں۔

سوال کے ابتدائی حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کمی عقدِ نکاح سے پہلے کی گئی ہے، آگے چل کر سوال میں لکھا ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد..... کی کمی کی گئی ہے اور یہ جواب اسی کا ہے اگر کمی پہلے کی گئی ہو نکاح بعد میں ہوا ہے تو یہ نکاح اس لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے، وہ اجازت دے گی، تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں:

”بالغة وکلت رجلاً بتزویجها من فلان بألف درهم، فزوّجها الوکیل بخمس مائة،

(۱) (الدر المختار، باب المہر: ۱۰۸/۳، سعید)

(و کذا فی الهدایة، باب المہر: ۳۲۴/۲، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، باب المہر: ۲۵۶/۳، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المہر، مطلب فی حط المہر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعید)

(و کذا فی الهدایة، باب المہر: ۳۲۵/۲، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، باب المہر: ۲۶۳/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المہر: ۳۴۹/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

فلما أخبرت بذلك، قالت: لا يعجبني هذا لأجل نقصان المهر، فقيل لها: لا يكون لك إلا ما تريدین، فقالت: رضیت۔ قال الفقیہ أبو جعفر: يجوز النكاح؛ لأن قولها: لا يعجبني، ليس برد النكاح، وإذا رضيت بعد ذلك، فقد صادفت إجازتها عقداً موقوفاً، فصحت الإجازة۔ فتاویٰ قاضی خان: ۱/۳۹۴ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۲/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۷/۵۷ھ۔

جتنے مہر پر لڑکی نے وکیل بنایا تھا اس کے خلاف کرنا

سوال [۵۸۹]: ایک لڑکی نے ایک شخص کو اس امر کا وکیل بنایا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے مبلغ ۵۰۰/ پانچ سو روپیہ مہر کے بدلہ میں کر دو، مگر لڑکے والوں کے مشورہ سے ایک ہزار روپیہ مقرر کیا گیا، جس کو لڑکی نے منظور کیا، نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر ہی ہوا۔ تو یہ نکاح صحیح ہوا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح صحیح ہو گیا (۲)۔ اگر لڑکی ایک ہزار مہر کو ناپسند کرتی ہے، پانچ سو ہی پر اس کو اصرار ہے تو پانچ سو ساقط کر دیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فی الوكالة: ۱/۲۴۵، رشیدیہ)

”امراة وکلت رجلاً بأن یزوجها بأربع مائة درهم، فزوجها الوکیل وأقامت، ثم قال الزوج: تزوجتها بدينار و صدقه الوکیل، إن أقر الزوج أن المرأة لم توكله بدينار، فالمرأة بالخيار، إن شاءت أجازت النكاح بدينار، وإن شاءت ردت“۔ (خلاصة الفتاویٰ، کتاب النکاح، الفصل الحادی عشر فی الوكالة فی النکاح: ۲/۳۱، امجد اکیڈمی لاہور)

(۲) ”ینعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)
(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۴، رشیدیہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی رکن النکاح: ۳/۳۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۳) ”وصح حطها لکله وبعضه عنه“۔ (الدر المختار، باب المہر، مطلب فی حط المرأة والإبراء منه: =

نکاح کے بعد مہر میں کمی

سوال [۵۸۹۲]: کسی کا نکاح ہوا اور مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر مقرر کیا اور اس وقت اس نے قبول کر لیا اور بعد میں خیال ہوا کہ اس کی حیثیت تو پانچ سو روپے کی بھی نہیں تو اس حالت میں مہر کم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کم کر سکتے ہیں تو کس طرح، یا نکاح ہی نہیں ہوا، اس پر دوبارہ نکاح ہونا چاہئے یا نہیں؟ فقط۔
المستفتی: حاجی گلزار احمد سہارنپوری بمعرفت محمد مشرف علی سہارنپوری، ۱۶/ربیع الاول/۱۳۵۲ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں اگر کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو تو نکاح صحیح ہو گیا، پنی حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے: ”و تجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر إن سمى الأكثر“۔
قال الطحطاوی تحت قول الدر: ”و يجب الأكثر بالغاً ما بلغ، فالتقدير بالعشرة لمنع النقصان“ (۱)۔

مہر پورا واجب ہوگا اگر خلوت صحیح ہو چکی، یا خلوت صحیح سے پہلے زوجین میں سے کسی کا انتقال ہو گیا، جب تک ادا نہ کیا جائے یا بیوی معاف نہ کرے، ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ کم کرنے کی صورت یہ ہے کہ بیوی سے کہے اور وہ اپنی خوشی سے چاہے تمام معاف کر دے چاہے اس میں سے کچھ کم کر دے: ”وصح حطها لکله و بعضه عنه“۔ در مختار (۲)۔

= ۱۱۳/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب المہر: ۲۶۳/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المہر: ۳۴۹/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب المہر: ۲۸/۲، ۴۹، دار المعرفة بیروت)

(و کذا فی الدر المختار، باب المہر: ۱۰۲/۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المہر: ۳۴۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المہر، مطلب فی حط المہر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب المہر: ۲۶۳/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب المہر: ۳۴۹/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

لیکن اتنا مہر مقرر کرنا جو حیثیت سے زائد ہو اور ادا نہ کر سکے بُری بات ہے، شرعی طریق کے موافق حسب حیثیت مہر مقرر کرنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۳/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۱۹/۳/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمن غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مہر کی قیمت وقت عقد کی معتبر ہوگی یا وقت ادا کی؟

سوال [۵۸۹۳]: عقد میں مہر نو اؤقیہ زیر سرخ خالص مقرر کیا گیا تھا، زیر خالص یعنی طلا کی قیمت کا اعتبار زمانہ عقد کا ہوگا یا زمانہ مابعد مطالبہ کی قیمت کا ہوگا؟ از روئے احکام شرع شریف بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب زیر خالص کی مخصوص مقدار کو مہر قرار دیا گیا ہے تو اس کا ادا کرنا واجب ہے، اگر سونا ادا نہ کیا جائے بلکہ اس کی قیمت دی جائے تو گویا اب اس زیر خالص کو جس کی زوجہ مستحق ہے۔ شوہر اس سے حکماً خرید کر قیمت دے رہا ہے تو اب جو قیمت ہوگی اس کے اعتبار سے معاملہ ہوگا، یہ دوسری بات ہے کہ بیوی کم قیمت لے لے، اس صورت میں گویا بیوی نے اتنی مقدار معاف کر دیا۔

زیر خالص کے علاوہ اگر کسی اور چیز کو مہر قرار دیا جاتا، مثلاً پچاس من گندم، تو گندم کا دینا واجب ہوتا، پھر جب گندم کے بجائے قیمت دی جاتی تو اس کی صورت بھی یہ ہوتی کہ گویا وہ پچاس من گندم مملوکہ زوجہ شوہر کے

(۱) "عن عمر بن الخطاب: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من اثنتي عشرة أوقية". هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذی، باب ما جاء فی مہور النساء: ۲۱۱/۱، سعید)

(وسنن أبی داود، باب الصداق: ۲۹۴۱، إمدادیہ ملتان)

(وکذا فی التفسیر الدر المنثور: ۱۳۳/۲، ناشر محمد أمين بیروت)

(وکذا فی حجة الله البالغة، کتاب النکاح، باب عدم المغالاة فی الصداق: ۳۴۳/۲، قدیمی)

پاس تھے، اور شوہر نے ان کو اب خریدا ہے اور قیمت دے رہا ہے، لہذا خریداری کے وقت کی قیمت معتبر ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ بیوی دین مہر میں قبل الوقت تصرف کر رہی ہے یعنی شوہر کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے روپیہ وغیرہ کی شکل میں حاصل کر رہی ہے:

”وجاز التصرف فی الثمن بھبة أو بیع أو غیرہا لو عیناً: أي مشاراً إلیہ. ولو دیناً فالتصرف فیہ تملیک ممن علیہ الدین و لو بعوض قبل قبضہ، سواء تعین بالتعین کمکیل، أو لا کنقود، کذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمہر.“ درمختار۔ ”(قوله: بعوض) کأن اشترى البائع من المشتري شیئاً بالثمن الذی له علیہ. (قوله: و کذا الحکم فی کل دین): أي یجوز التصرف فیہ قبل قبضہ کمہر.“ درمختار۔ ”لکن بشرط أن یكون تملیکاً ممن علیہ بعوض أو بدونه، کما علمت. (قوله: کمہر) و کذا القرض، اھ.“ رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود عثی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین۔

نکاح کے بعد مہر کی قیمت میں تغیر ہو گیا

سوال [۵۸۹۲]: زید کا نکاح ہندہ سے بعوض مبلغ ایک ہزار روپیہ بسکہ رائج الوقت دین مہر ہوا ہے اور اس وقت روپیہ مختلف شکلوں میں رائج تھا، یعنی وکٹوریہ کاروپیہ، ایڈورڈ ہفتم کاروپیہ، جارج پنجم کاروپیہ، جارج ششم کاروپیہ اور کاغذی نوٹ۔ اب بیس پچیس سال بعد زید ہندہ کا دین مہر ادا کرنا چاہتا ہے تو اس کو ایک ہزار روپے ادا کرنا ہوگا یا ایک ہزار روپے کی چاندی کی قیمت جب کہ مختلف رائج روپوں میں چاندی کی مقدار مختلف ہے اور کاغذی نوٹ میں چاندی کا وجود نہیں؟ امید ہے کہ جواب سے سرفراز فرما کر مجھے دین مہر کی ادائیگی میں مدد فرمائیں گے۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المزابحة والتولية، مطلب فی بیان الثمن والمبیع والدین:

۱۵۲/۵، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، فصل فی بیان التصرف فی المبیع: ۱۹۷/۶، ۱۹۸، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، باب المزابحة والتولية، فصل: ۷۸/۳، إمدادیہ ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت عقد جو سکھ مروج تھا اور وہاں کے ماحول میں جس کا لین دین زیادہ تھا وہی مراد ہوگا، اگر اس میں چاندی غالب تھی تو اتنی مقدار چاندی لازم ہوگی، اگر چاندی مغلوب تھی تو وقت عقد جو قیمت تھی وہ قیمت لازم ہوگی، اگر وہی روپیہ مل جائے جو بوقت عقد رواج تھا تو وہی دیدیا جائے بشرطیکہ اس میں چاندی غالب ہو:

”و مما یكثر وقوعه ما لو اشترى بقطع رائجة فكسدت بضرب جديدة، يجب قيمتها يوم البيع ولا يدفع قيمتها من الفضة الجديدة؛ لأنها ما لم يغلب غشها فجيدها و رديئها سواء إجماعاً. وفي الذخيرة عن المنتقى: إذا غلت الفلوس قبل القبض أو رخصت، قال أبو يوسف: قولي وقول أبي حنيفة في ذلك سواء، وليس له غيرها، ثم رجع أبو يوسف رحمه الله تعالى وقال: عليه قيمتها من الدراهم يوم دفع البيع و يوم دفع القبض“۔

”(قوله: يوم دفع البيع): أى فى صورة البيع، (وقوله: يوم دفع القبض): أى فى صورة القرض۔ وحاصل ما مر أنه على قول أبى يوسف المفتى به لا فرق بين الكساد والانقطاع والرخص والغلاء فى أنه تجب قيمتها يوم دفع البيع أو القرض لا مثلها..... استقرض منه دنانق فلوس حال كونها عشرةً دنانق، فصارت ستةً دنانق، أو رخص وصار عشرون دنانق، يأخذ منه عدداً أعطى ولا يزيد ولا ينقص. قلت: هذا مبنى على قول الإمام وهو قول أبى يوسف أولاً، وقد علمت أن المفتى به قوله ثانياً بوجوب قيمتها يوم القرض، وهو دنانق: أى سدس درهم، سواء صار الآن ستة فلوس دنانق أو عشرين دنانق ينصرف مطلقه إلى غالب نقد البلد: أى بلد العقد؛ لأنه المتعارف. وإن اختلف النقود ماليةً، فسد العقد مع الاستواء فى رواجها، أما إذا اختلفت رواجاً مع اختلاف ماليتهما أو بدونه، فيصح وينصرف إلى الأروج“۔

درمختار ورد المختار، كتاب البيوع مختصراً (۱)۔

(۱) (الدر المختار مع رد المختار، كتاب البيوع، مطلب مهم فى أحكام النقود إذا كسدت أو انقطعت أو غلت أو رخصت: ۵۳۳/۲، ۵۳۴، سعيد)
(وكذا فى حاشية الطحطاوى على الدر المختار، كتاب البيوع: ۱۵/۳، فصل فى القرض: ۱۰۴/۳، ۱۰۵، دار المعرفة بيروت)

”وللشارح رسالة: ”بذل المجهود في مسألة تغير النقود“ وللمحشي أيضاً رسالة:

”تنبيه الرقود في أحكام النقود“ فيهما البسط كل البسط (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱۲/۸۹ھ۔

ابرائے مہر کے بعد پھر مطالبہ

سوال [۵۸۹۵]: بالفرض اگر بیوہ نے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اپنا دین مہر معاف کر دیا ہو اور

بصورت تنازعہ پھر مطالبہ کرتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوہ نے مہر معاف کر دیا تو وہ اب اس سے رجوع نہیں کر سکتی (۲)، مگر معافی کے ثبوت کے لئے خود

بیوہ کا اقرار یا شہادت شرعیہ قضاء لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (رسائل ابن عابدین، تنبیہ الرقود علی مسائل النقود: ۲/۶۰، ۶۱، ۶۲، سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) ”الساقط لا يعود“، (شرح الأشباہ والنظائر، الفن الثالث: ما یقبل الإسقاط من الحقوق: ۳/۶۰،

إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی قواعد الفقہ، (رقم القاعدة: ۱۴۴)، ص: ۸۳، الصدف پبلیشرز، کراچی)

(و کذا فی الشرح المجلة (رقم القاعدة: ۵۱): ۱/۴۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”وما سوى ذلك من الحقوق، یقبل فیها شهادة رجلین أو رجل وامرأتین، سواء كان الحق مالاً أو

غير مال، مثل النکاح والطلاق والعقاق والوكالة والوصية“، (الهدایة، کتاب الشهادة: ۳/۱۵۳،

۱۵۴، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الشهادات: ۷/۱۰۴، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الشهادة: ۵/۱۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مہر معاف کرنے کے بعد پھر مطالبہ

سوال [۵۸۹۶]: استفتاء: بگرامی خدمت حضرت مولانا مفتی صاحب این چند

مسئلہ مندرجہ ذیل را بروئے عنایت فرمودہ ارسال فرمایند خیلی مہربانی خواہد شد:

۱..... مثلاً زید زنی را بعوض مہر سہ صد درہم در عقد آوردہ، یکصد و پنجاہ

درہم نقد ادا نمودہ، باقیماندہ را زن مذکور بزید بخشید و ساقط نمود. بعد مرور ہفت

وہشت سال زنی دیگر بعقد نکاح آورد. آیا زن اول بخشیدہ و ساقط گردانیدہ را باز از

زید حق مطالبہ میرسد یا نہ؟

۲..... بصورت مسئلہ اگر زوجہ زید بعد از اسقاط مہر باقی ماندہ بکلام

مفصول ہماں روز یا بعد چند روز بگوید کہ ازین مبلغها را بخشیدہ ام بشرطیکہ بامن

احسان کنید، یا زن دیگر نگیرد، این شرط موثر شدہ مفید شود یا شرط باطل شدہ غیر

معتبر خواہد شد؟

۳..... بعد از اسقاط پدر زوجہ اولی مبلغ پنجاہ درم از زید بطور قرض حسنہ

گرفت، بعد از تزوج زید بزوجہ ثانیہ زوجہ اولی می گوید کہ این پنجاہ را بمہر باقی

ماندہ تقاضی نمودہ، بقیہ می خواہم. آیا شرعاً این حق بزوجہ می رسد یا نہ؟

۴..... نیز وقتی کہ زید دو صد و پنجاہ درہم نقد ادا نمودہ، زوجہ بگوید: یک

صد شما بجائے لباس محسوب اند، زید گوید کہ ہمگی نقود بہ ارادہ مہر ادا کردہ ام، یا

دو صد بجائے مہر و پنجاہ بجائے لباس. پس قول کدام اعتبار کردہ شود؟ بینوا بالبرہان

اجرکم الرحمن.

المستفتی: ملا عبد الواحد، ملا عبد الغنی گل محمد کراچی۔

الجواب حامداً و مصلياً:

۱..... زن چون بقیہ مہر بزوج ہبہ کرد و زوج آن را قبول نمود، پس رجوع از

ہبہ در صورت مذکورہ روا نخواہد شد، زیرا کہ زوجیت مانع از رجوع است: ”ومنها

(أى من العوارض المانعة من الرجوع) الزوجية سواء كان أحد الزوجين مسلماً أو كافراً، كذا فى الاختيار شرح المختار - عالم گیرى (۱) -

۲..... اگر زوجه این شرط را بکلام خویش موصول کرد معتبر خواهد شد، و اگر در همان روز گفته مگر بعد فصلی کثیر گفته معتبر نه خواهد شد (۲).

۳..... اگر بلا شرط یا بشرط غیر معتبر ساقط کرده بود پس مجرى نمودن زوجه آن پنجاه درهم را بمهر خویش روا نیست، زیرا که مهر ساقط شد، مگر بشرط معتبر (ای بشرط موصول نه بشرط مفصول) ساقط کرده بود، و زوج خلاف آن شرط کرد، و اکنون از ادائے سابقه انکار میکند، پس زوجه حق میدارد که بهر نهجیکه تواند از زوج وصول کند (۳).

(۱) (الفتاوى العالمکیرية، الباب الخامس فى الرجوع فى الهبة الخ: ۳۸۶/۳، رشیدیہ)

(و کذا فى مجمع الأنهر، کتاب الهبة، باب الرجوع عنها: ۳۶۰/۲، ۳۶۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فى تبیین الحقائق، کتاب الهبة، باب الرجوع فى الهبة: ۶۸/۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) "من حلف بطلاق أو عتاق وقال: إن شاء الله متصلاً به، لا حنث عليه، الخ". (الاختیار لتعلیل

المختار، کتاب الطلاق، الفصل الخامس، الجزء الثالث: ۱۵۷/۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

"إذا قال لامرأته: أنت طالق إن شاء الله متصلاً به، لم يقع الطلاق، الخ". (الفتاوى العالمکیرية،

الفصل الرابع فى الاستثناء: ۴۵۳/۱، رشیدیہ)

(۳) "امرأة تركت مهرها للزوج على أن يحج بها، فلم يحج بها، قال محمد بن مقاتل: إنها تعود

بمهرها؛ لأن الرضا بالهبة كان بشرط العوض، فإذا انعدم العوض، انعدم الرضا، والهبة لا تصح بدون

الرضا. والثانية: إذا قالت لزوجها: وهبت مهرى منك على أن لا تظلمنى، فقبل، صحت الهبة، فلو

ظلمها بعد ذلك، فالهبة ماضية. وقال بعضهم، مهرها باق إن ظلمها، الخ". (ردالمحتار، کتاب الهبة،

فصل فى مسائل متفرقة: ۷۱۰/۵، سعید)

"ولو وهبت مهرها بشرط، فإن وجد الشرط يجوز، وإن لم يوجد، يعود المهر كما كان، هكذا =

۴..... چون زوج وقت ادائے مہر تصریح کردہ است کہ این رقم بمہر میدہم، پس قول زوج معتبر خواہد شد، و لیکن این ہمہ علاوہ نفقہ و لباس خواہد، پس اگر در نفقہ لباس تقصیر کردہ است زن را مطالبہ آن میرسد (۱). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۵/۱۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۷/ذی الحجہ/۵۳ھ۔

مہر کی معافی پھر اس سے انکار

سوال [۵۸۹۷]: ۱..... (الف) عورت اگر بلا کسی تحریک کے اپنی خوشی سے مہر معاف کر دے، پھر دو تین ماہ کے بعد ناخوش ہو کر پھر مہر کی معافی سے انکار کر دے تو ایسی صورت میں شرعاً مہر معاف ہو گیا یا نہیں؟
(ب) اگر عورت نے کسی تنہائی کے موقع پر اپنی خوشی سے بلا کسی تحریک و تقاضا کے ان الفاظ کے ساتھ مہر معاف کر دیا کہ ”پہلی شب کو تو میں مہر سے محض ناواقف تھی، اس لئے نا سمجھی سے تمہارے کہنے پر میں نے اپنا مہر معاف کر دیا تھا، لیکن اب دوبارہ سمجھ بوجھ کر اپنی خوشی سے بلا کہے میں اپنا مہر معاف کرتی ہوں۔“
وہ ایسی تنہائی میں الفاظ کہے کہ صرف اسی نے سنا ہو اور کسی نے نہ سنا ہو۔ کیا مہر شرعاً معاف ہو گیا یا نہیں؟ یعنی اس معافی سے مرد آخرت کے مواخذہ سے شرعاً حقیقۃً نجات پا چکا یا نہیں؟ لیکن اس صورت میں جب کہ عورت دو تین ماہ کے بعد پھر الٹ پھیر کر کہے کہ میں تو اپنا مہر ہرگز نہ معاف کرونگی بلکہ آخرت میں لونگی۔

= فی التاتارخانیۃ، (الفتاویٰ العالمگیریۃ، الفصل العاشر فی ہبۃ المہر: ۱/۳۱۶، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاوی، کتاب الہبۃ، الفصل، مما یتصل بہذا: ۴/۳۹۶، امجد اکیڈمی لاہور)

(۱) ”ثم قال: كان المدفوع كله من المهر وقالت: هدية، فالقول له؛ لأنه المملک إلا فيما يؤکل، به

أفتی الإمام الحلواني، واختار الفقيه أبو الليث أنه إن كان متاعاً واجباً على الزوج والدرع لا يكون من

المهر، وإن غير واجب عليه، فالقول له في المختار“۔ (البزازیۃ علی هامش الفتاوی العالمگیریۃ، الباب

الثانی عشر فی المہر، النوع الرابع: ۴/۱۳۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، باب المہر: ۲/۳۳۷، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

تو ایسی صورت میں شرعاً مہر معاف ہوا یا نہیں؟

(ج) اگر معافی کے وقت مرد نے یہ کہا ہو کہ ہم باوجود معافی کے تمہارا مہر تھوڑا تھوڑا ادا کرنے کی فکر میں ہیں، کیونکہ ہم عورت کا احسان نہیں چاہتے تو ایسے الفاظ سے معافی کو نقصان تو شرعاً نہیں پڑیگا کہ مہر معاف نہ ہوا ہو بلکہ اگر مرد یہ بھی کہہ دے کہ میں معافی نہیں چاہتا تم معاف نہ کرو تو کیا اس کہنے پر مہر معاف نہیں ہوا؟

۲..... (الف) جو شخص اپنی عورت سے بظاہر بنا کی کوئی صورت نہ دیکھے اور صبر و ضبط نہ کر سکے، بلکہ اکثر فکر و الجھن غالب رہتی ہو تو ایسی صورت میں جب کہ مہر کثیر کے سب یکمشت ادا کرنے سے عاجز و قاصر ہو تو کیا مجبوری کی صورت میں تھوڑا تھوڑا ادا کرنا جائز ہوگا، جب کہ وہ طلاق دیدے؟

(ب) کیا یکمشت مہر ادا نہ کر سکنے کی صورت میں ایسا مرد شرعاً طلاق نہیں دے سکتا، یعنی ایسی صورت میں طلاق دینا شرعاً جائز نہ ہوگا؟ اگر مجبوری کی صورت میں مرد کو شرعاً طلاق دینا جائز ہے تو مہر کی ادائیگی کی شرعاً کیا صورت ہوگی؟ بہر حال مواخذہ آخرت یا عذاب آخرت سے نجات کی کیا صورت ہوگی؟ اور شرعاً ایسے مرد کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(ج) اگر مرد سخت عاجز ہو کر طلاق دیدے اور بہ سبب مجبوری کے ادا نہ کر سکے لیکن نیت ادائیگی کی رکھتا ہو تو ایسے مرد کے لئے شرعاً آخرت میں مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ کیا وہ مستحق عذاب دوزخ کا ہوگا؟

(د) بہر حال ایسی صورت میں عورتوں کی شرارتوں و فتنوں و مکر و فریب سے نجات پانے کے لئے شرعاً کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟ محض آخرت کی گرفت مواخذہ کے خیال و اندیشہ سے احتیاط کرنے کی بنا پر۔

۳..... (الف) عورت اگر مرد کی مرضی کے خلاف کسی رشتہ دار کے یہاں چلی جائے اور جا کر پھر واپس بھی نہ آئے اور پانچ برس کے بچے کو بھی اپنے ہمراہ لے جائے، لیکن وہاں بچے کے لئے کسی طرح اگر آرام نہ ہو تو کیا مرد اس نیت سے بچے کے لئے خرچ نہ بھیجے کہ عورت کو خرچ بھیجنے کے سبب سے خوب آرام ملے گا تو اور پاؤں پھیلانے گی، کیونکہ اس کو تو خوف آخرت ہے نہیں بجز نفس پرستی و خود غرضی و آرام و مزہ طلبی کے۔

لہذا جب یہاں سے بھی خرچ و نقد کی رسد جاری رہے گی تو ممکن ہے کہ وہ عمر بھر بھی نہ آوے اور سانس و

ڈکار بھی نہ لیوے۔ لہذا ایسی قسم کی مختلف مصلحتوں کی بنا پر مرد اگر اپنے بچے کے لئے عورت کے نام خرچ نہ پہنچے تو مرد کو شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں، یا اس مصلحت کے بنا پر خرچ نہ دینا ہی شرعاً مناسب و جائز ہوگا؟ کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر عورت کو آرام نہ ہوتا بلکہ تکلیف ہوتی تو ایسی شرارت ہی نہ کرتی بلکہ مجبور ہو کر فوراً واپس آتی۔

(ب) اگر بچے کو خرچ دینا بہر صورت واجب ہے تو بچے کے لئے کس معیار شرعی سے خرچ بھیجا جائے کہ نفس پرست عورت خوب مزے نہ اڑا سکے۔ اگر وہ اس صورت میں بھی مزے اڑائے گی، کیونکہ کھانا کپڑا تو خالہ کے ذمے ہے، کھانا کپڑا تو خالہ کے گھر سے ملتا ہی رہے گا، اب بچے کا خرچ کا محض ایک بہانہ ہوگا اور عورت مزے مزے کی چیزیں منگوا کر خوب مزے اڑائے گی جو کہ واپسی کے باب میں یہ خرچ بچہ کا سدراہ ہوگا، خیر۔

(ج) کیا بچے کے لئے دو یا تین روپیہ ماہوار بھیج دیا کروں جب کہ میری تنخواہ دس روپیہ ماہوار ہے؟ لیکن بیماری اور ضعف جسمانی کی بنا پر آج کل خرچ زیادہ ہے ادھر گھر گر رہا ہے جس کا مرمت مدت سے نہیں ہوئی۔ ان امور کا لحاظ کر کے کیا دو روپیہ کافی نہ ہوگا؟ بہر حال جو شریعت کا حکم و منشا ہے واضح کیا جائے۔

۴..... اگر عورت بر بنا مہر کی کثرت اور پابند شریعت دیکھ کر اور پریشان کرتی ہے تاکہ مرد پر قابو حاصل ہو جاوے اور فتنہ کے خیال سے مرد دب کر رہا کرے تو ایسی صورت میں کیا از روئے شریعت شرع میں اتنی گنجائش نکل سکتی ہے کہ مرد عورت کو الگ کر کے جان بچائے اور چھوڑ کر اس کے فتنہ و فساد سے ہمیشہ کے لئے نجات دینی دنیوی حاصل کرے؟ اگر گنجائش ہے تو مواخذہ سے بری ہونے کے لئے مہر کے باب میں جو صورتیں آسانی کی ہوں مفصل ان صورتوں سے آگاہی بخشی جائے تو عین بندہ نوازی اور غریب پروری ہوگی۔

نوٹ: سائل نے یہ غلط فہمی اور نادانی کی کہ مہر زیادہ بندھوا کر جیل خانے کا قیدی ہو گیا، لیکن سائل کا اعتقاد ہے کہ شریعت مطہرہ نے ہر الجھن کو سلجھایا ہے، ہر غلط فہمی کا علاج بتلایا ہے، بہر حال بڑے سے بڑے گناہ کے مرتکب کو بھی ارتکاب جرم کے بعد کوئی نہ کوئی نجات آخرت کے لئے علاج بتلایا ہے۔ اس لئے میں بھی دوبارہ کوشش کر رہا ہوں کہ ہمارے علمائے کرام اپنی توجہ خاص سے غور و فکر کر کے عورت کے فتنہ سے نجات اور مہر کے مواخذہ سے رہائی آخرت کے لئے کوئی صورت نجات یا علاج کی ارقام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجرا عظم عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... (الف) دیانۃً تو معاف ہو گیا، لیکن قضاءً معاف ہونے کے لئے ثبوت شرعی ضروری ہے (۱)۔

(ب) اس کا جواب بھی یہی ہے۔

(ج) اس سے مہر معاف نہیں ہو سکتا (۲)۔

۲..... (الف) عورت کو چاہئے کہ رقم مقرر کر دے، اگر وہ مقرر نہ کرے بلکہ مقدمہ کرے تو پھر وہ حاکم سے مقرر کرائے۔

(ب) طلاق دینا جائز ہے (۳) مگر مطالبہ مہر کا پورا کرنا بھی بہر حال حتی الوسع واجب ہے (۴)، اگر نہ

(۱) ”وما سوى ذلك من الحقوق يُقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالا أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والعقاق والوكالة والوصية“۔ (الهداية، كتاب الشهادات: ۱۵۳/۳، ۱۵۴، امدایہ ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الشهادات: ۱۰۴/۷، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الشهادات: ۱۵۱/۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) ”إن الإبراء إسقاط، فيه معنى التملیک بدلیل أنه یرتد بالرد“۔ (بدائع الصنائع، فصل: شرائط الصحة، کتاب البیوع: ۲۱/۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی رد المحتار، مطلب فی حط المہر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعید)

(۳) ”إلا إذا خاف ألا یقیمما حدود الله، فلا بأس أن یتفرقا“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله: إلا إذا خافا؛ لأن التفریق حینئذ مندوب بقرینة قوله: فلا بأس، لكن سیأتی أول الطلاق أنه یرتد لو مؤذیة، الخ“۔ (رد المحتار، فصل فی المحرمات، مطلب فیما لو زوج المولی أمته: ۵۰/۳، سعید)

”وأما وصفه: فهو أنه (أی الطلاق) محذور نظراً إلى الأصل و مباح نظراً إلى الحاجة، الخ“۔

(الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الطلاق، الباب الأول فی تفسیرہ: ۳۴۸/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۴۱۲/۳، ۴۱۳، رشیدیہ)

(۴) ”والمہر یتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین، سواء كان مسمى أو مہر المثل، حتی لا یسقط منه شیء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق“۔ (الفتاویٰ =

ادا کیا، نہ معافی ہوئی، نہ بقدر ادا نیکی ترکہ چھوڑا تو عورت کا مطالبہ برقرار رہا۔ پھر اگر ادا کرنے کی پختہ نیت تھی مگر اسباب مہیا نہ ہو سکے تو امید ہے کہ اللہ پاک اپنے خزانہ سے عورت کو دیکر خوش کر دیں گے۔ اگر پختہ نیت نہ تھی تو مواخذہ ہوگا، اگر ترکہ چھوڑا ہے تو اس سے پورا کیا جائے گا (۱)۔

(د) خوشامد کرے، نرمی سے معاف کرا لے (۲)۔

۳..... (الف) خرچ دینا تو واجب ہے مگر ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ نقد روپیہ نہ دے بلکہ بچے کی ضروریات خود خرید کر دے، یا کسی معتبر آدمی کو اپنا وکیل بنادے کہ وہ بچے کی ضروریات کھانا و کپڑا، جوتہ وغیرہ خرید کر ضرورت کے موافق دیدیا کرے (۳)۔

(ب) الف کے موافق عمل کیا جائے یعنی جو خرید کر کپڑا بنا کر کھانا ہی بہتر یہ ہے کہ بچے کی ضرورت

= العالمکیریۃ، الفصل الثانی فیما یتأكد به المهر: ۳۰۳/۱، رشیدیہ

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی بیان ما یتأكد المهر: ۵۲۰/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”وموت أحدهما كحیاتیہما فی الحکم أصلاً وقدرًا لعدم سقوطه بموت أحدهما“۔ (الدر المختار،

باب المهر، مطلب: مسائل الاختلاف فی المهر: ۱۵۰/۳، سعید)

”تعلق بترکۃ المیت حقوق أربعة: الأول يبدأ بتکفینہ..... ثم قضی دیونہ من جمیع ما بقی

من ماله، ثم تنفذ وصایاہ من ثلث ما بقی بعد الدین، ثم یقسم الباقی بین ورثتہ“۔ (السراجی، ص: ۳، سعید)

(۲) ”ولا بد فی صحۃ حطها من الرضا، حتی لو كانت مکرهۃ، لم یصح، هکذا فی البحر الرائق“۔

(الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل السابع فی الزیادۃ فی المهر والحط عنه الخ: ۳۱۳/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المهر: ۲۶۲/۳، رشیدیہ)

(۳) ”وتجب لطفله الفقیر“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: بأنواعها) من الطعام والكسوة والسکنی.....

(قوله: لطفله) هو الولد حين یسقط من بطن أمه إلى أن یحتلم“۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة،

مطلب: الصغیر المکتسب نفقته فی کسبه لا علی أبیه: ۶۱۲/۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، باب النفقة، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد: ۵۶۰/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النفقة: ۳۴۰/۲، رشیدیہ)

کے مطابق کر دیا جائے اور نقد روپیہ نہ دیا جائے تاکہ عورت مزے کی چیزیں منگا کر نہ کھائے۔

(ج) اس کا مدار ضرورت پر ہے جو کہ حیثیت کے مطابق مختلف ہوتی رہتی ہے میں کچھ تعین نہیں کر سکتا (۱)۔

۴..... جب نباہ دشوار ہو جائے اور مرد تحمل نہ کر سکے، نفس پر قابو بھی نہ رکھتا ہو تو طلاق دینے میں مضائقہ نہیں

اگرچہ طلاق دینا واجب بھی نہیں ہے۔ اور مہر کے لئے نمبر: ۲ (د) پر طلاق سے پہلے عمل کر لیا جائے، بغیر اس کے

طلاق دینا خطرہ دنیا و آخرت سے خالی نہیں، اور معافی پر کم از کم دو آدمی معتبر گواہ بنا دیا جائے۔ جواب نمبر: ۲ (الف)،

ب، د) میں رہائی کی صورتیں آچکی ہیں۔ جواب نمبر: ۴ کے مطابق عمل کر لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/۴/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۰/۴/۵۹ھ۔

مہر معاف کر کے پھر انکار کرنا

سوال [۵۸۹۸]: بیوی نے اپنا مہر معاف کر دیا تھا مگر کوئی دلیل شاہد وغیرہ نہیں تھے، اب بیوی کے

مطلقہ ہونے پر بیوی نے عدالت میں مہر کا دعویٰ دائر کر دیا ہے۔ تو یہ بیوی کے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی نے خوشی سے معاف کر دیا تو مہر عند اللہ معاف ہو گیا، اب اس کو معافی سے انکار کرنا جائز نہیں

ہے (۲)۔ اگر وہ انکار کر کے وصول کرے گی تو یہ ظلم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۸۸ھ۔

(۱) ”فتجب علی الأب کفایتها بدفع القدر“۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغير

المکتسب نفقته فی کسبه لا علی أبیه: ۳/۲۱۲، سعید)

”وبعد الفطام یفرض القاضی نفقة الصغار علی قدر طاقة الأب و تدفع إلى الأم حتی تنفق علی

الأولاد“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، باب النفقة، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد: ۱/۵۶۱، رشیدیہ)

(۲) ”وصح حطها لکله أو بعضه عنه قبل أولاد“ (الدر المختار)۔ ”قال العلامة ابن عابدين رحمه الله

تعالیٰ: ”(قوله: وصح حطها) الحط: الإسقاط كما فی المغرب، وقيد بحطها؛ لأن حط أبيها غير =

بیوی نے مہر معاف کر دیا، بیٹے کو مطالبہ کا حق نہیں

سوال [۵/۹۹]: ہندہ نے اپنی حیات میں اپنا مہر اپنے شوہر زید کے حق میں معاف کر دیا تھا جس کو چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے، اب ہندہ کا لڑکا بکر۔ جس کی عمر اس وقت ۵۷ سال ہے۔ اپنی ماں کے مہر کا طالب ہے۔ کیا بکر کا یہ مطالبہ صحیح ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ نے اپنی حیات وصحت میں (مرض الموت سے پہلے) مہر معاف کر دیا تھا تو شوہر کے ذمہ سے ساقط ہو گیا تھا، اب لڑکے بکر کو اپنے والد سے مطالبہ کا حق نہیں:

”وصح حطها لکله أو بعضه، اھ۔“ درمختار۔ ”الحط الإسقاط، اھ۔“ ردالمحتار۔
”قبل أو لا، ويرتد بالرد، كما في البحر، اھ۔“ درمختار (۱)۔ ”والساقط لا يعود، اھ۔“
أشباہ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین۔

= صحیح لو صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها، ولا بد من رضاها۔ (ردالمحتار على الدر المختار،

كتاب النكاح باب المهر، مطلب في أحكام المتعة: ۳/۱۱۳، سعید)

”للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أولم يدخل، وليس لأحد من

أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها، كذا في شرح الطحاوی۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب النكاح،

الباب السابع في المهر، الفصل العاشر في هبة المهر: ۳/۳۱۶، رشیدیہ)

(و كذا في فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ، كتاب النكاح، باب ذكر مسائل المهر،

فصل في حبس المرأة نفسها بالمهر: ۳/۳۸۹، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: ۳/۱۱۳، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۲۶۳، رشیدیہ)

(و كذا في الهدایة، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳۲۵، مكتبہ شركة علمیه ملتان)

(۲) (شرح الأشباہ والنظائر، الفن الثالث، ما قبل الإسقاط من الحقوق: ۳/۶۰، إدارة القرآن کراچی)=

بیوی کی طرف سے معافی مہر کی شرط

سوال [۵۹۰۰]: پیر محمد کی بیوی کا والد منفعت خاں اپنی لڑکی کو لینے آیا، پیر محمد کو چونکہ بعض وجوہ کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنی لڑکی کو لے جا کر نہیں بھیجیں گے اس لئے اس کے والد اور خود بیوی سے اپنے اطمینان کی غرض سے اس مضمون کی تحریر لکھائی کہ:

”اپنی لڑکی غلام فاطمہ کو اپنے گھر لے جا رہا ہوں اور میں جا رہی ہوں، اگر پندرہ یوم کے اندر واپس نہ بھیج دوں یا نہ آویں تو ہمارا زرو مہر اور خرچ وغیرہ کا کوئی دعویٰ پیر بخش پر نہ ہوگا یعنی مہر ہم دونوں کی جانب سے معاف سمجھا جاوے گا۔“

منفعت علی نے باوجودیکہ پندرہ یوم گزر چکے اپنی لڑکی کو پیر بخش کے یہاں نہیں بھیجا اور کہتا ہے کہ میری لڑکی تو اس تحریر کے مطابق اس کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ نیز غلام فاطمہ اپنے خاوند سے مہر اور خرچ لینے کی حقدار ہے یا نہیں؟ حسین بخش سار جن کوہ ڈگسائی، ضلع شملہ (بھارت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر مذکور میں طلاق کا ذکر تک بھی نہیں، لہذا اس تحریر سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، نیز یہ کہ یہ تحریر عورت اور اس کے والد کی طرف سے ہے اور طلاق کا حق شوہر کو ہوتا ہے (۱)۔ البتہ عورت کو مہر معاف کرنے کا حق ہوتا ہے خواہ بلا شرط معاف کرے خواہ کسی شرط سے معاف کرے (۲)۔ شرط مذکور کا اعتبار کرتے ہوئے

= (و کذا فی قواعد الفقہ، (رقم القاعدة: ۱۴۴)، ص: ۸۳، الصدف پبلشرز کراچی)

(و کذا فی شرح المجلة، (رقم المادة: ۵۱): ۴۰/۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) ”وأهله (أی الطلاق): زوج عاقل بالغ مستیقف الطلاق لمن أخذ بالساق“۔ (الدر المختار:

۳/۲۳۰، ۲۴۲، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳۸۰/۱، کتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

(۲) ”وصح حطها لکله أو لبعضه عنه“۔ (الدر المختار)۔ ”قید بحطها؛ لأن حط أبيها غير صحيح لو

صغيرة، ولو كبيرة توقف على إجازتها“۔ (رد المختار: ۱۱۳/۳، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی

حط المهر والإبراء منه، سعید) =

عورت کو مہر کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں رہا، نہ اس سے نفقہ طلب کر سکتی ہے، کیونکہ شوہر کی مرضی کے خلاف جب دوسری جگہ رہتی ہے اور شوہر کے گھر نہیں آتی تو اس حالت میں نفقہ دینا واجب نہیں، البتہ اگر شوہر کے گھر آ جائے تو نفقہ کا مطالبہ اس کو درست ہوگا اور شوہر کو نفقہ دینا پڑے گا:

”وإن نشزت، فلا نفقة لها، حتى تعود إلى منزله. والناشزة: هي الخارجة عن منزل زوجها،

المانعة نفسها منه، وإذا تركت النشوز، فلها النفقة“. فتاویٰ عالمگیری: ۱/۵۴۵ (۱)۔

البتہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں، جب تک کہ شوہر سے طلاق یا خلع وغیرہ کے ذریعہ سے شرعی طریق پر جدائی ہو کر عدت نہ گزر جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۴/۱۱/۱۳۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۸/۱۱/۱۳۵۳ھ۔

طلاق کے بعد مہر کو بخشنا

سوال [۵۹۰۱]: عورت کو بعد از طلاق پانے مہر بخشنے کا حق ہے یا نہیں؟ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حق ہے جیسا کہ کسی اجنبی کے ذمہ قرض ہو تو معاف کر سکتی ہے اسی طرح طلاق کے بعد مہر کو بھی معاف کر سکتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۳/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۴/صفر/۵۸ھ۔

= (و كذا في البحر الرائق: ۳/۲۶۳، كتاب النكاح، باب المهر، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۴۹، كتاب النكاح، باب المهر، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۵۴۵، كتاب الطلاق، الفصل الأول في نفقة الزوجة، رشيدية)

(و كذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۳/۵۷۶، كتاب الطلاق، باب النفقة، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۴/۳۰۳، كتاب الطلاق، باب النفقة، رشيدية)

(۲) ”وصح حطها كله وبعضه عنه“. (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والإبراء منه: =

مہر کی معافی کو موت پر موقوف کرنا

سوال [۵۹۰۲]: زید کی بیوی نے بحالتِ صحت مکرر سہ کر رکئی بار بحالتِ خوشی اپنے شوہر سے کہا کہ اگر میں پہلے مروں تو میرا مہر جو آپ کے ذمہ دین ہے معاف ہے، مگر جب آپ پہلے انتقال کریں تو میں مہر کا دعویٰ کروں گی، زید کی بیوی اپنے شوہر سے پہلے انتقال کی۔ اس صورت میں زید سے مہر ساقط ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں زید کے ذمہ سے مہر ساقط نہیں ہوا: ”امراة قالت لزوجها المریض: إن مت من مرضك هذا، فأنت فی حل من مہری، أو قالت: فمہری علیك صدقة، فهو باطل؛ لأنها مخاطرة وتعلیق، كذا فی الظہیریة. مریضة قالت لزوجها: إن مت من مرضی هذا فمہری علیك صدقة، أو أنت فی حل من مہری، فماتت من ذلك المرض، فقولها باطل والمہر علی الزوج، كذا فی خزانة المفتین. ۱. ۵۱. عالمگیری: ۱۷۳/۳ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/صفر/۵۸ھ۔

جعلی رسید سے مہر کی معافی

سوال [۵۹۰۳]: زید نے ہندہ سے دوسادہ کاغذ پر بجلی کے پنکھے کی رسید کے بہانے دستخط کرائے اور اس کے بعد زید نے حسبِ منشاء مہروں کی معافی کی تحریر کر لی۔ کیا ایسی صورت میں ہندہ مہر لینے کی حقدار ہے کہ نہیں؟

= ۱۱۳/۳، سعید

(و كذا فی البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المہر: ۲۶۳/۳ رشیدیہ)

(و كذا فی مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المہر: ۳۴۹/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) (الهدایة، كتاب الهبة، الباب الثامن فی حكم الشرط فی الهبة: ۳۹۸/۴، رشیدیہ)

(و كذا فی خلاصة الفتاوی، كتاب الهبة، الفصل الثالث فی الحظر والإباحة: ۴۰۷/۴، امجد اکیڈمی

لاہور)

۲..... ہندہ کے اپنے والدین کے پاس قیام کرنے کے دوران زید نے اس کے والد کے پاس آکر سخت سُست کہا اور کہا اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور تقریباً دو ماہ بعد بوقتِ مغرب جب ہندہ کے والد نماز کے لئے گئے ہوئے تھے، زید اور اس کا بھائی بکر چاقو لئے ہوئے تھے ہندہ کے گھر گھس گئے، ہندہ اور اس کی بہن نماز میں تھی، ان کی والدہ بعد فراغ نماز ذکر میں تھی۔

یہ دونوں گھر کے اندر داخل ہوئے اور سخت برہم ہوئے، نماز ہندہ اور اس کی بہن نے توڑ دی۔ ہندہ ایک کواڑ میں گھس گئی اور اندر سے بند کر دیا اور اس کی والدہ کے چلانے پر ایک پڑوسی آواز دیتا ہوا آیا کہ گھبرانا نہیں میں آ رہا ہوں۔ اتنے میں زید اور اس کا بھائی مفرور ہو گئے۔ اس شور و غل سے اس کے والد جلد مسجد سے پہنچ گئے۔ ان حالات میں ہندہ کو اپنی جان کا خطرہ اور والدین کے بارے میں شدید نقصان کا اندیشہ ہے، اس لئے وہ طلاق کی خواہاں ہے۔ کیا یہ مطالبہ جائز ہے؟

۳..... اس واقعہ کے چھ ماہ بعد جب کہ ہندہ کے والد سفر میں تھے، تقریباً گیارہ بجے رات کو زید نے ہندہ کے مکان میں دیوار سے سیڑھی لگا کر داخل ہونے کی کوشش کی تھی نہ معلوم کس وجہ سے، وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا، مع معاونین واپس چلا گیا۔

۴..... واقعہ مذکورہ کے تقریباً اندرون ہفتہ محلہ سے ملحقہ دوسرے محلہ میں زید کے بہت ہی قریبی ایک دوست کا قتل ہوا جس کا الزام زید پر عائد کیا گیا، جس کی وجہ سے زید مفرور ہے اور مفرور ہونے کی وجہ سے اس کا اور اس کے والد کا خانگی سب سامان قرق ہو چکا ہے۔ کیا ان حالات میں ہندہ کو طلاق کا مطالبہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اس فریب کاری سے مہر معاف نہیں ہوا (۱)۔

۲..... اگر ہندہ ناقابلِ برداشت مظالم سے مجبور ہو کر اپنے والد کے مکان میں آئی، یا پھر شوہر نے

(۱) ”ولا بد فی صحة حطها من الرضا حتی لو كانت مكرهة، لم یصح. الخ.“ (البحر الرائق، كتاب

النکاح، باب المہر: ۳/۲۶۲، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی حط المرأة والإبراء منه: ۳/۱۱۳، سعید)

(وکذا فی مجموعۃ الفتاوی، کتاب الہبہ وما یتصل بہذا: ۳/۳۹۶، امجد اکیڈمی لاہور)

بجائے ظلم سے باز آنے اور شریفانہ طور پر آباد کرنے کے یہ طریقہ اختیار کیا تو یہ بھی ظلم بالائے ظلم ہے (۱)۔
 ۴، ۳..... ہندہ کو حق ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ آپ مجھے شریفانہ طور پر آباد کریں اور ظلم و بے
 جاتشدد سے باز آجائیں ورنہ طلاق دے دیں (۲)۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۸۷ھ۔
 الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

معینہ مہر سے انکار کا حق نہیں

سوال [۵۹۰۴]: نکاح کے وقت میرا مہر دس ہزار دو دینار سرخ متعین ہوا جو ہماری قوم اور کنبہ
 برادری سب کے خلاف ہے۔ ہمارے یہاں پانچ سو روپے میں مہر طے ہوتے ہیں، اب میں اس سے انکار کرتا
 ہوں۔ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کے وقت جیسا کہ آپ کا مہر طے ہوا تھا، شرعاً وہی معتبر ہے، اس کی ادائیگی لازم ہے، اگر عین
 نکاح کے وقت آپ اس کا انکار کرتے تو مہر وہی طے ہو جاتا، مگر دس ہزار دو دینار قبول کرنے کے بعد اس سے
 انکار کرنا ہرگز معتبر نہیں ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔
 حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۸۹ھ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ، فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِمْسَاكُ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحُ بِإِحْسَانٍ. وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ
 شَيْئاً، إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِي مَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

”ولا بأس به عند الحاجة للشقاق بعد الوفاق بما يصلح للمهر“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله:

للشقاق): أي لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن
 يجتمع أهلهما ليصلحا بينهما، فإن لم يصلحا، جاز الطلاق بالخلع. الخ“۔ (رد المحتار، كتاب
 الطلاق، باب الخلع: ۳/۴۴۱، سعيد)

(۳) ”فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلو الصحيح، وموت أحد الزوجين، سواء كان
 مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط شيء منه بعد ذلك إلا بالبراء من صاحب الحق“۔ (بدائع الصنائع، =

نشوز سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال [۵۹۰۵]: یہاں پر ایک لڑکی اپنے شوہر کے مکان سے بلا اجازت میکہ چلی گئی ہے، لڑکی کے سر کا کہنا ہے کہ لڑکی جھگڑالو ہے اور نافرمان ہے، بلا اجازت میکہ چلی گئی ہے، اس لئے مہر کے حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتی۔ علاوہ ازیں لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ لڑکی بلا اجازت نہیں گئی ہے بلکہ اپنے سر وغیرہ کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے آئی ہے، ہم لڑکی کو شوہر کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں اور شوہر بھی اس سے راضی ہے، مگر سر لڑکی کو پسند نہیں کرتے، یہ لوگ نہ لڑکی کو رکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس کا مہر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں لڑکی پر ظلم و زیادتی ہے یا نہیں؟ اور مہر واجب الادا قرار پاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس مہر تو محض نکاح سے لازم ہو جاتا ہے، پھر شوہر بیوی جب تنہائی میں جمع ہو جائیں تو مہر مؤکد اور پختہ ہو جاتا ہے (۱)۔ اگر بیوی نافرمانی کرے اور شوہر کو ستائے تو وہ گنہگار ہوگی، نالائق کہلائے گی۔ اگر شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مکان سے اپنے والد وغیرہ کے گھر چلی جائے تو وہ نفقہ خرچہ کی مستحق نہیں ہوگی (۲) جب

= کتاب النکاح، فصل فی بیان ما یتأكد به المہر: ۵۲۰/۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت

”وتجب العشرة إن سماها أو دونها، ويجب الأكثر منها إن سمى الأكثر، ويتأكد عند وطء أو

خلوة صحت من الزوج“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۲/۳، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المہر: ۳۴۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۲۵۱/۳، رشیدیہ)

(۱) ”ويتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج أو موت أحدهما“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله:

ويتأكد: أي الواجب من العشرة أو الأكثر، وأفاد أن المهر وجب بنفس العقد، الخ“۔ (ردالمحتار،

کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۲/۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۲۵۱/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح، باب المہر: ۲۳۳/۲، ۴۲۴، مکتبه شركة علمیه ملتان)

(۲) ”ولا نفقة لناشزة: أي عاصية خرجت الناشزة من بيته خروجاً حقيقياً أو حكماً بغير حق“۔

(مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۴۸۸/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت) =

تک شوہر کے مکان پر واپس نہ آجائے، لیکن مہر ساقط نہیں ہوگا (۱)، وہ اس کا حق لازم ہے، اگر شوہر ادا نہیں کرے گا تو وہ ظالم ہوگا، آخرت میں اس کی پکڑ ہوگی (۲)۔

اگر بالفرض بغیر شوہر کی اجازت کے چلی بھی گئی تھی اور اب واپس آنا چاہتی ہے تو شوہر کو اس کے روکنے کا حق نہیں، جب شوہر رضا مند ہے، رکھنا چاہتا ہے تو سر کو ہرگز انکار نہیں کرنا چاہئے یہ غلط طریقہ ہے۔ لڑکی اپنی غلطی کی معافی مانگ لے، آئندہ بلا اجازت میکہ نہ جائے، شوہر اور سر کو چاہئے کہ معاف کر دیں، نرمی اور اخلاق سے پیش آئیں ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا، اگر شوہر نہیں رکھنا چاہتا اور نباہ کی گنجائش نہیں رہی تو شوہر طلاق دیدے (۳) اور مہر ادا کر دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۴/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۴/۹۰ھ۔

= (وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۰۵/۴، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول: ۵۳۵/۱، رشیدیہ)

(۱) ”والمہر یتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین، سواء كان مسمى أو مہر المثل، حتی لا یسقط منه شیء بعد ذلك إلا بالإبراء“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، باب المہر، الفصل الثانی: ۳۰۳/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۲/۳، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان ما یتأكد به المہر: ۵۲۰/۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من كانت له مظلمة لأخیه من عرضه أو شیء، فلیتحللہ منه الیوم قبل أن لا یكون دینار و لا درہم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم یکن له حسنات أخذ من سیئات صاحبه، فحمل علیہ“۔ رواہ البخاری“۔ (مشکوۃ المصابیح، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قدیمی)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾۔ (سورة البقرة: ۲۲۹)

طلاق سے مہر ساقط نہیں ہوتا

سوال [۵۹۰۶]: معین نے اپنی زوجہ راشدہ کو طلاق دیدی اس لیے کہ وہ بغیر برقعہ کے اس کے گھر سے چلی گئی تھی، اس کے بعد راشدہ کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا گیا، راشدہ کا مہر معین کو دینا چاہیے یا نہیں، جبکہ وہ بلا اجازت چلی گئی تھی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نافرمانی کی وجہ سے مہر ساقط نہیں ہوا، معین کے ذمہ راشدہ کا مہر واجب ہے (۱)۔ راشدہ کا دوسرا نکاح اگر طلاق کی عدت تین حیض گزرنے پر کیا گیا ہے، وہ صحیح ہو گیا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۹ھ۔

مہر معجل سے قبل زفاف

سوال [۵۹۰۷]: شوہر اپنی عورت کے ساتھ سہاگ رات منانے جائے اور مہر معاف نہ کرائے تو کیا حکم ہے، یعنی بغیر مہر معاف کئے سہاگ رات مناسکتا ہے یا نہیں؟

(۱) ”فالمہر یتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مہر المثل، حتی لا یسقط شئی منه بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق“۔ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان ما یتأكد به المہر: ۵۲۰/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الفصل الثانی فیما یتأكد به المہر: ۳۰۳/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۰۲/۳، سعید)

(۲) ”عدة الحرة المدخولة التي تحيض للطلاق أو الفسخ..... ثلاثة قروء: أي حیض، لقوله

تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ الخ“۔ (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب العدة:

۴۶۴/۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲۱۷/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة: ۵۲۶/۱، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا مہر معاف کرائے بھی اگر ہمبستری کی گئی تو وہ ناجائز نہیں، لیکن بیوی کو حق ہے کہ مہر معجل وصول کرنے سے قبل ہمبستری سے روک دے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۸۹ھ۔

کیا بغیر مہر دیئے بیوی کے پاس جانا منع ہے؟

سوال [۵۹۰۸]: ہمارے یہاں یہ مشہور ہے کہ جب تک مہر ادا نہ کیا جائے اس وقت تک بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات غلط ہے، البتہ بیوی کو اسی وقت کچھ دینا بہتر ہے (۲)، ہاں! مہر ادا کرنے کی فکر اور کوشش لازم ہے یہ اس کا حق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۹۰ھ۔

(۱) ”ولہا منعه من الوطاء و دواعیہ، شرح مجمع“۔ (الدر المختار)۔ ”ولہا منعه حتی یقبض مہرہا، وتسلمیہا نفسہا غیر صحیح، فلہ استردادہا، الخ“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی منع الزوجة نفسہا لقبض المہر: ۱۴۲/۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسہا بمہرہا: ۱/۳۱، رشیدیہ) (وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۳۰۸/۳، رشیدیہ)

(۲) فتاویٰ دارالعلوم میں ہے: ”مہر معجل کے ادا نہ کرنے سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا اور عورت اس کی زوجیت سے اور نکاح سے خارج نہیں ہوتی، لیکن عورت وطی وغیرہ سے انکار کر سکتی ہے اور ساتھ جانے سے بھی انکار کر سکتی ہے“۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۵/۸، مسائل واحکام مہر، امدادیہ ملتان)

”ولہا منعه من الوطاء و دواعیہ، شرح مجمع“۔ (والسفر بہا لأخذ ما بین تعجیلہ)۔ (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی منع الزوجة نفسہا لقبض المہر: ۱۴۳/۳، ۱۴۴، سعید)

ادائے مہر سے قبل وطی کا حکم

سوال [۵۹۰۹]: ایک منکوحہ عورت اپنے شوہر سے مہر معجل طلب کرتی ہے، لیکن شوہر ادا نہیں کرتا، تو کیا اب عورت کو اختیار شرعی ہے کہ شوہر کو وطی نہ کرنے دے؟

۲..... لیکن شوہر زبردستی مار کر باندھ کر جوڑ کر وطی کرتا ہے تو کیا یہ جماع جائز ہے یا ناجائز؟

۳..... اگر زبردستی وطی جائز ہے تو عورت کا مندرجہ بالا حق شرعی بیکار و فضول ہے، عورت کا انکار وطی بھی جائز اور شوہر کا زبردستی وطی یعنی جماع کرنا بھی جائز! دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں؟

۴..... اگر شوہر کا زبردستی وطی کرنا جائز بھی ہے اور ظلم بھی ہے تو یہ بھی ضد ہے یعنی جائز بھی اور ظلم بھی۔

۵..... شوہر ہمیشہ زبردستی جماع کرتا رہے گا جبکہ عورت شوہر کے قبضہ میں ہے، ایسی حالت میں عورت اپنا حق شرعی کیسے محفوظ رکھ سکتی ہے، کوئی راستہ شریعت میں ایسا ہے یا نہیں؟

۶..... مبلغ دو ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت مہر معجل عند الطلب اس شرط سے شوہر نے عقد نکاح قبول کیا جبکہ شوہر شرط کو پورا نہیں کرتا یعنی طلب کرنے پر مہر ادا نہیں کرتا تو عقد ٹوٹ گیا یا نہیں؟ جبکہ معاہدہ پورا نہیں کیا گیا تو اب معاہدہ باقی کیسے رہ سکتا ہے؟ جبکہ مہر سے شرمگاہ حلال ہوتی ہے تو طلب کرنے پر بھی مہر ادا نہیں کیا تو جماع کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

۷..... اگر عورت مندرجہ بالا اپنا حق باقی رکھنے کے لئے اپنے ماں باپ کے یہاں رہے اور خاوند کے بلانے پر بھی نہ جاوے تو شرعاً کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حق ہے: ”ولہا منہ من الوطی والسفر بہا ولو بعد وطی و خلوة رضیتہا لأخذ ما بینہ تعجیلہ أو قدر ما یعجل بمثلہا عرفاً إن لم یؤجل کلہ، الخ“۔ تنویر: ۵۵۳/۲ (۱)۔

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۳۰۸/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۵۷۴/۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) (الدر المختار، باب المہر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المہر: ۱۲۳/۳، ۱۲۴، سعید)

= (و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی المہر: ۳۲/۲، ۳۳، امجد اکیڈمی لاہور)

۲..... یہ جماع تو زنا نہیں، لیکن زبردستی کرنا ناحق ہے۔

۳..... عورت کو حق ہے کہ وطی نہ کرنے دے اور مرد کو یہ حق نہیں کہ زبردستی کرے، تاہم اگر زبردستی کرے گا تو ناحق زبردستی کی وجہ سے گنہگار ہوگا، لیکن اس جماع کو زنا یا حرام نہیں کہا جاوے گا جس کی وجہ سے حد زنا کا مستحق ٹھہرے۔

۴..... ایسا کرنا ظلم ہے، مگر زنا نہیں۔

۵..... اگر مہر عند الطلب کی قید لگائی ہے اور معجل کا مطلب یہی ہے تو بوقت طلب اس کی ادائیگی لازم ہے، ادا نہ کرنے سے شوہر گنہگار ہوگا اور عورت کو جماع سے روکنے کا حق حاصل ہوگا (۱) اور شوہر کو زبردستی جماع کرنے سے گناہ ہوگا، ایسی حالت میں اگر عورت اپنا حق خود وصول کرنے پر قادر نہیں اور نہ شوہر کو جماع سے روک سکتی ہے تو حاکم کے ذریعہ سے اپنا حق وصول کرے (۲)۔

۶..... عقد تو نہیں ٹوٹا بلکہ بدستور باقی ہے، البتہ عورت کو جماع سے منع کرنے کا حق ضرور حاصل ہے (۳)۔ اگر شوہر میں ایک دم ادائے مہر کی استطاعت نہیں تو قسط وار ادا کر دے، عورت کو بھی چاہیے کہ ایک دم

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/۸۰، رشیدیہ)

(۱) (راجع رقم الحاشیة: ۳)

(۲) قال ابن عابدین: ”(قوله: لتحصيل عليه، الخ) أعلم أنهم قالوا: إن للمرأة حق الرجوع على الزوج بالنفقة بعد فرض القاضي، سواء أكلت من مالها أو استدانها بأمر القاضي أو بدونه“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الأمر بالاستدانة على الزوج: ۳/۵۹۱، سعید)

(و کذا فی الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المہر: ۳/۱۲۳، سعید)

(۳) ”ولها منعه من الوطى والسفر بها ولو بعد وطى و خلوة رضيتها لأخذ ما بين تعجيله أو قدر ما يعجل بمثلها عرفاً إن لم يؤجل كله، الخ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المہر: ۳/۱۲۳، ۱۲۴، سعید)

(و کذا فی خلاصة الفتاوى، کتاب النکاح، الفصل الثانی عشر فی المہر: ۲/۳۲، ۳۳، امجد اکیدمی لاہور)

وصول کرنے پر اصرار نہ کرے بلکہ کچھ مہلت دیدے اور قسطیں مقرر کر لے (۱)۔

۷..... نکاح کے لیے مہر لازم ہے، اگر زوجہ اس کو معاف کر دے تو معاف ہو جاتا ہے، نکاح بغیر ذکر مہر کے بھی صحیح ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ اگر مہر کی نفی کر دی جائے تب بھی صحیح ہو جاتا ہے لیکن مہر لازم ہوتا ہے۔ عدم ذکر اور نفی کا کوئی اثر نکاح پر نہیں پڑتا ہے اور نفس نکاح سے جماع حلال ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت معاہدہ مہر سے حلال نہیں ہوتی، بلکہ نکاح سے حلال ہوتی ہے، نکاح کے لیے مہر لازم ہوتا ہے جو زوجہ کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے، اگر بغیر مہر کے شرم گاہ حلال نہ ہوتی تو ادائے مہر سے قبل جماع قطعاً حرام ہوتا حالانکہ ادائے مہر معجل سے پہلے عورت کی رضا مندی سے بلا تامل جائز ہے۔ اور اگر مہر مؤجل ہے تو بغیر اس کی رضا مندی کے بھی جائز ہے:

”ویصح النکاح وإن لم یسم فیہ مہراً، لا خلاف فی ذلک؛ لأن النکاح عقد انضمام وازدواج - لغة - فیتم بالزوجین. ثم المہر واجب شرعاً إبانةً لشرف المحل، فلا یحتاج إلی ذکرہ لصحة النکاح، وكذا إذا تزوجها بشرط أن لا مہر لها: أی فیصح النکاح فیما بینہما. الخ.“ فتح القدیر: ۲/ ۴۳۴ (۲)۔

(۱) قال الحصکفی: ”إن لم یؤجل أو یعجل کلہ، فکما شرط؛ لأن الصریح یفوق الدلالة“. (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المہر: ۳/ ۱۲۲ سعید)

”وإن بینوا قدر المعجل یعجل ذلک، وإن لم یبینوا شیئاً ینظر إلی المرأة وإلی المہر المذكور فی العقد أنه کم یكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المہر؟ فیجعل ذلک معجلاً ولا یقدر بالربع ولا بالخمیس، وإنما ینظر إلی المتعارف. وإن شرطوا فی العقد تعجیل کل المہر، یجعل کل معجلاً ویترک العرف“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الفصل السابع فی المہر، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها الخ: ۱/ ۳۱۸، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/ ۳۱۱، رشیدیہ)

(۲) (فتح القدیر، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/ ۳۱۶، ۳۱۷، مصطفى الحلبي مصر)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/ ۲۲۹، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۲/ ۲۲۹ إمدادیہ ملتان)

صورت مسئلہ میں زوج کے ذمہ مہر کی ادائیگی ضروری ہے اور ادائیگی سے پہلے جماع کا حق نہیں، لیکن اگر جماع کر لیا تب بھی یہ زنا نہیں ہوا، جماع حلال ہوا، مگر زبردستی کی وجہ سے گنہگار ہوا۔

۸..... ایسی حالت میں بھی وہ نفقہ کی حق دار رہے گی اور ناشزہ ہونے کی وجہ سے نفقہ ساقط نہیں

ہوگا (۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۶/۷/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارن پور۔

رخصتی سے پہلے مطالبہ مہر

سوال [۵۹۱۰]: زید نے بایں شرائط اپنی دختر کا نکاح بکر سے کر دیا کہ پانصد کا زیور پارچہ اور ایک

ہزار پانصد میں دو دوکانیں مہر میں تحریر کر کے رجسٹری کرادی، نکاح پڑھا دیا۔ اب دختر کو رخصت نہیں کرتا اور چاہتا

ہے کہ دوکانوں کا کرایہ نامہ میری دختر کے نام کر دو جب رخصت کروں گا، نکاح کو پندرہ ماہ ہوئے۔ کیا زید کی دختر

بلا اس کے کہ وہ اپنے والدین کے یہاں سے آتی اور حق زوجیت ادا کرتی کسی رقم زر دو ہزار بذریعہ نالاش شرعاً

حاصل کرنے کی حقدار ہو سکتی ہے؟ زید کی دختر چار پانچ سال تک رخصت ہو کر خاوند کے یہاں نہیں آئی۔ ایسی

صورت میں اس قدر مدت گزر جانے پر شرعی طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

پیٹا گورنمنٹ، لاہور دروازہ۔

مولوی حکیم احمد حسن عفی عنہ

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر معجل پر نکاح ہوا ہے تو شرعاً عورت کو حق ہے کہ اپنے نفس کو شوہر کے حوالہ نہ کرے جب تک مہر

وصول نہ کرے، اگر کل مہر معجل ہے تو عورت کو کل مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہے، اگر کچھ معجل ہے کچھ مؤجل تو

(۱) ”(قوله: ولو مانعة نفسها للمهر): أي يجب عليه النفقة، ولو كانت المرأة مانعة نفسها بحق كالمنع لقبض

مهرها، والمراد منه المعجل إما نصاً أو عرفاً“۔ (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۳۰۲، رشیدیہ)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۱/۴۸۵، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی رد المحتار، باب النفقة، مطلب: لا تجب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغير: ۳/۵۷۴، سعید)

معجل کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ اگر کل مہر مؤجل ہے تو عورت کو قبل مدت تا جیل مطالبہ کرنا جائز نہیں، اگر وقت نکاح معجل یا مؤجل کی کوئی تصریح نہ ہوئی تو عرف کا اعتبار ہوگا۔ اگر کل مؤجل ہوتا ہے تو عورت کو مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ اگر کل معجل ہوتا ہے تو تمام کا مطالبہ جائز ہے، اگر بعض معجل اور بعض مؤجل ہو تو معجل کا مطالبہ جائز ہے نہ کہ مؤجل کا:

”إذا زوجت المرأة ولها مهر معلوم، كان لها أن تحبس نفسها لاستيفاء المهر، فإن كان في موضع يعجل البعض ويترك الباقي في الذمة إلى وقت الطلاق أو الموت - كما هو عرف ديارنا - كان لها أن تحبس نفسها لاستيفاء المعجل، وهو الذي يقال في الفارسية: دست و پیمان، وليس لها أن تطالب بكل المهر، فإن بينوا قدر المعجل يعجل ذلك. وإن لم يبينوا شيئاً، ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد إن لم يكن المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر، فيعجل ذلك معجلاً، ولا يقدر ذلك بالربع ولا بالخمس. وإنما ينظر إلى المتعارف؛ لأن الثابت عرفاً كالثابت شرعاً. وإن شرطوا في العقد تعجيل كل المهر، يعجل الكل معجلاً، ويترك العرف“. فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۳۶ (۱)۔

۴، یا ۵/ سال خاوند کے گھر نہ جانے سے عورت پر طلاق نہیں ہوتی، جب تک کہ خاوند طلاق نہ دے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۲/۷/۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۷/۵۲ھ۔

(۱) (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فی حبس المرأة نفسها بالمهر: ۳۸۵/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها بمهرها: ۳۱۸/۱، رشیدیہ)
(و کذا فی البحر الرائق، باب المهر: ۳۰۹/۳ - ۳۱۱، رشیدیہ)

(۲) ”ورکنہ لفظ مخصوص ہو ما جعل دلالة علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۰/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق: ۳۲۸/۱، رشیدیہ) =

مہر مؤجل کے مطالبہ کا حق

سوال [۵۹۱۱]: باکرہ کے والدین باکرہ کی طرف سے مہر حاصل کرنے کے طالب ہیں، وہ بھی از روئے عدالت مجاز تو کیا اس مطالبہ کی بنا پر بکر کے ذمہ باکرہ کے والدین کو دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بکر اپنی رضا مندی سے نہیں بلکہ غیر شرعی امور کے تحت باکرہ یا اس کے والدین کی طلبی پر از روئے عدالت مجاز طلاق دے تو کیا اس کا تعلق باکرہ سے ہمیشہ کے لئے مانند طلاق بائن منقطع ہو جائے گا یا نہیں؟ اور کیا باکرہ بعد عدت کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے؟ براہ کرم حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

سید کلیم الطاف نوگاؤں بی کے ڈی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر مؤجل تھا (جس کا مطالبہ طلاق، تفریق، موت پر کیا جاتا ہے) تو ابھی شوہر کے ذمہ اس کا ادا کرنا لازم نہیں، عدالت میں اس کا دعویٰ کرنا بھی غلط ہے۔ اگر مہر معجل تھا یعنی جب بیوی طلب کرے تو بیوی کو بلا عدالت کے بھی اس کے طلب کرنے کا حق ہے اور اس کی طرف سے اس کے والدین کو بھی مطالبہ کا حق ہے:

”لأبی الصغیرة المطالبة بالمہر. اھ.“ در مختار۔ ”والصغیرة غیر قید، ففی الہندیة: لأب والجد والقاضی قبض صدق البکر صغیرة کانت أو کبیرة، إلا إذا نہتہ وہی بالغة، صح النهی، اھ.“ شامی (۱)۔

”لا خلاف لأحد أن تأجیل المہر إلى غاية معلومة، فقد اختلف المشایخ فیہ، قال بعضهم: یصح وهو الصحیح، وهذا لأن الغایة معلومة فی نفسہا وهو الطلاق أو الموت، اھ.“ عالمگیری (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

= (و کذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱) (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب: لأبی الصغیرة المطالبة بالمہر: ۳/۱۶۱، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، باب المہر، الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسہا

بمہرہا والتأجیل فی المہر: ۱/۳۱۸، رشیدیہ)

رخصتی سے قبل لڑکی کے باپ کو مطالبہ مہر کا حق

سوال [۵۹۱۲]: زید کا نکاح شرعاً ہندہ سے ہوا، بروقت نکاح نصف مہر معجل قرار پایا، ہندہ کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی، نکاح کے ایک سال کے بعد پدر ہندہ نے رخصتی کا وعدہ کیا تھا۔ اس وقت ہندہ کی عمر بیس سال ہے، ابھی پدر ہندہ نے رخصتی نہیں کی ہے اور نہ شب زفاف کی نوبت آئی ہے، پدر ہندہ ابھی دختر کی رخصتی نہیں کرتا ہے اور کل زیر مہر کا طالب ہے۔ لہذا شریعت محمدی کی رو سے جواب تحریر ہو کہ ایسی صورت میں کیا پدر ہندہ زیر مہر کا مطالبہ قبل رخصتی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو کس قدر حصص کا؟ برائے مہربانی جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں پدر ہندہ کو کل مہر کے مطالبہ کا حق نہیں، ہندہ کی طرف سے وکیل ہو کر برضا مندی ہندہ کے صرف نصف مہر کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ زید کو چاہئے کہ نصف مہر ادا کر دے۔ اگر زید کو یہ خیال ہو کہ پدر ہندہ مہر وصول کرنے کے بعد رخصت نہیں کرے گا تو زید کو چاہئے کہ حاکم وقت یا باعزت اہل محلہ کے ذریعہ سے پدر ہندہ پر زور ڈالے کہ وہ ہندہ کو رخصت کے لئے اولاً تیار کرے، اس کے بعد مقدار معجل وصول کرے اور پھر جلدی رخصت کر دے:

”ولہا منعه من الوطی ما بین تعجیله من المہر کلہ أو بعضہ۔ اھ۔“ درمختار۔ ”وأشار إلى أن تسليم المہر مقدم۔ لو خاف الزوج أن يأخذ الأب المہر ولا یسلم البنت، يؤمر الأب بجعلها مہیئةً للتسليم، ثم یقبض المہر۔ اھ۔“ ردالمحتار: ۲/۵۵۴ (۱)۔ اگر ہندہ مطالبہ پر رضامند نہیں بلکہ بغیر مطالبہ ہی رخصت کے لئے تیار ہو تو پدر ہندہ کو مطالبہ کا حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱۲/۶۰ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض

المہر: ۳/۱۲۳، ۱۲۴، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب النکاح، المہر، نوع منه: ۳/۱۱۰، ۱۱۱، إدارة القرآن کراچی) =

مہر کو بطور نفقہ ادا کرنا

سوال [۵۹۱۳]: بکرنے عرصہ پونے چار سال کا ہوا اپنا نکاح ایک بیوہ سے کیا بعوض مبلغ ۱۱۰۰/ روپیہ۔ اور طے ہوا کہ ایک دختر جس کی عمر ۱۱/ سال ہے عنقریب شادی ہو کر اپنے خاوند کے یہاں چلی جاوے گی، دوسرا لڑکا جس کی عمر ۷/ سال ہے اپنے ماموں کے ہمراہ رہے گا، تیسرا لڑکا جس کی عمر ۳/ سال ہے بیوہ کے ہمراہ رہے گا۔

بعد نکاح بیوہ نے اپنے ہر سہ بچوں کو اپنے ہمراہ رکھا اور سب کا خرچہ شوہر ثانی کے ذمہ رہا۔ ۶، ۷/ ماہ گزرنے پر بیوہ نے اپنی دختر کا عقد موجودہ شوہر کے لڑکے سے۔ جو کہ بکر کی پہلی بیوی کے لطن سے ہے۔ بلا رضا مندی شوہر کر دیا جس کا کفیل بھی بکر کو ہونا پڑا۔ ایک سال تک بکر نے جملہ اخراجات برداشت کئے، مگر جب بکر مجبور ہو گیا کہ اس کی عورت کے اخراجات اس کی آمدنی سے ڈیوڑھے ہو جاتے ہیں (۱) تو بکر نے اپنی کل آمدنی تعدادی مبلغ ۵۸/ روپیہ، ۲/ فروری ۳۳ء عورت کے ہاتھ میں یہ کہہ کر (کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اس قدر نقد روپیہ نہیں جو ایک دم مہر ادا کر دوں) مہر میں ادا کر دیا اور یہ کہا کہ خواہ اس رقم کو تم اپنی اولاد پر صرف کرو یا جو چاہو کرو، اس کے چند گواہ بھی موجود ہیں۔

عورت نے ہر ماہ تنخواہ لینا شروع کر دی، اس دوران میں کئی مرتبہ بکر نے عورت کے گوش گزار کر دیا کہ یہ روپیہ تمہارے مہر میں سے ادا ہو رہا ہے۔ اس طرح ۳/ ستمبر ۳۴ء تک اپنی کل آمدنی مبلغ ۱۱۰۰/ روپیہ مہر میں ادا کر دیا۔ لہذا اس صورت میں مہر ادا ہوا یا نہیں؟

اکبر علی محافظ امانت شمالی ڈویژن لکھنؤ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفقہ عورت کا اور جس کا اس کے ذمہ ہے اس کے علاوہ جو کچھ شوہر نے اس کو دیا ہے اس کو مہر میں محسوب کرنا درست ہے اور صورت مسئلہ میں چونکہ پہلے کہہ دیا گیا ہے اور عورت نے اس کو رد نہیں کیا ہے بلکہ اس کے موافق عمل کرتی رہی تو رقم مذکورہ اگر نفقہ واجبہ کے علاوہ عورت کے پاس پہونچی تو مہر ادا ہو چکا اور ۶۰/ روپے

= (و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۳/ ۸۰۳، رشیدیہ)

(۱) ”ڈیوڑھا لیکھا برابر ہونا (۱- محاورہ) حساب بے باق ہونا“۔ (فیروز اللغات، بحث ڈی، ص: فیروز سنز، لاہور)

زائد پہونچے۔ اگر نفقہ واجبہ بھی اسی میں ہے تو اس کو منہا کیا جائے گا اور بقیہ رقم کو مہر میں شمار کیا جائے گا (۱)، جتنا مہر شوہر کے ذمہ بچے گا عورت کو اس کے مطالبہ کا حق ہے (۲)۔ فقط۔
محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

اور بکر کے لڑکے کا نکاح اگر وہ نابالغ ہے تو بکر کی اجازت پر موقوف ہے، بکر اجازت دے گا تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں، بشرطیکہ لڑکی کا کوئی ولی اقرب ماں کے علاوہ نہ ہو، اگر کوئی اور بھی ولی لڑکی کا موجود ہے تو اس کی بھی اجازت ضروری ہے۔ جب کہ لڑکی نابالغہ ہو (۳)، اگر لڑکی بالغہ ہے تو خود اس کی اجازت کافی ہے (۴)۔
محمود گنگوہی، ۵۳/۳/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/جمادی الاولیٰ/۵۳ھ۔

بغیر وجوب کے ادا کردہ نفقہ کو مہر میں شمار کرنا

سوال [۵۹۱۴]: زید نے اپنی بیوی کو بنیت نفقہ (دس روپے) دیا، پھر معلوم ہوا کہ اس پر واجب

(۱) ”جب شوہر نے کہا کہ یہ روپیہ تمہارے مہر سے ادا ہو رہا ہے اور عورت نے اس کے قول کو رد نہیں کیا تو اب مہر ادا ہو گیا، لتصریح الزوج بہ“۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، الفصل السابع فی المہر: ۲۲۳، ۲۲۴، امدادیہ ملتان)
(۲) ”وترجع بباقی المہر، ذکرہ ابن الکمال“۔ (الدر المختار، باب المہر، مطلب فیما یرسلہ الی الزوجة: ۱۵۲/۳، سعید)

(۳) ”(وہو [ای ولی] شرط نکاح صغیر و مجنون و رقیق الخ)“۔ (الدر المختار، باب ولی: ۵۵/۳ سعید)
”فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازتہ الخ“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب ولی: ۸۱/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۵/۱، رشیدیہ)

(۴) ”ومنها رضا المرأة إذا كانت بالغه، بکراً كانت أو ثیباً، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الأول: ۲۶۹/۱، رشیدیہ)

”وينعقد نکاح الحرة العاقله البالغة برضاها، الخ“۔ (الهدایہ، باب فی الأولیاء الأكفاء:

۳۱۳/۲، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی فتح القدیر، باب فی الأولیاء الأكفاء: ۲۵۶/۳، مصطفى الحلبي مصر)

نہیں تھا۔ تو کیا زید مہر میں محسوب کر سکتا ہے؟ یا دوبارہ قبضہ ضروری ہے؟ یا اس کو لینے کا حق نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جزئیہ بالتصریح نظر سے نہیں گزرا، لیکن ایک دوسرا جزئیہ نقل کرتا ہوں جو کہ اس کی نظیر بن سکتا ہے، اس کے ذریعہ سے صورت مسئلہ کا حکم بھی معلوم ہو جائے گا، وہ یہ کہ: اگر کسی نے پیشگی نفقہ دے دیا اور عورت بعد میں مستحق نفقہ نہیں رہی تو اس کی واپسی کا حق نہیں: "ولا ترد النفقة والكسوة المعجلة بموت أو طلاق عجلها الزوج أو أبوه ولو قائمة، به يفتى ۱ھ"۔ در مختار۔ "ووجه أنها صلة لزوجه ولا رجوع فيما يهبه لزوجه، ۱ھ"۔ ردالمحتار: ۲/۱۰۲ (۱)۔

واپس لینا تو ظاہر ہے کہ رجوع ہے اور مہر میں محسوب کرنا بھی رجوع کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۰/۴/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۱/۴/۶۱۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۵/ربیع الثانی/۶۱ھ۔

مہر قسطوار اور نفقہ

سوال [۵۹۱۵]: زید نے زاہدہ بی بی کو نو ماہ کے حمل کی مدت میں اس کی بد اخلاقی کی بنا پر مجبور ہو کر طلاق دیدی، اس کا مہر دینے کے لئے تیار نہیں، لیکن زاہدہ کے میکے والے بہت زیادہ زور ڈال کر مہر یک مشت لینا چاہتے ہیں، لیکن زید اپنی غربت سے مجبور ہے۔ زید کی خانگی زندگی زاہدہ کی بد اخلاقی اور کمینگی کی بنا پر جہنم کا نمونہ بن گئی تھی۔ زید صرف ۱۲۰ روپے پر ایک جگہ ملازمت کرتا ہے، ایسی صورت میں اسے والد اور ایک غیر شادی شدہ بہن کا بھی خرچہ برداشت کرنا پڑ رہا ہے جس سے ایک مشت مہر دینے سے مجبور ہے، اس کی کوئی

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب النفقة، مطلب: لا تصیر النفقة ديناً إلا بالقضاء أو الرضا:

۵۹۶/۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب النفقة: ۱/۴۹۲، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب النفقة: ۳/۳۱۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

صورت بتائیں۔ نیز زید کا ایک لڑکا ڈیڑھ سال کا ہے، زاہدہ کے گھر والے وہ لڑکا بھی نہیں دے رہے ہیں۔
 طلاق کے بعد زاہدہ کو ایک لڑکی تولد ہوئی، اب وہ خورا کی دینے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ زید چاہتا ہے
 کہ لڑکا اس کے پاس رہے اور لڑکی کی خورا کی دیتا رہے تاکہ اس پر بار کم ہو جائے، مگر وہ لوگ تیار نہیں ہیں۔ از
 روئے شرع اس کا کیا حل ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شادی سے پہلے لڑکی کے اخلاق اور دینداری کی تحقیق کی ضرورت تھی، اس سے غفلت اختیار کی گئی جس
 کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ پھر طلاق دینے سے پہلے سوچنے کی ضرورت تھی کہ مہر کیسے ادا کیا جائے گا، نفقہ عدت کہاں
 سے دیا جائے گا، بچے کے خرچ کا انتظام کیا ہوگا، والدہ اور بہن کی ضرورت کس طرح پوری ہوگی، خود کیا کھائیں
 گے، بغیر انجام پر نظر کئے ہوئے قدم اٹھانے پر پشیمانی ہوتی ہے اور پریشانی بھی۔ بیوی کا مہر بہر حال واجب
 ہے (۱)، اس کو مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے اس کو قسطوار وصول کرنے پر راضی کیجئے، سنجیدہ با اثر آدمیوں کو درمیان
 میں ڈال کر ان کے ذریعہ معاملہ طے کرائیں۔ اگر تین طلاق نہ دی ہو بلکہ کم دی ہو تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہے،
 بشرطیکہ دونوں رضا مند ہوں (۲)۔

(۱) ”ویتأكد عند وطء أو خلوة صحت من الزوج، أو موت أحدهما“۔ (الدر المختار)۔ ”قولہ:
 ویتأكد: أي الواجب من العشرة أو الأكثر، وأفاد أن المهر يجب بنفس العقد، الخ“۔ (رد المحتار،
 کتاب النکاح، باب المهر: ۱۰۲/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر: ۲۵۱/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایۃ، کتاب النکاح، باب المهر: ۲/۲۲۳، ۲۲۴، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ،

کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۱/۲۷۲-۲۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل المطلقة: ۱۶۲/۳، دارالکتب

العلمیہ بیروت)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۲۲۰، ۲۲۱،

إمدادیہ ملتان)

اولاد کا نفقہ آپ کے ذمہ لازم ہے اگرچہ وہ اپنی والدہ کے پاس رہے (۱)۔ بچہ جب تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اپنی ضروریات: کھانا، پینا، پہننا، استنجاء وغیرہ خود کرنے لگے، زبردستی اس کو لینے کا آپ کو حق نہیں بلکہ حق پرورش اس کی والدہ ہی کو ہے۔ بچی کی پرورش کا بھی والدہ کو حق ہے جب تک بچی میں بلوغ کے آثار ظاہر نہ ہوں۔ اس کے بعد آپ لے سکتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۶/۹۰ھ۔

قسط وار مہر کے ساتھ زوج کی ہر چیز کا بیوی کی مالک ہونے کی شرط

سوال [۵۹۱۶]: ہندہ کا نکاح مہر مقرر کے ساتھ ہوا، اس کے ساتھ یہ شرط لگائی کہ کسی بھی شکل میں ہوزید کی ہر چیز کی مالک ہندہ ہوگی، زید نے اس شرط پر دستخط کر دیئے اور نکاح ہو گیا، گواہوں کے بھی اس پر دستخط ہیں۔ ہندہ کا مہر مبلغ ۵۰۰ روپے ہے، ڈھائی سو روپے عند الطلب اور ڈھائی سو روپے قسط کی شکل میں۔

(۱) ”قوله: ولطفله الفقير: أى تجب النفقة والسكنى والكسوة لولده الصغير، قيد بالطفل وهو الصبي حين يسقط من البطن إلى أن يحتلم ولذا عبر به؛ لأن البالغ لا تجب نفقته على أبيه“۔ (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۳۴۱، رشیدیہ)

(و كذا في تبیین الحقائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۳۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: الصغير المكتسب نفقته في كسبه الخ: ۳/۶۱۲، سعید)

درج بالا عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طفل صغیر کا نان و نفقہ باپ پر لازم ہے۔

(۲) ”والأم والجدّة أحق بالغلام حتى يستغنى، وقدر بسبع سنين. وقال القدوري: حتى يأكل وحده، ويشرب وحده، ويستنجى وحده. وقدره أبو بكر الرازي بتسع سنين، والفتوى على الأول. والأم والجدّة أحق بالجارية حتى تحيض. وفي نوادر هشام عن محمد رحمه الله تعالى: إذا بلغت حد الشهوة، فالأب أحق، الخ“۔ (الفتاوى العالمگیریہ، كتاب الطلاق، الباب السادس عشر في الحضانة: ۱/۵۴۲، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲/۲۸۷، رشیدیہ)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۳/۵۶۶، سعید)

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہر کیسے ادا کیا جائے اور ہندہ اپنے مہر کا مطالبہ کرتی ہے۔ اب اس کی تشریح کی جائے کہ آیا مہر ادا کیا جائے تو کس شکل پر ادا کیا جائے، جب کہ زید کی ہر چیز کی مالک خود ہندہ ہے؟ اور اگر مہر دینے سے گریز کیا جائے تو اس کے جواز کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرط کہ ”زید کی ہر چیز کی مالک ہندہ ہے“ اس سے وہ زید کی عمر بھر کی ملک میں آنے والی اشیاء کی مالک نہیں ہوگی، مہر کی ادائیگی بہر حال ضروری ہے کہ یہ ہندہ کا حق واجب ہے (۱) دونوں مشورہ کر کے قسطیں مقرر کر لیں کہ اتنے روپے ہر قسط پر دے دیئے جائیں، یکمشت ادا کرنے کے لئے موجود ہوں تو یکمشت ادا کر دیئے جائیں، ہر طرح درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: ہندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۹۲ھ۔

موروثی زمین کو مہر قرار دینا

سوال [۵۹۱]: زید نے ہندہ کو نکاح اور اس کے مہر میں ایک زمین دی جو اس کے ہاتھ میں ہے اور دراصل یہ زمین زمیندار کی ہے، اور وہ شخص سالانہ زمین دار کو خزانہ دیتا ہے اور اس کی پیداوار کا مالک زید رہتا ہے اور اس جگہ یہ بھی رواج ہے کہ اس قسم زمین کو رعایا لوگ ایک دوسرے کے ہاتھ میں فروخت کرواتے ہیں اور خریدار زمیندار کو بعد میں کچھ روپیہ نذرانہ دیتا ہے، زمیندار راضی ہو جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ

حرج، وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَحِيماً﴾ (سورة الأحزاب: ۵۰)

”فإنما قام مقامه للتراضی به، ثم عرف المهر فی العنایة بأنه اسم للمال الذی یجب فی عقد

النکاح علی الزوج فی مقابلة البضع، إما بالتسمیة أو بالعقد“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر:

۳/۱۰۰، سعید)

”ویصح النکاح ثم المهر واجب شرعاً إبانةً لشرف المحل، فلا یحتاج إلی ذکره

لصححة النکاح“۔ (الهدایة، کتاب النکاح، باب المہر: ۲/۳۲۳، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

زمین اس کی مہر میں ہندہ کے سپرد کرنا واجب ہے، یاد گیر مال سے اگر دوسرے مال سے ادا کرے تو کس قدر ادا کرے؟ بینوا تو جروا۔

بندہ: امتیاز الدین سلہٹی، متعلم مدرسہ مظاہر علوم، دارالطلبہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفس زمین کو مہر قرار دینا درست ہے، اگر زمیندار وہ زمین زید کو دیدے خواہ قیمتہ خواہ ہبۂ تب تو اس زمین کا دینا زید کے ذمہ واجب ہے، ورنہ اس زمین کی قیمت واجب ہوگی:

”وإذا تزوجها على هذا العبد وهو ملك الغير، أو على هذا الدار وهي ملك الغير، فالنكاح جائز والتسمية صحيحة، فبعد ذلك ينظر إن أجاز صاحب الدار أو صاحب العبد ذلك، فلها عين المسمى. وإن لم يُجز المسمى لا يبطل النكاح ولا التسمية حتى لا يجب مهر المثل، وإنما تجب قيمة المسمى، كذا في المحيط“. فتاویٰ عالمگیری (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

لیکن حق موروثیت شرعاً کوئی چیز نہیں، لہذا اس حق کو مہر قرار دینا درست نہیں۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/۵۵ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/۵۵ھ۔

مہر میں بیوی کو جائیداد اور قبرستان دینا

سوال [۵۹۱۸]: زید نے شادی کی، بچے ہوئے اور تقریباً ۲۰/ برس بعد زید نے اپنے باپ کی

جائیداد اپنی بیوی کو مہر میں ہبہ کر دی حالانکہ مہر بہت کم ہے اور جائیداد بہت بڑی ہے۔ اس جائیداد میں ایک بڑا قبرستان بھی شامل ہے۔ تو مہر کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر ہے یا نہیں؟ زید کی عمر اب نوے برس کی ہے، زید کے انتقال کے بعد قبرستان کاشت ہونے اور باغ کٹ جانے کا قوی خطرہ ہے۔ اس صورت میں مہر ادا ہو گیا یا نہیں، اور اس ہبہ کرنے سے مہر ادا ہو گیا کہ نہیں؟ فقط۔

ڈاکٹر عبداللطیف، سرالہ نگر، ضلع گونڈہ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب السابع فی المہر، الفصل الأول: ۱/۳۰۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، المہر، نوع منه فی بیان ما یصلح مہراً الخ: ۸۷/۳، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کے والد زندہ ہیں تو ان کی جائیداد میں کوئی تصرف بغیر ان کی اجازت کے زید کے لئے جائز نہیں (۱)۔ اگر والد کا انتقال ہو کر تنہا زید وارث و مالک ہو چکا ہے تو وہ جائیداد خود زید کی ہے اس کے والد کی نہیں رہی، زید کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہے (۲)۔ اگر زید کا مقصد بعوض مہر بیوی کو دے دینے سے کسی شرعی مستحق کو محروم کرنا نہیں ہے تو یہ بھی درست ہے (۳)، اور جس قدر مقرر کیا تھا، اگر اس سے زائد دے دے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ مہر جب چاہے ادا کر سکتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ طلاق یا موت کے وقت ہی ادا کیا جائے بلکہ جس قدر جلد ادا کرے بہتر ہے۔ بیوی اپنے حق سے کم یا زائد جتنے میں رضا مند ہو جائے اس کو حق ہے اور اس سے مہر ادا ہو جائے گا، وہ بخوشی کل ہی معاف کر دے تو کل ہی معاف ہو جائے گا (۴)۔

قبرستان اگر وقف ہے تو وہ کسی کی ملکیت نہیں، مہر میں دینا بھی درست نہیں، اور اس سے وہ بیوی کی ملک نہیں ہوگا، بلکہ بدستور قبرستان ہی رہے گا (۵)۔ اگر وہ وقف نہیں بلکہ مملوک ہے تو اس کو مہر میں دینا بھی

(۱) "لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه، الخ"۔ (الدر المختار، کتاب الغصب، مطلب في ما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح: ۲۰۰/۶، سعید)

(و کذا في شرح المجلة، (رقم المادة: ۹۶)، ص: ۶۱، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۲) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء. الخ"۔ (شرح المجلة، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران الفصل الأول، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا في رد المحتار، مسائل شتى، مطلب: اقتسموا داراً و أراد كل منهم فتح باب لهم: ۴۴۸/۶، سعید)

(۳) "عن أبي يوسف رحمه الله تعالى: لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار"۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ، الباب السادس في الهبة للصغير: ۳۹۱/۴، رشیدیہ)

(و کذا في رد المحتار، مطلب مهم في قول الواقف: على الفريضة الشرعية: ۴۴۴/۴، سعید)

(۴) "وصح حطها لکله أو بعضه عنه"۔ (الدر المختار، باب المہر، مطلب في حط المہر والإبراء منه: ۱۱۳/۳، سعید)

(و کذا في البحر الرائق، باب المہر: ۲۶۳/۳، رشیدیہ)

(۵) "(الوقف) لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن"۔ (الدر المختار)۔ "(قوله: لا يملك): أي لا يكون مملوكاً لصاحبه، ولا يملك: أي لا يقبل التملك لغيره بالبيع. الخ"۔ (الدر المختار مع =

درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس زمین کا مہر میں وعدہ کیا جائے اس کا دینا ضروری ہے

سوال [۵۹۱۹]: ایک بیوہ ہے جس کے تین جیٹھ دیور موجود ہیں، نکاح کرنے کے لئے بڑی کوشش کرتے رہے مگر اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا۔ اتفاق سے اس کے نام ایک چوتھائی حصہ زمین کا چڑھ گیا اور وہ زمین کے فروخت کی کوشش میں لگی۔ جیٹھ دیور کو جب معلوم ہوا تو پھر بہت نکاح کی کوشش کی، اس نے بڑی مشکل سے نکاح کو کہا اور یہ بھی کہا کہ نکاح میرا نہیں ہوتا، یہ تو زمین کا نکاح ہوتا ہے، مگر شریعت سے اس کو زمین کا حق نہیں پہونچتا، فقط اس کے ایک لڑکی ہے، مگر ان جیٹھ دیوروں نے وعدہ کیا کہ ہم تجھے پندرہ بیگہ زمین مہر میں دیں گے تو وہ اپنے بڑے جیٹھ سے نکاح کے لئے رضا مند ہو گئی اور نکاح ہو گیا۔ اب اس کو زمین دیں یا نہ دیں؟ قبضے کا وعدہ کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر میں جتنی زمین مقرر کی گئی ہے، وہ بھی اس کا حق ہے اس کو دینا لازم ہے، ورنہ اس کا وبال سخت ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۱ھ۔

= رد المحتار، کتاب الوقف، مطلب مهم: فرق أبو یوسف بین قوله: موقوفہ، وقوله: فموقوفہ علی فلان: ۳۵۲/۴، سعید

(و کذا فی الهدایۃ، کتاب الوقف: ۲/۶۳۷، مکتبہ شرکتہ علمیۃ ملتان)

(۱) ”کل یتصرف فی ملکہ کیف شاء. الخ.“ (شرح المجلة، الباب الثالث فی المسائل المتعلقة

بالحیطان والجیران الفصل الأول، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار، مسائل شتی، مطلب: اقتسموا داراً و أراد کل منهم فتح باب لهم: ۲/۴۴۸ سعید)

(۲) ”تنبیہ: حاصل هذه المسألة أن المسمى إذا كان من غیر النقود بأن كان عرضاً أو حیواناً، إما أن =

زمین کے بدلہ میں شادی

سوال [۵۹۲۰]: ایک شخص نے اس طرح زمین لی ہے کہ اس کی ایک لڑکی تھی، اس نے اس کی شادی کر دی اور بدلے میں زمین لی، اب اس شخص کے پوتے پڑتے ہیں، ان کے واسطے اس زمین کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ زمین رشوت کے حکم میں ہے، اس کی واپسی لازم ہے، اس کی آمدنی خود نہ وصول کریں بلکہ جس کی تھی اس کو یا اس کے ورثہ کو واپس کر دیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/رمضان/۶۶ھ۔

بیوی کے علاج میں مہر کا روپیہ

سوال [۵۹۲۱]: نعیم الحق کی بیوی کا مہر دو ہزار روپیہ ہے، بیوی کو ٹی بی کا مرض ہے، تو نعیم الحق کا جو روپیہ بیوی کے علاج میں خرچ ہوا وہ مہر میں محسوب ہوگا یا نہیں؟

= یكون معیناً بإشارة أو إضافة، فيجب بعينه. الخ. (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: في أحكام الخلوة: ۱۲۹/۳، سعید)

”المهر: هو كل مال متقوم معلوم مقدور على تسليمه، فيصح كون المهر ذهباً أو فضةً ويصح مكيلاً أو موزوناً، حيواناً أو عقاراً. الخ.“ (الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل السادس، آثار الزواج، المبحث الأول، ثالثاً: شروط المهر أو ما يصلح أن يكون مهرًا الخ: ۶۷۸/۹، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، باب المهر: ۸۵/۳، إدارة القرآن كراچی)

(۱) ”أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترد؛ لأنه رشوة.“ (الدر المختار، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۱۵۶/۳، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۳۲۷/۱، رشیدیہ)

(و كذا في البزازیة على هامش الفتاوى العالمكيرية، الثاني عشر في المهر: ۱۳۶/۲، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا کہ تمہارا علاج تمہارے مہر کے روپیہ سے کروں، اور اس نے اجازت دیدی تب تو مہر صورت مسئلہ میں شوہر کے ذمہ باقی نہیں رہا، ورنہ جتنا روپیہ خرچ کیا وہ تبرع اور احسان تھا جو اب مہر میں محسوب نہ ہوگا: ”کما لا يلزمها مداواتها، اه: أى إتيانها لها بدواء المرض و لا أجرة الطبيب و لا الفصد، اه.“ رد المحتار: ۲/ ۶۴۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

زوجہ اگر مہر وصول نہ کرے تو زوج کس طرح ادا کرے

سوال [۵۹۲۲]: مسماۃ ہندہ کو طلاق لئے ہوئے دو برس ہو چکے ہیں، دین مہر نہ وہ لیتی ہے اور نہ ہی صاف الفاظ میں منع کرتی ہے، بلکہ یہ کہہ دیتی ہے کہ میں اپنا بدلہ آخرت میں لوں گی۔ زید دین مہر سے اپنی زندگی میں سبکدوش ہونا چاہتا ہے اور ہندہ سے بار بار لجاجت کرتا ہے کہ کسی طرح وہ اپنا قرض وصول کر لے۔ چنانچہ بذریعہ ڈاک بیمہ رقم دین مہر زید نے ہندہ کو پہونچا دی، مگر ہندہ نے اپنی کسی مصلحت کی بنا پر رقم ارسال کردہ بیمہ واپس کر دی کہ مجھے تمہارے اس روپے کی ضرورت نہیں، میں اپنا بدلہ خدا کے یہاں آخرت میں لوں گی۔ اس اثناء میں زید نے مصالحت کرنے کی کئی ایک بار کوشش کی مگر مسماۃ ہندہ کے عزیز و اقرباء نے مزاحمت کی اور زید کو مالی و جسمانی نقصان پہونچانے کے درپے ہو گئے۔

ہندہ کا اپنا قرض دنیا میں وصول نہ کرنا حالانکہ زید نے بذریعہ ڈاک رقم دین مہر ہندہ کو پہونچا دی، مگر اس نے واپس کر دی اور قرض خواہ کا یہ کہنا کہ میں تو آخرت میں بدلہ لوں گی شرع شریف میں اس کا کیا حکم ہے؟ اگر مقروض رقم دین مہر عند الطلب ادا کرنے سے انکار کرتا تو وہ قصور وار تھا اور قرض خواہ یہ کہنے کی حقدار تھی کہ میں آخرت میں بدلہ لوں گی، لیکن یہاں تو معاملہ دگرگوں ہے، ہندہ کے بغیر طلب کے زید کے ذمہ رقم مہر جائز طریقہ

(۱) (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: لا تجب علی الأب نفقة زوجة ابنه الصغير:

۵۷۳/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول:

۵۴۹/۱، رشیدیہ)

سے ہندہ تک پہنچانے کا حق ہے، زید پہنچا دیتا ہے، وصول کرنا یا نہ کرنا یہ ہندہ کا فعل ہے، وجہ خواہ کچھ بھی ہو مگر زید نے حق ادا کرنے کی پوری کوشش دنیا میں کر لی۔

جواب طلب یہ امر ہے کہ کیا زید عند اللہ بری الذمہ ہو سکتا ہے اور آخرت میں یہ صورت بخشش یا ہبہ کی ہو سکتی ہے یا نہیں ہندہ کا رقم مہر چھوڑنا حالانکہ زید ادا کرنا چاہتا ہے، کیا یہ صورت ﴿إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ﴾ کے تحت آ سکتی ہے یا نہیں؟

نیاز مند: ڈاکٹر عبدالغنی غفرلہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ دین مہر کو معاف نہیں کرتی اور وصول بھی نہیں کرتی تو زید کو چاہئے کہ مہر کی رقم ہندہ کے سامنے اس طرح رکھ دے کہ اگر وہ ہاتھ بڑھا کر اٹھانا چاہے تو اٹھالے اور اس کے بعد ہندہ کو اختیار ہے خواہ اٹھائے خواہ نہ اٹھائے، اس طرح اس کے سامنے رکھ دینے سے زید بری ہو جائے گا اور آخرت کا بار اس کے ذمہ نہیں ہوگا اور محض وصول کرنے سے انکار کی وجہ سے معافی نہ ہوگی:

”التخلية رفع الموانع بأن يضع المال بين يدي المولى بحيث لو مَدَّ يده أخذه، فحينئذ يحكم القاضي بأن قبضه، وكذا في ثمن المبيع وبدل الإجارة وسائر الحقوق، اهـ“۔ رد المحتار: ۳/۹۰ (۱)۔

اگر ہندہ کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنا دین مہر دنیا میں معاف کر دیا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب لوں گی تو مہر معاف ہو گیا۔ اور اگر یہ مطلب نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ دنیا میں وصول نہیں کرتی تاکہ شوہر کے ذمہ آخرت کا وبال باقی رہے تو معاف نہیں ہوا۔ طریقہ مذکورہ سے ادا کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۵/۵۵ھ۔
الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۵/۵۵ھ۔

(۱) (رد المحتار، کتاب العتق، باب العتق علی جعل: ۳/۶۷۶، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق کتاب العتق، باب العتق علی جعل: ۴/۴۳۴، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب العتق علی جعل: ۲/۳۰۷، دار المعرفۃ بیروت)

مہر بیوی کے سامنے رکھنے سے ادا ہوگا یا نہیں؟

سوال [۵۹۲۳]: قمرالدین کے یہاں ایک لڑکا دوسری لڑکی تھی، لڑکی کی شادی کرنے کے بعد سامان جہیز دے کر رخصت کیا۔ محمد عمر کی شادی قمرالدین نے کی لیکن بچپن میں ہی عمر کی بیوی کا انتقال ہوا۔ قمرالدین کے انتقال کے بعد محمد عمر کا نکاح ماموں صاحب نے کیا، اس بیوی کے دو بچے پیدا ہوئے لڑکی کا انتقال ہو گیا لڑکا حیات ہے، لیکن چار سال کا تھا کہ اس کے والد محمد عمر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی پھوپھی مع سامان کے لڑکے اصغر کو اپنے گھر لے گئی اور پرورش کرنے پر اپنی پوتی سے نکاح کر دیا اور پانچ چار سال لڑکی نکاح میں رہی۔

اس کے بعد لڑکی کے باپ نے کچھ تہمت یا الزامات لگا کر لڑکی کو آزاد یا طلاق حاصل کر لی ہے، لیکن بیوی کی زبانی معلوم ہوا کہ جو مہر بندی تھی وہ لڑکی کے سامنے رکھا تو لڑکی نے بخوشی واپس لوٹا کر معاف کر دیا۔ اور اب رہا سامان و مکانات کا معاملہ یہ ہے کہ قمرالدین اور فرزند محمد عمر کی یہ میراث تھی، لیکن حیات اصغر کو پھوپھی صاحبہ تمام سامان گھر کا لے کر اپنے سسرال چلی گئی اور مکان مسجد کو دیدیا، جبکہ اصغر جوان ہو گیا تھا اور اس شرط پر دیا کہ میراث ہے، تم بھی اپنا حق دو۔ اب مکان میں اور سامان میں وہ حق دار ہے یا نہیں؟ اگر حق دار ہے تو وہ اپنا سامان پھوپھی سے لے سکتا ہے اور مکان بھی لے سکتا ہے؟ آیا پھوپھی کو بھی کوئی کچھ حق پہنچے گا یا نہیں؟ اگر پہنچے تو اس کا طریقہ تقسیم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہر نے مہر کا روپیہ ادا کرنے کے لیے بیوی کے سامنے رکھ دیا اور بیوی نے بخوشی وہ روپیہ شوہر کو دیدیا اور دونوں کو اس کا اقرار ہے تو مہر ادا ہو گیا (۱)۔ قمرالدین کے انتقال پر لڑکی اور لڑکا محمد عمر دونوں وارث ہیں

(۱) ”التخلية رفع الموانع بأن يضع المال بين يدي المولى بحيث لو مَدَّ يده أخذه، فحينئذٍ يحكم القاضى بأنه قبضه، وكذا في ثمن المبيع وبدل الإجارة وسائر الحقوق“۔ (رد المحتار، كتاب العتق، باب العتق على جعل: ۶/۳، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب العتق، باب العتق على جعل: ۴/۳۳۴، رشیدیہ)

(و كذا في حاشية الطحطاوى على الدر المختار، باب العتق على جعل: ۲/۳۰۷، دار المعرفة بيروت)

لڑکی کا اکہرا حصہ ہے اور لڑکے محمد عمر کا دوہرا حصہ ہے، محمد عمر کے انتقال پر اسی شرح کے ساتھ لڑکا (اصغر) لڑکی دونوں وارث ہیں (۱)۔ پھوپھی کو قمر الدین کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا، وہ اس میں حق دار نہیں اگرچہ اپنے والد کے ترکہ میں حق دار ہے (۲)۔ پھوپھی صاحبہ نے بچے کی پرورش کی، بہت اچھا کیا، ان کو اجر ملے گا، لیکن قمر الدین اور محمد عمر کی متروکہ جائیداد، روپیہ، مکان، سامان کسی چیز میں بھی ان کو تصرف مالکانہ کرنے کا حق نہیں (۳)، محض ان کے مکان مسجد میں دینے سے وہ مکان مسجد کا نہیں ہوا، ہاں! اگر اصغر نے بالغ ہونے کے بعد بخوشی مسجد میں دیا ہے تو وہ مسجد کا ہو گیا۔

اصغر کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے باپ دادا کا پورا سامان پھوپھی صاحبہ سے واپس لے لے مگر چونکہ پھوپھی صاحبہ نے ان کی پرورش کی، شادی کی، اس لئے ان کے احسان کو فراموش نہیں کرنا چاہئے (۴)، ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی سے پیش آئے اور اپنی وسعت کے موافق مالی خدمت بھی کرتا رہے، ویسے بھی پھوپھی صاحبہ کا رشتہ ایسا ہے کہ ان کی خدمت کرتے رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۸۹ھ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي﴾ (النساء: ۱۱)

”وَأَمَّا بَنَاتُ الصُّلْبِ فَأَحْوَالُ ثَلَاثَ..... وَمَعَ الْبَنِ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِي، وَهُوَ يَعْصِبُهُنَّ“.

(السراجی، ص: ۷، سعید)

(۲) ”وَذَوُو الْأَرْحَامِ أَصْنَافُ أَرْبَعَةٍ..... وَالصَّنْفُ الرَّابِعُ يَنْتَمِي إِلَى جَدِّ الْمَيِّتِ أَوْ جَدَّتِيهِ وَهُمْ

الْعَمَاتُ وَالْأَعْمَامُ وَأُم..... اهـ“ (السراجی، ص: ۳۸، سعید)

”ثُمَّ يَقْسَمُ الْبَاقِي بَيْنَ وَرَثَتِهِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ، فَيَبْدَأُ بِأَصْحَابِ الْفَرَائِضِ وَهُمْ الَّذِينَ

لَهُمْ سَهَامٌ مَقْدُورَةٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى، ثُمَّ الْعَصَبَاتُ..... ثُمَّ ذَوُو الْأَرْحَامِ“ (السراجی، ص: ۳، سعید)

(۳) ”لَا يَجُوزُ التَّصَرُّفُ فِي مَالٍ غَيْرِهِ بِلَا إِذْنِهِ“ (الدر المختار، کتاب الغصب: ۲۰۰/۶، سعید)

(و كذا في شرح المجلة، (المادة: ۹۶): ۶۱/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۴) قال اللہ تعالیٰ: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن: ۶۰)

بدلِ مہر دینے کے بعد زوجہ کا حق باقی ہے یا نہیں؟

سوال [۵۹۲۴]: نور خان اپنی عورت نذرین کو کسی وجہ سے برادری کے پانچ آدمیوں کے سامنے شریعت کے مطابق چھ سال پہلے طلاق دے چکا ہے اور مہر ساڑھے بتیس روپے کا تھا۔ بتیس روپے کے بجائے اس نے مہر میں ۸۵/رتی چاندی کا زیور ادا کر دیا تھا۔ اب میرے خلاف خرچہ بندھوانے کے لئے چھ سال کے بعد عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا ہے۔ آپ حضرات سے میری گزارش ہے کہ شریعت کے مطابق مجھے خرچہ دینے کا حق ہے یا نہیں؟ اگر شریعت کے مطابق مجھے خرچہ دینے کا حق نہیں ہے تو آپ کے یہاں کی سند کی ضرورت ہے۔ فتویٰ بھیجنے کی جلدی سے مہربانی کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ آپ نے مہر کے عوض ۸۵/رتی چاندی کا زیور دیا اور اس نے قبول کر لیا تو آپ بری الذمہ ہو گئے، اب آپ پر دعویٰ کرنا غلط ہے، آپ کے ذمہ کچھ لازم نہیں (۱)۔ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے جو پونے تین تولے کے قریب ہے (۲)۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۷/۱۴۰۶ھ۔

بیوی سامان لے کر چلی گئی تو کیا مہر ادا ہوا؟

سوال [۵۹۲۵]: میری بیوی کو اس کا بھائی سکھا کر یکم جولائی ۱۹۶۷ء کو میری عدم موجودگی میں میری اجازت کے بغیر گھر سے لے گیا، یہ دونوں اپنے ہمراہ سولہ سو روپے کے زیورات اور سوا سو روپے کی

(۱) ”ومن بعث إلى امرأته شيئاً فقالت: هو هدية، وقال: هو من المهر، فالقول له في غير المهر للأكل“.

(کنز الدقائق، کتاب النکاح، باب المہر، ص: ۱۰۷، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۲/۲۶۳، ۲۶۴، رشیدیہ)

(۲) ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”ولا مهر أقل من عشرة“.

(إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۸۱/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب السابع فی المہر، الباب الأول: ۳۰۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب المہر: ۱۰۱/۳، سعید)

گھڑی اور پانچ صد روپے نقد لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب میں بریلی بیوی کو لینے گیا اور سرور وغیرہ سے بھیجنے کی بابت بات ہوئی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ان کی نیت ان سب چیزوں کو رکھنے کی تھی، اور ساتھ ہی مہر جو کہ معجل ہے ان کے وصول کی فکر ہے، جب کہ میری طرف سے نان و نفقہ و دیگر ضروریات زندگی کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔

ان حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اور اگر بذریعہ عدالت مہروں کا مطالبہ ہو تو مجھے دینا واجب ہے کہ نہیں جب کہ مہر کی مقدار آٹھ ہزار روپیہ ہے۔ ادائیگی میری استطاعت سے باہر ہے اور شادی کے بعد سے اب تک میری بیوی نے من مانی کی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہر معجل وصول کرنے کا اس کو حق ہے، آپ کا جو جو سامان گھڑی زیور اور نقد اس نے بغیر آپ کی اجازت کے لیا ہے، آپ اس سے واپس لے سکتے ہیں اور مہر میں محسوب کر سکتے ہیں۔ آپ اس کو سمجھا کر نرمی اور محبت سے اپنے مکان پر بلا لیں، حسن اخلاق کا معاملہ کریں تو انشاء اللہ حالات میں تغیر پیدا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۷ھ۔

مہر اپنے والد کے قرض میں وصول کرنا

سوال [۵۹۲۶]: دوران نکاح کی بات چیت کے وقت لڑکی کے والد نے گیارہ سو پچاس روپے بطور قرض لئے تھے، وہ روپے مہر میں کسی شکل سے ادا ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ مہر مبلغ ایک ہزار روپے ہے۔

(۱) ”إن لم يؤجل أو يعجل كله فكما شرط؛ لأن الصريح يفوق الدلالة، إلا إذا جهل الأجل جهالةً فاحشةً، فيجب حالاً، غايةً“۔ (الدر المختار، باب المہر، مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المہر: ۱۲۴/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب المہر: ۳/۳۰۹، ۳۱۰، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی کے والد نے جو روپیہ لڑکے سے قرض لیا ہے اس کو مہر میں شمار کر لینا درست ہے جب کہ اس پر لڑکی راضی ہو کہ شوہر کو مہر سے بری کرتی ہے اور مہر اپنے والد سے وصول کرے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۹۱ھ۔

نا قابل جماع عورت کا نکاح و مہر

سوال [۵۹۲۷]: زید نے ایک عورت سے شادی کی، اس عورت کو جب اپنے گھر لایا تو اس میں کوئی علامت عورت ہونے کی نہیں پائی یعنی پستان بالکل نہیں، ایام ماہواری تیس سال کی عمر تک نہیں ہوئے، جائے مخصوص اس طریق پر واقع ہوئی ہے: "o" جس سے مجامعت نہیں ہو سکتی اور اس مقام پر ہڈی ہے، جو قابل آپریشن نہیں ہے۔ اب اس عورت کے والدین اس عورت کا علاج کر رہے ہیں اور اس کی کوشش ہے کہ جائے مخصوص صحبت کے قابل ہو جائے، مگر عرصہ دس ماہ گزرا آرام نہیں ہوا۔

پھر اگر جائے مخصوص قابل جماع ہو جائے تو مجامعت جائز ہوگی؟ جب کہ ڈاکٹر فی کھتی ہے کہ اس سے اولاد نہ ہوگی۔ جائے مخصوص میں چوں کہ دواء کا استعمال ہو رہا ہے، اس کی رگڑ سے کچھ خون آ جاتا ہے جس کا کوئی وقت معین نہیں، کیا وہ دھبہ ایام ماہواری میں شمار ہو سکتا ہے اور اس صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے اور ایسی جگہ مرد اپنی خواہش پوری کر سکتا ہے؟ اور اس صورت میں عقد جائز ہے یا نہیں اور مہر کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں اگر معاینہ کے بعد وہ عورت مرد کی مجامعت کے قابل ہو جائے تو مرد کو اس سے صحبت درست ہوگی، اولاد ہونے کی توقع ہو یا نہ ہو۔ نکاح کی غایت جیسے تو والد و تناسل ہے اسی طرح حرام سے بچنا اور عفت سے رہنا بھی ہے۔ اور اس وقت بھی مہر پورا واجب ہوگا اور جو خون آتا ہے، اگر وہ دوا یا رگڑ وغیرہ کی

(۱) "وإذا زوج ابنه الصغير امرأة وضمن عنه المهر، وكان ذلك في صحته، جاز إذا قبلت المرأة الضمان ثم للمرأة أن تطالب الولي بالمهر، وليس لها أن تطالب الزوج. الخ." (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب النکاح، باب المہر، الفصل الرابع عشر فی ضمان المہر: ۳۲۶/۱، رشیدیہ)

وجہ سے آتا ہے تو اس کو حیض نہیں کہا جائے گا اور اگر بلا رگڑ ہی آتا ہے اور اقل مدت حیض تک پہنچ جاتا ہے تو اس کو حیض کہا جائے گا۔ اور جب تک معالجہ کے بعد صحبت کے قابل نہ ہو تو اس کے ساتھ تنہائی خلوت صحیحہ شمار نہ ہوگی لہذا اگر ایسی حالت میں مرد طلاق دے گا تو پورا مہر واجب نہ ہوگا، بلکہ نصف مہر واجب ہوگا:

”ووجب نصفه (أى نصف المهر) بطلاق قبل وطئ أو خلوة“۔ درمختار:

۵۱۲/۲ (۱)۔ ”ومن الموانع لصحة الخلوة أن تكون المرأة رتقاء أو قرناء أو عقلاء أو شعراء، كذا في التبيين“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۳۱۵/۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۵۴/۱/۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۵۴/۱/۱۳ھ۔

خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں مہر وغیرہ

سوال [۵۹۲۸]: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا دونوں میں تنہائی یعنی صحبت نہیں ہوئی تھی کہ طلاق کی نوبت آگئی۔ کیا پورا مہر لینے کی حق دار ہے؟ اور زید نے بوقت نکاح جو زیور دیئے تھے، اس کی واپسی کا کیا حکم ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا (۳)، جو زیور وغیرہ شوہر کی طرف سے بیوی کو تملیکاً دیا گیا ہے، یا

(۱) (الدر المختار، باب المہر: ۱۰۴/۳، سعید)

(و کذا فی ملتقى الأبحر علی هامش مجمع الأنهر، باب المہر: ۳۴۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الهدایة، باب المہر: ۳۲۶/۲، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السابع فی المہر، الفصل الثانی: ۳۰۵/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب المہر: ۵۴۸/۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، باب المہر: ۲۶۷/۳، رشیدیہ)

(۳) ”ولزم نصفه: أى المسمى بالطلاق قبل الدخول وقبل الخلوة الصحيحة“۔ (مجمع الأنهر، باب

المہر: ۳۴۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الهدایة، باب المہر: ۳۲۴/۲، شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الدر المختار، باب المہر: ۱۰۴/۳، سعید)

بیوی کے والدین نے جو کچھ داماد کو تملیک دیا ہے اس کی واپسی نہیں ہوگی، بلکہ جو کچھ جس کو دیا گیا ہے اسی کا ہوگا۔ لڑکی کے والدین نے جو کچھ سامان اپنی لڑکی کو دیا ہے وہ لڑکی کا ہے، شوہر اس کو لینے کا حقدار نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۸۷ھ۔

رتقاء اور عنین کی خلوت سے وجوب مہر کا حکم

سوال [۵۹۲۹]: ہندہ کی عمر ۲۰/۲۲ سال ہے، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ خلوت کے قابل

نہیں، شرمگاہ بند ہے، بغیر آپریشن کے قابل جماع نہیں، ایسی صورت میں شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا یا پورا؟

۲..... اس کا نفقہ کس پر واجب ہوگا؟

۳..... اگر شوہر ہی قابل جماع نہ ہو تو پھر نفقہ کس پر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر شرمگاہ کا سوراخ اس قدر تنگ ہو کہ اس میں جماع نہیں کیا جاسکتا، خواہ ہڈی کی وجہ سے یا

غدد کی وجہ سے تو ایسی عورت کے ساتھ خلوت کرنے سے پورا مہر لازم نہیں ہوگا، بلکہ نصف مہر لازم ہوگا (۲)۔

(۱) ”لو جهز ابنته وسلمه إليها ليس له في الاستحسان استرداد منها، وعليه الفتوى..... وإذا

بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه، أراد أن يسترد من المرأة

الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك، كذا في فصول العمادية“۔ (الفتاوى

العالمكيرية، باب المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/۳۲۷، رشیدیہ)

(و كذا في التاتارخانية، باب المهر، نوع منه: اختلاف الزوجين في المهر: ۳/۱۲۶، ۱۲۷، إدارة

القرآن کراچی)

(۲) ”ويجب نصفه بطلاق قبل وطء أو خلوة. الخ“۔ (الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۴، سعید)

(و كذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۱/۳۳۶، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(و كذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳/۲۵۳، رشیدیہ)

۲..... جبکہ وہ شوہر کے مکان پر رہے گی تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا (۱)۔

۳..... اگر شوہر بھی جماع پر قادر نہیں خواہ حیض ہونے کی وجہ سے یا مریض ہونے کی وجہ سے تب بھی

اس پر خلوت سے پورا مہر لازم نہیں ہوگا، بلکہ نصف مہر لازم ہوگا:

”والخلوة بلامرض أحدهما خلوة كالوطأ، وأشار بالمرض إلى المانع الحسی،

وصححه بعدم الفرق بين مرضه ومرضها“. البحر: ۱۵۳/۳ (۲)۔

اگر شوہر نامرد ہے تو اس کی خلوت معتبر ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عثیٰ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۸۹ھ۔

طلاق کے بعد مہر اور شوہر کے دیئے ہوئے زیور کا حکم

سوال [۵۹۳۰]: زوج نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی، اب اس کے پاس جو زیور نقرئی یا طلائی شوہر کی

طرف سے دیا ہوا موجود ہے، اس کا حقدار شرعاً کون ہے؟ دوم یہ کہ عورت نے شوہر کو ایک عورت کے سامنے اپنے

مہر اللہ واسطے معاف کر دئے تھے، اس صورت میں وہ معاف ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ زیور شوہر کی طرف سے عورت کو تملیکاً دیا گیا تھا تو وہ عورت کا ہے اور اگر عاریۃً دیا گیا تھا تو وہ

عورت کا نہیں ہے بلکہ شوہر کا ہے۔ اور اگر دیتے وقت کوئی تصریح تملیک یا عاریت کی نہیں کی گئی تھی تو رواج اور

عرف کا اعتبار ہوگا، اگر رواج تملیک کا ہے تو وہ زیور عورت کا ہے، اگر رواج عاریت کا ہے تو شوہر کا، اگر رواج

دونوں طرح کا ہے اور گواہ عورت کے پاس تملیک کے موجود نہیں تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، کذا فی

(۱) ”ومفهومہ أنها إن كانت فی بیتہ، فلها النفقة..... وحاصله أن المنقول فی ظاهر الرواية وجوب

النفقة للمریض، سواء كان قبل النقلة أو بعدها، وسواء كان یمكنه جماعها أو لا. الخ“۔ (البحر الرائق،

باب النفقة: ۳۰۷/۳، ۳۰۸، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب النفقة: ۴۹۰/۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السابع عشر فی النفقات، الفصل الأول: ۵۳۶/۱، رشیدیہ)

(۲) (البحر الرائق، باب المہر: ۲۶۷/۳، رشیدیہ)

الفتاویٰ العالمکیریۃ، ص: ۳۴۰ (۱) ردالمحتار: ۵۶۱/۲ (۲)۔

اگر عورت کہتی ہے کہ مہر میں معاف کر چکی ہوں یا اس پر گواہ موجود ہوں گواہ ہی ہو تو وہ مہر دینا
معاف ہو گیا اور قضاء معاف ہونے کے لئے عورت کا اقرار، یا دو عادل مرد، یا ایک عادل مرد اور دو عورتیں گواہ
ضروری ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۲/۱۲/۵۳ھ۔
صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ذی الحجہ/۵۳ھ۔

نکاح اور مہر سے متعلق آٹھ سوالات

چار ماہ کی حاملہ سے عقد نکاح

سوال [۵۹۳۱]: زید کا نکاح نجمہ کے ساتھ ہوا، عقد کے دو ماہ بعد معلوم ہوا کہ نجمہ حاملہ ہے، لیڈیز

(۱) ”وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند رفاقها منها ديباج فلما زُفَّت إليه أراد أن يسترد من المرأة، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك جهز زوجها ثم زعم أن الذي دفعه إليها ماله، وكان على وجه العارية عندها، وقالت: هو ملكي جهزتنى به، أو قال الزوج ذلك بعد موتها وقال في الواقعات إن كان العرف ظاهراً بمثله في الجهاز كما في ديارنا فالقول قول الزوج الخ.“ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۳۲۷/۱، رشیدیہ)

(۲) ”و لو بعث إلى امرأته شيئاً ولم يذكر جهته عند الدفع غير جهة المهر كقوله: شمع أو حناء، ثم قال: إنه من المهر، لم يقبل، قنية، لوقوعه هدية، فلا ينقلب مهراً (فقالت: هو): أي المبعوث هدية، وقال: هو من المهر أو من الكسوة أو عارية، فالقول له بيمينه، الخ.“ (الدر المختار، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ۱۵۱/۳، سعید)

(و كذا في الهداية، باب المهر: ۳۳۷/۲، مكتبه شركة علمیه ملتان)

(و كذا في فتح القدير، باب المهر: ۳۷۹/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) ”وماسوى ذلك من الحقوق، يقبل فيها شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالا أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والعتاق والوكالة والوصية.“ (الهداية، كتاب الشهادات: ۱۵۳/۳، ۱۵۴، إمدادیه ملتان)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۱۰۴/۷، رشیدیہ)

ڈاکٹر کے معائنہ سے بھی یہ ثابت ہو گیا۔ اس وقت نجمہ کو چھ ماہ کا حمل ہے، یعنی بوقت عقد نجمہ کو چار ماہ کا حمل تھا۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (کامل) کتب خانہ امدادیہ دیوبند، حصہ سوم و چہارم کے کتاب النکاح، فصل فی المحرمات (۱)، امداد المفتین، ص: ۱۲۸، سوال نمبر: ۲۳۷، ۳۷۴ (۲)، کے مطابق زید کا نکاح نجمہ کے ساتھ ہو گیا، لیکن زید کو نجمہ سے وضع حمل تک وطی نہ کرنی چاہیے۔ لہذا دریافت طلب امور یہ ہیں:

حاملہ منکوحہ سے وطی اور مہر

سوال [۵۹۳۲]: زید نے اس بات کے ظاہر ہونے سے قبل نجمہ سے وطی کی اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے اس بات کے ظاہر ہونے کے بعد بھی وطی کی، اب اس کا کیا حکم ہے؟

سوال [۵۹۳۳]: ۲۔ زید نجمہ کو اپنے نکاح میں نہیں رکھنا چاہتا ہے، کیا اس صورت میں مہر ہوگا، جب کہ نجمہ کے حاملہ ہوتے ہوئے یہ نکاح پڑھایا گیا؟

مہر قسطوار بھی دیا جاسکتا ہے

سوال [۵۹۳۴]: ۳۔ مہر چار ہزار روپیہ مقرر کیا گیا تھا، اس وقت زید کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ایک مشت ادا کر سکے۔ اس کے لئے کیا جائز ہے؟

جو کچھ زوجہ کو دیا مہر وغیرہ بعد طلاق واپسی کا حق نہیں

سوال [۵۹۳۵]: ۴۔ عقد میں کپڑے، زیورات اور دوسرے اخراجات جو نجمہ کے والدین کے

(۱) ”حاملہ عن الزنا کا نکاح درست ہے، خواہ اس سے ہے جس کا حمل ہے یا دوسرے شخص سے، لیکن اگر دوسرے شخص سے نکاح ہو تو نکاح صحیح ہوگا، لیکن جب تک وضع حمل نہ ہو صحبت و جماع کرنا درست نہیں۔ فقط۔“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب النکاح، تیسرا باب، عنوان: حاملہ سے نکاح کرنا درست ہے خواہ حمل دوسرے کا ہو: ۱۴۲/۷، دارالاشاعت کراچی)

(۲) ”حاملہ من الزنا کا نکاح بحالت حمل جائز ہے اور جس کا حمل ہے اگر نکاح اسی سے ہوا ہے تو اس کو وضع حمل سے پہلے وطی کرنا بھی جائز ہے، البتہ اگر زانی سے نکاح ہوا ہے تو مرد کو تا وضع حمل وطی کرنا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے: ”صح نکاح حبلی من زنا، الخ. وإن حرم وطؤها ودواعیه حتی تضع لنلا یسقی ماؤه زرع غیره (فروع) لونکحها الزانی حل له وطؤها إتفاقاً“۔ (واللہ اعلم) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی امداد المفتین، کتاب النکاح، فصل فی الأنکحة الصحيحة والفاصلة، حاملہ من الزنا کا نکاح، ص: ۴۳۷، دارالاشاعت کراچی)

مطالبہ کے مطابق زید نے دیئے تھے، اس کے متعلق اب کیا حکم ہے، جب کہ اس وقت نجمہ کے والدین کو غلطی کی وجہ سے یہ پریشانی اور ذلت اٹھانی پڑی ہے؟

منکوحہ کے غیر سے حمل کا علم ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوا

سوال [۵۹۳۶]: ۵..... کیا اب یہ نکاح فسخ ہو گیا؟

حبلیٰ مزنیہ کو طلاق

سوال [۵۹۳۷]: ۶..... کیا وضع حمل سے قبل زید نجمہ کو تین طلاق دے سکتا ہے؟ کتاب نور الہدایہ،

ص: ۷ ترجمہ اردو شرح وقایہ جلد نمبر ۲ مطبوعہ جدیدی کانپور کے بعد کتاب النکاح ص: ۸ پر تحریر ہے کہ (ص) ”اور جائز ہے، نکاح اس عورت سے جو حاملہ ہوئی زنا سے (ف) اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نکاح فاسد ہے اور یہ اختلاف اس میں ہے کہ نکاح کرے اس سے غیر زانی اور جوزانی خود نکاح کرے تو بالاتفاق صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔“

مزنیہ حاملہ کو طلاق کے بعد کیا مہر کا حق ہے؟

سوال [۵۹۳۸]: ۷..... شرح وقایہ کی مندرجہ بالا عبارت کے پیش نظر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ

کے حکم کے مطابق کیا حکم ہے؟

۸..... اگر نکاح فاسد ہے تو مہر کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زید توبہ واستغفار کرے (۱)۔

(۱) حمل عن الغير ہونے کی صورت میں وضع حمل تک وطی درست نہیں، جب وطی کر لی تو ارتکاب معصیت کی وجہ سے توبہ واستغفار ضروری ہے: ”واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة، الخ“۔ (شرح النووی علی الصحيح لمسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمی)

(و كذا في روح المعاني تحت آية: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا توبُوا إِلَى اللَّهِ توبةً نصوحاً﴾: ۱۵۹/۲۸،

دار إحياء التراث العربي بيروت) =

۲..... مہر پورا واجب ہے (۱)۔

۳..... بیوی کی رضا مندی سے قسط وار بھی ادا کرنے کی اجازت ہے (۲)۔

۴..... جو اشیاء بطور تملیک دے چکا ہے اس کی واپسی کا کوئی حق نہیں اور جو کچھ اس سلسلہ میں خرچ

= وقال الله تعالى: ﴿وتوبوا إلى الله جميعاً أيه المؤمنون لعلكم تفلحون﴾ (سورة النور: ۳۱)

وقال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ (سورة التحريم: ۸)

قال العلامة الآلوسی علیہ رحمہ الباری: ”التوبة ما استجمعت ثلاثة أمور: أن يقلع عن المعصية، وأن يندم على فعلها، وأن يعزم عزمًا جازماً على أن لا يعود إلى مثلها أبداً..... وعبارة المازري: اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة“. (تفسير روح المعاني، سورة التحريم: ۲۸/۱۵۸، ۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) خلوت صحیحہ ہوئے کی وجہ سے مہر پورا ادا کرنا واجب ہے: ”ثم راه منقولاً عن الخصاص أن الخلوة لم تقم مقام الوطاء إلا في حق تكميل المهر ووجوب العدة.....“ (قوله: وفي تأكد المهر): أي في خلوة النكاح الصحيح“. (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب في أحكام الخلوة: ۳/۱۱۸، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمية، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة: ۳۰۳/۱، رشيدية)

(و كذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ۵۲۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ”وإن بينوا قدر المعجل، يعجل ذلك. وإن لم يبينوا شيئاً، ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر، فيجعل ذلك معجلاً، ولا يقدر بالربع ولا بالخمس، وإنما ينظر إلى المتعارف. وإن شرطوا في العقد تعجيل كل المهر، يجعل الكل معجلاً، ويترك العرف، الخ“. (الفتاوى العالمية، باب المهر، الفصل الحادي عشر في مع المرأة نفسها مهرها، الخ: ۳۱۸/۱، رشيدية)

قال الحصكفي رحمه الله تعالى: ”إن لم يؤجل أو يعجل كله، فكما شرط؛ لأن الصريح يفوق

الدلالة“. (الدر المختار، مطلب في منع الزوجة نفسها بقبض المهر: ۱۲۴/۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳۱۰/۳، رشيدية)

کر چکا ہے اس کو بھی واپس نہیں لے سکتا (۱)۔

۵..... سوال میں درج کردہ حالات سے نکاح فسخ نہیں ہوا (۲)۔

۶..... طلاق دے گا تو واقع ہو جائے گی (۳)۔

۷..... نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ سے جو مسئلہ ہدایہ کے حوالہ سے تحریر کردہ ہے آپ نے نقل کیا وہ صحیح

ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ نہیں ہے، بلکہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے جیسا کہ آپ نے خود بھی نقل کیا ہے۔ اس اختلاف کے باوجود وہ بیوی بھی سب کے نزدیک نفقہ کی مستحق ہے جب کہ شوہر اس سے وطی کر چکا ہے، اور اس کے حمل کا حال معلوم ہونے کے بعد بھی وطی کر چکا ہے اور مہر

(۱) ”وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما رُفَّت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك، كذا في الفصول العمادية“۔ (الفتاوى العالمكيرية: الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۱/ ۳۲۷، رشیدیہ)

(۲) نکاح دو وجوہ سے فسخ نہیں ہوا: پہلی وجہ یہ ہے کہ حبلی من الزنا سے نکاح درست ہے اگرچہ وضع حمل عن الغير تک وطی درست نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نکاح لفظ مخصوص (طلاق وغیرہ) کے ساتھ ختم ہوتا ہے: ”وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ، وإن حرم وطؤها وداو عیہ حتی تضع“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۴۸، ۴۹، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۹، دار إحياء التراث العربی بیروت)
”الطلاق..... رفع قيد النکاح بلفظ مخصوص“۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق: ۳/ ۲۲۶، ۲۲۷، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیرية، کتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/ ۳۳۸، رشیدیہ)

(۳) ”و طلاق الحامل يجوز عقیب الجماع“۔ (الفتاویٰ العالمکیرية: ۱/ ۳۳۹، کتاب الطلاق، رشیدیہ)
(و کذا فی التنویر مع الدر المختار: ۳/ ۲۳۲، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/ ۱۸۷، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیہ بیروت)

بھی لازم ہے۔ نکاح فاسد میں وطی سے پہلے حکم مرتب نہیں ہوتا، وطی کے بعد اس پر نکاح کا وہی حکم مرتب ہوتا ہے جو نکاح صحیح پر مرتب ہوتا ہے، یعنی مہر لازم ہوتا ہے (۱)، بیوی کا نفقہ اور سکنی (۱۰) حب ہوتا ہے (۲)، اولاد پیدا

(۱) ”ووجب مهر المثل فی نکاح فاسد، وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود بالوطء فی القبل“۔ (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۱۳۱/۳، ۱۳۲، سعید)

”وإذا فرق القاضی بین الزوجین فی النکاح الفاسد قبل الدخول فلا مهر لها فإن دخل بها فلها مهر مثلها ولا یزاد علی المسمى عندنا“۔ (الهدایة، کتاب النکاح، باب المہر: ۳۳۲/۲، شركة علمیه ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

”إذا وقع النکاح فاسداً، فرق القاضی بین الزوج والمرأة وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سُمی لها، و من مهر مثلها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۰/۱، الباب الثامن فی النکاح الفاسد، رشیدیہ)

(و کذا فی التنویر مع الدر المختار: ۱۳۱/۳، باب المہر، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۱۱/۳، الفصل التاسع فی النکاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن کراچی)
(۲) ”مصنف علام کا نکاح فاسد میں نفقہ اور سکنی واجب قرار دینا محل تردد ہے، کیونکہ تقریباً اکثر کتب متداولہ میں نکاح فاسد میں نفقہ اور سکنی کے وجوب کی نفی کی گئی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”قال: و لا نفقة فی النکاح الفاسد و لا فی العدة منه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۴۷/۱، کتاب الطلاق، الباب السابع فی النفقات، رشیدیہ)

”وعدة الوفاة لا تجب فی النکاح الفاسد، و لا نفقة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۳۰/۱، الباب الثامن فی النکاح الفاسد و أحكامه، رشیدیہ)

”فتجب (النفقة) للزوجة بنکاح صحیح“۔ (الدرالمختار)۔ ”قوله: بنکاح صحیح“ فلا نفقة علی مسلم فی نکاح فاسد، لانعدام سبب الوجوب، وهو حق الحبس الثابت للزوج علیها بالنکاح، و کذا فی عدته“۔ (ردالمحتار، باب النفقات، مطلب: اللفظ جامد و مشتق، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۱۹۰/۳، الفصل الأول فی بیان من يستحق النفقة، إدارة القرآن کراچی)
”وأجمعوا أن فی النکاح بغير شهود تستحق النفقة، کذا فی الخلاصة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، =

ہونے پر نسب ثابت ہوتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کے اندر تصریح ہے (۱) لہذا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر (فتویٰ ہونے کے باوجود) زید کے لئے یہ سہولت نہیں کہ مہر ساقط ہو جائے (۲)۔

۸..... وطی کر لینے کی وجہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مہر لازم ہوگا، اتنی بات ضروری ہے کہ اگر مہر مثل اس کا چار ہزار سے کم ہے تو چار ہزار لازم نہیں ہوگا، بلکہ مہر مثل لازم ہوگا۔ اگر مہر مثل چار ہزار یا اس سے زیادہ ہے تو چار ہزار لازم ہوگا، چونکہ فتویٰ اس قول پر نہیں اس لئے اس قول سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں، پورے مہر کی ادائیگی لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں نکاح فاسد کے احکام مذکور ہیں (۳)۔

= کتاب الطلاق، الباب السابع فی النفقات، الفصل الأول فی نفقة الزوج: ۱/۵۴۷، رشیدیہ

(۱) ”ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى“۔ (الفتاوى العالمگیریة، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)

”فظاهر أنهما لا يحدان وأن النسب يثبت فيه والعدة إن دخل، بحر“۔ (رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۱، سعید)

”وإذا فرّق القاضی بین الزوجین فی النکاح الفاسد ويثبت نسب ولدها؛ لأن النسب يحتاط فی إثباته إحياءً للولد، فيترتب علی الثابت من وجه وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى، وعليه الفتوى“۔ (الهدایة، کتاب النکاح، باب المہر: ۲/۳۳۲، ۳۳۳، مکتبہ شركة علمیه ملتان)

(۲) ”وإذا وقع النکاح فاسداً وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمي لها ومن مهر مثلها إن كان ثمة مسمى، وإن لم يكن ثمة فلها مهر المثل ويثبت نسب الولد المولود في النکاح الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى، وعليه الفتوى وفي رواية (عن أبي يوسف رحمه الله تعالى) يثبت النسب ويجب المهر والعدة، الخ“۔ (الفتاوى العالمگیریة، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی النکاح الفاسد: ۳/۶۱۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) ”وإذا وقع النکاح فاسداً وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمي لها ومن مهر مثلها إن كان ثمة مسمى، وإن لم يكن ثمة فلها مهر المثل ويثبت نسب الولد المولود في النکاح =

تنبیہ: زید کو یہ معلوم ہونے پر کہ بیوی غیر سے حاملہ ہے، اس سے وطی کر چکا ہے اور کوئی کراہت نہیں کی اور اس کی عزت و شرافت نے اس کو بخوشی گوارہ کر لیا تو اب طلاق دے کر کیوں یہ سب پریشانیاں اپنے سر مول لے رہا ہے، کسی نے اس کو مجبور نہیں کیا۔ اگر نکاح میں آنے کے بعد بھی کسی کی بیوی ایسے جرم کا ارتکاب کرے تب بھی اس کو طلاق دینا واجب نہیں ہے، اگر طلاق دے گا، مہر ساقط نہیں ہوگا، درمختار میں ہے: ”لا يجب علی الزوج تطلیق الفاجرة“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



= الفاسد، وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند محمد رحمه الله تعالى، وعليه الفتوى وفي رواية (عن أبي يوسف رحمه الله تعالى) يثبت النسب و يجب المهر والعدة، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی النکاح الفاسد: ۶۱۵/۳، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) الدر المختار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع: ۴۲۷/۲، سعید)

(وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی البیع: ۲۱۱/۴، دار المعرفۃ بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثلاثون فی المتفرقات: ۳۷۲/۵، رشیدیہ)

فصل فی الجہاز وأخذ المال بالنکاح

(جہیز اور نکاح پر رقم لینے کا بیان)

جہیز کس کی ملک ہوتا ہے؟

سوال [۵۹۳۹]: زید کے باپ و دادا نے زید کی بہن ہندہ کا نکاح بکر کیساتھ کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد بارات بلا کر بوقتِ رخصت بکر کو کچھ روپیہ نقد اور کچھ برتن وغیرہ دے دیا، اس کے بعد جب ہندہ بکر کے یہاں رہنے لگی تو برتن وغیرہ استعمال میں رکھا۔ عرصہ تقریباً دس سال ہوا کہ ہندہ بکر کے یہاں رہتی رہی، اس درمیان میں ہندہ کے تین بچے پیدا ہو گئے: دو لڑکی ایک لڑکا، جس میں ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ اب زید بکر ہندہ میں نا اتفاقی ہو گئی، بکر نے ہندہ اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مہر ادا کر دیا اور جوزیور ہندہ کے لئے موجود تھا وہ بھی دیدیا۔ اب زید کہتا ہے کہ جو نقد اور برتن میرے دادا اور والد نے دیا تھا وہ ہندہ کو ملنا چاہیے، حالانکہ زید کے باپ دادا عرصہ ہوا قضا کر گئے اور برتن وغیرہ بھی ہندہ کے استعمال سے ٹوٹ پھوٹ گئے، روپیہ سامان ضرورت مہیا کرنے میں خرچ ہو گیا اور اسی لیے ملا تھا، بطور امانت نہیں ملا تھا۔

اور ہمارے یہاں بھی رواج ہے کہ مہر اور زیورات دے کر جدا کر دے، کوئی چیز واپس نہیں ملتی۔ اور بکر کہتا ہے کہ سب چیزیں مجھ کو تملیکاً ملی تھیں، واپس کرنے کی ضرورت نہیں اور استدلال کرتا ہے، شامی: ۳۶۷/۲ کی عبارت: ”والمعتمد البناء علی العرف“ (۱) سے۔ اور زید کہتا ہے کہ تمام چیزیں ہندہ کی ملک ہیں اور دلیل میں یہ بھی شامی کی: ۳۶۸/۲ کی عبارت کی پیش کرتا ہے: ”إن الجہاز للمرأة، إذا طلقها تأخذہ کلہ، وإذا ماتت یورث عنها“ (۲)۔ ان میں کس کا قول درست ہے۔ بینوا تو جروا

محمد یسین، مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ۔

(۱) (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی دعوی الأب إن الجہاز عاریة: ۱۵۷/۳، سعید)

(۲) (ردالمحتار، باب المہر، مطلب فی دعوی الأب أن الجہاز عاریة: ۱۵۸/۳، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر روپیہ وغیرہ دیتے وقت زید کے باپ دادا نے تصریح کر دی تھی کہ یہ ملک نہیں بلکہ عاریت ہے اور پھر واپس لے لوں گا، تب تو یقیناً بکر اس کا مالک نہیں، نہ ہندہ مالک ہے، بلکہ وہ دینے والے کی ملک ہے، اس کے مرجانے کے بعد باقاعدہ اس میں میراث جاری ہوگی۔ اور اگر دیتے وقت ملک کی تصریح کر دی تھی تو جس کی ملک کی تصریح کی تھی بکر کی یا ہندہ کی تو اس کی ملک ہے، کسی اور کو مطالبہ کا حق نہیں ہے۔ اگر کسی چیز کی تصریح نہیں کی تو پھر عرف پر مدار ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ اگر عورت کا باپ اشراف میں سے ہے تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے جہیز تمہارے کا نہیں دیا بلکہ عاریتہ دیا ہے شرعاً معتبر نہیں: ”واستحسن فی النہر تبعاً لقاضی خان أن الأب إن كان من الأشراف لم يقبل قوله: إنه عارية، ۱ھ“۔ درمختار (۱)۔

”رجل جہز ابننتہ بمالہ فوجہ بنتہ مع الجہاز إلی زوجہا، فماتت الابنتہ، فادعی الأب أنه كان عاریة (والزوج يدعی الملك) اختلفوا فیہ، فقال بعضهم: القول قول الأب؛ لأنه هو الدافع والمملك وينبغي أن يكون الجواب علی التفصیل: إن كان الأب من الکرام والأشراف، لا يقبل قول الأب؛ لأن مثله یأنف عن الإعازة. وإن كان من أوساط الناس، يكون القول قول الأب؛ لأنه هو الدافع، وليس بمکذب فیما قال من حیث الظاهر، کذا فی فتاویٰ قاضی خان، ۱ھ“۔ عالمگیری (۲)۔

شامی کی عبارت: ”إن الجہاز للمرأة، إذا طلقها تأخذہ کلہا، ۱ھ“۔ (۳) درحقیقت اس امر

(۱) (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی دعوی الأب أن الجہاز عاریة: ۱۵۷/۳، سعید)

(وکذا فی النہر الفائق، باب المهر: ۲۶۵/۲، إمدادیہ ملتان)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الہبۃ، الباب الحادی عشر فی المتفرقات: ۴۰۲/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، باب الہبۃ، فصل فی ہبۃ الوالد لولدہ والہبۃ للصغیر: ۲۸۰/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، باب المهر، مطلب فی دعوی الأب أن الجہاز عاریة: ۱۵۶/۳، ۱۵۷، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر، باب المهر: ۳۸۰/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب المهر: ۵۸۲/۲، ۵۸۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی دعوی الأب أن الجہاز عاریة: ۱۵۸/۳، سعید)

کے لئے ہے کہ جب باپ نے اپنی لڑکی کو بلا جہیز رخصت کر دیا تو زوج کو اس کے باپ سے شرعاً مطالبہ کا حق حاصل ہے، لیکن ”بزازیہ“ میں تصریح کی ہے کہ باپ سے مطالبہ کا حق حاصل نہیں، کیوں کہ نکاح میں مال مقصود نہیں ہوتا، دیکھو اگر شوہر طلاق دے تو عورت کل جہیز لے لیتی ہے، شوہر کے پاس کچھ بھی نہیں رہتا اور شوہر مہر کی زیادتی یا نفس نکاح جہیز کی وجہ سے کرتا ہی نہیں، پھر اس کو جہیز کے مطالبہ کا حق کیوں کر حاصل ہے (۱)، اس میں اس کی بحث ہی نہیں کہ وہ جہیز باپ کی ملک ہوتا ہے یا عورت کی ملک۔ اور صورت مسئلہ میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ روپیہ وغیرہ بطور جہیز نہ دیا ہو بلکہ زید کے باپ دادا نے بکر ہی کو دیا ہو اور اس صورت میں اقرب و اظہر یہ ہے کہ تملیک ہی دیا ہوگا، نیز روپیہ میں عاریت کہنا تو بہت دشوار ہے، البتہ قرض ہو سکتا ہے مگر موقوف ہے ثبوت پر۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/ شوال/ ۱۴۰۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۵/ ۱۰/ ۱۴۰۸ھ۔

جہیز کی نمائش

سوال [۵۹۴۰]: موجودہ دور میں جبکہ بدنیتی، بے ایمانی عام ہے، اگر سامان جہیز دولہا کے اعزہ و اقارب اور بستی کے ثقہ لوگوں کو دکھایا جائے تو کیا حرج ہے، تاکہ وقت ضرورت شہادت دے سکیں، یا سامان رکھ کر دکھا کر فہرست بنا کر اس پر لڑکے کے دستخط لے لئے جائیں تاکہ طلاق یا نزاع کے وقت وہ لڑکی کے لئے ڈھال بن سکے؟ یا آپ کوئی حل پیش فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان افسوسناک حالات میں چوراہے پر جہیز لانے اور دکھانے کی ضرورت نہیں، فہرست مرتب کر کے خاندان کے بااثر حضرات کے دستخط کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۵/ ۱۳۹۵ھ۔

(۱) ”وقال الإمام المرغینانی: الصحيح أنه لا يرجع على أب المرأة بشيئ؛ لأن المال في النكاح غير مقصود“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت: ۱/ ۳۲۷، رشیدیہ)
(و کذا فی النہر الفائق، باب المہر: ۲/ ۲۶۵، إمدادیہ ملتان)

طلاق پر شوہر کو دی ہوئی اشیاء کی واپسی کا حق

سوال [۵۹۴۱]: میرا عقد معین الدین سے ہوا تھا، چھ ماہ تک حالات خوشگوار رہے، اس کے بعد میرے شوہر نے مجھ سے ٹرش روئی اختیار کی۔ اخیر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ میرے شوہر مذکور نے سہ بار طلاق نامہ بذریعہ رجسٹری میرے نام روانہ کی، طلاق کے بعد میں والدین کے پاس رہی۔ بیچ کمیٹی نے میرے شوہر کو طلب کر کے یہ فیصلہ کیا کہ رقم مہر اور سامان جہیز میرے شوہر سے واپس دلوا دیا، لیکن دیگر امور کی حد تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ آیا میں رقم عدت پانے کی مستحق ہوں یا نہیں؟

۲..... رقم پارچہ مبلغ چار سو روپے جو نوشہ کے لئے دیئے گئے تھے۔

۳..... اخراجات شادی تناول طعام وغیرہ پانچ صد روپے۔

۴..... اخراجات زچگی دو صد روپے۔

۵..... لڑکی کتنے عرصہ تک میرے پاس رہ سکتی ہے؟ اور فی ماہ کیا اخراجات واجب الادا ہو سکتے ہیں؟

۶..... نوشہ کو سلامی مردوں اور عورتوں کی طرف سے۔

۷..... نوشہ کے والدین کو کپڑے مبلغ پچاس روپے۔

۸..... نوشہ کو بوقت عید الاضحیٰ وعید الفطر سلامی وغیرہ ساٹھ روپے۔

۹..... نوشہ کے والدین نے بوقت شادی چھ تولہ چندن ہار تحفہ مجھے پہنائے تھے، وہ زیور مجھ سے چھین

لئے۔

۱۰..... ایک جوڑ چین نقرئی چودہ تولہ بوقت شادی تحفہ مجھے دیئے تھے، یہ زیور مجھ سے واپس لے

لئے۔

۱۱..... اس وقت میں ایام زچگی میں ہوں، میں دوسرا نکاح نہیں کر سکتی اور میری زندگی برباد کر دی گئی۔

آیا میں ہر جانہ رقم چھ ہزار روپے پانے کی مستحق ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اب اس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

۲..... وہ واپس لینے کا حق نہیں

۳..... وہ بھی واپس لینے کا حق نہیں۔

۴..... عدت شوہر کے مکان پر ہوتی تو یہ اخراجات خود ہی شوہر دیتا، اب اس کا مطالبہ نہیں کیا

جاسکتا (۱)۔

۵..... لڑکی بالغ ہونے تک والدہ کے پاس رہے گی جب کہ والدہ کسی غیر جگہ اپنا نکاح نہ کرے (۲)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ، لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مَبِينَةٍ، وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ، وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ، لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا﴾. (سورة الطلاق: ۱)

”قال: النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة كانت أو كافرة، إذا سلمت نفسها إلى منزله، فعليه نفقتها وكسوتها وسكنائها“. (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۴۳۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

”وإذا طلق الرجل امرأته، فلها النفقة والسكنى في عدتها، رجعيًا كان أو بائنًا“. (الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/۴۳۳، مكتبه شركة علميه ملتان)

”قال محمد رحمه الله تعالى: المعتدة إذا وجبت لها النفقة كانت لها في العدة بمنزلة الزوجة التي لم تطلق، فما وجب للزوجة التي لم تطلق من النفقة، فكذلك للمعتدة مادامت في العدة أو حبست المعتدة في الدين، أو خرجت للحج؛ لأنه لما فات حقيقة الاحتباس لهذه الأسباب، فإن منفعته صيانة ماء الزوج، فلا يستحق النفقة“. (المحيط البرهاني، كتاب النفقات، الفصل الثاني في نفقة المطلقات، النوع الثاني في الأسباب المسقطه لهذه النفقة: ۲/۱۳۹، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ﴾ وهذا يدل على أن الولد، وإن فطم فالأم أحق بحضانتها؛ لفضل حنوها وشفقتها، وإنما تكون أحق بالحضانة إذا لم تتزوج على ما يأتي“. (أحكام القرآن للقرطبي، سورة البقرة: ۲/۱۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

”ومن نكحت غير محرم سقط حقها: أي غيري ذي محرم من الصغير كالأم إذا تزوجت بأجنبي منه. لقوله عليه السلام: ”أنت أحق به مالم تتزوجي“. لأن زوج الأم إذا كان أجنبيًا يعطيه نزرًا، وينظر إليه نزرًا، فلا نظره“. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الحضانة: ۲/۲۸۵، رشيديه)

”وأما الجارية: فهي أحق بها حتى تحيض فتترك في يد الأم، بل تمس الحاجة إلى الترك في يدها إلى وقت البلوغ لحاجتها إلى تعلم آداب النساء والتخلق بأخلاقهن وخدمة البيت، =

اور خرچہ حسب حیثیت والد کے ذمہ ہے (۱)۔ دودھ پلانے کا کوئی معاوضہ نہیں، الا یہ کہ مستقل معاملہ طے کر لیا جائے۔

۸، ۷، ۶..... ان میں سے کوئی چیز واپس لینے کا حق نہیں۔

۱۰، ۹..... اگر وہ آپ کی ملک کر دیئے تھے تو آپ سے زبردستی چھین لینے کا حق نہیں رہا تھا۔

۱۱..... نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱/۱۳۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۱۳۸۶ھ۔

وقت رخصتی جو کچھ شوہر سے خرچ کرایا گیا اس کی واپسی

سوال [۵۹۴۲]: خاوند اپنی عورت کو طلاق اس شرط پر دیتا ہے کہ جو روپیہ عورت کے باپ نے بطور

رشوت لیا ہے اور جو اس کا خرچ موقع نکاح پر ہوا ہے وہ تمام وصول کرے اور ساتھ لڑکا بھی اس کو مل جائے۔ یہ

اس کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا، ۸/ربیع الثانی/۶۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو روپیہ بطور رشوت عورت کے باپ نے شوہر سے لیا ہے اس کی واپسی بہر صورت واجب ہے (۲)

= ولا یحصل ذلک إلا وأن تكون عند الأم، ثم بعد ما حاضت أو بلغت عند الأم حد الشهوة، تقع

الحاجة إلى حمايتها وصيانتها وحفظها عن يطمع فيها؛ لكونها لحماً على وضم، فلا بد ممن يذب

عنها، والرجال على ذلك أقدر. (بدائع الصنائع، كتاب الحضانة، فصل فی وقت الحضانة من قبل

النساء: ۵/۲۱۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) "الحضانة..... للأم: أي لأم الصغير مالم يستغن، ونفقتها على الأب حياً وعلى ذی رحم الصغير

على قدر الإرث ميتاً". (جامع الرموز، كتاب الطلاق، فصل الحضانة: ۵۹۰/۲، المطبعة الکریمیۃ ببلدة

قزان)

(۲) "أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوجة أن يسترده؛ لأنه رشوة". (الدر المختار، باب المهر، =

خواہ طلاق دے یا نہ دے۔ اور جو روپیہ شوہر نے خرچ کیا ہے اس کا مطالبہ کرنا طلاق دینے کے لئے شرعاً درست ہے جبکہ نافرمانی اور سرکشی عورت کی طرف سے ہو اور اس صورت میں طلاق بائنہ واقع ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶۴/۴/۸ھ، صحیح: عبداللطیف، ۶۴/۴/۱۳ھ۔

شادی میں بری کس کی ملک ہے؟

سوال [۵۹۴۳]: بوقت نکاح لڑکی کے والدین جو زیور وغیرہ دیتے ہیں وہ تو جہیز کہلاتا ہے اور منکوحہ کی ملکیت سمجھا جاتا ہے شرعاً و عرفاً، لیکن اس موقع پر شوہر کی طرف سے جو کپڑے زیور وغیرہ دیئے جاتے ہیں جس کو اردو میں ”بری“ کہتے ہیں، فقہاء اس کو کس لفظ سے تعبیر فرماتے ہیں؟ اور بعد نکاح یہ بری کی اشیاء کس کی ملکیت میں محسوب ہوتی ہیں؟ آیا بطور ہبہ کے عورت کی ملکیت میں آ جاتی ہیں یا شوہر کی ملکیت رہتی ہیں اور عورت کے پاس بطور عاریت کے رہتی ہیں، تفریق بموت یا طلاق کی صورت میں ان کا مستحق کون ہے؟ براہ نوازش ماخذ جواب کی عبارت مع حوالہ کتب و صفحہ ارقام فرمائیں تاکہ بوقت ضرورت مراجعت بھی کی جاسکے، اگر مدار عرف پر ہے تو اس کا ثبوت اور یوپی کے عرف کی تشریح بھی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں بھی عرف پر مدار ہے، اگر دیتے وقت کوئی تصریح نہ ہو تو عرف پر مدار ہے۔ یوپی میں خاندانوں کے اعتبار سے مختلف ہے، ہمارے خاندان میں جہیز اور بری سب کچھ لڑکی کا ہی شمار ہوتا ہے، تفریق بموت زوجہ کی

= مطلب أنفق علی معتدة الغير: ۱۵۶/۳، سعید

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت: ۳۲۷/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیۃ، الثانی عشر فی المہر، نوع آخر: ۱۳۶/۴، رشیدیہ)

(۱) ”و شرطہ شرط الطلاق، و حکمہ وقوع الطلاق البائن، کذا فی التبيين“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ،

الباب الثامن فی الخلع، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، باب الخلع: ۱۲۰/۴، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب الخلع، مطلب: ألفاظ الخلع خمسة: ۴۴۴/۳، سعید)

صورت میں شوہر مالک نہیں ہوتا، ”إلا بقدر الإرث“ اور طلاق کی صورت میں کلیۃً زوجہ بدستور مالک رہتی ہے۔ بعض خاندانوں میں شوہر بری واپس لے لیتا ہے:

”ولو بعث إلى امرأته شيئاً: أى من النقدين أو العروض أو مما يؤكل قبل الزفاف أو بعد ما بنى بها. (ولم يذكر، الخ) المراد أنه لم يذكر المهر ولا غيره، فقادت هو: أى المبعوث هدية، وقال: هو من المهر أو من الكسوة أو عارية، فالقول له بيمينه، والبينة لها، فإن حلف والمبعوث قائم، فلها أن ترده وترجع بباقي المهر. ولو عوضته، ثم ادّعاها عارية، فلها أن تسرد العوض من جنسه في غير المهيأ للأكل كثياب وشاة حية وسمن وعسل وما يبقى شهراً، والقول لها بيمينها في المهيأ له كخبز ولحم مشوي؛ لأن الظاهر يكذبه.

قال في الفتح: والذي يجب اعتباره في ديارنا أن جميع ما ذكر من الحنطة واللوز والدقيق والسكر والشاة الحية وباقيها، يكون القول فيها قول المرأة؛ لأن المتعارف في ذلك كله أن يرسله هدية، والظاهر معنا لا معه، ولا يكون القول قوله، إلا في نحو الثياب والجارية، ١٥١۔ قلت: ومن ذلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد والمواسم من نحو ثياب وحلى، وكذا ما يعطينها من ذلك أو من دراهم أو دنانير صبيحة ليلة العرس ويسمى في العرف صبحه، فإن كل ذلك تعورف في زماننا كونه هدية من المهر ولا سيما المسمى صبحه، فإن الزوجة تعوضه عنها ثياباً ونحوها صبيحة العرس أيضاً، ١٥١۔ در مختار وتمامی: ٢/٥٠٠، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة (١)۔

وقال في بعض الفصل السادس عشر في جهاز البنت من باب المهر من الهندية: أى الفتاوى العالمكيرية: ”وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها: منها ديباج، فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التمليك“ (٢)۔ قال في فتح القدير: ٢/٤٧٩: ”وفي فتاوى سمرقند: بعث إليها هدايا عارية، وعوضته

(١) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ٣/١٥١-١٥٣، سعيد)

(٢) (الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ١/٣٢٤، رشيدية)

المرأة ثم زفت إليه، ثم فارقها، وقال بعثنا إليك عارية وأراد أن يسترد وأرادت هي أن تسترد العوض، فالقول قوله في الحكم؛ لأنه أنكر التملك، وإذا استرده تستردهى ما عوضته“ (۱)۔
والمسئلة مذكورة في البحر الرائق: ۱۹۸/۳ (۲) والزيلعي: ۹۵۹/۲ (۳)۔

شامی کی عبارت میں لفظ ”صبیحة“ کا مصداق ”بری“ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۶/ جمادی الاولیٰ/ ۶۷ھ۔

شادی کی امید پر دیا ہوا سامان واپس لینا

سوال [۵۹۴۴]: زید کی لڑکی کی منگنی حامد کے لڑکے سے طے ہوئی، منگنی کے بعد لڑکے نے کہا کہ لڑکی کو میں خود دیکھوں گا، اس پر زید نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کر دی۔ جو رقم اور سامان زید نے اس منگنی کے سلسلہ میں حامد کو دیا تھا وہ واپس ملنا چاہئے یا نہیں؟ یہ سوال پنچایت میں پیش کرنا ہے، اس لئے جوابی کارڈ ارسال ہے۔

احقر غلام جیلانی، مدرسہ بحر العلوم خلیل آباد بستی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو سامان اور روپیہ شادی کی امید پر دیا گیا تھا پھر شادی نہیں ہوئی، اس کو واپس لینا درست ہے جبکہ وہ موجود ہو، استعمال سے ختم نہ ہو گیا ہو:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ”خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء ولم يزوجه أبوها، فما بعث للصهر، يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم، فجاز الاسترداد. كذا يسترد ما بعث هدية، وهو قائم دون الهالك

(۱) (فتح القدير، باب المهر: ۳/۳۸۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۲۲، رشيدية)

(۳) (تبين الحقائق، آخر باب المهر: ۲/۵۸۱، ۵۸۲، دار الكتب العلمية بيروت)

والمستهلك؛ لأنه في معنى الهبة“۔ كذا في الدر المختار، ص: ۳۶۴ (۲) (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۹۵ھ۔

نکاح نہ ہونے کی صورت میں منگنی پردی ہوئی اشیاء کی واپسی

سوال [۵۹۴۵]: زید نے اپنے پسر خالد کی منگنی بکر کی دختر زینب سے کیا، ہمارے یہاں منگنی کی یہ صورت ہوتی ہے کہ لڑکی والا کچھ روپے مثلاً چودہ، یا پندرہ، یا سولہ روپے جیسی جس کی قدرت ہوتی ہے اور کچھ گلے (۲) یا بھیلی (۳) یا بتاشے وغیرہ لڑکے والے کے یہاں بھیجتا ہے، نیز لڑکے والا بھی ساڑی (۴) دکرے وغیرہ دیتا ہے۔ اگر بعد میں کسی وجہ سے خالد کا نکاح بکر کی دختر زینب سے نہ ہو سکا، بلکہ کسی وجہ سے دوسری جگہ کی دوسری لڑکی سے ہو گیا۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا جو چیزیں دی اور لی گئیں ان کا واپس کرنا ضروری ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

المستفتی: آفاق احمد غفرلہ الصمد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قال الشامي بعد ذكر الأقوال المختلفة وأيده في الجزئية في كتاب النفقات: ”وأفتى به حيث سئل فيمن خطب امرأة وأنفق عليها وعلمت أنه ينفق ليتزوجها فتزوجت غيره؟ فأجاب بأنه يرجع، واستشهد له بكلام قاضي خان المذكور وغيره، وقال: إنه ظاهر الوجه، فلا ينبغي أن يعدل عنه اهـ.

(۱) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ۳/۵۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۳۲۲، رشيدية)

(و كذا في حاشية الشلبي على تبين الحقائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۵۸۲، دار الكتب العلمية)

بيروت)

(۲) ”گلے: میٹھا پکوان“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۰۴، فیروز سنز لاہور)

(۳) ”بھیلی: گڑ کا گول ڈلا، جس کا وزن تین چار سیر کا ہوتا ہے“۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۴۱، فیروز سنز)

(۴) ”ساڑی: ایک قسم کی لمبی دھوتی، جسے عورتیں آدھی باندھتی اور آدھی اوڑھتی ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۶۴، فیروز سنز)

وعلى هذا فما يقع في قري دمشق من أن الرجل يخطب امرأة ويصير يكسوها ويهدى إليها في الأعياد ويعطيها دراهم للنفقة والمهر إلى أن يكمل المهر، فيعقد عليها ليلة الزفاف، فإذا أبت أن تتزوجه، ينبغي أن يرجع عليها بغير الهدية الهالكة على الأقوال الأربعة المارة؛ لأن ذلك مشروط بالتزوج، كما حققه قاضي خان فيما مر بعثت الصهرة إلى بيت الختن ثياباً لا رجوع لها بعده ولو قائمة.

ثم سئل، فقال: لها الرجوع لو قائماً. قال الزاهدی: والتوفيق أن البعث الأول قبل الزفاف، ثم حصل الزفاف، فهو كالهبّة بشرط العوض، وقد حصل فلا ترجع، والثاني بعد الزفاف فترجع (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت کی طرف سے انکار ہو جائے تو لڑکے کو واپسی کا حق ہوتا ہے وہ بھی ان اشیاء کے متعلق جو باقی ہوں اور جو چیزیں ہلاک ہو گئیں ہوں ان کی واپسی کا حق نہیں اور صورتِ مسئلہ میں عورت کی طرف سے انکار ذکر نہیں کیا گیا، پس اگر لڑکی والے انکار کر چکے تھے تب تو ان اشیاء کو واپس لیا جاسکتا ہے جو کہ موجود ہوں اور جو ہلاک ہو گئیں ان کی واپسی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر لڑکی والوں نے انکار نہیں کیا تو ان سے کچھ واپس نہیں لیا جاسکتا ہے، وکذا يفهم مما ذكر وا:

”خطب بنت رجل وبعث إليها أشياء، ولم يزوجه أبوها، فما بعث للمهر يسترد عينه قائماً فقط، وإن تغير بالاستعمال أو قيمته هالكاً؛ لأنه معاوضة ولم تتم، فجاز الاسترداد، وكذا يسترد ما بعث هدية، وهو قائم دون الهالك والمستهلك؛ لأن فيه معنى الهبة.“ درمختار۔

”(قوله: ولم يزوجه أبوها) مثله ما إذا أبت أن تتزوجه وكانت كبيرة، اه.“ طحطاوی:

۲/۶۶ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۲/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۷/ذی الحجہ/۵۵ھ۔

(۱) (رد المحتار، باب المهر، مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۳/۱۵۴، ۱۵۵، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت: ۱/۳۲۸، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، باب المهر: ۳/۳۲۴، ۳۲۵، رشیدیہ)

(۲) (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، باب المهر، مطلب: لو بعث إلى زوجته شيئاً، ثم قال: إنه من =

جو سامان نکاح کے وقت دیا جائے وہ کس کی ملک ہے؟

سوال [۵۹۴۶]: ۱..... زید کا نکاح رقیہ کے ساتھ ہوا جس طرح سے لوگ بغیر تصریح ملکیت زیورات بیوی کو دیتے ہیں، اسی طرح زید کے ولی و سرپرستوں نے کچھ زیورات رقیہ کے پاس بھیجے جس سے رقیہ زیورات اپنے استعمال میں لارہی ہے۔ زید کے سرپرستوں نے زبان سے کچھ تصریح نہیں کی، زیورات بطور رواج کے دیا، یا عاریت، یا امانت کے طور پر دیا، عدم تصریح رواج و عدم تصریح ملکیت کی صورت میں حدیث یا فقہ کی عبارت مع ترجمہ اردو لکھ کر صاف صاف بتلایا جائے کہ شرعاً زیورات کس کی ملکیت ہیں زید کی یا رقیہ کی؟

۲..... اگر حدیث یا فقہ کی عبارت سے یہ ثابت ہو جائے کہ رواج کے اوپر عمل کیا جائے گا تو شوہر کے یہاں کارواج دیکھا جائے گا، یا زوجہ کے یہاں کا؟ اور عدم رواج کی صورت میں زیور کس کی ملکیت میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲..... شوہر یا اس کے ولی نے جو کچھ زیور دیا ہے اور اس میں تصریح ملک یا عاریت کی نہیں کی ہے، اس میں شوہر کے خاندان کا رواج معتبر ہوگا، کچھ رواج نہ ہو تو دینے والے کی نیت اور قول کا اعتبار ہوگا۔ ہمارے عرف میں یہ ہے کہ ایسی چیزیں زیور وغیرہ بطور ملک دی جاتی ہیں:

”وإذا بعث الزوج إلى أهل زوجته أشياء عند زفافها، منها ديباج، فلما زفت إليه، أراد أن يسترد من المرأة الديباج، ليس له ذلك إذا بعث إليها على جهة التملك، كذا في الفصول العمادية. جهز بنته وزوجها، ثم زعم أن الذي دفعه إليها ماله، وكان على وجه العارية عندها، وقالت: هو ملكي جهزتنى به، أو قال الزوج ذلك بعد موتها، فالقول قولهما دون الأب.

وحكى عن علي السعدى أن القول قول الأب، وذكر مثله السرخسى، وأخذه بعض

= المهر: ۶۶/۲، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في مجمع الأنهر، باب المهر، الفصل الثاني: ۳۶۲/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب المهر، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة: ۱۵۳/۳، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل السادس عشر في جهاز البنت: ۳۲۸/۱، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، باب المهر: ۳۲۳/۳، رشیدیہ)

المشائخ. وقال فی الواقعات: إن كان العرف ظاهراً بمثله فی الجهاز كما فی دیارنا، فالقول قول الزوج، وإن كان مشتركاً فالقول قول الأب، كذا فی التبیین. قال الصدر الشہید: وهذا التفصیل هو المختار للفتویٰ، كذا فی النهر الفائق. عالمگیری: ۱/۴۲۷ (۱)۔

اہل علم حضرات کے لئے جو کہ عربی عبارت کے طالب ہوں ترجمہ اردو میں کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا، ان عبارات سے وہی استفادہ ہوتا ہے جو اردو میں جواب لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے لڑکی کو زیور دینا

سوال [۵۹۴۷]: میری شادی کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا، رخصتی ابھی نہیں ہوئی ہے، اب رخصتی کے لئے لڑکی والے کہتے ہیں کہ زیور اور کچھ کپڑے لڑکی کے لئے لانے ہوں گے اور لڑکی والے اس جہیز کے منگانے پر بضد ہیں کہ ان کے گھر کی عورتیں کہتی ہیں کہ لڑکے والا نہایت غریب ہے، اس کے پاس رکھا کیا ہے، لڑکی والے کو لوگ طرح طرح سے بہکانے میں لگے ہیں۔ تو کیا کچھ زیور وغیرہ رخصتی سے چند یوم قبل خفیہ طور پر بھیج دیئے جائیں تاکہ نمائش نہ ہو؟

الجواب جامد او مصلیاً:

دولہا کی طرف سے دولہن کو کچھ زیور وغیرہ دیا جائے تو یہ شرعاً ممنوع نہیں، بلکہ اگر وسعت ہو تو دینا چاہئے (۲)، البتہ اس پر اصرار اور اس کا اعلان جو نام و نمود کے لئے ہوتا ہے یہ ممنوع ہے (۳)، اگر اس سے بچ

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، باب المہر، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت. ۱/۳۲۷، رشیدیہ)

(و كذا فی تبیین الحقائق، : کتاب النکاح، باب المہر: ۵۸۲/۲، ۵۸۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و كذا فی النهر الفائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۲/۲۶۵، رشیدیہ)

(۲) ”فقلت: تزوجنی فاطمة؟ قال: وعندک شیء؟ فقلت: فرسی و بدنی وأمرهم أن یجهزوها، فجعل لها سریر مشروط و وسادة من أدم حشوها ليف، وقال لعلی: إذا أتتک فلا تحدث شیئاً حتی آتیک.“ (شرح الزرقانی، باب ذکر تزویج علی بفاطمة رضی اللہ عنہما: ۳۵۹/۲، ۳۶۰، عباس احمد الباز مکة المکرمة)

(و كذا فی الإصابة، کتاب النساء، حرف الفاء: ۲۶۳/۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) ”أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم، والتخصيص من غير =

کر شادی سے کچھ پہلے یا عین شادی کے وقت یا بعد میں دیدیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۳/۱۳۹۴ھ۔

مہر کے علاوہ کچھ رقم نکاح کے لئے شوہر پر ڈالنا

سوال [۵۹۴۸]: ایک منظم برادری کے کچھ لوگ برادری کے چودھری پر یہ الزام لگا کر دوسری برادری بنا لیتے ہیں کہ اس برادری کے چودھری نے ہماری قومی برادری کے اس شرعی فیصلہ کو کہ نکاح و منکوحہ کے اولیاء دین مہر کے علاوہ نکاح کے لئے روپیہ وغیرہ کا لین دین کو رو رکھے ”کیونکہ یہ شرعاً حرام اور سخت مذموم اور مشرکوں کی رسم ہے“، منسوخ کر دیا اور ایسے اشخاص سے جو اس لین دین کو رو رکھے شرعاً ترک موالات کرنا چاہئے۔ اور اس الزام سے چودھری کو نہایت رسوا اور بدنام کرتے ہیں جس سے ایک منظم برادری کے دو بڑے اور چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور باہمی تنازع ہو جاتا ہے۔

کچھ مدت کے بعد اس باہمی کشیدگی کو دور کرنے کے لئے اور معاملہ کی حقیقت سے برادری اور غیر برادری کے خواص و عوام کو خبردار کرنے کے لئے اور اپنے اپنے حقوق کو معلوم کرنے کے لئے علمائے دین کو مدعو کیا جاتا ہے اور فریقین عہد کرتے ہیں کہ علمائے دین کے سامنے ہم یہ معاملہ رکھیں گے، اس پر جو فیصلہ فرمادیں گے، ہم بطیب خاطر منظور کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے علماء نے ساری چیزوں پر غور کر کے فیصلہ سنایا کہ جس چودھری پر قدیمی پنچایت کے فیصلہ کی منسوخی اور معاملہ مناکحت میں دین مہر کے علاوہ اور روپیہ کے لین دین کو رو رکھنا اس کا الزام تھا، فریق مخالف نے اس کا کوئی شرعی ثبوت پیش نہیں کیا، لہذا وہ الزام سے بالکل بری ہے، جن لوگوں نے اس کو بدنام کیا وہ اس سے معافی مانگے جو سزا برادری تجویز کرے، اس کو منظور کرے۔

= مخصص مکروہا“ (مجموعہ رسائل اللکھنوی، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر، الباب الأول: ۳/۳۴، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب فی الدعاء فی التشہد، (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشیدیہ)

”عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من سمع سمع اللہ بہ، ومن یرائی یرائی اللہ بہ“۔ متفق علیہ۔“ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، الفصل الأول، ص: ۴۵۴، قدیمی)

اس میں اور ذیل کے متعلق احکام شرعیہ مطلوب ہیں:

کیا ناکح اور منکوحہ کے اولیاء کو باہم رضامندی سے ان مباح رسوم نکاح کے خرچ کے لئے جس کی ادائیگی پر ناکح کے اولیاء مُصر ہوں اور منکوحہ کے اولیاء اس کی ادائیگی کی بذاتِ خود استطاعت نہ رکھتے ہوں، دینِ مہر کے علاوہ کچھ روپیہ لینا دینا شرعاً حرام ہے اور ایسا لین دین کرنیوالے شرعاً ایسے مجرم ہیں کہ ان سے ترک موالات واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مباح پر اصرار کا کسی کو حق نہیں کیونکہ اصرار سے وہ ممنوع ہو جاتا ہے، صرح بہ الشامی فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ وغیرہ (۱)۔ جو روپیہ بعض جگہ لڑکی والے طلب کرتے ہیں اور لڑکے والوں کو مجبوراً دینا پڑتا ہے اور بغیر اس روپیہ کے رخصت نہیں ہوتی تو یہ روپیہ لینا ناجائز ہے، کیونکہ وہ رشوت ہے، اس کی واپسی لازم ہوتی ہے: ”أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده، لأنه رشوة الخ“۔ درمختار: ۶۰۰/۲ (۲)۔

”وعن أبي حرة الرقاشی عن عمه رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه“۔ رواه البيهقي في شعب الإيمان“۔ مشکوٰۃ، ص: ۲۵۵ (۳)۔

(۱) ”كل مباح يؤدي إلى زعم الجاهل سنية أمر أو وجوبه، فهو مكروه“۔ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مسائل شتی من الحظر والإباحة: ۳۶۷/۲، مطبعة الميمنية مصر)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱۳۶/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار، باب سجود التلاوة، مطلب فی سجدة الشکر: ۱۲۰/۲، سعید)

(۲) (الدر المختار، باب المہر، مطلب: أنفق علی معتدة الغير: ۱۵۶/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت: ۳۲۷/۱، رشیدیہ)

(۳) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

”لا يحل لأحد أن يأخذ مال أخيه لاعباً ولا جاداً، وإن أخذه، فليرده عليه“۔ (البحر الرائق،

کتاب الغصب: ۱۹۸/۸، رشیدیہ)

”ليس لأحد أن يأخذ مال غيره بلا سبب شرعي“۔ (شرح المجلة، (رقم المادة: ۹۷)، ص: ۶۲،

مکتبہ حنیفہ کوئٹہ)

اگر یہ روپیہ اپنی خوشی سے دے تو بھی ناجائز ہے: ”ومن السحت ما يؤخذ على كل مباح“۔
 درمختار: ”ومن السحت بالضم، الخ“۔ رد المحتار: ۵/۱۰۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/رجب/۶۳ھ۔
 الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

وقت نکاح لڑکی کے باپ کو کچھ رقم دینا

سوال [۵۹۴۹]: نکاح ہو جانے پر لڑکے کا ولی لڑکی کے ولی کو دو روپیہ یا تین روپیہ دیتا ہے جس کو ہمارے اطراف میں بھیٹتے ہیں۔ یہ بھی رشوت ہی میں داخل ہے یا اس کا کچھ اور حکم ہے؟
 الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رشوت ہے اس کا لینا اور دینا درست نہیں: ”أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة“۔ درمختار۔ ”أی بأن أبی أن یسلمها أخوها أو نحوه حتی يأخذ شيئاً، اه“۔
 رد المحتار: ۲/۵۰۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ربیع الثانی/۶۷ھ۔
 الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

نکاح کرانے میں سفر خرچ لڑکے سے لینا شرعاً کیسا ہے؟

سوال [۵۹۵۰]: صوبہ بہار میں لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کی کثرت ہے، لڑکی بالغ ہے لیکن لڑکا ملنا دشوار ہے، ہمارے یہاں سے ایک شخص ایسے آدمیوں کو لے جاتا ہے جو کافی عمر رسیدہ ہونے پر بھی شادی کی خوشی سے محروم ہیں، اور ان کو ادھر سے شادی کرا کر لے آتا ہے، لڑکی والے اتنی خستہ حالت میں ہیں کہ وہ شادی کا

(۱) (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۲/۴۲۲، سعید)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۲/۴۱۱،

دارالمعرفة بیروت)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عاریة:

۳/۱۵۶، سعید)

خرچہ لڑکے والے سے ہی لے کر کرتے ہیں، اور بیچ میں ثالث جو کہ لڑکے والوں کے ساتھ ان کو لے کر جاتا ہے، وہ اپنا کاروبار چھوڑتا ہے، کم از کم پندرہ یوم وہاں پر رہتا ہے، وہ اپنا خرچہ طے کر لیتا ہے۔ اس پر بھی روشنی ڈالیں کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور ثالث کا لڑکے والے سے سفر خرچ کے علاوہ جو زید روپے لیتا ہے وہ اسے لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سفر خرچ لینا درست ہے جبکہ اس کے لئے سفر کیا ہو (۱)۔ غیر کفو میں ولی کی اجازت سے نکاح درست ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۴ھ۔

نکاح میں ہدیہ کا لین دین

سوال [۵۹۵۱]: نکاح کی بات چیت کے وقت جانہین نے کسی قسم کے لین دین کی کوئی شرط نہیں

(۱) ”وکل محبوس لمنفعة غیرہ یلزمہ نفقته کمفت وقاضی ووصی وعامل ومقاتلة قاموا بدفع العدو ومضارب سافر بمال مضاربه“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: ومضارب) فنفقته فی مال المضاربة مادام مسافراً لا احتباسه لها“۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب: اللفظ جامد ومشتق: ۵۷۲/۳، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۲۹۳/۴، رشیدیہ)

(۲) ”وإنما تحل فی الصورة الرابعة، وهی رضا الولی بغير الكفو مع علمه بأنه كذلك، اهـ..... إن الولی لو قال لها: أنا راض بما تفعلین أو زوجی نفسک ممن تختارین ونحوه أنه یکفی، وهو ظاهر الروایة؛ لأنه فوض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط“۔ (رد المحتار: ۵۷۲/۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

”لا یشرط مباشرة الولی للعقد، لأن رضاه بالزوج کاف“۔ (البحر الرائق: ۱۹۴/۳، کتاب

النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

”وإذا زوجت نفسها من غیر کفو ورضی به أحد الأولیاء، لم یکن لهذا الولی ولا لمن مثله أو

دونه حق الفسخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۹۳/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیہ)

کی، مگر عقد کے وقت من جانب لڑکی، اگر دولہا کو کچھ بھی دیدے تو یہ شرعاً حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں شرط نہ کی جائے اور اس لین دین کا دستور بھی نہ ہو اپنے ذہن میں یہ نہ سمجھتے ہوں کہ کچھ دیا جائے گا یا کچھ لیا جائے گا، پھر کوئی تازہ رشتہ کی بنیاد پر خوشی میں لڑکے کی طرف سے یا لڑکی کی طرف سے دیدے تو کوئی مضائقہ نہیں (۱)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت ان کے چچا کو گرتا مرحمت فرمایا تھا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۴۰۶ھ۔

نکاح پر مال کا مطالبہ

سوال [۵۹۵۲]: ہمارے یہاں یہ رسم و رواج ہے کہ شادی کے وقت لڑکا یا لڑکے کا ولی لڑکی والے

(۱) ”وعن ابی حرة الرقاشی، عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ألا لا تظلموا، ألا لا یحل مال امری إلا بطیب نفس منہ“۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان“۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

”لا یحل لأحد أن يأخذ مال أخیه لأعباً ولا جاداً، وإن أخذہ فلیردہ علیہ“۔ (البحر الرائق، کتاب الغصب: ۱۹۸/۸، رشیدیہ)

”لیس لأحد أن يأخذ مال غیرہ بلا سبب شرعی“۔ (شرح المجلة، (رقم المادة: ۹۷)، ص:

۶۲، مكتبة حنفية كانسي روڈ كوئٹہ)

(۲) ”روی ابن شہاب الزہری أنه قيل لخويلد بن أسد بن عبد العزی، وهو ثمل من الخمر: هذا ابن أخیک محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب یخطب خدیجة وقد رضیت فخلقت خدیجة أباها وحلت علیہ حلة ودخل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بها، فلما صحا الشیخ من سكرته، قال: ما هذه الخلق وما هذه الحلة؟ قالت ابنته أخت خدیجة: هذه حلة کسا کها ابن أخیک محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب أنکحته خدیجة عن ابن عباس قال فزوجها إياه فخلقته وألبسته حلة، وكذلك كانوا یصنعون إذا زوجوا نساء هم“۔ (تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، بحث: تزوجه علیہ السلام خدیجة: ۲۶۴/۱، مؤسسة شعبان، بیروت)

سے کثیر مقدار میں رقم اور مال واسباب وصول کرتا ہے تب شادی کرتا ہے، اگر طے شدہ رقم و مال واسباب سے کچھ کم ملتا ہے تو شادی لڑکے والا نہیں کرتا۔ اس طرح سے لڑکی والا کافی حیران و پریشان رہتا ہے، اسے کفو ہی نہیں ملتا ہے، اگر ملتا بھی ہے تو لڑکے والے کی مانگ و مطالبہ پورا نہ کرنے کی بنا پر بالغ لڑکی گھر پر پڑی رہتی ہے۔

لڑکی کی شادی کرنے کی واحد صورت کثیر مقدار میں رقم و مال اسباب لڑکے والے کو جہیز کے طور پر دیتا ہے تو یہ سب بتایا جائے کہ لڑکی والے سے کثیر مقدار میں مال واسباب لے کر شادی کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ رضا و خوشنودی سے اگر لڑکی والے نے نقد و مال واسباب لڑکے کو دیا تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مہر کثیر مقدار میں تجویز ہو تو اس کے موافق جہیز کا مطالبہ بھی درست ہو سکتا ہے، یہ بھی اس وقت ہے جبکہ نکاح کر دیا گیا ہو اور رخصت کرنے میں پس و پیش ہو، ورنہ محض نکاح کو اتنا روپیہ واسباب دینے پر موقوف کرنا اور شرط لگانا شبہ پیدا کرتا ہے کہ اصل مقصود مال واسباب ہے نہ کہ عقد نکاح اور عقد نکاح کو اس مال واسباب کی تحصیل کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ طریقہ تعلیمات اسلام کے خلاف ہے اور بیع کے مشابہ ہو کر مقصود کو غیر مقصود اور غیر مقصود کو مقصود قرار دینا ہے:

”لو زفت إليه بلا جهاز يليق به، فله مطالبة الأب بالنقد، قنية، زاد في البحر عن المبتغى: إلا إذا سكت طويلاً، فلا خصومة له. لكن في النهر عن البزازية: الصحيح أن لا يرجع على الأب بشيء؛ لأن المال في النكاح غير مقصود. تزوجها وأعطاه ثلاثاً آلاف دينار الدستيمان وهي بنت موسر ولم يعط لها الأب جهازاً، أفتى الإمام جمال الدين وصاحب المحيط بأن له مطالبة الجهاز من الأب على قدر العرف والعادة وطلب الدستيمان، قال: وهذا اختيار الأئمة“. درمختار وشامی: ۵۰۵/۲ (۱)۔

جس صورت میں مطالبہ کا حق دیا گیا ہے، اس میں بھی علماء کا کلام ہے جس کو شامی نے صفحہ مذکورہ اور

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب المہر، مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز

عارية: ۱۵۸/۳، سعید)

ص: ۸۱۸/۲ (۱) میں نقل کیا ہے، نفس نکاح پر کچھ لینا اور شرط لگانا ظاہر ہے کہ رشوت ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۸۹ھ۔

شادی کے وقت داماد کے مطالبات، جہیز وغیرہ

سوال [۵۹۵۳]: مسماۃ بانو کے والدین اور اہل محلہ بکر کے خلاف شرع فعلوں کی بناء پر ناخوش رہتے ہیں، بکر نے اپنے لڑکے کی شادی کے لئے کئی جگہ پیغام بھیجوا یا، مگر کسی نے اقرار نہ کیا، آخر کار حاجی شریف صاحب کے اصرار پر مسماۃ بانو کا نکاح بکر کے لڑکے زید کے ساتھ ہو گیا، مگر بکر اور اس کے لڑکے زید وغیرہ جہیز میں اس قدر سامان مانگ رہے تھے، مثلاً گھڑی، ریڈیو، سائیکل، صوفاسیٹ، وغیرہ اور مزید ایک ہزار روپیہ جو بانو کے والدین کے بس سے باہر تھا۔ اس لئے انہوں نے عذر بیان کیا، مگر وہ لوگ اس پر اڑے رہے۔

بکر نے یہ بھی کہہ دیا کہ تم کو دینا پڑے گا، نہیں تو وداعی نہیں ہو سکتی۔ کوئی صورت بنتی ہوئی نظر نہ آئی تو بانو کے والدین نے طلاق کی درخواست کر دی، اور دستی بیان بانو سے لے لیا گیا کہ وہ معاف کرتی ہے مگر زید نے پھر بھی کہا کہ میں طلاق اس وقت تک نہیں دوں گا، جب تک بانو کے والدین مجھے مہر کے علاوہ مبلغ ۱۰۰۰ روپیہ نہ دیں گے، جس کی بناء پر اب دونوں میں نہایت کشیدگی بڑھ گئی۔ اس صورت میں کیا بانو کا دوسرا نکاح جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی یہ روش شرافت بلکہ انسانیت سے بھی گری ہوئی ہے، اس کا مطالبہ نہایت غلط ہے، رشوت ہے حرام ہے (۳)، اگر وہ اپنے مطالبہ سے باز نہیں آتا تو حاکم کی عدالت میں درخواست دی جائے، عدالت اس کو حاضر کر کے

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فیما لو زفت إلیہ بلا جہاز: ۵۸۵/۳، سعید)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب النکاح، باب المہر: ۲/۲۶۵، إمدادیہ ملتان)

(۲) ”ومن السحت ما يؤخذ علی کل مباح“ (الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی

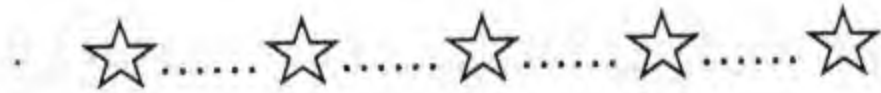
البيع: ۶/۴۲۴، سعید)

(۳) ”ولو أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: =

اس غلط مطالبہ کو ساقط کرادے، یا اس سے طلاق دلوادے، بعوض مہر خلع کرادے (۱)، یا تفریق کر دے (۲)۔ اگر حاکم مسلم با اختیار نہ ہو، یا وہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو کم از کم تین معزز دین دار مسلمانوں کی شرعی کمیٹی بنالی جائے جس میں ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شامل ہو، اس کمیٹی میں درخواست دی جائے، وہ کمیٹی الحیلۃ الناجزۃ میں لکھی ہوئی شرائط کے مطابق فیصلہ کر دے تو وہ فیصلہ معتبر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عنفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۸/۹۱ھ۔



= ۱/۳۲، الفصل السادس عشر فی جهاز البنت، رشیدیہ

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۵۱۶، باب المہر، مطلب: أنفق علی معتدة الغير، سعید)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۱۳۶، الثانی عشر فی المہر، رشیدیہ)

(۱) "إذاتشاق الزوجان، وخافا أن لا یقیما حدود اللہ، فلا بأس بأن تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به،

فبإذافعل ذلك، وقعت تطليقة بائة، ولزمها المال". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فی

الخلع وما فی حکمہ، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ: ۲/۴۰۴، باب الخلع، شرکۃ علمیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، سعید)

(۲) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "زوجة متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح سے خاوند سے خلع وغیرہ کر لے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔..... اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے، اس میں کسی صورت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں"۔ (الحیلۃ

الناجزۃ، ص: ۷۳، ۷۴، حکم زوجہ متعنت، دارالاشاعت کراچی)

باب فی العروس والولیمہ

(بارات اور ولیمہ کا بیان)

بارات کا حکم

سوال [۵۹۵۴]:بارات لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے یا نہیں؟

۲..... اگر دو چار آدمی لڑکے کی طرف سے نکاح کے لئے لڑکی کے گھر جائیں تو یہ بارات کے حکم میں ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... مجلس عقد میں شرکت کی دعوت ثابت ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت آدمی بھیج کر بلانا ”تاریخ الخمیس“ میں مذکور ہے (۱)۔

۲..... اس کو عرفاً بارات نہیں کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

(۱) ”فلما زوجه، قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”يا علي! إنه لا بد للعروس من وليمة“. فقال سعد: عندي كبش وجمع له رهط من الأنصار أصعاً من ذرة، وكان ذلك وليمة عرسه“. (تاريخ الخمیس، باب تزوج علی بفاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا: ۳۶۲/۱، بیروت)

”قال أنس: ثم دعاني عليه الصلاة والسلام بعد أيام فقال: ”ادع لي أبا بكر وعمر وعثمان وعبد الرحمن وعدة من الأنصار“. فلما اجتمعوا وأخذوا مجالسهم، وكان علي غائباً، الخ“. (شرح العلامة الزرقانی، باب ذکر تزویج علی بفاطمة رضی اللہ عنہما: ۳۶۲/۲، عباس أحمد البازمكة المكرمة)

نکاح کے سال بھر بعد رخصتی

سوال [۵۹۵۵]: عام طور پر رواج ہے کہ نکاح کے ایک سال بعد یا اس سے کم و بیش مدت کے بعد رخصتی ہوتی ہے جس کو ”چالا“ کہتے ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقت عقد اگر لڑکی نابالغہ ہو تو رخصت کے لئے بلوغ کا انتظار کر لیا جائے (۱)، لڑکی کی ضرورت کی چیزیں اس کو دینے میں مضائقہ نہیں (۲) تاکہ فوری طور پر وہاں پریشانی نہ ہو، دو چار احباب واعزہ بھی آجائیں تاکہ لڑکی کو عزت و محبت کے ساتھ رخصت کریں تب بھی درست ہے۔ لڑکی کے بالغہ ہونے کے باوجود رخصتی میں سال بھر کی تاخیر لازم قرار دینا غلط ہے، اس کو ترک کیا جائے، نیز لڑکی کو جو کچھ دیا جائے اس کی تشہیر و نمائش نہ کی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۵/۹۰ھ۔

لڑکے کے گھر جا کر نکاح

سوال [۵۹۵۶]: ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک زمیندار لڑکے کے ساتھ اس کے گھر جا کر

(۱) ”وإذا نقد الزوج المهر وطلب من القاضي أن يأمر أبا المرأة بتسليم المرأة، فقال أبوها: إنها صغيرة لا تصلح للرجال ولا تطيق الجماع، وقال الزوج: بل هي تصلح وتطيق، ينظر: إن كانت ممن تخرج، أخرجها وأحضرها، وينظر إليها فإن صلحت للرجال أمر بدفعها إلى الزوج، وإن لم تصلح لم يأمره، الخ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱، رشیدیہ)

(۲) ”عن علی رضی اللہ عنہ، قال: جهّز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمة فی خمیل وقربة ووسادة حشوھا إذ خیر الفرس“۔ (سنن النسائی، کتاب النکاح، باب جہاز الرجل ابنته: ۹۲/۲، قدیمی)

(و کذا فی الإصابة، کتاب النساء، حرف الفاء: ۲۶۷/۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) ”عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من سمع سمع اللہ بہ، ومن یرائی یرائی بہ۔“ متفق علیہ۔ (مشکوۃ المصابیح، باب الریاء والسمعة، الفصل الأول، ص:

۴۵۴، قدیمی)

کردیا، جائز شرائط کے ساتھ ہوا کہ وہاں لڑکے کے والدین اور لڑکا اور لڑکی کے والدین اور لڑکی اور مولوی صاحب جنھوں نے نکاح پڑھایا، لڑکے کے گھر جانے کی ضرورت یوں پڑی کہ برادری والے دوسری جگہ شادی کرانے پر بضد تھے۔ تو کیا یہ نکاح درست ہو گیا؟ برادری والے دوبارہ نکاح کو کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکا اور لڑکی اور دونوں کے والدین اور گواہ موجود تھے اور نکاح کا ایجاب و قبول سب کی رضامندی سے شریعت کے مطابق ہوا ہے، اگرچہ کسی کے مکان میں ہوا ہے تو بلاشبہ وہ شرعاً صحیح اور معتبر ہو گیا (۱)۔ برادری کا یہ کہنا کہ نکاح (ہماری سب کی موجودگی میں ہماری منشاء کے مطابق ہو) دوبارہ کیا جائے غلط اور بلاوجہ شرعی تنگ کرنا اور لڑکی کے والد کو مجبور کرنا کہ جہاں ہم کہیں وہاں نکاح کرو ظلم ہے، برادری کو لازم ہے کہ اپنی اصلاح کرے، ظلم سے باز آئے ورنہ اس کا وبال بہت سخت ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۹۱ھ۔

نکاح کے بعد رخصتی کب تک ہو جائے؟

سوال [۵۹۵۷]: میری جانکاری کے مطابق حضرت جی کا گجرات کا دورہ ہونے والا ہے، اس وقت میں اپنا نکاح حضرت جی سے پڑھوانا چاہتا ہوں۔ چھ، سات ماہ بعد میری بہن کی شادی ہونا طے پائی ہے، بہن کی شادی کے موقع پر اپنی بیوی کی رخصتی کرانا چاہتا ہوں، یعنی نکاح کے ۶، ۷ ماہ بعد، فی الحال میری عمر ۲۶ سال اور لڑکی کی عمر ۲۰ سال ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ از روئے شرع نکاح کے بعد ۶، ۷ ماہ روکے رکھنا جائز ہے یا

(۱) ”النکاح یعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر“۔ (الدر المختار، کتاب النکاح: ۹/۳، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، شرکۃ علمیۃ ملتان)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۴، رشیدیہ)

(۲) ”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”الظلم ظلمات یوم القیامۃ“۔

”وعنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لتؤدن الحقوق إلى أهلها یوم القیامۃ حتی

یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء“۔ رواہ مسلم۔ و ذکر حدیث جابر: ”اتقوا الظلم“ فی باب

الإنفاق“ (مشکوۃ المصابیح، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۴۳۵، قدیمی)

نہیں؟ اور ایسا کرنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طرفین کی مصلحت پر موقوف ہے، شریعت کی طرف سے نہ پابندی ہے کہ ضرور روکا جائے، نہ ممانعت ہے کہ ہرگز نہ روکا جائے، بلکہ اگر حالات کا تقاضا روکنے کا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے نہ روکنے کا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے، شوہر کو نکاح کے بعد مطالبہ رخصت کا بھی حق ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۹۱ھ۔

نکاح اور رخصتی کے درمیان کتنا فصل ہو؟

سوال [۵۹۵۸]: شادی کے بعد رخصتی کب ہونی چاہئے؟ کیا شادی کے بعد اسی دن رخصتی مسنون

ہے؟ اگر مسنون ہے تو حوالہ کتب لکھئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح کے بعد حسب مصالح رخصتی میں تاخیر بھی درست ہے (۲)، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رخصتی اور نکاح میں تین سال کا وقفہ ہوا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۳۹۶ھ۔

(۱) ”وإذا نقد الزوج المهر وطلب من القاضي أن يأمر أبا المرأة بتسليم المرأة، فقال أبوها: إنها صغيرة لا تصلح للرجال ولا تطيق الجماع، وقال الزوج: بل هي تصلح وتطيق، ينظر: إن كانت ممن تخرج أخرجها وأحضرها وينظر إليها، فإن صلحت للرجال أمر بدفعها إلى الزوج، وإن لم تصلح لم يأمره“.

(الفتاوى العالمية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۷/۱، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”نكاح کے بعد رخصتی کب تک ہو جائے گی“۔)

(۳) ”عن هشام بن عروة، عن عروة: تزوج النبي صلى الله عليه وسلم عائشة وهي ابنة ست، وبنی بها وهي ابنة تسع، ومكثت عنده تسع“۔ (صحيح البخاری، كتاب النكاح، باب من بنی بامرأة وهي بنت

تسع: ۷۷۵/۲، قدیمی)

(و كذا في الإصابة في تمييز الصحابة، كتاب النساء، حرف العين: ۲۳۲/۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في شرح الزرقاني، باب عائشة أم المؤمنين: ۳۸۳/۴، ۳۸۴، عباس أحمد الباز مكة المكرمة)

شوہر کی بیماری کی وجہ سے رخصتی میں تاخیر

سوال [۵۹۵۹]: زید کا نکاح تقریباً تین سال پہلے ہوا تھا اور رخصتی ہونا بعد میں طے پائی تھی، نکاح کے وقت زید زیر تعلیم تھا، زید نے باہر رہ کر قریب ڈیڑھ سال تک تعلیم پوری کی۔ قبل اس کے کہ زید کے والدین زید کے سسرال والوں سے رخصتی کی تاریخ طے کرتے، تعلیم پوری کرنے کے بعد زید اچانک بیمار ہو گیا، اور قریب چھ ماہ بیمار رہا، کچھ دنوں اچھا رہنے کے بعد زید پھر بیمار پڑ گیا۔ اس بیچ زید کے سسرال نے اپنی بیٹی کی رخصتی کر دینی چاہی، لیکن چونکہ زید بیمار تھا اور زیر علاج تھا، لہذا زید کے گھر والوں نے زید کے اچھا ہونے تک رخصتی ملتوی کر دی۔ زید قریب ڈیڑھ سال تک اس طرح رہا کہ کبھی صحت یاب ہوا، کبھی بیمار۔

اب زید قریب عرصہ ۳/ ماہ سے بالکل ٹھیک ہے اور صحت میں دن بدن اضافہ ہے، زید کی صحت اور گھر کے حالات سازگار دیکھ کر زید کے والدین نے زید کے سسرال والوں سے رخصتی کی تاریخ مانگی تو لڑکی کے والدین سے یہ جواب ملا کہ ہم طلاق لیں گے، کیونکہ لڑکا ویسا نہیں جیسا کہ وہ پہلے صحت یاب تھا، لہذا اس بات کو پنچایت کے سپرد کیا گیا، اور دو پنچایت ہوئی، اس میں زید کے سسرال والوں نے پنچوں سے رخصتی کی معافی مانگتے ہوئے طلاق لینے کی بات کی، لڑکی بھی زید کی بیماری کی وجہ سے زید کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، فیصلہ اب بھی پنچایت کے ہاتھ میں ہے۔ زید نہ تو پاگل ہے، نہ دیوانہ ہے، نہ کوڑھی ہے اور نہ جسمانی کمزوری ہے، ایسے حالات میں پنچ فیصلہ شریعت کے قواعد کے خلاف اگر کر دیتے ہیں تو سب گنہگار ہوں گے، شریعت کے قانون سے پنچ ناواقف ہیں۔ ان حالات میں مسئلہ کیا کہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان حالات میں طلاق کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ رخصتی کر دی جائے (۱)، کیا بعید ہے کہ رخصتی لی

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أبغض الحلال إلى

اللہ عزوجل الطلاق“۔ (سنن أبی داود: ۲۹۶/۱، کتاب الطلاق، سعید)

”وأما وصفه: فهو أنه مخظور نظراً إلى الأصل، ومباح نظراً إلى الحاجة“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریۃ: ۳۴۸/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۲۸/۳، کتاب الطلاق، سعید)

برکت سے حق تعالیٰ عمدہ صحت و قوت دے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رخصتی سے قبل ولیمہ

سوال [۵۹۶۰]: شادی ہو جانے کے بعد بسا اوقات میاں بیوی کی پہلی ملاقات لڑکی کے میکے ہی میں ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں لڑکے والا اگر بغیر رخصتی کرائے اپنے گھر ولیمہ کر دے تو مسنون ولیمہ ہوا یا نہیں؟ مسنون ولیمہ کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجتماع زوجین کے بعد جو دعوت کی جاتی ہے وہ ولیمہ ہے خواہ بنا کسی جگہ ہو (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

دعوت ولیمہ کی مدت

سوال [۵۹۶۱]: دعوت ولیمہ کی شرائط کیا ہیں، اس کی حد اور مدت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعوت ولیمہ شادی اور رخصتی سے تین روز تک ہوتی ہے، اس کے بعد نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۶/۱/۸۹ھ۔

(۱) ”والمنقول من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنها بعد الدخول كأنه یشیر إلى قصة زینب بنت جحش، وقد ترجم علیہ البیہقی بعد الدخول..... وحديث أنس فی هذا الباب صریح فی أنها: أي الولیمة بعد الدخول.“ (إعلاء السنن، باب استحباب الولیمة وكون وقته بعد الدخول: ۱۱/۱۰، ۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی مرقاة المصابیح، باب الولیمة، کتاب النکاح، الفصل الأول: ۳۶۶/۶، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات: ۳۴۳/۵، رشیدیہ)

(۲) ”قیل: إنها تكون بعد الدخول، وقیل: عند العقد، وقیل: عندهما، واستحب أصحاب مالک أن تكون سبعة أيام، والمختار أنه علی قدر حال الزوج.“ (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح باب الولیمة، =

شادی میں لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانا

سوال [۵۹۶۲]: زید لڑکی کے عقد میں اپنے عزیز واقارب میں کھانے کی دعوت کرتا ہے تو عمر کہتا ہے کہ لڑکی کی طرف سے کھانا جائز نہیں ہے۔ لہذا لڑکی والوں کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ کیونکہ باراتی ہوٹل میں کھانا کھائیں اور لڑکی کے یہاں نہ کھائیں، یہ تو ہندوؤں کی رسم ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صحیح ہے، کہ ولیمہ لڑکایا اس کے اولیاء کریں گے (۱)، لیکن جو لوگ لڑکی والے کے مکان پر مہمان آتے ہیں اور ان کا مقصود شادی میں شرکت کرنا ہے اور ان کو بلایا بھی گیا ہے تو آخر وہ کھانا کہاں جا کر کھائیں گے اور اپنے مہمان کو کھانا تو شریعت کا حکم ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے (۲)۔ البتہ لڑکے والے کی طرح مقابلہ پر ولیمہ لڑکی کی طرف سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی

= الفصل الأول، (رقم الحديث: ۳۲۱۰: ۳۶۶/۶، رشیدیہ)

(وکذا فی بذل المجهود، باب بیان حکم الولیمہ: ۳۲/۴، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(وکذا فی إعلاء السنن، باب إستحباب الولیمہ وکون وقته بعد الدخول: ۱۰/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الکراہیہ، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات:

۳۴۳/۵، رشیدیہ)

(۱) ”فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”أولم ولو بشاة“۔ (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب

الولیمہ ولو بشاة: ۷۷۷/۲، قدیمی)

”الولیمہ فی أول يوم حق، وفي الثانی معروف، وفي الثالث رباء وسمعة..... عن أبی هريرة

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً: ”الولیمہ حق وسنة“ الحديث. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری،

کتاب النکاح، باب الولیمہ حق: ۲۱۶/۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”عن أبی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من

كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فليكرم ضيفه“۔ (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب إکرام الضیف

وخدمته إياه بنفسه: ۹۰۶/۲، قدیمی)

”والضيافة من سنن المرسلين وعباد الله الصالحين“۔ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری،

کتاب الأدب، باب حق الضیف: ۲۷۰/۲۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے مکان پر تشریف لے جاتے تو بیٹی کا بھی خاطر کرنا ثابت ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۴/۹۰ھ۔

اپنے یہاں تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت

سوال [۵۹۶۳]: کوئی ذی حیثیت آدمی اپنی دو لڑکیوں کی شادی کرتا ہے، اپنی مخالفت نیز دور حاضر میں دیگر دور اندیشوں کے تحت انہیں شادی ہونے والی لڑکیوں سے ہی بارات کے دس پانچ آدمیوں کا کھانا بھی پکوانا چاہتا ہے، لیکن اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے کہ اس دن قدرتنا ایسا آپڑتا ہے کہ پاس ہی لڑکیوں کے باپ ذی حیثیت دوست کے لڑکے کی شادی کا ولیمہ اسی دن ہوتا ہے اور باراتی صاحبان کو کھانا ولیمہ کا کھلایا جاتا ہے۔ تو کیا باراتی صاحبان یا لڑکیوں کے باپ کی عزت میں کوئی فرق آتا ہے، یا کوئی بدنما دھبہ کسی پر قائم ہوتا ہے، اور کہاں تک جائز ہے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس ذی حیثیت دوست کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور براتیوں کا محبت اور بے تکلفی کا تعلق ہے اور وہ اعزاز و اکرام کے ساتھ لڑکیوں کے والد اور اس کے مہمان (براتیوں) کی دعوت کرتا ہے، جس کو سب بخوشی منظور کر لیتے ہیں تو اس کی وجہ سے عزت میں فرق نہیں آئے گا، نہ کوئی بدنما دھبہ لگے گا، بلکہ داعی پر بھی ان کا احسان ہوگا کہ اپنی تقریب کے باوجود دوست کی تقریب میں شرکت و دعوت کو منظور کر لیا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۹۵ھ۔

(۱) ”عن عائشة أم المؤمنين رضي الله تعالى عنها قالت: ما رأيت أحداً أشبه سمياً ودلاً وهدياً برسول الله في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قالت: وكانت إذا دخلت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قام إليها فقبلها وأجلسها في مجلسه، وكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذا دخل عليها، قامت من مجلسها فقبلته وأجلسته في مجلسها الخ“ (جامع الترمذی، أبواب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمة رضي الله تعالى عنها: ۲/۲۲۶، سعید)

(۲) ”عن علي رضي الله تعالى عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”للمسلم على المسلم ستة بالمعروف: يسلم عليه إذا لقيه، ويجيبه إذا دعاه“ (سنن ابن ماجه، باب ماجاء فی عيادة المريض، ص: ۱۰۳، قديمی)
”أن تسلم عليه إذا لقيه، وتجيبه إذا دعاك“ (إحياء علوم الدين، كتاب آداب الفقه والإخوة حقوق المسلم: ۲/۲۳۳، حقانيہ پشاور)

”عن البراء بن عازب رضي الله تعالى عنه قال: أمرنا النبي صلى الله عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع، أمرنا بعيادة المريض، وإجابة الداعي“ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب الجنائز، ص: ۱۳۳، قديمی)

کتاب الطلاق

طلاق کی تعریف

سوال [۵۹۶۴]: عندالشرع طلاق کے کیا معنی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قید نکاح کو الفاظ مخصوصہ کے ذریعہ سے فی الحال یا فی المال اٹھا دینے کو شرعاً طلاق کہتے ہیں: ”ہو رفع قید النکاح فی الحال و المال بلفظ مخصوص“۔ تنویر: ۲/۲۴۰ (۱)۔ فقط۔

طلاق کی قسمیں

سوال [۵۹۶۵]: طلاق رجعی، مغلظہ و بائنہ کی عندالشرع کیا تعریف ہے اور رجعت کے متعلق ان کا

کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک طلاق یا دو طلاق اگر صریح الفاظ سے، یا قائم مقام صریح سے دیجائے تو اس میں شوہر کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے، ایسی طلاق کو رجعی کہتے ہیں (۲)۔ اور اگر الفاظ کنایہ (جو قائم مقام صریح کے نہیں) سے طلاق دی جائے تو اس میں

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۲۶، ۲۲۷، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۲۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”أما الصریح الرجعی: فهو أن یكون الطلاق بعد الدخول حقیقۃً غیر مقرون بعوض، ولا بعدد

الثلاث، لا نصاً ولا إشارة، ولا موصوفاً بصفة تنبیء عن البینونة“۔ (بدائع الصنائع ۴/۲۴۰، کتاب =

رجعت کا اختیار نہیں رہتا، البتہ طرفین کی رضامندی سے نکاح ہو سکتا ہے، ایسی طلاق کو بائن کہتے ہیں۔ اور اگر تین مرتبہ طلاق دے دی جائے تو اس میں حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں (۱)۔ تینوں طلاقوں کی صورتیں اور فروع کتب فقہ میں مفصل موجود ہیں، حکم یہی ہے جو یہاں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاق کے مسائل کے لئے کمیٹی اور اس کے قوانین

سوال [۵۹۶۱]: ہمارے یہاں بہت سی خراب باتیں عام طور سے ہونے لگی ہیں مثلاً:

۲..... ذرا ذرا سی بات پر خواہ مخواہ عورت کو طلاق دینا۔

۳..... بلاوجہ مار پیٹ کر زبردستی طلاق لے لینا (دلوانا)۔

۴..... ہندہ کے والد نے ہندہ کا نکاح بکر سے کیا، نکاح کے بعد ہندہ کے والد نے بجائے شوہر کے

یہاں بھیجنے کے غیر کے یہاں ہندہ کو بھیجا بغیر طلاق وغیرہ کے۔

= الطلاق، فصل فی بیان صفة الواقع الخ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

”وأما الصریح البائن فبخلافه، وهو أن يكون بحروف الإبانة أو بحروف الطلاق، لكن قبل الدخول حقيقة أو بعده لكن مقروناً بعدد الثلاث نصاً أو إشارة“۔ (بدائع الصنائع، فصل فی بیان صفة الواقع الخ: ۲۴۰/۳)

(و کذا فی ردالمحتار: ۲۵۰/۳ کتاب الطلاق، مطلب: الصریح نوعان: رجعی و بائن، سعید)

”تصح (الرجعة) إن لم يطلق بائناً“۔ (الدرالمختار)۔ ”ولا يخفى أن الشرط واحد: هو كون

الطلاق رجعياً، وهذه شروط كونه رجعياً، متى فقد منها شرط كان بائناً“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار:

۳۹۹/۳، ۴۰۰، باب الرجعة، سعید)

(۱) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً،

و يدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۱، فصل فیما تحل به المطلقة،

رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹۴/۳، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير: ۱۷۷/۳، فصل فیما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

۵..... اس جرم کی روک تھام کے لئے ایک کمیٹی قائم کی گئی تاکہ وہ شرعی فیصلہ کرے۔ کیا یہ صحیح ہے؟
کمیٹی نے چند قوانین بنائے: جو شخص بلا وجہ طلاق دیدے اس کو ۲۰ روپے اور ایک لڑکی بطور جرمانہ دینی ہوگی اور اس کو یعنی شوہر کو مارا اور پیٹا بھی جائے گا۔

۶، ۷، ۸..... یہ جرمانہ وغیرہ کیسا ہے؟

قانون ثالث: اگر کسی شخص نے صورتِ ثلاثہ کے مطابق اپنی لڑکی کا نکاح کیا بکر سے اور بھیج دی خالد کے یہاں، بغیر طلاق کے خالد سے نکاح کر لیا، تو بکر نے استغاثہ جماعت سے کیا، تو جماعت نے فیصلہ کیا کہ مجرم سے ۷۰۰ روپے اور ایک لڑکی لی جائے گی اور وہ لڑکی حتی الامکان زوج کو دلوا دی جائے گی اور وہ پیسہ جماعت کے کام میں خرچ کیا جائے گا۔ کیا اس لڑکی کا نکاح زوج اول سے ہو جائے گا؟

۹..... اگر میاں بیوی میں اختلاف ہے تو جماعت سے استغاثہ کرے اور تحقیق کے بعد نکاح فسخ کر دے یا مصالحت کر دیں گے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۱۰..... شوہر نے بیوی سے یوں کہا ”اگر تُو نے فلاں سے کلام کیا تو تجھ پر طلاق“۔ تو کیا یہ طلاق ہو جائے گی؟ شوہر نے یوں بھی کہا کہ ”اگر تُو فلاں سے نکاح کرے تو تجھ پر طلاق بائن اور اگر فلاں سے کرے تو تجھ پر طلاق ہے“۔ کیا واقع ہو جائے گی؟

۱۱..... اب شخص مذکور نکاح نامہ پر ۸/ ماہ کی تاریخ ڈلواتا ہے کیونکہ بوقتِ نکاح حمل تھا، بلکہ شبہ ہے کہ یہ حمل شخص مذکور ہی کا ہے، کیونکہ پہلے سے تعلقات تھے، اب چونکہ نکاح ہو گیا اور تاریخِ نکاح مدتِ حمل سے لکھائی گئی۔ تو نسب کس سے ثابت ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... آپ کی قوم میں پیدا شدہ خرابیاں یقیناً سخت تباہ کن اور واجب الاصلاح ہیں۔

۲..... شریعت کی نظر میں طلاق بہت ہی مبغوض ہے، سخت مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دی جاتی ہے، اس لئے ذرا اسی بات پر جب کہ عورت بے خطا ہو طلاق دینا درست نہیں ہے: ”لان الأصل فی الطلاق هو الحضر، والإیاحة لحاجة الخلاص“۔ ہدایہ: ۲/ ۳۲۳ (۱)۔ ”وأما وصفه فهو أنه

(۱) (الهدایہ: ۲/ ۳۵۴، ۳۵۵، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان) =

محظور نظراً إلى الأصل، فيه الحظر بمعنى أنه محظور إلا لعارضٍ يبيحه“۔ شامی:

۶۴۱/۲ (۱)۔ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ، فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا﴾ (۲)۔

۳..... ایسے ہی کسی کو بلا وجہ شرعی طلاق پر مجبور کرنا اور مار پیٹ کر طلاق لینا بھی ظلم ہے۔

۴..... نیز لڑکی کا نکاح کسی کے ساتھ کرنے کے بعد بغیر طلاق و نکاح کے دوسرے کے یہاں بھیج دینا

صریح حرام کاری کا دروازہ کھولنا ہے (۳)۔

۵..... ان خرابیوں کو معاشرہ سے بالکل ختم کر دینا ضروری ہے، اس کے لئے مناسب جماعت کا قیام

بھی ہو چاہئے، لیکن آپ حضرات نے جو قوانین مقرر کئے ہیں وہ بھی درست نہیں ہیں۔

۶، ۷، ۸..... جرمانہ میں رشتہ لازم کرنا یا مالی جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے: ”والحاصل أن المذهب

عدم التعزير بأخذ المال“۔ شامی: ۲۴۷/۳ (۴)، ہاں تعزیر کے دوسرے طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں

مثلاً: قطع تعلق (۵)۔

= (و کذا، فی مجمع الأنهر: ۳۸۰/۱، کتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۱) (رد المحتار: ۲۲۸/۳، کتاب الطلاق، قبیل مطلب: طلاق الدور، سعید)

(۲) (سورة النساء: ۳۴)

(۳) قال الله تعالى ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزَّانَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً، وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورة الإسراء: ۳۲)

”عن عبد الله رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”المرأة عورة، فإذا

خرجت استشرفها الشيطان“۔ (جامع الترمذی: ۲۲۲/۱، باب ماجاء فی کراهية الدخول علی

المغيبات، سعید)

(۴) (رد المحتار: ۶۲/۳، باب التعزير، مطلب فی التعزير بأخذ المال، سعید)

(۵) کذا فی الفتاویٰ العالکمیریة: ۱۶۷/۲، فصل فی التعزير، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۶۸/۵، باب التعزير، رشیدیہ)

(۵) ”قال الخطابی: رخص للمسلم أن يغضب علی أخیه ثلاث لیل لقلته ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان

الهجران فی حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك..... قال: وأجمع العلماء علی أن من خاف

من مکالمه أحد وصلته ما يفسد علیه دينه أو يدخل مضرةً فی دنیاه، يجوز له مجانبته وبعده، ورب صرم

جميل خير من مخالطة تؤذیه..... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات ما لم يظهر =

۹..... جماعت کو فسخ نکاح کا اختیار اسی وقت ہے جب شرعی طور پر عورت کی بات کی تحقیق کی جائے، پھر شوہر کو نوٹس دے کر اصلاح حال یا طلاق کے لئے کچھ مدت کی مہلت دی جائے۔ جب مدت مقررہ گزر جائے اور شوہر نہ تو طلاق دے اور نہ اپنی اصلاح کرے، پھر کمیٹی نکاح فسخ کر سکتی ہے، اس کمیٹی میں کم از کم ایک معاملہ فہم عالم دین کو ضرور شریک کر لیں تاکہ شریعت کے مطابق فیصلہ ہو سکے۔

اس قسم کے معاملات کے لئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ”الحيلة الناجزة للحليلة العاجزة“ کا مطالعہ کر لینا چاہئے (۱)، اس میں فسخ وغیرہ کے تمام قواعد و شروط بالتفصیل درج ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ حتی الامکان مصالحت کی کوشش کی جائے جب نباہ کی کوئی صورت نہ ہو تو بحالت مجبوری طلاق کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۰..... اگر کسی نے عورت کو طلاق بالشرط دی تو تحقق شرط کی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی، صورت مسئلہ میں پہلی شکل میں اگر عورت شخص معلق علیہ سے گفتگو کرتی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور دوسری صورت میں کلام لغو ہوگا کیونکہ جب طلاق کے دوسرے شخص سے نکاح کو شرط قرار دیا اور دوسرے سے نکاح بغیر پہلے شوہر کے طلاق دیئے ہو نہیں سکتا تو شرط کا تحقق نہیں ہو سکتا، لہذا طلاق نہ ہوگی اور کلام لغو ہوگا (۲)۔

= منه التوبة أو الرجوع إلى الحق“، (مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب ما ينهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۸/۵۸، ۵۹، رشیدیہ)

(۱) ”زوجہ متعنت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کر لے، لیکن اگر باوجود سعی بلیغ کے کوئی صورت نہ بن سکے تو عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے، وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے پوری تحقیق کرے، اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کر دیا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے“۔ (حیلہ ناجزہ، ص: ۷۳، ۷۴، دار الإشاعت، کراچی)

(۲) ”إنما يصح (التعليق) في الملك كقولہ لمنكوحته: وإن زرت فأنت طالق، أو مضافاً إليه: أي إلى الملك: كأن نکحت فأنت طالق بعد وجود الشرط“۔ (تبیین الحقائق: ۳/۱۰۹، ۱۱۰، باب التعليق، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

۱۱..... نکاح کا انعقاد ایجاب و قبول کے وقت سے ہوگا خواہ نکاح نامہ پر تاریخ کچھ بھی ڈالی جائے، اگر نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نئے شوہر کا بچہ ہے ورنہ پہلے شوہر کا (۱)۔ ناجائز تعلقات سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا نسب زانی سے شرعاً ثابت نہیں (۲)۔

تنبیہ: بغیر شرعی ثبوت کے کسی کو زانی کہنا سخت جرم ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بند نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۸۸ھ۔

طلاق کے لئے انجمن کی اجازت کو ضروری قرار دینا

سوال [۵۹۶]: زید اور اس کی بیوی میں بوجہ ناموافقیت مزاج کشیدگی اس قدر بڑھ گئی کہ زید کو اپنا دین اور اپنی دنیا تباہ ہوتی نظر آرہی ہے۔ تین سال کی متواتر کوشش اور سمجھانے کے باوجود اس کی بیوی راہ راست پر آنے کے بجائے نافرمان ہی رہی، بددینی یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ وہ زید کے والدین کو بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے لگی۔ زید نے اس کی خامیاں اور نافرمانیاں اس کے مخصوص متعلقین سے بیان کیں تو زید کے

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۲۰/۱، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳۸۵/۲، باب الأیمان فی الطلاق، شركة علمیه ملتان)

(۱) ”وإذا تزوج الرجل امرأة، فجاءت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها، لم يثبت نسبه، وإن جاءت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه عنه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۳۶/۱، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲۷۴/۳، باب ثبوت النسب، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۷۷/۴، الفصل التاسع والعشرون فی ثبوت النسب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”ولو زنی بامرأة فحملت، ثم تزوجها فولدت..... إن جاءت به لأقل من ستة أشهر، لم يثبت

نسبه..... أما إن قال: إنه منی من الزنا، فلا یثبت نسبه ولا یرث منه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب

الخامس عشر فی ثبوت النسب: ۵۴۰/۱، رشیدیہ)

(۳) ”وشرعاً: (أی القذف شرعاً) الرمی بالزنا وهو من الكبائر بالإجماع، فتح“۔ (الدر المختار، کتاب

الحدود، باب حد القذف: ۴۳/۴، سعید)

خسر نے زید کے والد کے متعلق کہا کہ ”مجھے اس کی شکل سورت کی نظر آتی ہے، میں اس کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔“
زید نے اپنی بیوی کو درست کرنے کے لئے سب ہی ترکیبیں استعمال کر لی ہیں، مثلاً ترکِ کلام اور زد و کوب وغیرہ بھی کر کے دیکھ لیا، لیکن کوئی صورت اس کے ساتھ زندگی گزار جانے کی پیدا نہیں ہو سکی۔

مجبوراً اگر طلاق دے کر پیچھا چھڑائے تو زید کی ایک قومی انجمن ہے جس کا قانون ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے تنگ ہو تو طلاق دینے سے قبل وہ انجمن میں درخواست دے، جب انجمن اجازت دے تب طلاق دے سکتا ہے ورنہ نہیں، بدون اجازت انجمن اگر طلاق دے دی تو ایسے شخص کے لئے پانچ سال مکمل ترکِ موالات کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ زید نے مجبوری کی درخواست مذکورہ انجمن میں پیش کر دی ہے، لیکن انجمن میں اشخاص زید کی زوجہ کے حمایتی اور سرکش موجود ہیں، وہ درخواست دیکھتے ہی افراد انجمن پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ زید کے طلاق دینے سے پہلے ہی مکمل دس یا پانچ سال تک کے لئے ترکِ موالات کر دیا جائے اور زید کو جان سے مروا ڈالنے کی اسکیم بنا رہے ہیں۔

ایسی صورت میں زید یا تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے کر اپنی زندگی اور دین کو برباد کرے، یا خودکشی کر کے اپنی جان کو ختم کر لے، اس کے علاوہ کوئی تیسرا چارہ کار نہیں ہے۔ کیا شریعت نے شوہر پر طلاق دے کر خلاصی حاصل کرنے کے بارے میں اس قدر سختی کا حکم دیا ہے؟ اگر نہیں تو بعد از طلاق انجمن یا کسی کمیٹی کا شوہر کے خلاف ایسا مذکورہ بالا فیصلہ دینا کیا جائز ہے؟ مع حوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔ بیوی غیر مقلد ہے، اور زید حنفی المسلمک ہے۔ نیز مطلع فرمائیں کہ زید کے خلاف مذکورہ بالا فیصلہ دینا کہ وہ دس پانچ سال یا کسی بھی مدت کے لئے پابندی لگانا کہ اس کا کوئی نکاح نہ کر سکے جس سے اس کی زندگی اور ایمان تک خطرہ میں پڑ جائے کیا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اول نرمی سے عورت کی اصلاح کی جائے شفقت سے اس کو سمجھایا جائے، اس سے کام نہ چلے تو مناسب طرح سے اس کو تنبیہ کی جائے، حسبِ موقع ڈانٹ کی بھی اجازت ہے۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور صبر بھی نہ کر سکے تو طلاق کی اجازت ہے (۱)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَالَّتِي تَخَافُونَ نشوزهن، فعظوهن واهجروهن في المضاجع واضربوهن، فإن

أطعنكم، فلا تبغوا عليهن سبيلاً، إن الله كان علياً كبيراً﴾ (سورة النساء: ۳۴) =

اگر عورت زبان درازی کر کے اذیت پہنچاتی ہے تو اس کو طلاق دیدینا مستحب ہے، جبکہ اس کو طلاق دینے کے بعد ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہ ہو:

”وقولهم: الأصل فيه (أى فى الطلاق) الحظر، معناه أن الشارع ترك هذا الأصل فأباحه، بل يستحب لو مؤذية، ۱ھ“۔ درمختار۔

”قولہ: مؤذية) أطلقه: فشمّل المؤذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها. (قولہ: أو تاركة صلوة) الظاهر أن ترك الفرائض غير الصلوة كالصلوة، ۱ھ“۔ ردالمحتار: ۲/۲۱۶ (۱)۔

جب آدمی حدود شریعت میں رہ کر اجازت سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو وہ شرعاً مجرم نہیں اور جو شخص شرعاً مجرم نہیں کسی انجمن کو حق نہیں کہ اس کو مجرم قرار دے کر سزا دے اور اس سے ترک موالات کر دے اور شادی کرنے سے روک دے جس سے وہ طرح طرح کی پریشانیوں میں گرفتار ہو جائے، ایسا اقدام گناہ اور ظلم ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۱۳۹۱ھ۔

= ”يعزر المولى عبده والزوج زوجته ولو صغيرة على تركها الزينة الشرعية مع قدرتها عليها، وتركها غسل الجنابة، وعلى الخروج من المنزل لو بغير حق، وترك الإجابة إلى الفراش لو طاهرة من حيض“۔ (الدر المختار: ۳/۷۷، باب التعزير، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق: ۵/۸۱، ۸۲، باب حد القذف، فصل فى التعزير، رشيدية)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۲۸، ۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

(و كذا فى البحر الرائق: ۳/۴۱۳، ۴۱۴، كتاب الطلاق، رشيدية)

(و كذا فى فتح القدير: ۳/۴۶۴، كتاب الطلاق، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) ”عن أبى سعيد وابن عباس رضى الله تعالى عنهم قالاً: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”من ولد له ولد، فليحسن اسمه، وأدبه، فإذا بلغ فليزوج، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثمًا، فإنما إثمه على أبيه“۔ رواه البيهقى فى شعب الإيمان“۔ (مشکوٰۃ المصابيح: ۲/۲۷۱، باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة، الفصل الثالث، قدیمی)

طلاق کے لئے پنچایت نامہ

سوال: [۵۹۶۸]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحضور فیض گنجور حضرت مولانا مفتی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

ایک عورت چند مرتبہ اپنے شوہر کے یہاں سے بلا رضا مندی شوہر نکل چکی ہے، اس عورت کا بیان ہے کہ میرا خاوند عورت کے قابل نہیں، اسی لئے وہ عورت اپنے خاوند کے یہاں سے چند مرتبہ نکل گئی تھی اور اس کا خاوند زبردستی برادرانہ زور سے لایا۔

آخر جب کئی مرتبہ نکلی، برادرانہ زور سے بھی نہ رہی، اس عورت نے مجبور ہو کر اپنے خاوند کی سرکار میں درخواست دی، فعل مختاری کی اور اس کی نامردی کی جس کی سرکاری نقلیں عورت کے پاس موجود ہیں اسی بناء پر عورت کے خاوند کے آدمیوں نے ایک پنچایت ۲۳/ مارچ/ ۱۹۳۳ء کو برادرانہ عام کی کہ جس میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی ہندو مسلمان موجود تھے۔

یہ اس عورت کا چوتھی مرتبہ نکل جانا ہے، اس مرتبہ عورت کے خاوند نے تمام ڈیڑھ سو آدمیوں کے مجمع میں یہ کہا کہ ”اگر یہ عورت اب کی مرتبہ مجھے دیدی جاوے تو اب کی مرتبہ یہ نہیں جائے گی اور اگر اب کی مرتبہ چلی گئی تو میں نہ اس کا خواہاں ہوں اور نہ اس کا دعویٰ کروں اور نہ پنچایت کروں، یہی میری طلاق ہے، میں اس کا دعویٰ دار ہوں۔“ وہ عورت پنچایت نے اس کو دے دی پھر اسی روز بلا صحبت و یکجائی کے وہ عورت پھر چلی گئی۔

اب عرصہ کئی ماہ کا ہو چکا، وہ عورت اپنے خاوند کے یہاں نہیں گئی۔ آیا یہ تاریخ پنچایت سے اس عورت کو طلاق ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہو چکی ہے تو تاریخ پنچایت مذکور سے عدت پوری کر کے وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ نقل نامہ پنچایتی اس عورت کے پاس موجود ہے جس کے اوپر دس بارہ آدمیوں کے انگوٹھے وغیرہ لگے ہوئے ہیں، امید ہے کہ بسند صحیح مطابق شرع شریف جواب باصواب ملے۔ بینواتو جروا۔

تنقیح

۱۔ وہ شخص اس کا اقرار کرتا ہے یا نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور اگر پنچایت نامہ میں یہ الفاظ لکھے ہیں تو اس کو بھیجنا چاہئے۔ اس کے بعد جواب دیا جائے گا۔

۲- جو گواہ ہیں ان کے حالات بھی لکھنے چاہئیں۔

از: دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۱۴۲۵ھ۔

جواب تنقیح

۱- اقرار کرتا ہے کہ یہ الفاظ ضرور کہے ہیں۔

۲- گواہ اہل اسلام، نمازی دیندار بھی ہیں اور بے نمازی بھی کافی تعداد میں ہیں اور اہل ہنود بھی جو معتبر

اہل موضع اور پنچایت ہیں۔ پنچایت نامہ پیش خدمت ہے۔

پنچایت نامہ یہ ہے

”آج بتاریخ ۲۳/ مارچ/ ۳۳ء کو برائے پنچایت میر پنچایت نے امیر حسن کو اس کی زوجہ کو فتح پور بھادوں سے موضع بیٹ پر گنہ فیض آباد میں پہنچا دو، اگر یہ عورت پھر میرے یہاں سے کسی برادری یا غیر برادری میں چلی جائے تو میں اس کا دادخواہ نہیں ہوں گا، نہ عدالت کروں گا اور نہ پنچایت کروں گا اور نہ اس کا نام لوں، اور کوئی اگلی کچھلی کاروائی کسی برادری یا غیر برادری کے آدمی نے عدالت کی تو وہ پنچایت اور عدالت کا چور ہے اس کو پنچایت تدارک دے، یا اگر پنچایت کی نہ مانے تو عدالت میں پنچایت چارہ جوئی کرے اور اس کو تدارک دلوائے، یہ ہی میری طلاق ہے۔“

گواہ: رحمت اللہ، بشیر ولد فہم الدین، کرم علی، چودھری شہاب الدین، عبدالغفور،

یار والا گلاب، محمد حسن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کا قول ”یہی میری طلاق ہے“ اس سے مراد اگر یہ ہے کہ میرا پنچایت اور دعویٰ نہ کرنا طلاق ہے

تب تو غلط ہے کیوں کہ صرف پنچایت اور دعویٰ نہ کرنے کو شرعاً طلاق نہیں کہتے (۱)، اگر یہ مراد ہے کہ دوسری مرتبہ

(۱) ”ورکنہ لفظ مخصوص“۔ (الدر المختار)۔ ”هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو

كنایة“۔ (رد المحتار: ۳/ ۲۳۰، مطلب: طلاق الدور، سعید) =

مستقل طلاق دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اس شرط کے بعد یعنی اگر اب کی مرتبہ وہ میرے یہاں سے چلی جائے تو اسے طلاق ہے تب اس کی بیوی پر اس تاریخ سے کہ وہ شوہر کے گھر سے اخیر مرتبہ گئی ایک طلاق پڑ گئی (۱)، اگر جماع یا خلوت صحیحہ کی نوبت آچکی تھی تو عدت گزار کر اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے بشرطیکہ شوہر نے رجوع نہ کیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۸/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/شعبان/۵۲ھ۔

طلاق دینے سے بائیکاٹ وغیرہ کی سزا

سوال [۵۹۶۹]: زید، بکر دو سگے بھائی ہیں، دونوں کی زوجہ دو سگی بہنیں ہیں، دونوں بہنیں اپنے شوہروں سے خانگی معاملات میں مفاہمت نہیں رکھتی ہیں اور نہ تابعداری و فرماں برداری شوہر پر عمل کرتی ہیں، حتیٰ کہ بیماری میں شوہر کو چھوڑ کر میکہ چلی گئی ہیں۔ دریں صورت دونوں بھائیوں کا گھر جہنم بنا ہوا ہے اور استواری معاملات کی نہیں ہو رہی ہے، یہاں تک دونوں بہنیں فارغی کی خواہشمند ہیں، زید و بکر بھی ان سے خلاصی چاہتے ہیں، مگر برادری اور پنچایتوں کے کچھ طور طریق، قواعد و قانون وغیرہ ایسے ہیں جو طلاق دینے میں مانع ہیں، مثلاً جرمانہ، شادی بیاہ کا خرچ، نیز سوشل بائیکاٹ وغیرہ یہ تمام امور بھی برداشت سے باہر ہیں، بیماری وغیرہ بھی الگ لاحق ہے۔

ایسی صورت میں مندرجہ بالا اصولوں کی جو کہ برادری کی طرف سے نافذ ہیں خلاف ورزی شرعاً کیا درجہ رکھتی ہے؟ اور ان کا نفاذ بھی آیا جواز کا مقام رکھتا ہے یا نہیں؟

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۸/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲۱/۳، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) ”وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۲۰/۱، الفصل الثانی فی تعلیق الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایہ: ۳۸۵/۲، باب الأیمان فی الطلاق، شرکت علمیہ ملتان)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۰۹/۳، ۱۱۰، باب التعلیق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاوجہ ذرا اسی بات پر طلاق دینا شرعاً ناپسند اور عند اللہ مبغوض ہے (۱) لیکن جب دونوں کے دلوں میں نفرت ہے اور حقوق زوجیت ادا نہیں ہو رہے ہیں، گھر جھگڑنا بنا ہوا ہے، بیویوں کی طرف سے بھی طلاق کا مطالبہ ہے، شوہر بھی تنگ ہو کر طلاق دینا چاہتے ہیں تو ایسی حالت میں طلاق دینا منع نہیں، بلکہ بہتر ہے کہ طلاق دے کر تعلق ختم کر دیا جائے (۲)۔ غالب خیال اور قرین عقل بات یہ ہے کہ اس صورت میں برادری اور پنچایت کی طرف سے بھی طلاق دینے کی ممانعت نہیں ہوگی اور نہ ہونی چاہیے، ممانعت ایسی صورت میں ہوگی کہ بیوی بے قصور ہو اور طلاق لینا نہیں چاہتی، مگر شوہر ظلماً اس پر سختی کرتا اور طلاق دیتا ہو، اگر برادری نے موجودہ صورت پر بھی پابندی عائد کر کے قانون بنایا ہے تو یہ قانون خود ہی پابندی کے لائق نہیں، اس کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۱۳۹۲ھ۔

طلاق دینے پر برادری کا سزا دینا

سوال [۵۹۷۰]: ہماری برادری نے پنچایت میں طلاق سے متعلق کچھ تجاویز پاس کی ہیں اور ان پر

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أبغض الحلال إلى الله عز وجل الطلاق“۔ (سنن أبی داؤد: ۲۹۶/۱، کتاب الطلاق، سعید)

”وأما وصفه فهو أنه محظور نظراً إلى الأصل، ومباح نظراً إلى الحاجة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ:

۳۳۸/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۲۸/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) ”وسببه الحاجة إلى الخلاص من تدباین الأخلاق..... وأما وضعه، فالأصح حظره إلا للحاجة“۔

(مجمع الأنهر: ۳۸۰/۱، ۳۸۱، کتاب الطلاق)

”يجب لَوْ فَاتَ الإمساك بالمعروف“۔ (الدر المختار)۔ ”أی کان عجز عن إقامة حقوق

الزوجة أو كان لا يشتهيها“۔ (رد المحتار: ۲۲۹/۳، کتاب الطلاق، سعید)

کچھ سزائیں بھی دینا پاس کی ہیں، کیا کسی برادری کو طلاق کے معاملہ میں سزا دینے کا حق پہنچتا ہے؟ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کیا ہے؟ تجویز مندرجہ ذیل ہیں:

۱..... اگر کوئی بلا کسی شرعی عذر کے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور بستی کے بچ اس کے عذر سے متفق نہیں ہوتے ہیں تو بستی کے بچوں کو فیصلہ دینے کا اختیار ہوگا اور وہ سزا برادری سے خارج کرنا ہے۔ کیا تجویز پاس کرنا اور اس پر عمل درآمد کرنا جائز ہے؟

۲..... عبدالمتمین پسر عبد الحمید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، پنچایت نے اسے عمر بھر کے لئے برادری سے خارج کر دیا، عبدالمتمین کے باپ عبد الحمید کو حکم دیا کہ تم اپنے لڑکے کی مطلقہ کا زر مہر، نان، نفقہ ادا کر دو، ورنہ تم کو بھی برادی سے خارج کر دیں گے، عبد الحمید نے مجبور ہو کر زر مہر، نان، نفقہ ادا کر دیا، پھر بھی عبد الحمید کو یہ سزا دی کہ وہ اپنے لڑکے عبدالمتمین سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ کیا عبد الحمید سے اس کے لڑکے کی بیوی کا زر، نان و نفقہ دلوانا جائز ہے؟ اور پھر عمر بھر کے لئے قطع تعلق کرنا کیسا ہے، جبکہ عبدالمتمین مع اپنی بیوی کے کئی سال سے اپنے باپ سے الگ رہتا ہے اور اس وقت اس کی عمر بیس سال ہے؟

۳..... عبد الرحمان کو اس بنا پر دس سال کے لئے برادری سے خارج کر دیا کہ اس کے لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، عبد الرحمان دس سال تک برادری میں نہیں مل سکتا، نہ ہی رستے کر سکتا ہے، بلکہ اس کے جوان لڑکا اور قریب الجوان لڑکی ہے، لڑکے کا نکاح ہو چکا ہے، رخصتی ہونی باقی ہے، یعنی کسی کی بھی شادی دس سال تک نہیں کر سکتا۔

۴..... محمد سعید پسر رحمت اللہ نے اپنی بیوی کو زبان درازی اور چوری کرنے کے الزام میں جو ثابت ہونے کی بنا پر طلاق دیدی اور زر مہر، نان و نفقہ، سامان جہیز واپس کر دیا، لیکن برادری کی پنچایت نے محمد سعید کے والد کو برادری سے چار سال کے لئے خارج کر دیا۔ محمد سعید کی عمر اٹھارہ سال ہے، نیز اس کے بڑے بھائی کو جو بیس سال سے اپنے باپ رحمت اللہ سے الگ رہتا ہے، ایک سال کے لئے برادری سے خارج کر دیا۔

یہ چار سوال پیش خدمت ہیں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں کوئی قانون بنانا اور اس پر مندرجہ ذیل بالا سزائیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ حدیث و قرآن جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... طلاق شرعاً بہت ناپسند اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مبغوض چیز ہے، اس لئے بلاوجہ طلاق دینا فتیح ہے (۱)، مگر طلاق کی وجہ سے برادری کو سزا دینے کا حق نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متنبی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کا نکاح کرنا اور باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے اس بیوی کو طلاق دینا قرآن کریم اور حدیث شریف میں مذکور ہے، لیکن اس پر ان کو کوئی سزا نہیں دی گئی (۲)، نہ ان سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق فرمایا، نہ لوگوں نے قطع تعلق کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی، ان سے بھی قطع تعلق برادری نے نہیں کیا (۳)۔ اور بھی طلاق کے واقعات پیش آئے، کہیں شوہر نے

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أبغض الحلال إلى الله عز وجل الطلاق“۔ (سنن ابن ماجہ، ص: ۱۴۶، أبواب الطلاق، میر محمد کتب خانہ، کراچی)
(وسنن أبی داؤد: ۳۰۳/۱، باب فی کراہیة الطلاق، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ، أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ، وَتُخْفَى فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ، وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ، فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لَكِي لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا، وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا﴾ (سورة الأحزاب: ۳۷)

”عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: لما نزلت هذه الآية ﴿وتخفي في نفسك ما الله مبديه﴾ في شأن زينب بنت جحش، جاء زيد يشكو، فهم بطلاقها، فاستأمر النبي صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”أمسك عليك زوجك، واتق الله“۔ (جامع الترمذی: ۱۵۶/۲، تفسير سورة الأحزاب، سعيد)

(۳) ”عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه طلق امرأته، وهي حائض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فسأل عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”مره فليراجعها، ثم ليمسكها حتى تطهر، ثم تحيض، ثم تطهر، ثم إن شاء أمسك، وإن شاء طلق قبل أن يمس، فتلك العدة التي أمر الله أن تطلق لها النساء“۔ (صحيح البخاری: ۷۹۰/۲، كتاب الطلاق، باب قول الله عز وجل: ﴿يا أيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن﴾، قديمی) =

از خود طلاق دیدی، کہیں بیوی نے مطالبہ کیا جس پر خلع کی نوبت آئی، کسی کو سزا نہیں دی گئی۔ خلع کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہے (۱)۔

بات یہ ہے کہ بعض طبقوں میں میل نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے حقوق ادا نہیں ہوتے، ایسے وقت طلاق دینا ہی بہتر ہوتا ہے (۲)، پس برادری کا ایسا سخت قانون بنادینا غلط اور خلاف شرع ہے، اس کو واپس لینا ضروری ہے، بلا عذر طلاق کو انفرادی ظلم قرار دے کر اس کے روکنے کے لئے ظالمانہ قانون بنادینا اجتماعی ظلم ہے۔

۲..... بیٹا اگر اپنی بیوی کو طلاق دیدے (عذر سے یا بلا عذر سے) تو اس کی بیوی کا زرمہر، اور نفقہٴ عدت خود دینے والے پر ہے (۳)، اسکے والد کو مجبور کرنا ظلم ہے، پھر اس ظلم کو برداشت کر لینے کے بعد بیٹے سے

= (والصحيح لمسلم: ۴/۱، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض بغير رضاها، وأنه لو خالف وقع الطلاق، ويؤمر برجعته، قديمی)

(وسنن النسائي: ۹۸/۲، باب وقت الطلاق للعدة التي أمر الله عز وجل أن يطلق لها النساء، قديمی)
(۱) قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان، ولا يحل لکم أن تأخذوا مما أتيتموهن شيئاً إلا أن يخافا ألا يقيما حدود الله، فإن خفتم ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۲) ”(قوله: ومن محاسنه التخلص به من المكاره): أي الدينية والدينية، بحر: أي كأن عجز عن إقامة حقوق الزوجة أو كان لا يشتهيها“۔ (ردالمحتار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعيد)
(و كذا في البحر الرائق: ۳/۴۱۵، کتاب الطلاق، رشيدیه)

(و كذا في فتح القدير: ۳/۴۶۵، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)
(۳) ”المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق“۔ (الفتاوى العالمكيريّة: ۱/۳۰۳، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر، رشيدیه)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۲۵۱، کتاب النكاح، باب المهر، رشيدیه)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۱۰۲، باب المهر، سعيد)

”المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة، والسكنى، كان الطلاق رجعيّاً أو بانناً أو ثلثاً، حاملاً كانت المرأة أولم تكن“۔ (الفتاوى العالمكيريّة: ۱/۵۵۷، الفصل الثالث في نفقة المعتدة، کتاب =

قطع تعلق پر مجبور کرنا ظلم بالائے ظلم ہے اور قطع رحمی ہے (۱)، جبکہ وہ بیس سال کا ہے تو اس کو شادی سے روک دینا اور ظلم ہے جس سے معصیت میں مبتلا ہونے کا سخت خطرہ ہے (۲)۔

۳..... یہ بھی ظلم ہے۔

۴..... یہ بھی ظلم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۱۳۹۱ھ۔

کیا اہل محلہ کو طلاق دینے پر سزا دینے کا حق ہے؟

سوال [۵۹۷۱]: اگر کسی شخص کو اپنی بیوی پسند نہ ہو اور یہ اسے رکھنا ہی نہیں چاہتا اور طلاق دینے پر آمادہ ہے، مگر گھر کے بڑے بڑے لوگ اور محلہ کے آدمی اسے مجبور کرتے ہیں کہ تم طلاق نہ دو، اگر طلاق دو گے تو ایسی صورت میں تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔ تو کیا اہل محلہ کو طلاق دینے والے کو سزا دینا جائز ہے؟ نیز اس مجبوری کے وقت شوہر طلاق دیدے یا رُک جائے؟ اس سلسلہ میں مفصلاً اور مدلل احکام پیش کریں۔

= (الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۴۰/۱، فصل فی نفقة العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۶۰۹/۳، باب النفقة، مطلب فی نفقة المطلقة، سعید)

(۱) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”الرحم شجنة من الرحم، فقال اللہ: ”من وصلک وصلته، ومن قطعت قطعته“۔ (صحیح البخاری: ۸۸۵/۲، کتاب الأدب، باب:

من وصل وصلہ اللہ، قدیمی)

(و جامع الترمذی: ۱۲/۲، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی قطعية الرحم، سعید)

(و مسند أحمد بن حنبل: ۳۴۳/۲، مسند عبد اللہ بن عمرو، (رقم الحدیث: ۶۴۵۸)، دار إحياء التراث

العربی بیروت)

(۲) ”عن أبی سعید وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالاً: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”من ولد له

ولد فليحسن اسمه، وأدبه، فإذا بلغ فليزوجہ، فإن بلغ ولم يزوجہ، فأصاب إثمًا، فإنما إثمہ علی أبيہ“۔

(مشکوۃ المصابیح: ۲/۲۷۱، باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة، الفصل الثالث، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی سے نباہ نہیں ہوتا، حقوق ضائع ہوتے ہیں، قلوب میں نباہ کی گنجائش نہیں ہے تو طلاق دے دینا چاہیے (۱)، اہل محلہ کو ایسی صورت میں تکلیف پہنچانے اور سزا دینے کا حق نہیں ہے۔ قرآن کریم اور فقہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے، البتہ ذرا اسی بات پر طلاق دیدینا جبکہ نباہ اور صلح کی صورتیں ہوں تو شرعاً ناپسند اور قبیح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلاق حکم والدین

سوال [۵۹۷۲]: زید کی شادی والدین نے اپنی مرضی کے مطابق ایک قریبی رشتہ دار کے یہاں کر دی، کچھ دنوں کے بعد زید کے والدین کہتے ہیں کہ طلاق دے دو لیکن زید کی بیوی میں کوئی اخلاقی و معاشرتی و دینی کوتاہی نظر نہیں آتی زید نے والدین سے کہا کہ میری نظر میں کوئی اپنی بیوی میں کوتاہی نہیں دیکھتا ہوں جس سے میں طلاق دوں۔

ہاں اگر آپ حضرات کی نظر میں کوئی غلطی ہو تو فرمائیں، میں اگر وہ غلطی دیکھوں گا، فوراً اس کو دور کرنے

(۱) ”ووجب (أى الطلاق) لَوْ فَاتَ الإمساك بالمعروف“۔ (الدر المختار)۔ ”أى كان عجز عن إقامة

حقوق الزوجة أو كان لا يشتهيها“۔ (رد المحتار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

”وسببه الحاجة إلى الخلاص عند تباین الأخلاق..... وأما وضعه فالأصح حظره إلّا الحاجة“۔

(مجمع الأنهر: ۱/۳۸۰، ۳۸۱، کتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۱۲، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير: ۳/۴۶۳، ۴۶۴، کتاب الطلاق، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۲) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”أبغض الحلال إلى

الله عز وجل الطلاق“۔ (سنن أبی داؤد: ۱/۲۹۶، کتاب الطلاق، سعید)

”وأما وصفه: فهو أنه محظور نظراً إلى الأصل ومباح نظراً إلى الحاجة“۔ (الفتاویٰ العالمکریة:

۳۳۸/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۲۸، کتاب الطلاق، سعید)

کے لئے تدابیر اختیار کرونگا، اگر غلطی کی اصلاح نہ ہوئی تو میں طلاق بھی دے سکتا ہوں، آپ کی مرضی کے مطابق، لیکن والدین نے فرمایا غلطی کوئی نہیں ہے، لیکن ہماری طبیعت ہے کہ تم اس بیوی کو طلاق دیدو۔

ایسی حالت میں زید کیا کرے جب کہ اس کی بیوی ایک دیندار عورت ہے اور کوئی غلطیاں بھی اس میں نہیں ہیں؟ اگر ایسی حالت میں زید طلاق دیدے تو بیوی کی حق تلفی تو نہیں ہوگی؟ اور اگر طلاق نہیں دیتا ہے تو والدین کا کہنا نہ ماننے کا گناہ تو نہیں ہوگا؟ دونوں صورتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

محمد عمر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ بیوی میں دینی، اخلاقی، معاشرتی کسی قسم کی خرابی نہیں اور وہ اپنے شوہر کے والدین کو نہیں ستاتی، بلکہ ان کی خدمت کرتی اور ان کو خوش رکھتی ہے، ادھر شوہر کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر بیوی کو طلاق دیدی بیوی کی حق تلفی ہوگی، تو ان مجموعی حالات کے پیش نظر طلاق نہیں دینی چاہئے، طلاق نہ دینے سے زید گنہگار نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كانت تحتی امرأة أحبها وكان عمر -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- یکرهها، فقال لی: طلقها، فأبیت، فأتی عمر رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- فذكر ذلك له فقال لی رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم-: ”طلقها“. رواه الترمذی“. قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ”طلقها“ أمر ندب أو وجوب إن كان هناك باعث آخر“.

وقال الإمام الغزالی فی الإحياء: - ۲/ ۲۶، کشوری - فی هذا الحديث: فهذا يدل على أن حق الوالد مقدم، ولكن والد یکرهها لا لغرض فاسد مثل عمر فی المشکوة عن معاذ قال: أو صانی رسول اللہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- وساق الحديث. وفيه: ”لا تعصن والديک وإن أمراک أن تخرج من أهلك ومالك“. الحديث. فی المرقاة: شرط للمبالغة باعتبار الأكمل أيضاً، إما باعتبار أصل الحواز فلا يلزمه طلاق زوجته امرأته بفراقها وإن تاذيا ببقاءها إيذاءً شديداً؛ لأنه قد يحصل له ضرر بها فلا يكلف لأجلها؛ إذ من شأن شفقتهم أنهما لو تحققا ذلك لم يأمرأه به، فالزامهما له به مع ذلك حمق منهما ولا يلتفت إليه، وكذلك إخراج ماله“. انتهى مختصراً“. (ضمیمہ ثانیہ، اصلی بهشتی گوهر، گیارہواں حصہ، ص: ۱۴۴، المكتبة المدنیة)

ماں باپ کے کہنے سے بیوی کو طلاق

سوال [۵۹۷۳]: ہم دونوں میاں بیوی میں باہم تعلق ہے، میں مدرسہ میں پڑھتا ہوں اور بیوی اپنے ماں باپ کے پاس رہتی ہے۔ میری والدہ بیمار ہو گئی ہے دادا صاحب بیوی کو لے کر آئے ہیں، تاکہ اپنی ساس کی خدمت کرے۔ دو روز رہنے کے بعد بیوی اپنے ماں باپ کے پاس بغیر اجازت چلی گئی ہے، محلہ کی عورتوں نے بے حد سمجھانے کی کوشش کی، دادا صاحب نے بھی کوشش کی ہے مگر کسی کی بات پر عمل نہیں کیا۔ میری چچی نے ایک میل پر جا کر اس کو روکا ہے چونکہ اس کو بعد میں معلوم ہوا کہ بغیر اجازت جا رہی ہے، وہاں پر اس کی صندوق وغیرہ پکڑی ہے، آپس میں شکم پٹکا ہوئی ہے (۱)۔ بہر کیف وہ کوشش کے باوجود چلی گئی ہے۔

اپنے ماں باپ سے جا کر یہ کہا ہے کہ مجھ کو سر بٹھا کر گئے ہیں سب کی اجازت سے آئی ہوں بغیر اجازت نہیں آئی۔ یہ بالکل جھوٹ کہا ہے۔ اب والد صاحب نے مدرسہ میں میرے پاس خط بھیجا کہ تمہاری ماں بیمار ہے، جلدی سے آ جاؤ۔ جب گھر آیا تو یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں جس سے میں بہت متفکر ہوا کہ بہت بڑی غلطی کی ہے، بغیر اجازت بھاگ گئی ہے، روکنے کے باوجود نہیں رُکی۔

والدہ بیماری کی وجہ سے چار پائی سے اٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتیں۔ والد صاحب اپنے ہاتھ سے کھانا وغیرہ پکاتے ہیں۔ مجھ سے گھر والے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ چونکہ دو مرتبہ پہلے بھی بغیر اجازت کے اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی ہے، اب بذاتِ خود گئی ہے۔ گھر والے کہتے ہیں کہ اس کی تو عادت بن چکی ہے، لہذا جلدی سے طلاق دو تا کہ ہم دوسری جگہ شادی کریں خواہ آٹھ ہزار روپیہ لگ جائے، چاہے زمین بیچنا پڑے، مگر شادی کریں گے۔ اور اگر تو ہماری بات نہیں مانے گا تو ہمارا تیرا کوئی تعلق نہیں۔ اگر بیوی کو لائے گا تو ہم تم کو بھی تمہاری بیوی کو بھی گھر میں نہیں رکھیں گے، نہ تم کو مکان دیں گے نہ کھیتی دیں گے۔ میری طبیعت طلاق دینے کو نہیں چاہتی ہے۔

ہماری شادی ہوئے سات سال ہو گئے ہیں، آپس میں خوب تعلق ہے، لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئی ہے۔ بیوی نے اپنا بھائی مدرسہ میں بھیجا ہے کہ میری غلطی کو معاف کر دیں، آئندہ کبھی بھی غلطی نہیں کروں گی، اب چاہے مجھ کو بیس سال تک اپنے ماں باپ کے پاس نہ بھیجنا، یہ بھی منظور ہے۔ یہ بات سن کر میں سسرال گیا۔ اپنے

(۱) ”پٹکم پٹکا: دھکا دینا، کھینچنا تانی کرنا“۔

ماں باپ کی بغیر اجازت کے کیوں چلی گئی اس سے معلوم کیا، آنے کی صحیح وجہ بتلا دو۔ اس نے بتلایا: مجھے کسی نے کچھ بھی نہیں کہا، غلطی ہو گئی معاف کر دو، آئندہ غلطی نہیں کروں گی۔ میں نے اس سے کہا میرے گھر والوں کو راضی کر دو، میں بھی راضی ہوں۔ اس نے گھر والوں سے معافی مانگی۔ میرے سسرال جانے کی خبر میرے والدین کو ہو گئی انہوں نے دھمکی دی۔ اب میں متفکر ہوں کیا کروں، طلاق دوں یا نہ دوں۔

جناب کے فتوے پر عمل کیا جائے گا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر ماں باپ طلاق کو کہیں تو بیوی کو طلاق دے دینی چاہیے۔ اگر میں طلاق دے دوں تو گھر والے تو راضی ہو جائیں گے، لیکن میری طبیعت نہیں چاہتی۔ تین سال کی ایک لڑکی بھی ہے۔ اس صورت حال میں جناب والا فتویٰ سے مطلع فرمائیں تو کرم ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ماں باپ کو آپ کی بیوی کی حرکت ناگوار ہوئی کہ وہ ایسے پریشانی کے وقت بلا اجازت چلی گئی، اب وہ معافی چاہتی ہے، خود جا کر سسرال میں اپنی ساس اور سسر کو راضی کر لے اور گھر کا کام شروع کر دے، معافی مانگ لے اور آپ بھی سفارش کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دل کو نرم فرما دیں جس سے وہ معاف کر دیں۔

طلاق دینے سے جب معصیت میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے تو ماں باپ کے کہنے سے طلاق نہ دی جائے (۱)۔ ماں باپ کو چاہیے کہ معاف کر دیں، جو شخص بندوں کی خطا معاف کرتا ہے اللہ پاک اس کی خطا معاف کرتے ہیں (۲)، ورنہ سخت باز پرس کا اندیشہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۱۳۹۱ھ۔

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”أبغض الحلال إلى الله عز وجل الطلاق“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق: ۱/۳۰۳، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

”وأما وصفه (أی الطلاق) فهو أنه محذور نظراً إلى الأصل، ومباح نظراً إلى العلة“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق: ۱/۳۴۸، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۲۸، سعید)

(۲) قال الله تعالى: ﴿الَّذِينَ ينفقون في السراء والضراء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس، والله

يحب المحسنين﴾۔ (ال عمران: ۱۳۴)

بلا وجہ شوہر سے طلاق دلوانا

سوال [۵۹۷۴]: اگر کسی عورت کے باپ بھائی وغیرہ یہ چاہیں کہ اس لڑکی کو اس کا شوہر طلاق دیدے اور لڑکی مکان والدین پر ہو اور ان کے بہکانے اور ترغیب سے مجبور ہو کر طلاق لینے پر رضامندی ظاہر کرے اور خاوند بلا وجہ طلاق نہ دینا چاہتا ہو تو شرعاً خاوند پر طلاق دینا واجب ہوگا یا نہیں؟

سعادت علی تار بابو، ضلع پلکھن، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح دوام کے لئے ہوتا ہے فسخ کے لئے نہیں ہوتا، لیکن اگر نباہ مشکل ہو جائے تو شریعت نے جدائی کی صورتیں: طلاق، خلع وغیرہ بھی بتادی ہیں، لہذا صحت نکاح کے بعد جب تک کوئی واقعی دشواری نہ ہو تو شوہر کو طلاق دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، خاص کر جب کہ زوجین آپس میں رضامند بھی ہوں، تو ایسی صورت میں طلاق کے لئے شوہر کو مجبور کرنا سخت گناہ ہے اور صریح ظلم ہے (۱)۔ البتہ اگر عورت بحالت بلوغ اپنا نکاح خود بلا رضامندی اولیاء غیر کفو میں یا مہر مثل سے کم پر کرے تو اولیاء کو نکاح فسخ کرانے یا مہر میں زیادتی پر زور دینے کا حق ہے اور مفتی بہ قول پر اگر غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو وہ منعقد نہیں ہوتا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

محمود گنگوہی، ۵/ رجب/ ۱۴۵۳ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۷/ رجب/ ۱۴۵۳ھ۔

(۱) ”والأصح حذرہ الا لحاجة للأدلة المذكورة، ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات أعني تحقق الحاجة المبيحة“، فتح القدير: ۳/ ۴۶۵، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر (و كذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۳۸۰، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في رد المحتار: ۳/ ۲۲۸، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) ”وإذا زوجت المرأة نفسها من غير كفء، فلأولياء أن يفرقوا بينهما دفعاً لضرر العار عن أنفسهم“، (الهداية)، قال ابن الهمام: ”أما على رواية المختارة للفتوى، لا يصح العقد أصلاً“، (فتح القدير: ۳/ ۲۹۴، فصل في الكفاءة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(و كذا في رد المحتار على الدر المختار: ۳/ ۸۴، ۹۴، باب الكفاءة، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالكميرية: ۱/ ۲۹۲، الباب الخامس في الأكفاء، رشيدية)

نماز نہ پڑھنے والی کو طلاق دینا کیسا ہے؟

سوال [۵۹۷۵]: زنی اگر احکام شرع بجا نیارد چنانچہ نماز وغیرہ باوجود پند شوہر خود نخواند ونصیحت شوہر نپندد، پس او را بعد تدبیرات شرعی طلاق دادن لازم و واجب شود یا نه؟ بینو ابحوالہ صفحات الكتب المعتمدة فتو جروا عند الله أجراً عظيماً.
المستفتی: بندہ سلامت اللہ عنہ، ۱۹/ربیع الاول/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بلا زوجہ صبر تواند کرد ونیز ادائیہ مهر قدرت دارد، بهتر است کہ طلاق دهد (۱)، ورنہ طلاق نہ دهد، وفقہاء وجوب رانفی کرده اند: ”لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة“۔ درمختار: ۵/۳۷۷ (۲)۔

”إذا اعتادت الزوجة الفسق، عليه الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، والضرب فيما يجوز فيه، فإن لم تنزجر، لا يجب التطليق عليه؛ لأن الزوج قد أدى حقه، والإثم عليها. هذا ما اقتضاه الشرع، وأما مقتضى غاية التقوى، فهو أن يطلقها، لكن جواز الطلاق إنما هو إذا قدر على أداء المهر، وإلا فلا يطلقها، كما في الأشباه والنظائر، اه“۔ نفع المفتی والسائل، ص: ۱۱۸، ۱۱۹ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/ربیع الثانی/۵۶ھ۔

(۱) ”بل يستحب لو مؤذية، أو تاركة صلوة“۔ (الدر المختار)۔ ”أن ترك الفرائض غير الصلوة كالصلوة“۔ (رد المختار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) (الدر المختار: ۶/۴۲۷، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵/۳۷۲، کتاب الکراہیہ، باب المتفرقات، سعید)

(۳) (نفع المفتی والسائل، ص: ۱۶۳، ۱۶۴، ما يتعلق بإطاعة الزوجات للأزواج، وحقوقهن عليهن، وحقوقهن عليهن، إدارة القرآن کراچی)

کیا بے عمل بیوی کو چھوڑ دینا ضروری ہے؟

سوال [۵۹۷۶]: اگر بیوی باوجود تاکید و تقاضہ کے نماز نہ پڑھے تو کیا اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کی اصلاح سے مایوس ہو گیا اور طلاق دینے کے بعد ادائے مہر میں دشواری نہیں ہوگی اور خود بھی معصیت میں مبتلاء ہونے کا اندیشہ نہیں تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے (۱)، ورنہ اس کو طلاق نہ دے اور اصلاح کی کوشش کرتا رہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”بل يستحب لو مؤذية، أو تاركة صلوة“. (الدرالمختار). ”أن ترک الفرائض غیر الصلوة

كالصلوة“. (ردالمحتار: ۳/۲۲۹، کتاب الطلاق، سعید)

”إذا اعتادت الزوجة الفسق، عليه الأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر، والضرب فيما يجوز

فيه، فإن لم تنزجر، لا يجب التطلق عليه؛ لأن الزوج قد أدى حقه، والإثم عليها. هذا ما اقتضاه الشرع،

وأما مقتضى غاية التقوى، فهو أن يطلقها، لكن جواز الطلاق إنما هو إذا قدر على أداء المهر،

وإلا فلا يطلقها“. (نفع المفتي والسائل، ص: ۱۶۳، ۱۶۴، ما يتعلق بإطاعة الزوجات للأزواج وحقوقهم

عليهن، وحقوقهن عليهم، إدارة القرآن کراچی)

باب وقوع الطلاق وعدم وقوعه

الفصل الأول فی وقوع الطلاق

(وقوع طلاق کا بیان)

بے اختیار لفظ طلاق زبان سے نکل گیا

سوال [۵۹۷۷]: اگر کوئی شخص ادھر ادھر کی خیالی باتیں کر رہا ہو، اور اس میں اپنی بیوی کو طلاق بھی دے دیا اور اُسے مطلق کچھ خیال نہ ہو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کا کیا اثر پڑے گا۔ کہنے کے بعد خیال آیا تو کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟ حلالہ کرنے کے بعد مہر جدید کافی ہے، یا پہلے والا مہر ختم ہو جائے گا اور پھر مہر جدید متعین کرنا پڑے گا؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کہنا کچھ اور چاہتا تھا مگر زبان لڑکھڑاگئی اور زبان سے لفظ طلاق نکل گیا تو دیانۃ طلاق واقع نہیں ہوئی، لیکن قضاء طلاق کا حکم ہوگا، یعنی اگر معاملہ عدالت میں یا شرعی پنچایت میں پہنچ جائے اور وہ کہے کہ میں لفظ طلاق نہیں کہنا چاہتا تھا بلکہ فلاں لفظ کہنا چاہتا تھا، بے اختیار زبان سے لفظ طلاق نکل گیا تو اس کا قول معتبر نہیں مانا جائے گا (۱)، بلکہ طلاق کا حکم کر دیا جائے گا۔ عورت نے اگر لفظ طلاق سنا ہے تو وہ شرعاً اس کو طلاق ہی تصور

(۱) ”ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أو هازلاً أو سفیهاً أو سکراناً أو أخرس بإشارته

أو مخطئاً“۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق: ۲۳۵/۳-۲۴۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب الطلاق، من یقع طلاقه ومن لا یقع: ۲۵۸/۳، إدارة القرآن کراچی)

کرے گی ”لأن المرأة كالقاضي“ (۱)۔

اگر اس کے ذہن میں آیا کہ بیوی کو طلاق دینا اچھا ہے اور اس نے جب ہی طلاق دے دی تو طلاق ہوگئی (۲)۔ ایک دفعہ نکاح میں جو تجویز کیا گیا ہے، اگر وہ ادا نہیں کیا گیا اور بیوی نے معاف بھی نہیں کیا، پھر بعد حلالہ کے دوبارہ نکاح کیا گیا تو دوسرا مہر مقرر کیا جائے گا اور پہلا بھی باقی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۹ھ۔

وقوع طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں

سوال [۵۹۷۸]: دو شخصوں نے اپنی دو لڑکیوں کی بطور ادل بدل شادی کی، بعد ازیں اس شخص نے اپنی لڑکی اپنے گھر بٹھائی اور اس کے خاوند کے ساتھ روانہ نہ کی۔ جب اس لڑکی کو اپنے باپ کے گھر بیٹھے پورا ایک سال گزر چکا تو اس لڑکے نے دوسری شادی کروالی اور وہ لڑکی اپنے باپ کے گھر بیٹھی رہی۔ اب اس لڑکی کے باپ نے اس لڑکے سے کہا کہ میری لڑکی کو گھر بیٹھے ہوئے پورے تین سال گزر چکے ہیں یا تو تم اپنے گھر میں لاؤ، ورنہ طلاق نامہ لکھو۔ اس نے اپنے خسر سے کہا کہ میری بھانجی جو تمہارے بھتیجے سے بیاہی ہوئی ہے، تو اس کو طلاق

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۳/۲۵۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۴، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۳/۴۴۸، رشیدیہ)

(۲) ”ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أو هازلاً أو سفیهاً أو سکراناً أو أخرس بإشارته أو مخطئاً“۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۵-۲۴۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب الطلاق، من یقع طلاقه ومن لا یقع: ۳/۲۵۸، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”والطلاق بعد الدخول یعقب الرجعة ویوجب کمال المهر، فیجب علیہ المسمى فی النکاح

الثانی، فیجتمع علیہ مهران“۔ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ، فصل فی تکرار

المهر: ۱/۳۹۳، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب النکاح، المهر: ۳/۱۵۴، رشیدیہ)

(و کذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر: ۳/۱۰۲، ۱۰۳، سعید)

دید تو میں بھی اس کو طلاق دیدونگا اور اس کو دونوں طرف نے منظور کر لیا۔ اور لڑکا پندرہ سال سات ماہ کی عمر کا ہے، گویا شرعی رو سے تو بالغ ہے اگرچہ سرکاری قانون میں نابالغ ہے۔ تو یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

اور دوسرے یہ کہ ایک شخص اپنی عورت کو طلاق دیتا ہے اور تحریر نامہ سے انکار کرتا ہے تو آیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے اس پر فتویٰ دیا کہ یہ طلاق واقع ہو چکی ہے اور اس کی عدم تحریر کو اس کے وقوع میں کچھ دخل نہیں ہے، اور اس پر کنز الدقائق کی عبارت ”و یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرهاً الخ“ نقل کی۔ اس فتویٰ کی صحت اور عدم صحت کو بھی واضح فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

شیر محمد ساکن کنگن پور، ضلع حصار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا بالغ قرار دیا جاتا ہے (۱) اگرچہ اس میں علامات بلوغ ظاہر نہ ہوں، پس اگر وہ لڑکا اپنی زوجہ کو طلاق دے تو وہ واقع ہو جائے گی اور شرعاً معتبر ہوگی۔ اگر اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی باپ یا چچا وغیرہ اس کی زوجہ کو طلاق دے گا تو وہ واقع نہ ہوگی (۲)۔ طلاق کا وقوع تحریر پر موقوف نہیں زبان سے کہنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے: ”هو رفع قيد النكاح في الحال بالبائن أو المال

(۱) ”بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال..... فإن لم يوجد فيهما شيء، فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، به يفتى، لقصر أعمار أهل زماننا“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۵۳/۶، کتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۱/۵، کتاب الحجر، فصل فی معرفۃ حد البلوغ، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۵۳/۸، کتاب الحجر، فصل فی حد البلوغ، رشیدیہ)

(۲) ”وتصرف الصبی والمعتوه إن كان نافعاً كالسلام والاتهاب، صح بلا إذن، وإن ضاراً كالطلاق والعتاق، لا وإن أذن به وليهما“۔ (الدر المختار)۔ ”لا شترائط الأهلية الكاملة..... وكذا لا تصح من غیره كأبيه ووصيه والقاضي للضرر“۔ (رد المحتار: ۱۷۳/۶، کتاب المأذون، مطلب فی تصرف الصبی و من له الولاية علیه، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۱۰/۵، کتاب المأذون، الباب الثانی عشر فی الصبی أو المعتوه، رشیدیہ)

بالرجعی بلفظ مخصوص“۔ درمختار (۱)۔

تحریر کی ضرورت احتمال انکار کے دفعیہ یا کسی اور مصلحت کے لئے ہوتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ربیع الاول/۱۴۳۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۳/۱۴۳۸ھ۔

مذاق میں طلاق

سوال [۵۹۷۹]: زید نے اپنی دو دختران کا نکاح دو حقیقی برادران سے کر دیا تھا، عرصہ تک اچھی طرح

رہتے رہے۔ دختران کا کہنا ہے کہ دونوں بھائی ہمیشہ مذاق مذاق میں کہا کرتے ہیں کہ تم اپنے ماں باپ کے گھر

سے کچھ لے کر نہیں آئیں، ہم تو ایسی جگہ کریں گے جو خوب مال لے کر آویں۔ ایک روز صاف لفظوں میں اول

بڑے بھائی نے کہا: ”تم ہمارا پیچھا چھوڑو، ہم نے تمہیں چھوڑ دیا“۔ ایک مرتبہ طلاق کا لفظ بھی کہا کہ ”چھوڑ دیا،

طلاق دیدی“۔ ہم نے کہا کہ طلاق نامہ لکھ دو اور ہمارے گھر پہنچا دو، ہم نے اس کو بھی مذاق ہی سمجھا۔

انہوں نے کہا کہ چلو ہم تمہارے والدین کے سامنے لکھ دیں گے۔

لدھیانہ سے ریل میں سوار ہو کر میرٹھ شہر میں اترے، یہاں سے ہمارا گھر فاصلہ پر تھا، موضع صالح نگر، ہم

سے کہا کہ تم ٹھہرو، ہم سواری تلاش کر لائیں، پھر لاپتہ ہو گئے۔ تین یوم تک میرٹھ میں انتظار کیا، پھر ہم خود اپنے

گاؤں صالح نگر میں پہنچے، سب قصہ لڑکیوں نے بیان کیا، برادران سے خط و کتابت کی، نہ کسی کا جواب دیتے،

ہیں نہ آتے ہیں، نہ ملتے ہیں، سات ماہ گزر گئے۔ ایسی صورت میں شرعاً طلاق ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق مذاق میں بھی ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئلہ میں اگر لڑکیوں کا بیان صحیح ہے تو شرعاً طلاق واقع

(۱) (الدر المختار: ۲۲۶/۳، ۲۲۷، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۸/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۰۹/۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

ہوگئی: ”و طلاق الملاعب والهازل به واقع، اھ“۔ عالمگیری: ۱/۳۵۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۴/۶۴ھ۔

نوٹ: لیکن محض لڑکیوں کے بیان پر دوسرا نکاح نہ کیا جاوے، بلکہ معاملہ صاف کرنا ضروری ہے، اگر

شوہر اقرار کرے تو عدت کے بعد نکاح ہو سکتا ہے۔ فقط سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ۔

جنگل میں باپ کے سامنے بغیر مرضی کے طلاق دینے سے وقوع طلاق

سوال [۵۹۸۰]: ایک جنگل میں باپ اور بیٹا دونوں کام کر رہے تھے، باپ نے بیٹے سے کہا کہ تم

کس کے مرید بنو گے؟ تو لڑکے نے کہا: میں اپنے ماموں کا بالک بنوں گا۔ تو باپ نے کہا کہ ماموں کی لڑکی

تیرے گھر میں ہے، جب تو ماموں کا مرید بننا چاہتا ہے تو تیرا نکاح اس کی لڑکی سے ہے، اس سے تو بہتر ہے کہ

اپنی بہن سے نکاح کر لیتا۔ تو لڑکے نے جواب دیا کہ بالک یا مرید بنوں گا، تو ماموں کا۔ اس کے بعد اس لڑکے

نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی اور طلاق باپ کے سامنے دی۔ ویسے نہ مرضی طلاق کی تھی اور نہ اب ہے، دونوں

میاں بیوی ایک ہونے کو کہتے ہیں۔ اب علماء اس بارے میں کیا کہتے ہیں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پیر کی لڑکی سے نکاح جائز ہے (۲)، وہ حقیقی بہن کی طرح نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پیر اور مربی تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ، رشیدیہ)

(و کذا فی تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

”فیقع طلاق الهازل بالطلاق والملاعب، لما روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه

قال: ”ثلاث جدهن جدّ وهزلهن جدّ: النكاح والطلاق والعقاق“۔ (بدائع الصنائع: ۴/۲۱۵، کتاب

الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) قال الله تعالى ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴)

علیہ وسلم کی بیٹی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں تھیں (۱)۔

بیٹے نے جب تین طلاق دی تو طلاق مغلطہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دونوں کا شوہر بیوی کی طرح رہنا ہرگز جائز نہیں۔ اور حلالہ یہ ہے کہ بیوی عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، وہ ہمبستری کر کے اگر طلاق دیدے یا مر جائے اور اس کی عدت گزر جائے تب دوبارہ اس مطلقہ لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے (۲)۔ طلاق باپ کے سامنے اور جنگل میں دی تب بھی وہ طلاق ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مذاق میں طلاق اور طلاق کا جھوٹا اقرار

سوال [۵۹۸۱]: زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور غصہ کے عالم میں اپنی بیوی سے کہا کہ ”میں تمہیں نہ رکھوں گا“۔ پھر جب گھر سے باہر نکلا تو ایک صاحب نے مذاق میں کہا کہ ”آپ نے اپنی بیوی کو کیسی طلاق دی ہے؟“ زید نے ہنستے ہوئے کہا کہ ”میں نے طلاق مغلطہ دی ہے“۔ اپنی بیوی کے سامنے بھی نہیں کہا تھا، صرف دوسرے سے مذاق میں زبان سے نکل گیا، کوئی دل سے نہیں کہا۔
اب اس صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ طلاق مغلطہ ہوگی یا نہیں، اور اپنی بیوی کو بغیر حلالہ کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۱) ”عن بريدة قال: خطب أبو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما فاطمة، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إنها صغيرة، ثم خطبها علي، فزوجها منه“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، باب مناقب علی بن ابی طالب، الفصل الثالث، ص: ۵۶۵، قدیمی)

(۲) قال الله تعالى ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ الآية (البقرة: ۳۳۰)
”وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: جاءت امرأة رفاعة القرظي إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقالت: إني كنت عند رفاعة، فطلقني، فبئت طلاقي، فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبير، وما معه إلا مثل هدبة الثوب. فقال: ”أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة؟“ قالت: نعم، قال: ”لا، حتى تذوق عسيلته ويذوق عسيلتك“۔ (مشکوٰۃ المصابيح، كتاب النكاح، باب المطلقة ثلاثاً، الفصل الأول، ص: ۲۸۴، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلحاً:

اگر ہنسی مذاق میں بھی اس نے طلاقِ مغلظہ دے دی تب بھی واقع ہوگئی، چاہے بیوی سامنے ہو یا نہ ہو (۱)۔ لیکن اگر اس کا مقصود اس لفظ سے طلاقِ مغلظہ کی غلط خبر دینا تھا، یعنی مخاطب کے سامنے جھوٹی خبر دینا تھا اور جھوٹ کا اقرار کرنا تھا تو دیانۃً فیما بینہ وبين اللہ تعالیٰ طلاق نہیں ہوئی۔ اگر پہلے اس پر گواہ بنالیا تھا کہ میں جھوٹا اقرار کروں گا تو قضاء بھی طلاق نہیں ہوئی (۲)۔

اگر طلاقِ مغلظہ کا لفظ کہتے وقت زید خالی الذہن تھا یعنی جھوٹا اقرار کرنا، جھوٹی خبر دینا ذہن میں نہیں تھا، بلکہ اس تصور سے فارغ ہو کر کہہ دیا تو طلاقِ مغلظہ ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ کے زوجیت درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۱۳۸۷ھ۔

(۱) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ”ثَلَاثٌ جَدَّهْنَ جَدَّ وَهَزَلَهْنَ جَدَّ: النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ“۔ (سنن أبی داؤد، باب فی الطلاق علی الہزل: ۳۰۵، إمدایہ ملتان)

”ویقع طلاق..... ہازلاً“۔ (الدر المختار)۔ وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”أی فیقع قضاءً وديانۃً“۔ (ردالمحتار: ۲۳۸/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۳۸۴/۱، کتاب الطلاق، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(۲) ”لو أراد به الخبر من الماضي كذباً لا يقع ديانۃً، وإن أشهد قبل ذلك لا يقع قضاءً“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی مسائل التي لا تصح مع الإكراه: ۲۳۸/۳، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب الطلاق، فیما یرجع إلى صریح الطلاق: ۲۶۲/۳، رشیدیہ)

(۳) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً فی الحرۃ وثنتين فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، الباب السادس فی الرجعة: ۴۷۳/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۴۰۹/۳، ۴۱۰، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۳۹۹/۲، شرکۃ علمیہ ملتان)

عد و طلاق میں شک

سوال [۵۹۸۲]: زید اور اس کی بیوی ہندہ میں نزاع ہوا، زید نے ہندہ مذکورہ کو ایک سے زائد طلاق دیں (غالباً اس طرح: میں نے تجھ کو طلاق دیدی قطعی دیدی اور پچھلا فقرہ قطعی دیدی ایک بار یا دو بار تین بار اس کو سننے والوں نے دو یا تین یا چار سمجھا) اور گھر سے نکل جانے کو کہا پھر جب غصہ فرو ہو گیا تو اس نے اپنی بیوی مذکورہ کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور اب تک حسب معمول سابق اس کے پاس رہتی ہے واقعہ مذکورہ کی تفصیل زوجین اور دو عورتوں عائشہ اور زینب کے بیان کے مطابق جو جھگڑے کے وقت موجود تھے بطور ذیل ہے:

۱- زید شوہر کا بیان کہ میری بیوی نے طعنہ زنی کی جس پر مجھ کو غصہ آیا اور غصہ میں میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یہ یاد نہیں ہے کہ کتنی طلاقیں دی ہیں دو یا تین یا چار۔

۲- ہندہ بیوی کا بیان ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو برا بھلا کہا اس لئے میں نے بھی طعنہ دیا اس پر میرا شوہر بہت غصہ ہو گیا اور مجھ کو دو چھڑیاں لگائیں اور میں نے دو طلاقیں اس کی زبان سے سنیں۔

۳- مسماۃ عائشہ نے بیان کیا جس مکان میں جھگڑا ہوا میں موجود تھی زید نے اپنی بیوی کو کئی طلاقیں دیں یہ مجھے پورا خیال نہیں کہ دیں اور کتنی دفعہ کہا، میرے خیال میں یہ ہے کہ اس نے پوری طلاقیں دیں اگر مجھے اس وقت خیال ہوتا کہ بعد میں تحقیق کیجاوے گی تو میں دھیان کر کے یاد رکھتی۔

۴- مسماۃ زینب کا بیان ہے کہ جب جھگڑا ہوا تو زید نے اپنی لڑکی اپنی بیوی ہندہ کی گود سے لے لی اور ہندہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، جا، وہ چلدی جب چلدی تو اس نے تین دفعہ طلاق دی۔

پس ارشاد ہو کہ صورت مذکورہ بالا میں شرعاً زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کا اپنی بیوی کو رکھ لینا رجوع ہوا یا نہیں؟ اور اگر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی تو عدت کا شمار کس وقت سے ہوگا اور کب عدت ختم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاروں میں کسی کے بیان میں بھی الفاظ طلاق کا ذکر نہیں کہ کیا تھے سائل نے جو کچھ لکھا ہے وہ بھی یقین کے ساتھ نہیں لکھا پس اگر صریح الفاظ طلاق کے کہے تو حکم یہ ہے کہ اگر ہندہ کے نزدیک زینب کا بیان صحیح ہے اور زینب ثقہ عادلہ ہے تو ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں، البتہ حلالہ کے بعد نکاح درست ہو سکتا ہے اگر

زینب ثقہ عادلہ نہیں اور ہندہ کو اس کے کہنے کا یقین نہیں اور عائشہ کا خیال یہ ہے کہ تین دفعہ طلاق صریح دی ہے اور ہندہ اس خیال کی تصدیق کرتی ہے تب بھی یہی حکم ہے (۱)۔

اگر عائشہ کے خیال کی تصدیق نہیں کرتی اور دومرتبہ خود صریح طلاق سننے کا یقین کرتی ہے اور شوہر کو شک ہے کہ اس نے دو دفعہ صریح طلاق دی ہے یا تین دفعہ اور کوئی ذریعہ ترجیح اور ظن غالب کا ہے نہیں تو اس صورت میں دو طلاق شمار ہوگی تین شمار نہ ہوگی (۲) اور صریح طلاق دومرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت میں رجعت جائز ہوتی ہے (۳) اور عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہوگا (۴)۔

(۱) ”والمراة كالقاضي، لا يحل لها أن تمكنه إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها“.

(تبیین الحقائق: ۴۱/۳، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۵۱/۳، کتاب الطلاق، مطلب من الصریح ألفاظ المصحفة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۴/۱، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(۲) ”وفی نوادر ابن سماعة عن محمد: إذا شک فی أنه طلق واحدة، أو ثلاثاً، فهي واحدة، حتی

یستقین، أو یكون أكبر ظنه على خلاف“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۶۳/۱، الفصل الأول فی الطلاق

الصریح، مطلب: إذا شک أنه طلق واحدة الخ، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲۸۳/۳، مطلب فی قول الإمام: إيمان جبريل، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۴۳۰/۳، الفصل فی الشک فی إيقاع الطلاق، وفی الشک فی عدم ما وقع من

الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية، أو رجعتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك، أو لم

ترض“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۷۰/۱، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۴۹/۳، باب الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۸۳/۴، باب الرجعة، رشیدیہ کوئٹہ)

(۴) ”ابتداء العدة فی الطلاق عقيب الطلاق، وفی الوفاة عقيب الوفاة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۳۱/۱

کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۵۲۰/۳، باب العدة، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲۶۰/۳، باب العدة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

تین حیض عدت ہوگی، اگر حاملہ ہے تو وضع حمل (۱) ورنہ تین ماہ ہے، لہذا تعلق زوجیت کا باقی رکھنا رجعت شمار ہوگا (۲) تاہم اگر کسی طریق سے یقین یا ظن غالب ہو جائے کہ تین مرتبہ صریح طلاق دی ہے پھر تعلق زوجیت کا باقی رکھنا بلا حلالہ کے حرام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

ایضاً

سوال [۵۹۸۳]: ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ، اندریں صورت:

شخص بنام عبدالجلیل در روز بحوائج مکان مشغول شدی و بعد مغرب بخار آمدی، بدینگونه حالت او بود. روزی بعد مغرب بخار آمد و زوجه خود را برائے خدمت او طلب کرد، نیامد، او گفت: ترا ایک طلاق دادم. و شاهد واحد فقط پسر او بنام علی حسین حاضر بود، گفت: پدرم مادرم را بدینگونه گفت: ”ترا طلاق دادم، طلاق دادم، ترا

(۱) ”إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً، أو رجعياً، أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، وعدة الحامل أن تضع حملها“. (الفتاویٰ العالمگیریة: ۵۲۶/۱، ۵۲۸، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی التنویر مع الدر المختار: ۵۰۴/۳، ۵۱۱، باب العدة، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲۴۸/۳، ۲۵۲، باب العدة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/۱۵، ۴۱۹، فصل فیما یتعلق بتوابع الطلاق فی عدة الحامل، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”وتصح (الرجعة) برأجتک، أو راجعت امرأتی، و بما یوجب حرمة المصاهرة، إلى أن قال: كالوطء، والقبلة، واللمس والنظر إلى داخل الفرج بشهوة“. (تبیین الحقائق: ۱۴۹/۳، باب الرجعة، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی ردالمحتار مع الدر المختار: ۳۹۸/۳، باب الرجعة، سعید)

”والجماع فی العدة رجعة، و كذلك المس بشهوة، والتقبيل بشهوة“. (التاتارخانیة:

۵۹۴/۳، کتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن)

ایک طلاق دادم“.

عبدالجلیل گفت: ہر گاہ میان ماں فساد گردد، پسر علی حسین دائماً طرفداری مادرش می نماید، یا مادرش مشاورہ نموده، این میگوید. پس دریں صورت کدام طلاق گردد، یعنی سه طلاق واقع گردد، یا طلاق واحد؟ بینوا بالدلیل توجروا عندالجلیل۔
احقر عبدالرحمن غفرلہ الرحمن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عبدالجلیل بحواس خود ایک طلاق داده است و بوثوق میداند کہ یک طلاق داده، و سه طلاق نہ داده است، و شاهد بجز پسرش هیچ کس نیست، پس قضاء سه طلاق واقع نخواهد شد، بل یک طلاق واقع خواهد شد. تاہم اگر زنش را پسرش بسہ طلاق اطلاع داده است، و او نزد او عادل است و یقین بہ خبر پسر میدارد، یا او بگوش خود سه طلاق شنیدہ است، در ہر صورت زن را روانیست کہ بیہچ وجہ عبدالجلیل را بر خود دست دہد، و برائے جماع و دواعیش مطاوعت نماید، بلکہ واجب است کہ بنہجیکہ تواند ازو دور ماند، کما صرح بہ فی ردالمحتار فی باب، الرجعة: ۸۴۱/۲ (۱)۔

اگر عبدالجلیل یک طلاق را بوثوق باور نمیدارد بلکہ او را شک است کہ ایک طلاق داده است یا نہ، و پسر و زوجہ اش را تصدیق می نماید، پس دریں صورت سه طلاق واقع خواهد شد، ہکذا يفهم مما ذکر فی الأشباه:

”شك أنه طلق واحدة أو أكثر، بُني على الأقل، كما ذكره الإسيجاني، إلا أن يستيقن بالأكثر أو يكون أكثر ظنه على خلافه. وإن قال الزوج: عزمت على أنه ثلاث، يتركها. وإن

(۱) ”إذا أخبرها ثقة أن الزوج طلقها وهو غائب، وسعها أن تعتد وتزوج ولم يقيده بالديانة. قلت: هذا تأييد لقول الأئمة المذکورين: فإنه إذا حل لها الزوج بإخبار ثقة، فيحل لها التحليل هنا بالأولى إذا سمعت الطلاق أو شهد به عدلان عندها“. (ردالمحتار، باب الرجعة، مطلب: الإقدام على النكاح إقرار بمضى العدة: ۴۲۱/۳، سعید)

أخبره عدول حضروا ذلك المجلس بأنها واحدة وصدقهم، أخذ بقولهم إن كانوا عدولاً، اهـ.
قال الحموى: ”(قوله: وصدقهم) مفهوماً أنه غلب على ظنه خلاف كلامهم، يأخذ بظنه، اهـ“
حموى، ص: ۸۲ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۳/۵۵ھ۔

(۱) (شرح الحموی علی الأشباه والنظائر: ۱/۱۹۶، ۱۹۷، القاعدة الثانية: اليقين لا يزول بالشك، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الطلاق، مطلب: إذا شک أنه طلق واحدة أو ثلاثاً: ۱/۳۶۳، رشیدیہ)
(و کذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل:
۲۸۳/۳، سعید)

ترجمہ سوال و جواب:

آپ حضرات کا اس صورت میں کیا قول ہے رحمکم اللہ تعالیٰ کہ:

ایک شخص عبد الجلیل نامی دن میں گھریلو ضروریات میں مصروف رہتا تھا اور بعد مغرب اس کو بخار آ جاتا تھا، اسی طرح اس کی حالت تھی، ایک دن بعد مغرب اس کو بخار آ گیا اور اس نے اپنی بیوی کو اپنی خدمت کے لئے طلب کیا، وہ نہیں آئی اس نے کہا: ”تجھ کو میں نے ایک طلاق دی“۔ اور صرف ایک گواہ اس کا لڑکا علی حسین نامی حاضر تھا، اس نے بیان کیا: میرے والد نے میری والدہ کو اس طرح کہا ہے: ”تجھ کو میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، تجھ کو میں نے ایک طلاق دی“۔

عبد الجلیل نے بیان کیا: جس وقت ہمارے درمیان جھگڑا ہوتا ہے، میرا لڑکا علی حسین ہمیشہ اپنی ماں کی طرف داری کرتا ہے، وہ اپنی ماں سے مشورہ کر کے ہی یہ بیان کر رہا ہے۔ پس اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی، تین طلاق واقع ہوگی یا ایک طلاق؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل۔

احقر عبد الرحمن غفرلہ الرحمن۔

الجواب:

اگر عبد الجلیل نے اپنے حواس کی درستگی کے ساتھ ایک ہی طلاق دی ہے اور یقین سے جانتا ہے کہ ایک ہی طلاق دی ہے، تین طلاق نہیں دی اور گواہ بجز اس کے لڑکے کے اور کوئی نہیں، پس قضاء تین طلاق واقع نہ ہوں گی، بلکہ ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ تاہم اگر اس کی بیوی کو اس کے لڑکے نے تین طلاق کی اطلاع دی ہے اور وہ لڑکا اس کے نزدیک عادل ہے اور وہ اپنے لڑکے کی خبر پر یقین رکھتی ہے، یا اس نے اپنے کان سے تین طلاق سنی ہیں، ہر صورت میں عورت کو جائز نہیں کہ کسی طرح =

صیغہ حال سے طلاق

سوال [۵۹۸۴]: زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو بایں لفظ کہ ”تم کو طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں، طلاق دیتے ہیں“ کہہ دیا۔ تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن یا مغلطہ؟ از روئے شرع شریف ذیل میں تحریر فرمادیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ کہ ”تم کو طلاق دیتے ہیں“ حال کا صیغہ ہے اور صیغہ حال سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، پس تین مرتبہ کہنے سے مغلطہ ہوگئی، بغیر حلالہ کے رکھنا صحیح نہیں: ”وفی المحيط: لو قال بالعربية: أطلق، لا یكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فیکون طلاقاً، اهـ“۔ عالمگیری: ۱/۲۰۴ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۶/شوال/۵۵ھ۔

=عبدالجلیل کو اپنے اوپر قابو دے اور جماع یا دواعی جماع کے واسطے اس کی اطاعت کرے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس سے دور رہے جیسا کہ رد المحتار، باب الرجعة: ۲/۸۴۱، میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

اگر عبدالجلیل کو ایک طلاق کا وثوق کے ساتھ یقین نہیں، بلکہ اس کو شک ہے کہ ایک طلاق دی ہے یا نہیں اور اپنے لڑکے اور بیوی کی تصدیق کرتا ہے تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اشباہ میں ذکر کردہ ذیل عبارت سے اسی طرح سمجھ میں آتا ہے: ”شک أنه طلق واحدة أو أكثر، بُنی على الأقل، الخ“۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۸۴، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیہ، رشیدیہ)

”و یقع بها: أي بهذه الألفاظ و ما بمعناها من الصریح“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله: و ما بمعناها

من الصریح: أي مثل ما سید کرہ من نحو: کونی طالقاً وأطلقى، و یا مطلقة بالتشديد، و کذا المضارع إذا غلب فی الحال، مثل أطلقک، کما فی البحر“۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: سن بوش، یقع به الرجعی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۳۹، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

اگر وہاں کے عرف میں یہ لفظ حال میں اکثر مستعمل ہوتا ہے تو ان الفاظ سے حسب تصریح مفتی صاحب تین طلاق واقع ہوگی۔ سعید احمد غفرلہ۔

صیغہ حال سے طلاق

سوال [۵۹۸۵]: احقر کشمیر کے ایک دور افتادہ پہاڑی علاقہ کا باشندہ ہے جو وادی سے دوسو کلومیٹر دور ہے، علاقہ کی بولی سے جداگانہ ہے، یہ علاقہ قلیل کے نام سے جانا جاتا ہے، اس میں ۲۷، ۲۸ گاؤں ہیں، لوگ سب مسلمان ہیں۔ احقر رمضان المبارک میں گھر گیا تو برادری کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کے بارے میں ایک جملہ کہا تھا ”مس، نبہ، نہت، نہم، نہس“ جس کا ترجمہ یہ ہے ”میں اسے چھوڑ رہا ہوں“۔ بیوی سامنے تھی۔ یہ جملہ ایک ہی مجلس میں تین دفعہ کہا تھا، یہ جملہ بیوی کے بارے میں اگر ہمارے یہاں کہے تو طلاق ہی مراد لیتے ہیں اور اگر کسی دوسری چیز کی طرف اشارہ کر کے کہے تو اس سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس چیز کو چھوڑ رہا ہے۔

یہ مسئلہ کشمیر کے مفتی اعظم بشیر الدین صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ طلاق نہیں ہوتی ہے، مگر احتیاطاً نکاح پڑھیں۔ احقر کے پاس وہ فتویٰ لایا گیا، اس میں مفتی صاحب نے لکھا تھا: ”إذا لم یسم المرأة ولم یضف الطلاق إلى المرأة لا يقع“ (۱)۔

۲..... کوئی اپنی بیوی سے کہے ”میں اسے چھوڑ دوں گا“ تو طلاق واقع نہیں ہوگی؟

۳..... غصہ اور غضب میں ہے، ہوش قائم نہ ہوں، ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

احقر نے کہہ دیا کہ یہ فتویٰ غلط ہے، پہلا مسئلہ اس وقت ہے جب کہ ایک آدمی کے نکاح میں کئی بیویاں ہوں وہ نام لے، یہاں ایک ہے نام لینے کی کیا ضرورت ہے، نمبر: ۲ میں ”میں چھوڑ رہا ہوں“ کے بجائے ”میں چھوڑ دوں گا“ کا حکم لکھا تھا۔ نمبر: ۳ میں غصہ اور غضب میں طلاق واقع نہ ہونے کو جو لکھا ہے یہ بھی غلط ہے، بندہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ سب لوگ بندہ کے سر ہو گئے کہ پھر آپ ہی کچھ کریں۔ احقر مذکورہ جملہ تین دفعہ کہنے سے

(۱) ”رجل قال: طلقت امرأة، أو قال: ”امرأة طالق“. ثم قال: لم أعن امرأتی، یصدق قوله.“ (الفتاویٰ

التاتارخانیة، کتاب الطلاق، نوع آخر فی الإیقاع بطریق الإضمار وفی ترک الإضافة وما أشبههما:

طلاق مغلظہ کا قائل تھا، مگر ظاہر نہ کر سکا۔ چونکہ جن صاحب نے یہ الفاظ کہے تھے، وہ کافی مالدار تھے، علاقہ کے اکثر لوگ ان سے وابستہ تھے، نیز جن کی لڑکی تھی وہ طلاق کو نہیں چاہتے تھے، بلکہ پختہ ارادہ ان کا یہ تھا کہ کچھ بھی ہو جائے ہماری لڑکی ان کے گھر رہے۔ ادھر سے لڑکی والے میری اہلیہ محترمہ سلمہا اللہ کے قریبی رشتہ دار ہیں، ان کی وجہ سے بھی میں بات صاف نہ کہہ سکا، کیونکہ فتنہ برپا ہوتا۔

احقر سے یہ لوگ صرف نکاح پڑھنے یا اجازت نکاح طلب کرنے کو کہتے تھے، یہ نہیں کہتے تھے کہ شرعی حکم کیا ہے؟ یہ لوگ رات و دن آتے رہتے اور تنگ کرتے، آخر کار بندہ مجبور ہوا تو ان سے کہا کہ قریب کے پانچ چھ گاؤں کے اکثر اور سمجھدار لوگ جمع کریں، سب مل کر فیصلہ کریں، ایک اور چار گاؤں کے اکثر لوگ اور دو گاؤں سے ایک ایک آدمی جمع ہوئے، احقر نے پہلے ان کو خوب سمجھایا کہ طلاق و نکاح کا مسئلہ ہے، آپ لوگ کسی کی رعایت نہ کریں، اس جملے میں کونسا زمانہ پاتے ہو؟ اور تین دفعہ کہنے سے تم لوگ کیا حکم لگاتے ہو؟ صاف صاف کہہ دیں تو سب لوگوں نے یہ کہا کہ ان الفاظ سے ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوئی اور مذکورہ جملے میں زمانہ مستقبل پاتے ہیں۔

کسی نے یہ نہیں کہا کہ آپ بھی اس علاقہ کے باشندہ ہیں، مذکورہ جملہ آپ کی مادری زبان کا ہے، آپ ہی بتائیں کہ کیا حکم ہوگا، بلکہ سب لوگ کہنے لگے کہ آپ نکاح پڑھیں، یا اجازت دیں۔

احقر نے ان سے ایک تحریر نامہ بھی لیا جس میں چالیس سے زائد لوگوں نے دستخط بھی کئے، پھر مجبور ہو کر بندہ نے نکاح پڑھنے کی اجازت دی، نکاح ہو گیا۔ اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ احقر کے حق میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور مذکورہ جملہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں جب شوہر اپنی بیوی کے حق میں کہتا ہے کہ ”میں اسے چھوڑ رہا ہوں“ تو عامۃً اس سے مراد یہی ہوتی ہے کہ میں اسے طلاق دے رہا ہوں، لہذا اس لفظ سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تین دفعہ کہنے سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے (۱)، پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح جائز نہیں ہوتا، جو نکاح دوبارہ

(۱) ”إذا قال الرجل لامراته “بیشتم ترا ازنی“ فاعلم بأن هذه اللفظة استعملها أهل خراسان و أهل عراق

فی الطلاق، وأنها صریحة عند أبی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ، حتی کان الواقع بها رجعیاً، و يقع بدون =

کیا جائے حلالہ سے قبل وہ شرعی نکاح نہیں، ان دونوں کے درمیان جدائی لازم ہے۔ مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود جس نے نکاح پڑھا اور جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے، یا اس سے راضی ہوئے وہ سب گنہگار ہیں، سب کو توبہ لازم ہے، ایمان کسی کا سلب نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ سب کا ایمان باقی رکھے اور قوی فرمائے۔ باقی آپ کا مسئلہ بہت الجھ گیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہتر مخرج پیدا فرمائے اور آئندہ کو محفوظ فرمائے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لفظ ”میں اسے چھوڑ رہا ہوں“ اس معنی میں ہوتا ہے کہ میں اسے چھوڑنے کا ارادہ کر رہا ہوں، اس لفظ سے طلاق نہیں ہوتی، پھر دوبارہ نکاح اور حلالہ کی بحث بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر یہ لفظ کسی مقام پر طلاق کے لئے بولا ہی نہیں جاتا ہو تو وہاں بھی یہ حکم نہیں ہوگا جو شروع جواب میں لکھا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

= النية. و في الخلاصة: و به أخذ الفقيه أبو الليث. و في التفريد، و عليه الفتوى، كذا في تاتارخانية. وإذا قال: ”بهشتم تراً“ و لم يقل: ”ارزنی“ فإن كان في حالة غضب، و مذاكرة الطلاق، فواحدة يملك الرجعة. وإن نوى بائناً أو ثلاثاً فهو كما نوى. و قول محمد رحمه الله تعالى في هذا كقول أبي يوسف رحمه الله تعالى كذا في المحيط.

ولو قال الرجل لامرأته: ”تراچنگ بازداشتم، أو بهشتم، أو یلہ کردم تراً، أو پائی کشادہ کردم تراً“ فهذا كله تفسير قوله: طلقتهك عرفاً، حتى يكون رجعيّاً، و يقع بدون النية، كذا في الخلاصة. و كان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله: ”بهشتم“ بالوقوع بلانية، و يكرن الواقع رجعيّاً. (الفتاوى العالمكيريّة: ۳/۹۷، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

”بخلاف فارسية (قوله: سرحتك) وهو ”را کردم“؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدی الخوارزمی في شرح القدوری فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ”را کردم“ أي: سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، و ما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، و قدم أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت و أما إذا تعورف استعماله في مجرد الطلاق لا بقيد كونه بائناً، يتعين وقوع الرجعي، كما في فارسية سرحتك“. (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

گالی کے طور پر ”طلاق“ کہنا

سوال [۵۹۸۶]: زید کی اس کی گھر والی سے ناراضگی چل رہی تھی، گھر والی کھانے کے لئے کہنے کے واسطے سامنے آئی تو زید نے گھر والی سے کہا کہ ”ہٹ جا سامنے سے سات طلاق“۔ اس لفظ سے زید کی نیت گالی دینے کی تھی، طلاق دینا نہیں تھا۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کی بیوی کو پہلے طلاق نہیں دی گئی تھی، اب یہ شخص خود اس کو ”طلاق“ کہہ رہا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی، اور ”سات طلاق“ کہنے سے طلاق مغلطہ ہوگئی۔ گالی کی نیت قضاءً معتبر نہیں:

”قال فی البحر: ومنه: أي من الصريح: يا طالق، أو يا مطلقة - بالتشديد - ولو قال: أردت الشتم، لم يصدق قضاءً وذین، خلاصة. ولو كان لها زوج طلقها قبل فقال: أردت ذلك الطلاق، صدق دیانةً باتفاق الروایات وقضاءً فی رواية أبي سليمان، وهو حسن، كما فی الفتح. وهو الصحيح، كما فی الخانية. ولو لم يكن لها زوج، لا يصدق. وكذا لو كان لها زوج قد مات، اهـ.“ ردالمحتار: ۴۳۲/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود غفرله، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۹۰ھ۔

گالی کے طور پر لفظ ”طلاق“ کا استعمال

سوال [۵۹۸۷]: زید نے زوجہ کی چند کوتاہیوں کی وجہ سے اشتعال میں آ کر لفظ ”طلاق، طلاق، طلاق“ تین مرتبہ کہا، جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو زید نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہا بلکہ بطور دشنام کہا۔ لہذا اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی قول البحر: إن الصريح يحتاج فی وقوعه دیانةً إلى النية: ۲۵۱/۳، سعید)

(و کذا فی النهر الفائق، باب الطلاق: ۳۲۱/۲، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی فتح القدیر، باب إيقاع الطلاق: ۷/۴، مصطفى البابی الحلبي مصر)

الجواب حامداً ومصلحاً:

جب بیوی کے حق میں لفظ طلاق تین دفعہ کہا ہے اگرچہ بطور دشنام کہا ہو اور طلاق دینے کی نیت نہ ہو تب بھی طلاق مغلطہ ہوگئی (۱)، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۸۸ھ

طلاق نہ دینے کا عہد کرنے کے بعد پھر طلاق دینا

سوال [۵۹۸۸]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے حالت نکاح میں یہ عہد کیا تھا کہ اگر میں تیرے ساتھ کسی قسم کا دھوکہ کروں تو مجھے خدا اور اس کے سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد نصیب ہو۔ اس عہد کے بعد زید کو قرآن قویہ سے معلوم ہوا اور پورے وثوق کے ساتھ اس بات کو پہنچا کہ ہندہ خصائلِ رذیلہ میں مبتلا ہوگئی، اس علم کے بعد زید نے اس کو بہت سمجھایا اور بہت کچھ صبر و تحمل سے کام لیا مگر جب کہ بستی والوں نے بھی

(۱) "إذا قال لامرأته: أنت طالق، و طالق، و طالق، و لم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً".

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۵/۱، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۸۶/۳، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق و إيقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۳/۳، کتاب الطلاق، قبیل باب کنایات، سعید)

(۲) "فالحکم الأصلی لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق

وزوال الملك أيضاً، حتی لا یحل له وطؤها إلا بنکاح جدید..... وأما الطلقات الثلاث، فحکمها

الأصلی هو زوال الملك وزوال حل المحلیة أيضاً حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزواج آخر

لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾. (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳،

کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، ۹۷، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۶۰۳/۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون، فی المسائل

المتعلقة بنکاح المحلل، اه، إدارة القرآن کراچی)

اس بات کی شہادت دی کہ زید! تیری بیوی کا تعلق نہایت درجہ خراب ہو چکا ہے۔ اور ہندہ نے اپنے خاوند سے کئی مرتبہ کہا کہ مجھے طلاق دیدے، میرا تعلق جس شخص سے ہو چکا ہے، اس سے نکاح کروں گی تو زید نے مجبوراً طلاق مغلظہ دیدی۔

اب زید کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے، آیا وہ دھوکہ باز قرار دیا جائے گا اور وہ بعد خداوندی کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ اب ہندہ بہت زور دے رہی ہے نکاح ثانی پر اور اس نے حلالہ کے واسطے ایک آدمی کو تیار کر رکھا ہے، مگر زید کا دل اس سے بالکل برداشتہ ہو چکا اور بستی والے بھی بہت زور دے رہے ہیں نکاح ثانی پر۔ اب ان سے حلفاً پوچھا جائے کہ ہندہ کے تعلقات واقعی تم نے خراب پائے، اگر خراب پائے تو پھر کیوں زور دیتے ہو اور زید کو جس جگہ اور جس پر شبہ تھا اس نے بھی اقرار کیا کہ میں نے زنا کیا اور میرے سے یہ زنا نہیں چھوٹ سکتا اور یہ ہندہ عورت مجھے چھوڑ نہیں سکتی۔ اور زید کے لئے ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اور زید کے لئے ایسی بیوی کی بابت کیا حکم ہے؟ فقط۔ والسلام، ۲۰/صفر/۵۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو اس صورت میں زید کو شرعاً دھوکہ باز نہیں کہا جاسکتا اور زید کے ذمہ اس عورت سے دوبارہ حلالہ کے بعد بھی نکاح کرنا واجب نہیں، اس کو اختیار ہے کرے یا نہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/صفر/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۱/صفر/۵۸ھ۔

حالت حیض میں طلاق

سوال [۵۹۸۹]: ہمارے یہاں ایک شخص کو آج شادی کئے ہوئے قریب دو سال ہو گئے، ایک بچہ

بھی ہو گیا اور آرام سے زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک روز زید کی بیوی بیماری کی حالت میں رو رہی تھی، زید نے بیوی سے رونے کی وجہ پوچھی، بیوی نے کوئی وجہ نہ بتائی تو زید نے بیوی کو مارنا شروع کر دیا اور اس غصہ کی حالت میں زبان سے تین دفعہ طلاق دے دی اور زید کی بیوی اس وقت حیض کی حالت میں ہی تھی۔ اب زید اس بیوی کو واپس لانا چاہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ اس کو رکھنے کا حق نہیں (۱) یعنی اس طلاق کے بعد عدت تین حیض مستقل گزار کر دوسرے شخص سے نکاح ہو اور ہمبستری کرنے کے بعد اگر مر جائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت ختم ہونے پر اس تین طلاق دینے والے زید سے دوبارہ نکاح ہو سکے گا، اس سے پہلے کوئی صورت نہیں۔ حالت حیض میں طلاق دینا منع ہے، تاہم اگر کوئی حالت حیض میں طلاق دیدے تو وہ واقع ہو جائے گی (۲)۔ جس حیض میں

(۱) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۳/۲۰۳ کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی)

”فالحکم الاصلی لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثلثین البائنتین هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتی لا یحل له وطؤها إلا بنکاح جدید و أما الطلقات الثلاث، فحکمها الاصلی هو زوال الملك، وزوال حل المحلیة أيضاً، حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزواج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (بدائع الصنائع: ۴/۳۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیة بیروت)

”و ینکح مبائنته فی العدة و بعدها لا المبانة بالثلاث لو حرة، وبالثلثین لو أمة، حتی یطأها غیره و لو مرأهاً بنکاح صحیح و تمضی عدته“۔ (البحر الرائق: ۴/۹۴، ۷۹ کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(۲) ”وإذا طلق الرجل امرأته في حالة الحيض، وقع الطلاق؛ لأن النهی عنه لمعنی فی غیره، و هو ما ذکرنا، فلا ینعدم مشروعیتہ، الخ“۔ (الهدایة: ۲/۳۵۷، کتاب الطلاق، شركة علمية، ملتان)

”و البدعی من حیث الوقت أن یطلق المدخول بها و هی من ذوات الأقراء فی حالة الحيض أو فی طهر جامعها فیہ، و کان الطلاق واقعاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۴۹، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

”ثم البدعة في الوقت یختلف فیها المدخول بها و غیر المدخول بها، فیکره أن یطلق المدخول بها فی حالة الحيض و أما حکم طلاق البدعة، فهو أنه واقع عند عامة العلماء، و قال بعض الناس: إنه لا یقع، و هو مذهب الشيعة أيضاً“۔ (بدائع الصنائع: ۴/۲۰۵، ۲۰۶، کتاب الطلاق، =

طلاق دی ہے، وہ عدت میں شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد تین حیض مستقل لازم ہوں گے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الفاظ طلاق عربی میں کہلوانا، جن کے معانی کو نہ جانتا ہو

سوال [۵۹۹۰]: ایک شخص نے کسی آدمی سے یہ الفاظ کہلوائے:

”أطلق زوجي طلقاً واحداً أو ثانياً أو ثالثاً“۔ لیکن ان الفاظ کے معانی اس کو معلوم نہیں، پھر معانی بتلا دیئے گئے، تو پھر اس نے ان الفاظ کو کہا اور اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔ تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شخص ان الفاظ کا ترجمہ نہیں جانتا، مگر یہ جانتا ہے کہ ان الفاظ سے طلاق دی جاتی ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ لیکن جب اس کو معنی بھی بتلا دیئے گئے اور جان کر سمجھ کر پھر یہ الفاظ کہے تو اب وقوع طلاق میں کیا شبہ ہے، نیت کی حاجت نہیں (۲)۔ ہاں! اگر بالکل محل استعمال اور معنی سب سے ہی ناواقف ہو، کچھ خبر ہی نہ ہو تو پھر طلاق نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۵ھ۔

= فصل فی طلاق البدعة، بیروت

(۱) ”وإذا طلق امرأته في حالة الحيض، كان عليها الاعتداد بثلاث حبض كوامل، ولا تحتسب هذه الحيضة من العدة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۲۷/۱، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(۲) ”ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مكرهاً أو هازلاً أو سفيهاً أو سكراناً أو أخرساً أو مخطئاً“۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق: ۲۳۵/۳-۲۴۱، سعید)

وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشیدیہ

وکذا فی النهر الفائق، کتاب الطلاق: ۳۱۶/۲، إمدادیہ ملتان

(۳) ”وإذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق ولا يعلم معنى قوله: أنت طالق، فإنه يقع الطلاق. وإذا قال =

مغرور ضدی عورت کو طلاق

سوال [۵۹۹۱]: تقریباً دو ماہ کا عرصہ ہوا میری بیوی اپنے سگے چچا کے ساتھ میری بغیر مرضی کے اپنے میکہ چلی گئی جہاں پر اس کو اپنے خالہ زاد بھائی کی شادی میں شرکت کرنی تھی۔ چلتے وقت اس سے میں نے یہ کہا تھا: ”دیکھو! تم میری بغیر اجازت کے اپنے گھر جا رہی ہو، تمہارا یہ فعل شریعت کے خلاف ہے، لیکن پھر بھی شوہر ہونے کے ناطہ میں تم کو یہ سمجھائے دیتا ہوں کہ جہاں پر تم جا رہی ہو، وہ ایک شادی کا گھر ہے، ہنگامہ شادی میں بے پردگی اور بے حیائی کا زیادہ دور دورہ رہتا ہے، بے حیائی اور بے پردگی سے پرہیز رکھنا اور میں تم کو اس بات کی سخت تاکید کرتا ہوں کہ تم وہاں جا کر کبھی اپنے خالہ زاد بھائی کے سامنے ہرگز مت آنا اور اگر تم نے میری بات کی خلاف ورزی کی تو میں تم کو چھوڑ دوں گا۔“

میری یہ باتیں سن کر اس نے مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا کہ اگر تم مجھے میرے خالہ زاد بھائی کے سامنے آنے سے روکتے ہو تو میں اس کے سامنے کبھی نہیں آؤں گی اور میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر میں تمہارے اس حکم کی خلاف ورزی کروں تو خدا کے دین و ایمان سے پھر جاؤں۔ اتنا کہہ کر وہ اپنے میکہ چلی گئی۔ لیکن مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس نے اپنے میکہ جا کر میری ہر بات کی خلاف ورزی کی ہے۔

میری بیوی ایک مالدار گھرانہ کی اکلوتی، مغرور اور ضدی لڑکی ہے۔ مختصر پڑھی ہونے کے علاوہ صوم و صلوٰۃ کی بھی پابند ہے۔ میں ایک غریب مگر تعلیم یافتہ نوجوان ہوں، میرے ایک چار ماہ کا لڑکا بھی ہے جو اپنی ماں کے ہمراہ ہے۔ اگر حدیث شریف مجھے اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنے کی اجازت دے دے تو کیا میں اپنے لڑکے کو فوری طور پر اپنے پاس رکھ سکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے لکھا ہے کہ ”وہ مغرور اور ضدی لڑکی ہے“۔ مگر آپ کے منع کرنے پر اس نے پختہ وعدہ کیا اور

= لامراتہ: أنت طالق، ولا يعلم أن هذا القول طلاق، طلقت في القضاء ولا تطلق فيما بينه وبين الله تعالى، هكذا في الذخيرة. (الفتاوى العالمكيرية، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه: ۳/۵۳، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۴۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة، مسائل الإيقاع بلا قصد وإضافته: ۱/۱۷۹، رشیدیہ)

سخت قسم بھی کھائی۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرماں بردار ہے، مغرور اور ضدی نہیں، ہو سکتا ہے کہ قسم بھول گئی ہو۔ آپ اس کو نرمی سے بار بار نصیحت کرتے رہیں، امید ہے کہ اصلاح ہو جائے گی اور آپ کا گھر آباد رہے گا۔ طلاق دینے اور تعلق ختم کر دینے کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ کو بھی دشواری پیش آئے۔ دوسری شادی جلدی نہ ہو سکے، اور دوسری کہیں اس سے زیادہ پریشان کن نہ آئے، اس لئے ابھی تعلق ختم نہ کریں۔

بچہ کی پرورش کا حق بچہ کی ماں کو ہے (۱)، نفقہ آپ کے ذمہ ہے (۲)، اگر خدا نخواستہ آپ نے طلاق دے دی تب بھی بچہ کو فوری طور پر آپ اس سے نہیں لے سکتے، بلکہ وہ چھ سات سال کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گا، جب کہ ماں کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو بچے کے حق میں غیر ذی رحم محرم ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۹۵ھ۔

(۱) "أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم، إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة غير

مأمونة". (الفتاوى العالمکیرية، الباب السادس عشر فی الحضانة: ۱/۵۴۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب الحضانة: ۳/۵۵۵، سعید)

(و کذا فی النهر الفائق، باب الحضانة: ۲/۵۰۰، رشیدیہ)

(۲) "نفقه الأولاد الصغار علی الأب، لا یشارکہ فیہا أحد". (الفتاوى العالمکیرية، الفصل الرابع فی

نفقة الأولاد: ۱/۵۶۰، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاوى قاضی خان علی هامش الفتاوى العالمکیرية: ۱/۴۴۵، فصل فی نفقة الأولاد، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۶۱۲، باب النفقة، مطلب: الصغير والمکتسب نفقة فی

کسبه لا علی أبیه، سعید)

(۳) "ویشترط فی الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة، وأن تخلص من زوج أجنبي".

(رد المحتار، باب الحضانة: ۳/۵۵۵، مطلب: شروط الحضانة، سعید)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاوى العالمکیرية: ۳/۱۶۹، التاسع عشر فی النفقات، مسائل

الحضانة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوى العالمکیرية: ۱/۵۴۱، الباب السادس عشر فی الحضانة، رشیدیہ)

گوئے کی طلاق

سوال [۵۹۹۲]: کسی نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے گوئے مرد کے ساتھ کر دیا، یہی لڑکی بلوغت کے بعد اپنے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کر رہی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ گوئے طلاق کس طرح دے گا؟ اگر وہ گوئے طلاق دینے سے انکار کر دے تو کیا کیا جائے، یا طلاق دینے کے لئے کسی بھی طرح گوئے مرد راضی ہو جائے، یا اس کو اس کے گھر والے اور ذمہ دار حضرات کسی طرح اسے راضی کر لیں تو کیا طلاق میں بھی اشارہ کافی ہوگا، یا طلاق کی کوئی دوسری صورتیں نکل سکتی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اشارہ سے طلاق بھی ہو جائے گی، اگر لکھنا جانتا ہے تو لکھ دے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۹۶ھ۔

عورت کی طرف طلاق کی اضافت

سوال [۵۹۹۳]: زید اپنی خوشدامنہ کے ساتھ سالہ و سمدھی (۲) کے بارہ میں جھگڑا کر رہا تھا، جب زید گھر سے باہر نکل آیا تو اس کی خوشدامنہ نے کہا: کیوں لوٹ جا رہے ہو؟ تو زید واپس آیا اور اپنی ساس کو خطاب کر کے کہنے لگا: کیا تم طلاق لے لوگی؟ اور اپنی زبان سے ”ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق“، بائن طلاق کہا، پھر کسی وقت جب اس کو کہا گیا کہ تم نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی تو زید کہتا ہے: میں نے طلاق دیتے وقت اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی اور اپنی عورت کا ارادہ نہیں کیا۔

..... تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۱) ”ویقع طلاق الآخرس بالإشارة..... ویقع طلاقه بکتابته“۔ (رد المحتار، مطلب فی الحشیۃ

والأفیون والبنج: ۳/۲۳۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه: ۳۵۴/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، قبیل باب إیقاع الطلاق: ۳۸۵/۱، مکتبہ غفراریہ کوئٹہ)

(۲) ”سمدھی: دولہا اور دلہن کے باپ آپس میں سمدھی ہوتے ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۰۹)

’سالہ: بیوی کا بھائی‘۔ (نور اللغات، ص: ۲۷۶)

۲..... دوسری بات یہ ہے کہ جب زید کو کہا گیا کہ تم نے اپنی عورت کو طلاق دیدی ہے تو اس وقت زید خاموش رہا، کچھ نہیں کہا۔ اس صورت میں کیا ہوگا؟

۳..... دونوں صورت مذکورہ میں دیانت و قضاء کی مداخلت ہے کیا؟

۴..... طلاق کے وقوع میں جیسا کہ اضافت لفظیہ کی ضرورت ہے ویسا ہی اضافت معنویہ کی بھی ضرورت ہے یا نہیں؟

۵..... صورت مذکورہ میں کسی قسم کی اضافت پائی جاتی ہے یا نہیں؟

۶..... زید کی منکوحہ موجود ہے، لہذا محل طلاق بھی موجود ہے، باوجود اس کے زید جیسے عاقل بالغ کے قول کو ملغی کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱-۶..... اگر زید نے زوجہ کو نہ طلاق کا خطاب کیا، نہ اس کا نام لیا، نہ اس کی طرف اشارہ کیا، نہ اس کی طرف ضمیر راجع کی، نہ اس کی کوئی صفت بیان کی، نہ اس کو ندادی بلکہ خوشدامنہ کو خطاب کر کے الفاظ مذکورہ ادا کئے ہیں اور اب دریافت کرنے پر کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی اور زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ نہیں کیا تو قسم کے ساتھ زید کا قول شرعاً معتبر ہے، یہ قسم کی ضرورت قضاء ہے دیانۃً نہیں، منکوحہ موجود ہونے کے وقت ہی یہ تفصیل ہے، اگر منکوحہ موجود نہ ہوتی تو کسی تفصیل کی کیا ضرورت تھی، زید کے کلام میں زوجہ کی طرف طلاق کی کسی قسم کی بھی اضافت نہیں، اس لئے دار و مدار صرف نیت پر رہے گا:

”لو قال: طالق، فقیل له: من عنیت؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته..... لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعنِ امرأتی، یصدق. ویفهم منه أنه لو لم یقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنسا یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها، فقوله: إني حلفت بالطلاق ینصرف إليها ما لم یُرد غیرها؛ لأنه یحتمله کلامه، بخلاف ما لو ذکر اسمها أو اسم أبیها أو أمها أو ولدھا..... لا یصدق قضاء إذا كانت امرأته کما وصف..... الخطاب من الإضافة المعنویة، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، وكذا نحو امرأتی طالق،

وزینب طالق، اھ۔ ردالمحتار بتغیر تقدیماً وتأخیراً: ۲/۷۰۵ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

عورت کی طرف طلاق کی اضافت

سوال [۵۹۹۴]: زید کا اپنی بیوی ہندہ سے کسی بات پر تکرار ہوا ہے اور زید ہندہ سے اس کے ہٹ کرنے کی بنا پر عورت کو کچھ مارا۔ اس کے بعد ہندہ اس دن تو اپنے گھر میں رہی، مگر آئندہ کل صبح سویرے پوشیدہ طور پر زید کے بھتیجے کے گھر میں چلی گئی، ادھر زید اس کو تلاش کرتا ہوا اس کے بھائی کے گھر میں پا کر وہاں پہونچا اور اپنے گھر چلنے کے لئے کہا، لیکن ہندہ سخت انکار کر کے کہنے لگی کہ گھر کی ضرورتوں کی مجھ کو کچھ پروا نہیں ہے، تمہارے ساتھ میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔

اس پر تحویف کی غرض سے زید ایک طلاق کہہ کر کچھ دیر تک تھمارہا اور ساتھ جانے کا تقاضا کرتا رہا، مگر ہندہ برابر انکار کرتی رہی اور اس کے بھائی نے بھی کچھ نہیں کہا ہے، لہذا زید نے نہایت رنجیدہ ہو کر ”دو طلاق، تین طلاق دیا“ کہہ کر اپنے گھر واپس آ گیا۔ اب از روئے شرع اسلام ان الفاظ سے جن میں ہندہ منکوحہ کی طرف نسبت بھی نہیں ہے اور دیدینے کا لفظ بھی نہیں ہے، محض گنتی جیسے الفاظ ہیں، کیا اس صورت میں ہندہ پر طلاق ہو گئی ہے یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی ہے تو کتنی واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق بیوی ہی کو دی جاتی ہے، کسی غیر کو نہیں دی جاتی۔ بیوی سے جھگڑا تکرار ہوا، وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی،

(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، مطلب: سن بوش، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۸، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۶۵، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۲۸۰، نوع فی الإیقاع بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

اس کو لینے کے لئے شوہر گیا اور ساتھ چلنے کا تقاضہ کیا، بیوی نہیں گئی، اس پر ایک طلاق کہا، پھر رک کر تقاضا کیا کہ شاید ایک طلاق کے بعد مان جائے وہ نہیں مانی، پھر دو طلاق تین طلاق کہہ کر واپس چلا گیا، اس کا کھلا مطلب یہی ہے کہ بیوی کو طلاق دے کر آیا ہے اگرچہ بیوی کا نام لیکر نہیں کہا اور ”دیدي“ کا لفظ بھی نہیں کہا، اس سے گفتگو اور خطاب اور ساتھ چلنے پر اصرار اور اس کے نہ ماننے پر طلاق، یہ سب کچھ اس کی نسبت کے لئے کافی ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”لا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه، كمافی البحر: لو قال: طالق، فقیل له: من عنیت؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته، اهـ. ویؤیدہ ما فی البحر لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتی یصدق، اهـ. ویفہم منه أنه لو لم یقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها، اهـ.“ ردالمحتار: ۲/۴۲۹، ۴۳۰ (۱)۔

لہذا طلاق مغلطہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش نہیں رہی (۲)، لقولہ تعالیٰ:

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۶۵، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۴۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها.“ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۶۰۳ کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل المتعلقة بنکاح المحلل وما یتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیہ کراچی)

”فالحکم الأصلی لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والشتین البائنتین هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتی لا یحل له وطؤها إلا بنکاح جدید و أما الطلقات الثلاث، فحکمها الأصلی هو زوال الملك، وزوال حل المحلیة أيضاً، حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزواج آخر لقولہ عزوجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ بیروت)

”و ینکح مبانته فی العدة و بعدها لا المبانة بالثلاث لو حرة، وبالشتین لو أمة، حتی یطأها غیره =

﴿الطلاق مرتان﴾ إلى قوله: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۴/۹۰ھ۔

عورت کی طرف طلاق کی نسبت

سوال [۵۹۹۵]: زید نے اپنی والدہ کے ساتھ جھگڑا فساد کیا، اتنے میں اس کی والدہ نے کہا کہ اس وجہ سے تیری بیوی مجھ سے بے پروائی سے پیش آتی ہے تو زید نے کہا کہ ”اس کو چھوڑوں گا“ اور تاکید تحلف کی اور چلا گیا اور گھر میں جا کر بھاگ جانے کے ارادہ سے گھڑی وغیرہ تیار کر کے برآمدہ میں آ کر کہا ”آگے دو طلاق دیا تھا، اب ایک دیا“۔ چار سال سے زائد ہوئے کہ زید اپنی منکوحہ کو دو طلاق دے کر رجعت کر لیا۔ کیا اس صورت مسئلہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کی ایک بیوی ہے جس کو پہلے دو طلاق دے چکا ہے تو صورت مسئلہ میں بلا تامل تین طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہو گئی: ”ولو قال لها: “دادمت یک طلاق“ وسکت، ثم قال: “دو طلاق وسه طلاق“ و قع الثلاث، ولو قال: “تُر ایک طلاق“ ثم قال “دو“ وقع الثلاث، ولو قال: “دو“ بعد الواو، إن نوى العطف وقع الثلاث، وإن لم ينو يقع واحدة“۔ كذا في الخلاصة: ۱/۳۸۰ (۲)۔

دیکھئے یہاں کافی سکوت کے بعد صرف لفظ ”دو“ کہا ہے، نہ اس کے معدود کو ذکر کیا اور نہ عورت کی جانب صراحتاً اضافت کیا، مگر اس سے طلاق واقع ہو گئی، اسی طرح صورت مسئلہ میں زید کے الفاظ ”آگے دو“

= ولو مرأهاً بنكاح صحيح و تمضى عدته“۔ (البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۷ کتاب الطلاق، فصل فيما

تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) (خلاصة الفتاوى: ۲/۸۶، کتاب الطلاق، جنس آخر فی العدد، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۹، کتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۰۰، نوع آخر فی إلحاق العدد بالإيقاع، إدارة القرآن کراچی)

طلاق دیا تھا“ اور ”اب ایک طلاق دیا“ اس سے تیسری طلاق واقع ہو جائے گی۔ وقوع طلاق کے لئے اضافت ضروری ہے، مگر اس کا صراحتہ ہونا ضروری نہیں بلکہ محض نیت ہی کافی ہوتی ہے:

”ولا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه، كما في البحر: لو قال: طالق، فقليل له: من عنت؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته. اهـ.“ شامی: ۲/۶۶۳ (۱)۔

عادت اور عرف یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی بیوی کو طلاق دیا کرتا ہے، لہذا جب تک دوسرا محمل متعین نہ ہو جائے اس کی بیوی ہی پر طلاق واقع ہوگی: ”ویسويده ما في البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتی، يصدق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها، فقله: إني حلفت بالطلاق، ينصرف إليها ما لم يُرد غيرها؛ لأنه يحتمله كلامه، اهـ.“ شامی: ۴/۶۶۴ (۲)۔

اس عبارت سے درمختار کے جزئیہ: ”لو قال: إن خرجت يقع الطلاق، أو لا تخرجي إلا بإذني، فإني حلفت بالطلاق، فخرجت، لم يقع لتركه الإضافة إليها“ (۳) کا محمل بھی معلوم ہو گیا جب کہ زید نے اولاً دو طلاق دی اور اب ان کو ذکر کر کے تیسری دے رہا ہے تو یہ بھی مذاکرۃ طلاق ہو گیا: ”(قوله: وهي حالة مذاكرة الطلاق) أشار به إلى ما في النهر: من أن دلالة الحال نعم دلالة المقال، قال: وعلى هذا تفسر المذاكرة بسؤال الطلاق، أو تقديم الإيقاع كما في اعتدى ثلاثاً، وقال قبله: المذاكرة أن تسأله هي أو أجنبي الطلاق، اهـ.“ شامی: ۲/۷۱۰ (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ربیع الاول/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۱۴/ربیع الاول/۶۰ھ۔

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۳۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۲) (رد المحتار، المصدر السابق)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۶۵، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۸، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، رشیدیہ)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۳۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۴) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۷، کتاب الطلاق، باب کنایات، سعید)

دو بیویوں کی موجودگی میں بلا تعین و اشارہ الفاظ طلاق کہنے کا حکم

سوال [۵۹۹۶]: محمد عبدالحق نے اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ جھگڑا کر کے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بائن دے دیا، لیکن کسی عورت کا نام نہ لیا، اشارہ بھی نہ کیا۔ گواہ نے جو عبدالحق نے کہا، وہ سنا۔ اب شریعت کا حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جھگڑا دونوں سے تھا تو دونوں کو طلاق مغلطہ ہوگئی، دونوں کو علیحدہ کر دے۔ اگر ایسا نہیں تو عبدالحق سے دریافت کر لیا جائے وہ جس کو متعین کر کے کہے کہ فلاں کو طلاق دی ہے تو اس پر طلاق مانی جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس نام سے بیوی مشہور ہو، اس نام سے طلاق دینا

سوال [۵۹۹۷]: میں نے اپنی منکوحہ بیوی وحید النساء کو غصہ کی حالت میں یہ جملہ کہہ کر طلاق دی کہ ”عبدل کی لڑکی ”میرا“ نام کو میں نے طلاق دی“ تین بار کہا۔ دس منٹ کے بعد پھر اسی غصہ میں تین بار اسی جملہ کو کہہ دیا۔ شادی کے وقت قاضی صاحب نے وحید النساء ولد عبدل کہہ کر نکاح پڑھایا تھا، مگر ہمارے گھر میں ”میرا“ کے نام سے مشہور ہے، میکہ میں ”میرا“ کے نام سے مشہور ہے۔ تو طلاق میں نے ”میرا“ کے نام سے دی۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ ”میرا“ نام سے آپ کے یہاں مشہور ہے اور اسی نام سے آپ نے تین طلاق دی ہے، تو

(۱) ”فبان قال: امرأته طالق، وله امرأتان كلتاھما معروفتان، یصرف الطلاق إلی أیتھما شاء“

(الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب الطلاق، إیقاع الطلاق بطریق الإضمار وترك الإضافة: ۳/۲۸۱، إدارة

القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۳۵۸/۱، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، باب طلاق غیر المدخول بها ۳/۲۹۰، سعید)

بلاشبہ طلاق مغلطہ ہوگئی (۱)۔ اب بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت رکھنا حرام ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۸/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۹۲ھ۔

بیوی کے ایک عضو کو طلاق دینا

سوال [۵۹۹۸]: بکر اور زینب میں جھگڑا ہوا زینب نے بکر سے کہا کہ اگر مجھ کو گالی دو گے تو میں میکہ چلی جاؤں گی، بکر بہت غصہ ہوا اور زینب سے کہا (جو دو مہینہ کے بچہ کی ماں ہے) ”تیری گانڈ پر طلاق ہے، طلاق ہے، اب چلی جا، تجھ کو طلاق ہو گیا“۔ اس وقت زینب طلاق سمجھ کر بکر سے علیحدہ ہو گئی، بکر نے طلاق دیتے وقت کوئی گواہ دیا کہ میں مقررہ نہیں کیا۔ کیا اس میں مراجعت کی گنجائش ہے؟

(۱) ”(قال: امرأته طالق ولم يسم، وله امرأة) معروفة، طلقت امرأته“۔ (الدر المختار)۔ ”(قوله: ولم يسم) أما لو سماها باسمها، فكذلك بالأولى“۔ (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان أو أكثر، تطلق واحدة: ۳/۲۹۲، سعيد)

”وإن سمي امرأته باسمها وباسم أبيها بأن قال: امرأتى عمرة بنت صبيح بن فلان، أو قال: أم هذا الرجل التى فى وجهها خال طالق، ولم يكن بها خال، طلقت، كذا فى محيط السرخسى“۔ (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثانى فى إيقاع الطلاق: ۱/۳۵۹، رشيدية)

”لو قال: زينب طالق، وامرأته زينب، طلقت امرأته“۔ (فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق: ۱/۴۵۸، رشيدية)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرة: ۲۳۰)

”عن عائشة: أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق فسئل النبى - صلى الله تعالى عليه وسلم - أتحل للأول قال: ”لا، حتى يذوق عسليتها كما ذاق الأول“۔ (الصحيح للبخارى، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۲/۷۹۱، قديمى)

”وان كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة وثنتين فى الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس فى الرجعة: ۱/۴۷۳، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلحاً:

شوہر کے پہلے لفظ سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، یہ مہمل ہے، دوسرے لفظ کو بھی آپ ہی اگر پہلے ہی لفظ پر مرتب کیا ہے مستقل نہیں کہا تو اس سے بھی طلاق نہیں ہوئی۔ اگر اس دوسرے لفظ ”طلاق ہے“ کو مستقل کہا ہے تو اس سے ایک طلاق رجعی ہوگی۔ پھر تیسرے لفظ ”اب چلی جا، تجھ کو طلاق ہو گیا“ سے بالیقین طلاق ہوگی بشرطیکہ پہلے مہمل لفظ سے یہ سمجھ کر کہ اس سے طلاق ہوگئی اس کو خبر دیا تو، ورنہ اس سے بھی نہیں ہوئی۔

دوسرے اور تیسرے لفظ سے حسب تفصیل بالا اگر طلاق ہوگئی ہے تو رجعت کا اختیار حاصل ہے، عدت (تین حیض) گزرنے سے پہلے رجعت کر سکتا ہے (۱) بشرطیکہ ”اب چلی جا“ سے مستقل طلاق کی نیت نہ کی ہو، ورنہ رجعت کا اختیار نہیں: ”لا يقع لو أضافه إلى اليد، والرجل، والدبر، والشعر، والأنف، الخ“۔ درمختار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

بیوی کا نام بدل کر طلاق دینا

سوال [۵۹۹۹]: محمد ظہیر الدین ابن حکیم الدین مرحوم نے اپنی بڑی بیوی کے ساتھ کئی وجوہ کی بنا پر غصہ ہو کر چار آدمیوں کے سامنے یہ بات کہی کہ ”رجیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی، رجیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق

(۱) ”و تصح إن لم يطلق بائناً، فإن أبانها، فلا. قلت: هي أن لا يكون الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة“۔ (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۴۰۰، باب الرجعة، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة و فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۷۲، باب الرجعة، رشيدية)

(۲) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۵۶، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۶۰، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(و كذا في مجمع الأنهر: ۲/۱۵، كتاب الطلاق، مكتبة غفاريه كوئٹہ)

دی، رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی۔ آگاہ رہیں کہ ظہیر الدین کی بڑی بیوی کا نام عاملہ ہے، لیکن جمیلہ نام لیکر طلاق دی ہے۔

نوٹ: اور ان چار اشخاص کا کہنا ہے کہ ظہیر الدین نے جو کچھ کہا ہم وہی بات سنے ہیں، نہ اس سے کم سنے نہ اس سے زیادہ۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس مسئلہ میں دو قول ہو گئے: جو لوگ کہتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی وہ دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ فتاویٰ دارالعلوم ساتویں جلد، ص: ۳۵، فتویٰ نمبر: ۱۲۸۸، میں مسئلہ ہے کہ: ”نام بدل کر طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی ہے“ (۱)۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ طلاق ہو گئی، وہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی زبان سے یہ کہا کہ میری بڑی بیوی اور اس کے ساتھ اس عورت کے والد جو اس کا خسر ہے اس کے نام کے ساتھ کہا ہے، صرف بیوی کا نام بدل جانے سے تو وہ اس کی غیر نہیں ہوتی، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

نیز اس کی چھوٹی بیوی کا نام بھی جمیلہ نہیں ہے، اس لئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص کے اپنی زبان سے نام بدلنے سے پہلے وہی بڑی بیوی متعین تھی، لہذا اس کی بڑی بیوی ہی پر طلاق واقع ہو گئی۔ اب آپ حضرت سے میری درخواست ہے کہ مع دلائل صحیح جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خالی نام لے اور وہ بیوی کا نام نہ ہو بلکہ غیر کا نام ہو تو اس سے بیوی پر طلاق نہیں ہوتی (۲)، صورت

(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹/ ۷۸، سوال نمبر: ۷۹، عنوان: ”بیوی کا نام بدل کر طلاق دی، نیت طلاق نہیں تھی، دوسرے کو دھوکہ دینا تھا، کیا حکم ہے؟“، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) ”وکذا إذا حلفه أن لا يخرج من مصر، فإن خرج، فامرأته عائشة كذا، واسم امرأته فاطمة، لا تطلق إذا خرج“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/ ۷۳، کتاب الطلاق، نوع فی الإضافة، رشیدیہ)

”رجل قال: امرأته الحبشية طالق، وامرأته ليست بحبشية، لا يقع الطلاق“۔ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/ ۵۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

”لو قال: امرأته الحبشية طالق، ولا نية له في طلاق امرأته، وامرأته ليست بحبشية، لا يقع عليها، وعلى هذا إذا سمي بغير اسمها ولا نية له في طلاق امرأته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/ ۵۳، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق، رشیدیہ)

مسئولہ میں شوہر کا جو مقولہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ”رحیم بخش کی بیٹی جمیلہ کو طلاق دی“ اور اس مقولہ پر چار اشخاص کی گواہی پیش کی ہے، اس میں یہ لفظ نہیں ہے ”میری بڑی بیوی“۔ پھر جو حضرات وقوع طلاق کا حکم دیتے ہیں وہ یہ لفظ ”میری بڑی بیوی“ کہاں سے بیان کرتے ہیں، کیا رحیم بخش کی دوسری لڑکی جمیلہ نامی ہے؟ نیز شوہر نے جمیلہ نام لیا، عاملہ نام نہیں لیا جو کہ اصل نام ہے، تو آیا سبقت لسانی سے یہ نام زبان سے نکل گیا ہے، یا قصد انا نام بدلا ہے اور مقصود یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہو۔

جب علم اور وصف میں تقابل ہو تو علم کو ترجیح ہوتی ہے: ”لأنه يدل على الذات، والوصف لا يدل على الذات“ (۱)۔ اس ضابطہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی بیوی عاملہ پر طلاق واقع نہ ہو، لیکن اگر اپنی بیوی عاملہ کی طرف اشارہ بھی کیا ہے کہ ”رحیم بخش کی اس بیٹی جمیلہ کو طلاق دی“ تو نام بدلنے کے باوجود طلاق ہوگئی، اور تین دفعہ کہنے سے مغلط ہوگئی، کیونکہ اشارہ کے وقت تسمیہ کا اعتبار نہیں ہوتا، گویا کہ اس طرح کہا کہ اس کو طلاق دی:

”الأصل أن المسمى إذا كان من جنس المشار إليه، يتعلق العقد بالمشار إليه؛ لأن المسمى موجود في المشار إليه ذاتاً، والوصف يتبعه. وإن كان من خلاف جنسه يتعلق بالمسمى؛ لأن المسمى مثل المشار إليه، وليس بتابع له، والتسمية أبلغ في التعريف من حيث أنها تعرف الماهية، والإشارة تعرف الذات، اهـ. قال الشارحون: هذا الأصل متفق عليه في النكاح والبيع والإجارة وسائر العقود، اهـ.“ شامی: ۱/۲۸۵، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، بحث النية (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/۸۹ھ۔

بیوی کا نام بدل کر طلاق دینا

سوال [۶۰۰]: ایک شخص اپنی سابقہ بیوی کو رکھ کر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے اس میں عورت مخطوبہ

(۱) ”فإذا اجتمعت الإشارة والتسمية بالبدل الواحد، فإن كان البدل المشار إليه من جنس المسمى ولا يختلف إلا بالوصف فقط، فالوصف لغو، والإشارة معتبرة.“ (شرح المجلة: ۱/۴۵، حنفیہ کوئٹہ)

(۲) (رد المحتار: ۱/۴۲۶، کتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، بحث النية، سعید)

(و کذا فی الأشباه والنظائر: ۳/۱۳۰، أحكام الإشارة، إدارة القرآن کراچی)

کی طرف کے لوگوں نے کچھ نہیں کہا، جب لوگوں کو لیکر دلہن کے گھر پہونچے اور نکاح پڑھانے کا وقت ہوا تو عورت کے لوگوں نے کہا کہ اگر تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق نہ دو گے تو ہم کبھی تمہارے ساتھ بیاہ نہ کرائیں گے، آخر دولہا مارے شرم کے بلائیت طلاق اپنی بیوی کا نام بدل کر اجنبی کا نام کہہ کر طلاق دیا، لیکن عورت کے باپ کا نام لیا ہے۔ آیا اس صورت میں عورت مذکورہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اجنبی نام لیکر طلاق دی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وقوع طلاق کی بیوی کی طرف نسبت و اضافت لازم ہے، خواہ نام لیکر ہو، خواہ اشارہ کر کے، خواہ ضمیر راجع کر کے، جب کہ بیوی کا نام نہیں لیا اگرچہ نسبت صحیح بیان کیا ہے تو طلاق نہیں ہوئی۔ نام غلط ہونے کی صورت میں نسبت کی صحت معتبر نہیں ہوتی:

”وفی المحيط: الأصل أنه متى وجدت النسبة، وغیر اسمها بغيره، لا يقع؛ لأن التعريف لا يهضل بالتسمية متى بدل اسمها؛ لأن بذلك الاسم تكون امرأة أجنبية. ولو بدل اسمها وأشار إليها، يقع، اهـ“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

متعدد بار طلاق

سوال [۶۰۰۱]: ایک عورت مسماة جنت بعمر ۲۱ سال خدا کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ بیان کر سکتی ہے کہ میں عرصہ تقریباً ساڑھے چار سال سے عبدالرشید کی زوجیت میں ہوں، اس تمام مدت میں میرے خسر تقریباً چھ ماہ تک اپنی حیات میں میرے تمام اخراجات کے کفیل رہے، ان کے انتقال کے بعد میرے شوہر مذکور نے حقوق زوجیت مثلاً نان و نفقہ اور رات کا تخیلہ ترک کر کے دوسری بازاری پیشہ عورتوں سے اپنے تعلقات کر لئے، جب کبھی میں نے اور میرے والدین نے اور دوسرے اقرباء نے نان و نفقہ کے لئے کہا تو اس نے صاف طور سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ”میں تجھ کو بالفاظ طلاق دے چکا، تُو اپنے ماں باپ کے یہاں رہ“۔ اس لئے

(۱) (البحر الرائق: ۳/۴۴۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۸، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۲۸۲، إيقاع الطلاق، بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

یہی الفاظ طلاق ایک وقت میں متعدد مرتبہ خوشی اور غصہ کی حالت میں مجھ سے اور دوسرے سے کہے۔

چونکہ میرے خاوند کی رہائش پیشہ ور عورتوں کے یہاں ہے اور اس کی والدہ بھی پیشہ کرنے لگی ہے، جب کبھی دو چار اشخاص نے اس کو مجبور کیا: تو اپنی بیوی کو کیوں نہیں لے جاتا ہے تو الفاظ طلاق دہراتے ہوئے کہا کہ اگر اسے چلنا ہی ہے تو جہاں میں رہتا ہوں وہاں چلی چلے، اب اگر میں اس کے کہنے کے مطابق چلی جاؤں تو میری عصمت کو خطرہ ہے، میں نے اس بیان کی تصدیق کے لئے محلہ کے دوسرے اشخاص اور برادری کے لوگ موجود ہیں کہ جن کے سامنے عبدالرشید نے کہا کہ ”میں اسے“ یعنی اپنی بیوی جنت۔ کو طلاق دے چکا“۔ غرض وہ ہر شخص سے بھی بیان کرتا پھرتا ہے کہ میں نے اسے طلاق دیدی۔

۱..... علمائے دین مفتیان شرع متین میرے لئے شرعی مسئلہ بیان فرمادیں، آیا واقعی طلاق ہو گئی ہے

یا نہیں؟

۲..... اگر طلاق ہو گئی تو عدت کے دن اس تاریخ سے شمار کرے، یا اس مسئلہ کے معلوم ہونے کے وقت سے؟

۳..... بعد ایام گزرنے عدت کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہوں یا نہیں؟ خصوصاً ایسی حالت

میں جب کہ موجودہ قانون زبانی طلاق کو نہ مانتا ہو، تحریر ہی قابل قبول ہو، تحریری طلاق نامہ تو نہیں، البتہ شاہد موجود ہیں۔

۴..... اگر طلاق واقع نہیں ہوتی تو انفساخ نکاح کے لئے ایسی صورت میں جب کہ مسلمان حاکم

موجود نہ ہو، یا مسلمان حاکم کے پاس مقدمہ نہ جاوے، غیر مسلم حاکم کے پاس جاوے، ان دونوں صورتوں میں کوئی تدبیر ہے کہ جس سے نکاح فسخ ہو جائے، کیونکہ جب میں اپنے شوہر عبدالرشید کے پاس جاتی ہوں تو خطرہ عظیم ہے کہ جس طرح اس کی والدہ اپنے شوہر کے مرنے پر پیشہ ور ہو گئی ہے، مجھے کسی مقام پر لے جا کر اس فعل خراب کے لئے مجبور کرے۔ اور خود کوئی ایسی شکل نہیں کہ جس سے اپنے بچوں کی پرورش کر سکوں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... صورت مسئلہ میں شرعاً طلاق واقع ہو گئی (۱)۔

(۱) ”(ووقع طلاق کل زوج بالغ عاقل) ولو تقدیراً (ولو عبداً أو مکرهاً)“۔ (تنویر الأبصار مع الدر المختار: =

- ۲..... جس تاریخ کو طلاق دی ہے اسی تاریخ سے عدت کے دن شمار کئے جائیں گے (۱)۔
- ۳..... اگر شوہر کو طلاق کا اقرار ہے (۲)، یا کم از کم دو عادل مرد، یا ایک مرد و عورتیں گواہ موجود ہیں تو بعد عدت دوسری جگہ شرعاً نکاح درست ہے (۳)۔
- ۴..... اگر شوہر طلاق کا انکار کرے اور گواہ بھی نہ ہوں تو حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش

= ۲۳۵/۳، کتاب الطلاق، سعید

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۲۵۵/۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه و من لا یقع، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۲۶/۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۱) ”و مبدأ العدة بعد الطلاق، و بعد الموت علی الفور، و تنقضي العدة وإن جهلت المرأة بهما: أي بالطلاق والموت؛ لأنها أجل فلا يشترط العلم بمضيه“. (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۵۲۰/۳، کتاب الطلاق، باب العدة، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۴۳/۴، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریة: ۵۳۲/۱، ۵۳۳، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير: ۳۲۹/۴، کتاب الطلاق، باب العدة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴۱۵/۴، کتاب الطلاق، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) ”و لو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لا ديانة“. (رد المحتار: ۲۳۶/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الإكراه علی التوكيل بالطلاق والنكاح والعناق، سعید)

”أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، و هو مالک للإيقاع غير مالک للاستناد“. (المبسوط للسرخسی: ۱۰۹/۴، باب الطلاق، حبیبہ کوئٹہ)

(۳) ”و إذا شهد شاهدان علی رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، و جحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن الشهادة علی الطلاق تقبل من غير دعوى“. (الفتاوی التاتارخانیة: ۵۷۲/۳، کتاب الطلاق، الشهادة والدعوى فی الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الدر المختار: ۲۳۵/۳، کتاب الرضاع، سعید)

کر کے باقاعدہ طلاق حاصل کر لی جاوے یا خلع کر لیا جاوے، نکاح فسخ کرنے کے لئے حاکم مسلم کا ہونا شرط ہے اور شوہر سے طلاق دلانے کے لئے یا شوہر کو خلع پر مجبور کرنے کے لئے حاکم کا ہونا شرط نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

بار بار طلاق کا حکم

سوال [۶۰۰۲]: میں نے اپنے والدین سے گھر کے متعلق لڑکے اپنی زوجہ کو کہہ دیا کہ تم اپنے گھر اپنے بھانجے کے کپڑے لیجا اور ایک پرچہ نابالغ لڑکے سے لکھوا کر زوجہ کو دیدیا جس کی یہ عبارت ہے:

”جناب خالوصاحب! تمہاری لڑکی میری طرف سے آزاد ہے، تم کو اختیار ہے مہر کے عوض میرا زیور رکھ لینا، ورنہ واپس کر دینا یا روپیہ لے لینا۔“

زوجہ کو رخصت کر کے پردیس میں چلا گیا اور وہاں سے اپنے خسر کو دو خط لکھے کہ میری غلطی معاف کرو، اگر تم اور تمہاری لڑکی راضی ہو تو میں لینے کے لئے آؤں، انہوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ اطلاع دی کہ چلے آؤ۔ میں وہاں سے اپنی زوجہ کو لیکر مولانا اشرف علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی حالات گزشتہ بیان کئے، حضرت ممدوح دام ظللہم العالی نے ارشاد فرمایا کہ ایک طلاق ہو گئی۔ میری زوجہ نے عرض کیا کہ اس واقعہ سے ۳ سال قبل میرے شوہر نے مجھے ۲ طلاق دیدی تھیں، مولانا دام ظلہم نے احقر سے دریافت فرمایا کہ جو عورت کہتی ہے سچ ہے یا نہیں؟ عرض کیا کہ احقر کو یاد نہیں، دوبارہ پھر دریافت فرمایا، عرض کیا کہ یاد نہیں۔ فرمایا کہ میرے گھر کے مسئلے نہیں، اگر ان سب طلاقوں کو جمع کر لیں تو تین طلاق ہو گئیں۔

(۱) ”حضرۃ السلطان لیست بشرط لجواز الخلع عند عامة العلماء“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۸۸/۱،

کتاب الطلاق، الباب الثامن فی الخلع و ما فی حکمہ، رشیدیہ)

”و روی عن الحسن البصری وابن سیرین: أنه لا يجوز إلا عند السلطان، والصحيح قول

العامة، لما روی أن عمر و عثمان و عبد الله بن عمر رضی الله عنهم جوزوا الخلع بدون السلطان“۔ (بدائع

الصنائع: ۳/۵۱۵، کتاب الطلاق، فصل فیما یرجع إلى المرأة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

میں نے زوجہ کو خسر صاحب کے یہاں پہونچا دیا اور خسر صاحب سے کہہ دیا کہ مولانا ممدوح الشان نے ارشاد فرمایا کہ نکاح ناجائز ہو گیا، تم کسی عالم سے دریافت کر لینا، پس اگر فتویٰ جواز کا آ گیا تو میں زوجہ کو لیجاؤں گا۔ میری زوجہ کہتی ہے کہ اگر میرا نکاح دوسرے کے ساتھ کر دیا تو میں خودکشی کر لوں گی، ۲/ طلاق جو زوجہ نے بیان کیں میرے تو یاد نہیں لیکن میرے والد کا بیان ہے کہ لڑکے نے کہا ”میں نے طلاق دی“ میں نے لڑکے کے طمانچہ مارا اور کہا ایسا مت کر، اس نے جواب دیا میں تو دوں گا۔ لہذا ملتی ہوں کہ اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

رہیم محلہ سلیمانان مظفرنگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر اگر والد اور زوجہ کی دو طلاق کے بارے میں تصدیق کرتا ہے یعنی غالب خیال یہ ہے کہ یہ سچے ہیں تو دونوں طلاقیں واقع ہو گئیں، اگر دونوں صریح ہیں تو ان کے بعد عدت میں رجعت جائز ہے (۱) اور بعد عدت نکاح درست ہے (۲)۔ اگر ایک بائن تھی، دوسری صریح تو رجعت کا اختیار نہیں، البتہ نکاح

(۱) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتن، فله أن يراجعها في العدة“۔ (فتح القدیر:

۱۵۸/۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

”أما الطلاق الرجعي، فالحكم الأصلي له هو نقصان العدد، فأما زوال الملك وحل الوطى، فليس بحكم أصلي له لازم حتى لا يثبت للحال، وإنما يثبت في الثاني بعد انقضاء العدة، فإن طلقها ولم يراجعها، بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت“۔ (بدائع الصنائع: ۳۸۷/۴، کتاب الطلاق، فصل في بيان حكم الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في البحر الرائق: ۴۴۵/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و كذا في رد المحتار: ۴۰۰/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۲) ”و ينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة و بعدها بالإجماع“۔ (تنوير الأبصار مع الدر المختار:

۴۰۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و كذا في فتح القدیر: ۱۷۶/۴، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(و كذا في البحر الرائق: ۹۴/۴، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

درست ہے (۱)۔ اگر دونوں بائن تھیں تو ان میں سے ایک ہی واقع ہوئی، دوسری نہیں (۲)، نکاح درست ہے۔ اگر نکاح یا رجعت (حسب تفصیل بالا جس کی بھی ضرورت تھی) کرنے کی نوبت نہیں آئی اور عدت گزر گئی، بعد اس کے تیسری طلاق لکھوا کر دی جس کا خود بھی مقرر ہے تو یہ واقع نہیں ہوئی، کیونکہ نہ یہ اب منکوحہ ہے نہ معتدہ، لہذا اب نکاح درست ہے، اگر عدت ختم نہیں ہوئی تھی یا پہلی دو طلاق واقع ہو کر نکاح یا رجعت کی نوبت آ چکی تھی تو اب تیسری طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہوگئی، بلا حلالہ کے نکاح جائز نہیں۔ یہ سب تفصیل مدخولہ کے حق میں ہے، اگر غیر مدخولہ ہے تو وہ پہلی ہی طلاق سے بائن ہوگئی، اس کے بعد دوسری اور تیسری واقع نہیں ہوئی، لہذا نکاح جائز ہے۔

تنبیہ: والد کا بیان جو کہ سوال میں درج ہے اس سے دو طلاق دینا معلوم نہیں ہوتا، بلکہ ایک طلاق دینا معلوم ہوتا ہے اور دوسری کا وعدہ، پس اگر وعدہ کے بعد دوسری طلاق دیدی ہے تو اس کا جواب حسب تفصیل بالا ہے۔ اگر وعدہ کے بعد دوسری طلاق نہیں دی تو پھر کسی طرح مغلطہ نہیں ہوئی، لہذا اندریں صورت نکاح بلا حلالہ درست ہے۔

محمود، ۲۹/۵/۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/جمادی الاولیٰ/۵۳ھ

عدت میں مکرر طلاق

سوال [۶۰۰۳]: زید نے تقریباً عرصہ ۴/ ماہ کا ہوا۔ اپنی زوجہ ہندہ کو بحالت غصہ و جھگڑا معاملات

(۱) ”فبان کانا حرین، فالحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة والشتين البائنتين، هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له و طؤها إلا بنكاح جديد“۔ (بدائع الصنائع: ۴/۳۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۱۹، کتاب الطلاق، باب الکنايات، رشیدیہ)

(۲) ”والصریح يلحق الصریح، والبائن يلحق الصریح، لا البائن“۔ (کنز الدقائق: ۳/۵۱۹، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دہلی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، باب الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی التنویر مع الدر المختار: ۳/۳۰۶، ۳۰۸، باب الکنايات، سعید)

خانگی دو مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ ”میں تجھ کو طلاق و آزاد کر چکا ہوں“۔ اور اس حالت کے بعد زید نے ان الفاظ کی تصدیق ایک دو شخص سے کی۔ لیکن آج تک ہندہ زید کے گھر موجود و تعلقات زن و شوہر باہم فریقین میں قائم ہیں۔ مسماۃ ہندہ کو طلاق ہو چکی تھی یا نہیں، اگر ہو چکی تو دوبارہ قیام رشتہ کی کیا صورت ہے؟

عنایت الہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ”آزاد کر چکا“ بمنزلہ صریح ہے، اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے (۱) اور لفظ ”طلاق“ سے بھی رجعی طلاق واقع ہوتی ہے (۲) اور دو مرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے (۳) لہذا

(۱) ”فإذا قال: ”رہا کردم“ ای سرحتک يقع به الرجعی مع أن أصله کنایة أيضاً، وما ذلک إلا لأنه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۳/۲۹۹، سعید)
”ولو قال الرجل لامرته: ”تراچنک بازداشتم“ أو ”بہشتم“ أو ”یلہ کردم ترا“..... فهذا كله تفسیر قوله: طلقته عرفاً حتى يكون رجعیاً، ويقع بدون النية كذا فی الخلاصة. وکان الشیخ الإمام ظہیر الدین المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ یفتی فی قوله: ”بہشتم“ بالوقوع بلا نية، ويكون الواقع رجعیاً“۔
(الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالفارسیہ: ۱/۳۷۹، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الفصل الثانی فی الکنايات، أجناس الأول: ۴/۱۸۹، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصة الفتاویٰ، کتاب الطلاق، الفصل الثانی فی الکنايات، جنس آخر: ۲/۹۹، امجد اکیڈمی لاہور)

(۲) ”صریحه مالم يستعمل إلا فيه كطلقتک وأنت طالق ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافه أو لم ينو شيئاً“۔ (الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۳/۲۲۷، ۲۲۰، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۴، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الأول، الفصل الأول فی صریح الطلاق: ۱/۴۵۲، رشیدیہ)

(۳) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم“

دو مرتبہ طلاق کے بعد جب ایک دو شخص نے اس کی تصدیق کی ہے، اگر اس نے نئی طلاق کی نیت نہیں کی، بلکہ پہلی طلاق کی خبر دی ہے تو عدت کے اندر رجعت کرنا جائز ہے (۱) اور عدت کے بعد نکاح کرنا ہوگا۔

اور اگر نئی طلاق مراد لی ہے تو رجعت و نکاح کرنا جائز نہیں، بلکہ مغلظہ ہوگئی، لہذا حلالہ کی ضرورت ہوگی، بشرطیکہ عدت کے اندر نئی طلاق مراد لی ہو (۲) اور اگر بعد عدت نئی طلاق مراد لی ہے تب بھی مغلظہ نہیں ہوئی، بلکہ تجدید نکاح کافی ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۲/۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۹/ذی الحجہ/۵۲ھ۔

= ترض کذا فی الہدایۃ۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۱/۴۷۰، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۰، سعید)

(۱) ”ولو قال لامرأته: أنت طالق، فقال له رجل: ما قلت؟ فقال: طلقته، أو قال: قلت: هي طالق، فهي واحدة في القضاء، كذا في البدائع۔“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب الثاني فی إيقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، مطلب: إذا كرر الطلاق على المرأة المدخول بها ونوى الإخبار: ۱/۳۵۵، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النية فی الکناية: ۳/۲۲۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت)
(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها. وإن الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا في الہدایۃ۔“ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة الخ، فصل فیما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۷۲، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب الطلاق، الفصل الثاني والعشرون فی مسائل الرجعة: ۳/۶۰۲، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”وأما الذي يرجع إلى المرأة فمنها الملك، أو علة من علائقه، فلا يصح الطلاق إلا في الملك، أو في علة من علائق الملك، وهي عدة الطلاق۔“ (بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فیما يرجع إلى المرأة فی الطلاق: ۳/۲۷۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی فتح القدير، کتاب الطلاق: ۳/۴۶۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

طلاق پر طلاق

سوال [۶۰۰۲]: ایک شخص (زاہد) کی شادی ۱۹۴۹ء میں (نینب) کے ساتھ ہوئی تھی۔

(نینب) کے والدین وغیرہ نے اور خود (نینب) نے بھی کوشش کی کہ (زاہد) کی بہن (فاطمہ) کی شادی (نینب) کے بھائی (خالد) کے ساتھ ہو جائے، چنانچہ (فاطمہ) کی شادی (خالد) کے ساتھ ۵۹ء میں ہو گئی۔ بد قسمتی سے (نینب) کی شادی کے ایک سال بعد یا کچھ مدت کے بعد تلخیاں پیدا ہو گئیں، چنانچہ ۶۱ء کے شروع میں (زاہد) نے اپنی (نینب) کو طلاق دیدی، باپ نے (زاہد) کی خوشامد کی، چنانچہ طلاق کا معاملہ اس وجہ سے چھپا لیا گیا، لیکن دل میں خلش باقی رہی۔ بہن (فاطمہ) کو مقام (لام) پر اس کے باپ کے گھر پر بٹھالیا گیا اور ارادہ کر لیا گیا کہ بہن (فاطمہ) کو اس کے شوہر (خالد) کے یہاں نہیں بھیجا جائے گا۔

اس عرصہ میں (زاہد) کا تبادلہ مقام (لام) سے دوسری جگہ پر ہو گیا، اس تبادلہ سے پہلے (زاہد) نے اپنے بچوں کو مع ان کی ماں کے اس کے باپ کے گھر پر بھیج دیا، بد قسمتی سے ۶۲ء یا ۶۱ء میں (خالد) چھپ کے (فاطمہ) کو دوسری جگہ لے گیا جہاں اس کو بہت تکالیف پہونچائی، (زاہد) نے مجبور ہو کر مقام (پ) سے مقام (ش) پر جانا شروع کر دیا اور پالیسی کو نرم رکھا، چنانچہ ۶۳ء میں (زاہد) بہن (فاطمہ) کو مقام (پ) پر لے آیا، کئی ماہ (فاطمہ) کا علاج و معالجہ کر کے اس کو مقام (م) پر بھیج دیا اور اب متفقہ طے کر لیا کہ سوائے طے ہونے کے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، چنانچہ (احمد) اور (خالد) وغیرہ ملازم کو مقام (پ) پر لانے سے پہلے یہ کہا تھا کہ ہم (فاطمہ) کو اس کے باپ اور بھائی کے یہاں نہیں بھیجیں گے۔

۶۴ء میں (زاہد) مقام (پ) سے ملازمت چھوڑ کر مقام (م) آ گیا اور پھر اپنا پیشہ دوسری جگہ شروع کر دیا۔ بعد میں (زاہد) نے بہت سمجھایا کہ وہ اپنے بچوں کو بلا لے، چنانچہ بچے اپنی ماں کے ساتھ آ گئے۔ دوسرے یہ کہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ آسانی سے طے ہو جائے، لیکن آج تک وقت ٹلتا اور گزرتا گیا۔ (زاہد) کے تعلقات (نینب) کے ماموں وغیرہ سے انتہائی کشیدہ اور ناخوشگوار تھے۔ (نینب) نے مقام (ب) آنے سے قبل کہا تھا کہ (عائشہ) کی شادی میں شرکت کرنی ہے، (زاہد) نے اس کو اور بچوں کو شادی میں شرکت کرنے سے منع کیا اور کہا کہ ”اگر (نینب) اس شادی میں گئی تو اس کو پھر طلاق بائن پڑے گی“۔ لیکن (نینب) نے کہا تھا کہ ایک بار طلاق کے بعد دوسری طلاق کا کیا ڈر اور خوف، اور دس طلاقیں بھی مجھے شادی میں

شرکت کرنے سے نہیں روک سکتیں چنانچہ (زینب) نے اس شادی میں مقام (ن) پر شرکت کی۔ (زاہد) نے مصلحت سمجھنے ہوئے کہ (زینب) تو پہلے ہی سے مطلقہ ہے، خاموش رہا، تاکہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ مزید الجھن میں نہ پڑے۔

اس کے بعد چونکہ (احمد) وغیرہ کو وقت اور موقع مل گیا تھا اور خلاف رویہ شروع کر دیا اور (زاہد) سے کہا کہ تم ہماری لڑکی (زینب) کو رکھو اور ہم تمہاری بہن (فاطمہ) کو رکھیں گے۔ اس پر (زاہد) تیار نہ ہوا اور (زاہد) نے کہا کہ بہن (فاطمہ) کا معاملہ اس کے مہر اور جہیز دیکر طے کرو، آپ کی لڑکی (زینب) کا معاملہ بدستور رکھا جائے گا اور موقع ملنے پر حلالہ کر دیا جائے گا، لیکن (احمد) تیار نہ ہوا، چونکہ مہر جہیز دینا پڑتا ہے۔ اس عرصہ میں غالباً ۶۷ء میں (احمد) مقام (ب) سے (فاطمہ) کی لڑکی عمر ۵/۶ یا ۶ سال کو دھوکہ سے مقام (ش) لے گئے اور آج تک اپنے وعدہ پر نہیں بھیجا جس کی وجہ سے اس عرصے میں لڑکی کے معاملہ پر معاملہ بڑھا اور (احمد) کا لڑکا (اکرم) اپنی (زینب) اور بچوں کو بہانہ سے ۲۲/ستمبر/۶۸ء کو لے گیا اور (زینب) باوجود سخت ہدایتوں کے اور طلاق کے ڈراوے کے پھر ۲۲/ستمبر/۶۸ء کو مقام (ن) گئی اور وہاں سے مقام (س) پہنچ گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ:

۱..... کیا (زینب) کو طلاق ہو گئی؟

۲..... اور کیا (زاہد) کلمہ طلاق کے بعد (زینب) کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے؟ خواہ کسی وجہ سے ہو،

اور (زاہد) کس حد تک مرتکب گناہ ہے؟ اور اس پر کیا کفارہ ہے؟

۳..... اب حلالہ کی کیا صورت ہے اور کیا شرائط ہیں؟ کیا بہن (فاطمہ) کو مندرجہ بالا حالات میں

بذریعہ طلاق الگ کر لینا ہی مناسب ہے جب کہ (فاطمہ) کا شوہر (خالد) اول درجہ کا زانی اور ناکارہ ہے اور مذہباً خیالات میں بھی اور اعمال میں بھی بریلوی ہے؟ اگر (فاطمہ) کا معاملہ بذریعہ طلاق طے نہ کیا گیا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی، کیا طلاق کی صورت میں (فاطمہ) اپنا مہر اور اپنا سامان جہیز واپس لینے کی مستحق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۶۰ء کے آخر، یا ۶۱ء کے شروع میں جب (زاہد) نے (زینب) کو طلاق دی تو اسی وقت طلاق ہو گئی

تھی، اس کے بعد اگر عدت (تین حیض) گزرنے سے پہلے رجعت کر لی تھی تو وہ رجعت صحیح ہو گئی تھی اور نکاح بدستور قائم تھا (۱)۔ پھر جب (عائشہ) کی شادی میں شرکت کرنے پر طلاق بائن کو معلق کیا اور (زینب) نے شادی میں شرکت کی، تو اس شرکت کے وقت دوسری طلاق بائن ہو گئی (۲)۔

پوری تحریر میں یہی دو طلاقیں مذکور ہیں: پہلی طلاق سے تو رجعت ہو ہی چکی تھی، دوسری طلاق میں رجعت کا اختیار نہیں، البتہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہو سکتا ہے (۳)، حلالہ کی ضرورت نہیں، پہلی طلاق سے رجعت کرنے کے بعد تعلق کا قائم رکھنا درست رہا، دوسری طلاق بائن کے بعد (شادی میں

(۱) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطلقتين، فله أن يراجعها في عدتها“۔ (الفتاوى العالمية: ۱/۴۷۰، کتاب الطلاق، باب الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴/۸۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایة: ۲/۳۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی اللباب فی شرح الکتاب: ۲/۱۸۰، کتاب الرجعة، قدیمی)

(۲) ”إنما يصح في الملك كقوله لمنكوحته: إن زرت فأنت طالق، أو مضافاً إليه فيقع بعده: أى يقع الطلاق بعد وجود الشرط في المسئلتين“۔ (البحر الرائق: ۴/۵۱۳، کتاب الطلاق، باب التعليق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۵۰۲، کتاب الطلاق، فصل فی الأیمان بالطلاق، إدارة القرآن، کراچی)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۳۴۴، کتاب الطلاق، باب التعليق، سعید)

(۳) ”و ینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة و بعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴/۹۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق: ۲/۴۲۰، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدير: ۴/۱۷۶، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی التاتارخانیة: ۳/۶۰۳، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل المتعلقة بنکاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن کراچی)

شرکت کرنے پر) تعلق قائم رکھنا جائز نہیں تھا، یہ سخت معصیت ہوئی، اس سے توبہ اور استغفار ضروری ہے، جب تک دوبارہ نکاح نہ ہو جائے ہرگز آپس میں ملنے نہ پائیں، بالکل جدا رہیں۔

۲..... اگر (فاطمہ) پر جبر و تشدد کیا جاتا ہے شرعی حقوق کو ادا نہیں کیا جاتا اور وہاں ماحول بھی اس کے حق میں تباہ کن ہے تو تعلق منقطع کر لینا چاہئے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ (فاطمہ) اپنا مہر معاف کر دے اور شوہر کا دیا ہوا زیور جو کچھ ہو وہ واپس کر دے اور اس کے عوض میں شوہر (خالد) طلاق دیدے (۱)۔ جہیز (فاطمہ) کی ملکیت ہے، اس پر (خالد) کو زبردستی قبضہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۸۸ھ۔

واقعة طلاق مع فیصلہ عدالت

سوال [۶۰۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید اور اس کی منکوحہ ہندہ کے وارثان میں ایسا اختلاف قبل از رخصتی ہوتا ہے کہ زید اپنی منکوحہ ہندہ کو طلاق دیدیتا ہے اور بعدہ جب ہندہ کے

(۱) ”وإذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله تعالى، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها“۔ (التاتارخانية: ۳/۵۳، کتاب الطلاق، الفصل السادس عشر في الخلع، إدارة القرآن) (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۸۸، کتاب الطلاق، الفصل السادس عشر الباب الثاني في الخلع و ما فی حکمہ، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۸۲، کتاب الطلاق، الفصل السادس عشر باب الخلع، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) ”إذا اختلف الزوجان في متاع موضوع في البيت الذي يسكنان فيه فما يكون للنساء عادة كالدرع والخمار و المغازل و الصندوق و ما أشبهه، فهو للمرأة، إلا أن يقيم الزوج البينة على ذلك“۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۰۱، کتاب النکاح، فصل في اختلاف الزوجين في متاع البيت، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۲۹، کتاب النکاح، الفصل السابع عشر في اختلاف الزوجين، رشیدیہ)

عزیز دوسرے عقد کا ارادہ کرتے ہیں تو زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، مجبوری یہ معاملہ عدالت میں استقرارِ حق طلاق کا دعویٰ ہندہ کی جانب سے دائر ہوتا ہے، ہندہ بحلف بیان کرتی ہے کہ زید نے مجھ کو طلاق میرے مکان پر دیدی اور چار گواہ جو کہ بروقت طلاق موجود تھے حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دیدی۔

تفصیل گواہان: ایک والدہ ہندہ، ایک برادر حقیقی ہندہ، دو عزیز مرد۔

دو گواہ حلف سے بیان کرتے ہیں کہ زید نے ہم سے کہا کہ میں نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے، لیکن میں اس کو ہرگز دوسرا عقد نہ کرنے دوں گا۔

تفصیل گواہان جن سے زید نے اپنے وطن میں جا کر کہا: ایک ماموں ہندہ کا، دوسرا رشتہ دار زید کا: زید نے بھی عدالت میں بحلف بیان کیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور زید کی والدہ نے بحلف تائید کی اور ایک مرد بھی پیش کیا گیا جو والدہ ہندہ وغیرہ پر اتہام لگاتا ہے اور زید کو نیک چلن بیان کرتا ہے، کوئی خاص تردید معاملہ طلاق کی نہیں کرتا ہے۔

عدالت ابتدائی نے محض بیان زید کو باور کر کے مقدمہ خارج کر دیا، عدالت اپیل کا حکم ہوتا ہے کہ (گو شرعاً شہادت طلاق شہادت نفی پر لائق ترجیح ہے) لیکن دعویٰ اس بنا پر خارج کیا جاتا ہے کہ گواہ شرعی نقطہ لحاظ سے معتبر نہیں:

- ۱- ہندہ کی والدہ اور اس کے بھائی کی شہادت شرعاً عقلاً قابلِ اعتماد نہیں ہے؟
- ۲- ایک غیر مرد کی شہادت جو کہ فہرست گواہان طلبیدہ میں نہ تھا، مشکوک ہے۔
- ۳- دوسرا عزیز مرد ایک درزی ہے جس نے ہندہ کے یہاں اجرت سلائی کا کام کیا ہے، اس کی شہادت بغیر تائید کے بیکار ہے۔

۴- دو گواہ غیر جن کے نام فہرست گواہان میں تھے پیش نہیں کئے گئے، لہذا دعویٰ خارج۔

اعتراض ۱..... کی بابت عرض ہے کہ ہندہ کے برادر کی عمر بیس سال ہے۔

اعتراض ۲..... کی بابت گزارش ہے کہ مقدمات میں موجودہ خاص اکثر گواہان ذریعہ فہرست

طلب نہیں کرائے جاتے، بروز ثبوت پیش کئے جاتے ہیں، چنانچہ ایک گواہ غیر بوجہ خاص بروز ثبوت طلب کر کے پیش کیا گیا۔

اعتراض ۳ کی بابت عرض ہے کہ کل گواہان کے بیانات میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا، سب ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

اعتراض ۴ کی نسبت یہ عرض ہے کہ جب قانون داں اصحاب نے یہ تصور کر لیا کہ نصاب شہادت پورا ہو گیا تو گواہ پیش کرنے سے روک دیئے۔

اب سوال یہ ہیکہ ان صورتوں کے ہوتے ہوئے ہندہ پر شریعت سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جب کہ چار شہادتیں عینی موقع کی اور دو شہادتیں جن سے زید نے واقعہ طلاق بیان کیا ہے اپنے وطن میں کہ ”ہندہ کو طلاق دے آیا ہوں“۔ اب جملہ یہ شہادتیں متذکرہ از روئے شریعت معتبر ہیں یا نہیں؟ عند اللہ اپنا قیمتی وقت ضائع کر کے اور توجہ خاص مبذول فرما کر موافق شرع شریف کتب مستند و کلام الہی سے مع حوالہ حکم صادر فرمایا جائے، تاکہ عدالت اپیل میں پیش کر کے فیصلہ صحیح حاصل کیا جاسکے۔

مسعود احمد خلف عزیز احمد ٹھیکدار مرحوم، ڈاکخانہ ٹانڈہ، ضلع مراد آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گواہان مذکورہ عادل اور ثقہ ہیں تو شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی (۱) اور ہندہ چونکہ غیر مدخولہ ہے اس لئے زید کو اس طلاق سے رجعت کا حق بھی باقی نہیں رہا (۲)۔ عدالت اپیل کا ہندہ کے بھائی کی شہادت کو شرعاً

(۱) ”وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وجحد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن الشهادة على الطلاق تقبل من غير دعوى“۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۵۷۲/۳، کتاب الطلاق، الشهادة والدعوى والخصومة فی الطلاق، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی)

”والرضاع حجة المال، وهي شهادة عدلين أو عدل و عدلتين و هل يتوقف ثبوته على دعوى المرأة؟ الظاهر: لا، لتضمنها حرمة الفرج، وهي من حقوقه تعالى كما في الشهادة بطلاقها“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۲۳/۳، ۲۲۵، کتاب الطلاق، باب الرضاع، سعيد)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۲۶۱/۳، کتاب الشهادات، مكتبة غفاريه کراچی)

(۲) ”(وإن فرق) بوصف نحو: أنت طالق واحدة و واحدة و واحدة، أو خبر أو جمل بعطف أو غيره، بانتهى بالأولى: أي قبل الفراغ من الكلام الثاني“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۸۶/۳، کتاب

الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد) =

وعقلاً ناقابل اعتبار کہنا قانون شریعت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، کیونکہ بھائی کی شہادت بہن کے حق میں شرعاً جائز اور معتبر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، کتاب الشہادت کی فصل ثالث میں ہے: ”ویجوز شهادة الأخ لأخته، كذا في محيط السرخسی“۔ عالمگیری: ۳/۴۵۶ (۱)۔

درزی کو اگر ہندہ نے ملازم رکھ کر سلائی کا کام کرایا ہے اس طرح پر کہ اس کے لئے یومیہ، ماہانہ، یا سالانہ اجرت مقرر کر دی تھی تب تو واقعی اس درزی کی شہادت ہندہ کے حق میں معتبر نہیں، اگر اس طرح سلائی کا کام نہیں کرایا، بلکہ وہ اوروں کے کپڑے بھی سیتا تھا اور ہندہ کے کپڑے بھی اجرت پر سیتا تھا جیسا کہ عام درزی سیتے ہیں اور اجرت لیتے ہیں تو اس کی شہادت جائز اور مقبول ہے:

”أما الأجير المشترك إذا شهد للمستأجر، تقبل. أما الأجير الواحد وهو الذي استأجره مياومة أو مشاهرة، أو مسانهة بأجرة معلومة، لا تقبل استحساناً، كذا في الخلاصة“۔ عالمگیری: ۳/۴۵۶ (۲)۔

شرعاً کسی گواہ کی گواہی قبول ہونے نہ ہونے میں اس کے فہرست گواہان طلبیدہ میں ہونے نہ ہونے کو کوئی دخل نہیں، اگر فہرست گواہان داخل کرنے کے بعد کسی عادل گواہ کا علم ہو جائے اور وہ گواہی دیدے تو شرعاً اس کی گواہی بھی معتبر ہوگی، لہذا اس غیر مرد کی گواہی اس وجہ سے مشکوک کہنا بھی اصول شرع کے خلاف ہے۔ اگر

= (و كذا في تبیین الحقائق: ۳/۷۱، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۵۰۸، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، رشیدیہ)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۴۷۰، كتاب الشهادات، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته، رشیدیہ)

(و كذا في الدر المختار: ۵/۴۷۴، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، سعید)

(و كذا في فتاویٰ قاضی خان: ۲/۴۶۷، كتاب الشهادات، من لا تقبل شهادته للثمة، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۴۷۰، كتاب الشهادات، الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۲۵۰، الفصل الثاني فيما يقبل وفيما لا يقبل، رشیدیہ)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۵/۴۷۹، كتاب الشهادات، باب القبول و عدمه، سعید)

مشکوٰۃ کہنے کی کوئی اور وجہ ہے تو بیان کیجائے تاکہ اس پر غور کیا جائے۔ یہ حکم شریعت کا قضاء ہے اور دیانۃً یہ حکم ہے کہ ہندہ نے اگر خود طلاق کو سنا ہے یا کسی ایک عادل گواہ نے بھی اس کو طلاق کی اطلاع دی ہے تو اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ زید کو اپنے اوپر قابو دے، جو صورت بھی اس سے بچنے کی ہو سکے اس سے بچے، کذا فی الدر المختار: ۸۴۱/۲ (۱)۔

نوٹ: یہ جواب سائل کی اس تحریر کے موافق ہے جو اس نے عدالت اپیل کے فیصلہ پر بلا ورتنقید لکھی ہے، سائل کو چاہئے کہ عدالت کا فیصلہ بعینہ یا اس کی نقل اردو میں کسی ماہر سے صحیح ترجمہ کرا کے روانہ کرے تب معلوم ہو سکتا ہے کہ عدالت نے شہادتیں کن وجوہ کی بنا پر ناقابل اعتبار قرار دیں۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۸/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۸/شعبان/۱۳۵۴ھ۔

کسی مخصوص مقام کو طلاق سے مستثنیٰ کرنے سے واقع شدہ طلاق ختم نہیں ہوتی

سوال [۶۰۰۶]: میں نے اپنی بیوی کو اس شرط پر طلاق دی: ”سوائے شہاب پور کے طلاق دی طلاق دی، اگر شہاب پور میں آئی تو میری طلاق نہیں ہے“۔ وہ عورت دوسرے روز آگئی اور کہتی ہے کہ ہر حالت میں یہی رہوں گی۔ اس صورت میں طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت شوہر نے یہ کہا کہ ”سوائے شہاب پور کے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، اگر شہاب پور میں آئی تو میری طلاق نہیں“۔ اس وقت بیوی شہاب پور میں نہیں تھی، لہذا اس پر طلاق مغلظہ ہوگئی، دوسرے روز جب وہ عورت شہاب پور میں آگئی تو اب وہ طلاق ختم نہیں ہوئی۔ اب بغیر حلالہ کے اس سے تعلق زوجیت رکھنا

(۱) ”والمراة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدلٌ، لا يحل لها تمكينه“۔ (رد المحتار: ۳/۲۵۱، مطلب

فی قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانةً إلى النية، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۲۸، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۴۱، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حرام ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۱۳۹۴ھ۔

”اگر پہلے طلاق نہیں دی، تو اب دے دی“ کہنے کا حکم

سوال [۶۰۰۷]: آج سے چار مہینہ قبل میں نے اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دی ایک ”تم دونوں کو طلاق“ کہہ کر طلاق دی۔ میں نے اس کے بارے میں فتویٰ لیا تھا، تو اب جواب دیا گیا کہ رضا مندی ہونے پر عدت میں رجوع کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد میری ایک گھر والی اپنے رشتہ داروں میں چلی گئی، چار مہینہ بعد میں اسے لینے گیا، اور انہوں نے گرما گرمی سے کہا کہ تم نے جب اسے طلاق دے دی تھی تو اسے کیوں لینے آئے؟ اس کے بعد ان کا کہنا ہے کہ تو نے ہمارے سامنے بھی یہ الفاظ ادا کر دیئے کہ ”میں نے طلاق اس وقت نہیں دی تو اب دی دی“۔ ان کا کہنا ہے کہ ”دی دی“ کا لفظ تم نے کتنی بار ادا کیا، البتہ طلاق کا لفظ نہیں کہا۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے یہ الفاظ ادا کئے یا نہیں، مجھے معلوم نہیں ہے۔ لہذا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اپنی دو بیویوں کو ایک بار کہا کہ ”تم دونوں کو طلاق“ تو دونوں پر ایک ایک طلاق ہو گئی (۲) جس

(۱) ”ولو قال لها في منزل والدها: إن لم تحضري منزلي الليلة، فأنت طالق، فمنعها الوالد من الحضور، تطلق، هو المختار“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة إن وإذا: ۱/۴۴۲، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۲/۳۹۲، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب التعلیق: ۳/۳۱، رشیدیہ)

(۲) ”قال لنسائه الأربع بینکن تطليقة طلقت كل واحدة تطليقة“۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، مطلب: فیما قال: امرأته طالق وله امرأتان أو أكثر تطلق واحدة: ۳/۲۹۲، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۶۱، رشیدیہ)

میں رجعت کا حق حاصل تھا، حق رجعت عدت کے اندر ہوتا ہے (۱)، عدت تین ماہواری ہے (۲)، اگر تین ماہواری آنے سے پہلے رجعت نہیں کی تو بائنہ ہوگئی، اب جب تک بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح نہ ہو تو اس کے لانے اور کہنے کا حق نہیں، وہ بالکل غیر ہوگئی (۳)۔

اگر تین ماہواری آنے سے پہلے رجعت کر لی یعنی اس طرح کہہ دیا کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی، یا ایسا کوئی کام کر لیا جو شوہر بیوی کے ساتھ خاص ہو تو رجعت ہوگئی، خواہ بیوی رضامند ہو یا نہ ہو، بلکہ زبانی رجعت کی ہو تو بیوی سامنے ہو یا نہ ہو ہر طرح رجعت ہوگئی (۴)۔

(۱) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة: ۴/۲۸، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۴/۸۲، ۸۳، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

”وہی حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية، كذا في السراج الوهاج، والعدة لمن لم تحض لصغر أو كبر أو بلغت بالسن، ولم تحض ثلاثة أشهر، كذا في النقاية“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۱۷، ۲۱۹، رشیدیہ)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق: ۴/۳۱۵، ۳۱۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) ”فالحكم الأصلي لما دون الثلاث من الواحدة البائنة، والشتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد ولا يصح ظهاره وإيلاءه، ولا يجري اللعان بينهما ولا يجري التوارث، ولا يحرم حرمة غليظة، حتى يجوز له نكاحها، من غير أن تتزوج بزواج آخر؛ لأن ما دون الثلاثة وإن كان بائناً، فإنه يوجب زوال الملك لازوال حل المحلية“۔ (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۴/۴۰۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعید)

(۴) ”هي استدامة الملك القائم في العدة بنحو راجعتك وبكل ما يوجب حرمة المصاهرة إن =

اگر رجعت کر لینے کے بعد آپ بیوی کو لینے گئے اور اس کے رشتہ داروں نے یہ کہا کہ تم نے ہمارے سامنے یہ الفاظ ادا کئے ”میں نے طلاق اس وقت نہیں دی تو اب دی دی“ تو اگر واقعہً ایسا کہا بھی تو ایسا کہنے سے کوئی طلاق نہیں ہوئی، اس لئے کہ ”اب طلاق دی دی“ کو اس پر معلق کیا ہے کہ ”پہلے طلاق نہیں دی“، حالانکہ پہلے طلاق دے دی تھی، اس لئے اب ایسا کہنے سے کوئی طلاق نہیں ہوئی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلاق مکرمہ مفصل و مدلل

سوال [۶۰۰۸]: حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم رحمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظیم مسئلہ ذیل کے بارے میں، حدیث مشکوٰۃ:

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم یقول: ”لا طلاق ولا عتاق فی إغلاق“۔ رواہ أبو داؤد وابن ماجہ“ (۱)۔ ”قیل: معنی

”الإغلاق“ الإکراہ“ (۲)۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی کو حالت اکراہ میں کہا گیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو، ورنہ قتل کرتا ہوں اور اس نے طلاق دے دیا تو فرماتے ہیں کہ طلاق واقع ہو جائے گی، اس لئے کہ اکراہ پایا گیا، بلکہ شرین میں اہون ترین کو اختیار کر لیا گیا ہے، لہذا ان کے مسلک کے پیش نظر حدیث پر عمل درآمد نہیں ہوا،

= لم یطلق بائناً وإن أبت“۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۷/۳-۴۰۰، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۴۶۸/۱، رشیدیہ)

(۱) (مشکوٰۃ المصابیح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی: ۲۸۳/۲، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد: ۲۹۸/۱، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غیظ، دار الحدیث ملتان)

(وسنن ابن ماجہ، ص: ۱۴۸، أبواب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) (ذکرہ التبریزی فی مشکوٰۃ المصابیح: ۲۸۳/۲، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، قدیمی)

(وانظر للتفصیل مرقاة المفاتیح: ۴۲۶/۶، ۴۲۷، باب الخلع والطلاق، رشیدیہ)

نیز حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو دخل دیا گیا اور حالتِ اکراہ میں طلاق نہ ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟
فقط والسلام۔

احقر سلیمان افریقی، ۲۴/محرم الحرام/۱۲۹۱ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم:

طلاق مکروہ کو غیر معتبر اور شرعاً کالعدم قرار دینے کے لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تین دلیلیں پیش کی گئی ہیں اور الزام لگایا گیا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کو چھوڑا اور اس کے مقابلہ میں قیاس کو اختیار کیا:

..... پہلی حدیث ”لا طلاق ولا عتاق فی إغلاق“ ہے (۱) مگر اس حدیث سے استدلال تام نہیں، اس کی دو وجہ ہیں: وجہ اول یہ کہ یہ حدیث بالاتفاق اپنے ظاہر پر محمول نہیں، کیونکہ ظاہری معنی یہ ہیں کہ ”طلاق کا وجود (صدور) ہی اغلاق میں نہیں ہوتا“۔ حالانکہ یہ خلاف مشاہدہ اور خلاف واقعہ ہے، ورنہ اس کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کی بحث ہی سب بے محل ہو جائے گی، پس لامحالہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حالتِ اغلاق کی طلاق پر حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا، حکم کی دونو عین ہیں: ”اول حکم فی الدنيا دوم حکم فی الآخرة۔ اگر حکم فی الآخرة مراد لیا جائے تو اس مسئلہ میں نزاع ہی باقی نہیں رہتا (۲)۔

حاصل یہ ہوگا کہ طلاق عند اللہ مبغوض بلکہ ابغض المباحات ہے اور تین طلاق دفعۃً دینا معصیت ہے، مگر حالتِ اغلاق میں اس کی نوبت آئے تو یہ حکم بغض و معصیت اس پر مرتب نہیں ہوگا، لہذا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ پر یہ الزام غلط ہے کہ انہوں نے حدیث کو ترک کر دیا۔

وجہ دوم استدلال تام نہ ہونے کی یہ ہے کہ یہ حدیث اس معنی میں نص نہیں۔ سائل نے لفظ ”إغلاق“

(۱) (سنن أبی داؤد: ۲۹۸/۱، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غیظ، دار الحدیث ملتان)

(۲) قال القاری فی المرقاة تحت الحدیث: ”(رفع الخطأ والنسیان و ما استکرهوا علیہ) من باب المقتضی ولا عموم له، ولا يجوز تقدير الحكم الذي يعم أحكام الدنيا وأحكام الآخرة، بل إما حكم الدنيا وإما حكم الآخرة، والإجماع على أن حكم الآخرة هو المؤاخذة مراداً، فلا يرد الآخر معه وإلا عمم“ (مرقاۃ المفاتیح: ۴۲۸/۶، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی، رشیدیہ)

کی تفسیر ”اکراہ“ کے ساتھ لفظ ”قیل“ سے نقل کی ہے جس سے متبادر ہوتا ہے کہ اس کی کوئی دوسری تفسیر بھی ہے (۱)، نیز ”قیل“ عامۃً تضعیف کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ تفسیر ضعیف ہے۔ علامہ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”اغلاق“ کی تفسیر میں تین قول نقل کئے ہیں: ”اکراہ، جنون، غضب“۔ اگر یہاں اغلاق سے جنون مراد لیا جائے تو اس مسئلہ میں نزاع ہی باقی نہیں رہتا، کیونکہ طلاق مجنون کسی کے نزدیک بھی واقع نہیں ہوتی، لحديث: ”رفع القلم عن ثلاث“۔ وفيه: ”عن مجنون حتى يفيق“ (۲)، اس کے بعد ایسے معنی مراد لینا جس میں اختلاف ہو بطور احتمال کے ہو گا نہ کہ بطور نص کے، پس اس سے حجت تام نہیں ہوگی۔

۲..... دوسری دلیل ہے حدیث: ”رفع عن أمتي الخطأ والنسيان، وما استكرهوا عليه“۔ أخرجه الطبراني (۳)۔ اس بات سے قطع نظر کہ محدثین نے اس حدیث پر کیا کلام کیا ہے (۴)، اس حدیث کا

(۱) ”فالجواب أن الاحتجاج به غير صحيح، للاختلاف في معنى الإغلاق، فقیل: الإكراه، وقيل: الجنون، وقيل: الغضب، وقيل: التضييق“۔ (عقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة: ۱/۱۶۲، طلاق المکره مطبعة الشبکشی بالأزهر)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۲۲۶، (رقم الحديث: ۱۱۸۷)، مسند علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”أخرج الطبراني عن عبيد بن عمير عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله تعالى تجاوز عن أمتي الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه“۔ (المعجم الصغير للطبراني، باب الکاف، من اسمه کثیر: ۱/۲۷۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وفیض القدير شرح الجامع الصغير: ۳/۳۴۰، (رقم الحديث: ۴۴۶۱)، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۴) قال الحافظ: ”في إسناده ضعف، وروی ابن ماجه وابن حبان والدارقطني والطبراني والبيهقي والحاكم في المستدرک من حديث الأوزاعي، فقیل: عنه عن عطاء عن عبيد بن عمير عن ابن عباس، وروی الوليد بن مسلم عن الأوزاعي ولم يذكر عبيد بن عمير، وللوليد إسناده أخران: روى عن محمد بن المصنف عنه عن مالك عن نافع عن ابن عمر، وعن ابن لهيعة عن موسى بن داود عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه. قال ابن أبي حاتم: سألت أبي عنها، فقال: هذه الأحاديث منكورة، كأنها موضوعة. قال عبد الله بن أحمد: سألت أبي عنه فأنكره جداً. ورواه ابن ماجه من حديث أبي ذر، وفيه =

مقصود بھی یہ نہیں کہ خطاً و نسیاناً و اشتکراً ہا امت سے کسی فعل کا صدور نہیں ہو سکتا، ورنہ ہر سہ کے احکام بیان فرمانے کی ضرورت نہیں تھی (حالانکہ قرآن و حدیث میں ان کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں) اور اس دعاء کی بھی ضرورت نہیں تھی ﴿ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا﴾ الآية (۱)۔

بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ اس دعاء کی برکت اور ثمرہ کے طور پر یہ بشارت دی گئی ہے: ”رفع عن امتی“ الحدیث یعنی ان چیزوں پر آخرت میں پکڑ نہیں رہی، یہ بات کہ دنیا میں بھی کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا تو یہ قرآن و حدیث کی تصریحات کے خلاف ہے، قتل خطاء کی سزا خود نص قطعی میں موجود ہے: ﴿ومن قتل مؤمناً خطاً، فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله﴾ الآية (۲)۔

= شہر بن حوشب و فی الإسناد انقطاع أيضاً.

فلو صح هذا الحديث فالجواب عنه أن الحديث ليس على ظاهره؛ إذ لا معنى لرفع الخطأ والنسيان، فإن ما وجد من الأفعال خطئاً أو نسياناً، فهي واقعة لا محالة، فالمعنى: رفع عن امتي إثم الخطأ والنسيان، ولا يجوز تقدير الحكم الذي يعم أحكام الدنيا والآخرة؛ إذ لا عموم للمقتضى، فالمراد إما أحكام الدنيا وإما حكم الآخرة، والإجماع على أن حكم الآخرة وهو رفع المؤاخظة مراد، فلا يراد الآخر معه، وإلا عمم“. (التفسير المظهری: ۳۷۹/۶، ۳۸۰، حافظ كتب خانہ، کوئٹہ)

”فالجواب (عن هذا الحديث) أن عبد الله بن أحمد سأل أباه عن هذا الحديث، فأنكره جداً. وقال محمد بن نصر في كتاب الاختلاف: هذا الحديث ليس له إسناد يحتج به، ومع قطع النظر عن هذا فاعلم أن المراد بالرفع هنا رفع الإثم لرفع الفعل، وإلا لما وقع مع أن وقوعهن محقق، ومحلله أن المراد: يرفعها رفعها أو رفع حكمها، ولا يجوز الأول؛ لأنها قد توجد حقيقة، فتعين الثاني. ثم هو على نوعين: إما أن يراد به حكم الدنيا أو حكم الآخرة، ولا يجوز الأول؛ لأن في القتل الخطأ تجب الدية والكفارة بالنص، وذلك من أحكام الدنيا..... فتعين الثاني وهو حكم الآخرة وهو رفع إثم هذه الأشياء“. (عقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة: ۱/۱۶۲، بيان الخبر الدال على

عدم وقوع طلاق المكره على إنشاء لفظ الطلاق، مطبعة الشبكشي بالأزهر، مصر)

(۱) (سورة البقرة: ۲۸۶)

(۲) (سورة النساء: ۹۵)

سہو کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم حدیث شریف میں ہے (۱)۔ حج میں خطا یا نسیان سے کوئی جنایت ہو جائے تو اس کے احکام بھی موجود ہیں (۲)، صوم میں بھول کر کھانے پینے سے عدم فساد صوم کا حکم اس حدیث کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کے لئے مستقل حدیث موجود ہے (۳)۔ اس ذیل میں طلاق مکروہ بھی ہے کہ دنیا میں اس پر حکم مرتب ہوگا۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حدیث صریح بھی موجود ہے:

”أخرج العقيلي عن صفوان بن عمران الطائي أن رجلاً كان نائماً، فقامت امرأته، فأخذت سكيناً، فجلست على صدره، فوضعت السكين على حلقه، فقالت: لتطلقني ثلاثاً أو لأذبحنك، فناشدها، فأبت فطلقها ثلاثاً، ثم أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فذكر له ذلك، فقال: ”لا قيلولة في الطلاق، اهـ“۔ نصب الراية: ۲۲۲/۳ (۴)۔

والمسئلة مع أدلتها من الأحاديث والآثار المذكورة في إعلاء السنن: ۱۱/۱۲۵، والتفسير المظهری، سورة النحل، وعقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة: ۱/۱۶۱، وزجاجة المصاييح: ۲/۴۷۶، ومرقاة المفاتيح: ۶/۲۸۸ (۵)۔

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”إن أحدكم إذا قام يصلي، جاءه الشيطان، فلبس عليه حتى لا يدري كم صلى، فإذا وجد ذلك أحدكم فليسجد سجدتين وهو جالس“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۲۱۰، كتاب الصلوة، باب السهو في الصلوة والسجود، قديمی)

(۲) ”قال في اللباب: ويستوى في وجوب الجزاء الرجل والمرأة، والعامد والناسي، والخاطي والساهي، والمفيق والمغمي عليه، والمباشرة بالنفس أو بالغير“۔ (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الحج، فصل ان قتل محرم صيدا: ۳/۴۷، رشيدیه)

(و کذا فی اللباب فی شرح الكتاب، کتاب الحج، باب الجنایات: ۱/۲۰۶، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۳) ”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من نسي وهو صائم فأكل أو شرب، فليتم صومه، فإنما أطعمه الله وسقاه“۔ (الصحيح لمسلم، كتاب الصيام، باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر: ۱/۳۶۳، قديمی)

(۴) (نصب الراية لأحاديث الهداية: ۳/۲۲۲، كتاب الطلاق، أحاديث في طلاق المکره، مطبعة دار المأمون بشبر ا شارع الأزهار سورت الهند)

(۵) (إعلاء السنن، كتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبي وصحته من المکره =

یہی وجہ غالباً پیش آئی کہ دو حدیثوں سے استدلال کو تام نہ سمجھتے ہوئے قیاس کی طرف رجوع کرنے کی نوبت پیش آئی اور اس حدیث کو ترک کر کے قیاس سے کام لیا، کما سیجی۔

۳..... تیسری دلیل قیاس ہے ”إكراه على الكفر“ پر، یعنی جس طرح وہاں حکم کفر نہیں دیا جاتا، اسی طرح طلاق مکرہ پر حکم طلاق نہیں دیا جائے گا، مگر یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے، اس سے استدلال تام نہیں، اس لئے کہ ایمان و کفر کا اصل محل قلب ہے جس کا قلب حالت اکراہ میں مطمئن بالایمان ہے اور جان بچانے کے لئے اکراہ کی وجہ سے کلمہ کفر کہا تو اس پر کفر کا حکم نہیں ہوگا (۱)۔ اگر دل میں کفر اختیار کر لے اور زبان سے کچھ نہیں کہے تو اس پر حکم کفر جاری ہوگا، بخلاف طلاق کے کہ اس کا مدار تلفظ پر ہے، اگر زبان سے طلاق دیدے اور دل میں نہ ہو تب بھی طلاق ہو جائے گی، اگر دل میں اختیار کر لے اور زبان سے نہ کہے تو طلاق نہیں ہوگی، پس یہ قیاس تام نہیں (۲)۔

اول تو حدیث موجود ہوتے ہوئے اس کے مقابلہ میں قیاس کرنے کا حق ہی نہیں، ائمہ حدیث و فقہاء نے اس کی اجازت نہیں دی، جیسا کہ اعلام الموقعین، ص: ۱۱ میں ابن قیم نے لکھا ہے، اور سرفہرست امام ابوحنیفہ

= والسكران والهازل: ۱۸۶/۱۱، إدارة القرآن کراچی)

(ومرقة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: ۴۲۷/۶، ۴۲۸، رشیدیہ)

(والتفسير المظهری: ۳۷۷/۵-۳۸۱، حافظ كتب خانہ)

(وعقود الجواهر المنيفة في بيان الخبر الدال على وقوع طلاق المكره على إنشاء لفظ لطلاق:

۱۶۱/۱-۱۶۲، مطبعة الشبكشي بالأزهر مصر)

(وزجاجة المصابيح، كتاب الطلاق، باب الخلع والطلاق: ۴۷۶/۲، خيرية كتب خانہ کوئٹہ)

(۱) قال الله تعالى: ﴿من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من أكره وقلبه مطمئن بالإيمان﴾. (سورة النحل: ۱۰۶)

”فهو استثناء ممن كفر بلسانه ووافق المشركين بلفظه مكرهاً لما ناله من ضرب وأذى وقلبه يأبى

مايقول، وهو مطمئن بالإيمان بالله ورسوله“. (تفسير ابن كثير: ۷/۲، ۷۷۵، ۷۷۶، دار الفحاء دمشق)

(۲) ”قال الزبيدي: الكفر يعتمد على الاعتقاد بدليل أنه لو نوى الكفر بقلبه، يكفر. والإكراه يمنع

الحكم بالاعتقاد في الظاهر. والطلاق يعتمد على إرسال اللفظ مع التكليف، وهذا موجود في طلاق

المكره، ولو نوى الطلاق لم يقع“. (عقود الجواهر المنيفة: ۱۶۲/۱، طلاق المكره، سعيد)

رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام درج کیا ہے اور چند مسائل بھی بطورِ نظیر پیش کئے ہیں کہ ان میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیاس نہیں کیا بلکہ حدیث پر عمل کیا ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے (۱)۔

اگر قیاس کرنا ہی ہے تو اکراہ کو ہزل پر قیاس کرنا اقرب ہے، جامع یہ ہے کہ اکراہ میں ایسی چیز کا تلفظ کرنا ہے جس کے حکم سے قلب راضی نہیں، یہی حال ہزل میں ہوتا ہے اور ہزل میں وقوع طلاق حدیث سے ثابت ہے: ”ثلاث جذهن جد، و هزلهن: جد النكاح والطلاق والرجعة“۔ الحدیث (۲)۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کو نہیں چھوڑا اور حدیث کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا، ہاں! دوسرے حضرات کی طرف یہ بات منسوب کیجائے تو قرین قیاس ہے اور مطابق نقل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاق مکروہ

استفتاء [۶۰۰۹]: زید کی اپنے چچا زاد بھائی سے عرصہ دس سال سے مخالفت ہے، اس مخالف

بھائی نے ایک روز زید کے مکان پر آ کر زید کو مارا اور چاقو دکھلا کر حملہ کیا، تین شخص اور موجود تھے، انہوں نے پکڑ کر چاقو چھین لیا۔ حملہ آور نے زید سے کہا کہ ہماری ناراضی تمہاری عورت کی وجہ سے ہے، لہذا تم اپنی عورت کو طلاق دیدو، زید طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، عورت بھی اس پر ناراضی تھی کہ اس کو طلاق دی جائے، اپنی بے عزتی کی

(۱) ”وأصحاب أبي حنيفة رحمه الله تعالى مُجمعون على أن مذهب أبي حنيفة: أن ضعيف الحديث عنده أولى من القياس والرأي، وعلى ذلك بنى مذهبه، كما قدّم حديث القهقهة مع ضعفه على القياس والرأي، وقدّم حديث الوضوء بنبيذ التمر في السفر مع ضعفه على الرأي والقياس، الخ“۔ (إعلام الموقعين ۱/ ۶۱، أبو حنيفة يقدم الحديث على القياس، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (سنن أبي داود: ۱/ ۲۹۸، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل، امدادیه ملتان)

”في الحديث دلالة على أن طلاق الهازل واقع، فثبت به أن الطلاق يقع بكل حال يكون فيه المطلق مختاراً في التكلم وإن لم يكن راضياً بحكمه، والمكروه كذلك، فإنه يتكلم بالطلاق في اختيار كامل ولا يرضى بحكمه، كما أن الهازل يفعل ذلك“۔ (إعلاء السنن: ۱۱/ ۱۸۳، باب عدم صحة طلاق الصبي والمكروه، إدارة القرآن كراچی)

وجہ سے مکان میں بند تھی اور وہ کسی صورت سے طلاق نہیں چاہتی تھی۔

زید کے مخالف بھائی نے زید کو دہشت دلا کر جبریہ طور پر زید کو اسی وقت مجبور کر کے طلاق دلائی، زید نے بوجہ خوف کے طلاق دی اور جانبین کی تحریر سادے کاغذ پر لکھا کر اپنے پاس رکھ لیں، زید اور عورت کو نہیں دی۔ زید کو اور ان کی عورت کو اس واقعہ کا صدمہ ہے، اس وقت سے اب تک آمادہ ہیں کہ اگر شریعت اجازت دے تو وہ ایک جگہ ہو جائیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبردستی اور بلا نیت صریح الفاظ سے طلاق دلانے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، لہذا اگر زید نے زبان سے طلاق دی ہے، یا طلاق کے لکھنے کا حکم کیا ہے، یا اس کو سن کر بلا جبر دستخط کر دیئے ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہو گئی۔ لیکن یہ بات کہ کتنی طلاق ہوئیں اور اب دونوں بلا نکاح ایک جگہ رہ سکتے ہیں یا نہیں، طلاق کی تحریر دیکھنے کے بعد معلوم ہو سکتی ہے، وہ تحریر بھیج کر دریافت کر لیا جائے: ”و طلاق المکرہ واقع“۔ ہدایہ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

جبراً طلاق

سوال [۶۰۱۰]: مالک مزارعان کی لڑائی ہوئی، مزارعان نے تھانہ دار کو رپورٹ دی، تھانہ دار نے کہا کہ میں تب رپورٹ درج کروں گا کہ جب تک تم طلاق نہ اٹھاؤ کہ ہم راضی نامہ نہ کریں گے، دونوں نے تین طلاق اٹھائی اور رپورٹ تحریر ہو گئی، مقدمہ کا چالان عدالت پولیس نے کر دیا۔ پھر گاؤں کے لوگوں نے مزارع کو مجبور کیا کہ راضی نامہ کرو، مجبوراً مزارعان کو راضی نامہ کرنا پڑا۔ جس وقت یہ سوال تین طلاق مولوی صاحب محمد شفیع

(۱) (الہدایہ: ۳۵۸/۲، کتاب الطلاق، شرکتہ علمیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۲۵۷/۳، من یقع طلاقه و من لا یقع، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۳/۱، فصل فی بیان من یقع طلاقه و فیمن لا یقع صلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۴/۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیہ بیروت)

کے پاس سرگودھائیں پیش کیا گیا، صاحب موصوف نے فرمایا کہ طلاق واقع ہوگئی اور عورتیں ان پر حرام ہو گئیں۔ طلاق کنندگان مولوی محمد عبدالحکیم کو چک ہذا میں لائے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ سب حالات ہم کو روشن ہو گئے ہیں کہ یہ تین طلاق اٹھا چکے ہیں، لیکن: خوفِ پولیس، بغیر نیت طلاق، ایک وقت میں تین طلاق کا لفظ استعمال کرنا، مجبوراً راضی نامہ کرانا۔ مولوی عبدالحکیم صاحب نے فتویٰ دیا کہ ان چار صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی، نکاح از سر نو کی بھی ضرورت نہیں، جو اس میں انکار کرے گا گناہگار ہوگا، مولوی صاحب نے خود بھی کھانا کھایا۔ اور دوسروں کو بھی کھلایا جواب سے نوازیں۔

حافظ عبدالحکیم، چک نمبر: ۸۴، شمالی ضلع، ڈاک خانہ سرگودھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر طلاق اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی اپنی عورتوں کو تین تین طلاق دیں تو شرعاً یہ طلاق واقع ہو کر مغلط ہو گئیں، اب بلا حلالہ کے ان عورتوں کو رکھنا جائز نہیں ہیں، مولوی محمد شفیع صاحب کا فرمانا درست ہے اور مولوی عبدالحکیم صاحب کا جواب بالکل غلط ہے اور یہ کہنا کہ ان صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوتی قطعاً بے اصل ہے، اس کے خلاف تمام کتب فقہ مثل ہدایہ، درمختار، عالمگیری، بحر، خانہ میں تصریح موجود ہے۔

یہ خوفِ پولیس تو معمولی خوف ہے اگر اکراہ شرعی ہو تب بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح بلا نیت طلاق الفاظ مذکورہ کہنے سے نیز بلا اختیار الفاظ مذکورہ نکلنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح تین طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے، جب مجبوراً طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہے تو مجبوراً راضی نامہ کرانے سے بطریقِ اولیٰ واقع ہو جاوے گی:

”و یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغاً عاقلاً، سواء کان حراً أو عبداً، طائعاً أو مكرهاً، کذا فی الجوهرۃ النيرة. و طلاق اللاعب والهازل به واقع، و كذلك أراد أن یتکلم بکلام فسبق لسانه بالطلاق، فالطلاق واقع، کذا فی المحيط وإذا قال الرجل لامرأته: أنت طالق، ولا یعلم معنی قوله: أنت طالق، فإنه یقع الطلاق، الخ.“ عالمگیری: ۳۳۸/۲ (۱)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۳/۱، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ) =

”وطلاق البدعة أن يطلقها ثلثاً بكلمة واحدة في طهر واحد، فإذا فعل ذلك وقع الطلاق، وكان عاصياً“۔ ہدایہ: ۱/۳۳۵ (۱)۔

مولوی عبدالحکیم صاحب سے ان کے فتویٰ کی دلیل طلب کی جاوے، اگر انہوں نے کوئی دلیل تحریر کی ہو تو یہاں بھیجے، اس کے بعد ان کی دلیل کو بھی بیان کیا جائے گا کہ کتنی قوت کی دلیل ہے۔

اور اگر طلاق اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم راضی نامہ نہ کریں گے، اگر ہم نے راضی نامہ کیا تو ہماری بیویوں کو تین تین طلاق ہیں اور پھر راضی نامہ کر لیا ہے تب بھی یہی حکم ہے کہ طلاق واقع ہو گئیں (۲)، اور اگر کچھ اور مراد ہے تو اس کو صاف صاف لکھ کر حکم دریافت کیا جائے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۶/صفر/۵۴ھ۔

ایضاً

سوال [۶۰۱۱]: زید نے اپنی بیوی کو جب کہ وہ بے خطا تھی، جبراً تین طلاق دی، مگر بیوی اور وہاں موجود لوگوں نے نہیں سنا۔ مگر زید کا کہنا ہے کہ میں نے طلاق ۱۳/جمادی الثانیہ/۱۳۹۵ھ مطابق ۲۵/مئی/۱۹۷۵ء

= (و کذا فی الدر المختار مع تنویر الأبصار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/۲۱۳، ۲۱۴، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(۱) (الہدایہ: ۲/۳۵۵، باب طلاق السنة، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۳، کتاب الطلاق، طلاق الدور، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۴۹، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/۲۰۲، کتاب الطلاق، فصل فی طلاق البدعة، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”فإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۲۰، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمة إن وإذا وغیرهما، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴/۵، کتاب الطلاق، باب التعلیق، رشیدیہ)

(و کذا فی تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۳۴۴، باب التعلیق، سعید)

کو دی ہے۔

ایک پرچہ میں مندرجہ ذیل مضمون چھپا ہے جس کو بعینہ نقل کیا جا رہا ہے:

”مدینہ کا گورنر جعفر بن سلیمان حکم دے رہا ہے کہ انس کے بیٹے مالک سے کہہ دو کہ وہ آئندہ یہ فتویٰ نہ دیں کہ ”جبری طلاق درست نہیں“۔ اس سے یہ جواز پیدا ہوتا ہے کہ جبری طلاق کی طرح بیعت بھی صحیح نہیں ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ ابو جعفر منصور ہیں اور ان کے بارے میں حضرت مالک کا خیال یہ تھا کہ منصور جبراً بیعت لے رہے ہیں۔ مالک کا کہنا تھا کہ خلافت محمد نفس ذکیہ کا حق ہے، منصور کی بیعت صحیح نہیں ہے۔ شریعت میں جبراً جو کام کیا، یا کرایا جاتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جبری طلاق درست نہیں۔

غرض! حضرت مالک کے انکار کرنے پر جعفر بن سلیمان کا غصہ اور بھڑک اٹھا، اس نے مالک کو مجرموں کی طرح پکڑوا کر بلوایا، ان کے کپڑے اتروائے اور جلا دیکر حکم دیا کہ ننگی پیٹھ پر پوری طاقت سے کوڑے مارے۔ جلا دینے حکم کی تعمیل کی اور پیٹھ پر کوڑے لگائے۔

پھر پوچھا گیا کہ اب بتا، کیا فتویٰ دو گے؟ تو حضرت مالک نے کہا کہ میں فتویٰ دیتا ہوں کہ جبری طلاق اللہ کے رسول کے حکم سے صحیح نہیں ہے۔ زخمی پیٹھ پر دوبارہ کوڑے لگانے کا حکم دیا گیا، کوڑے پڑتے رہے اور خون کے فوارے اٹھتے رہے، دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے تھے۔

جب کوڑوں کی بارش کے باوجود حضرت مالک نے بات نہ مانی تو انہیں بوڑھے اونٹ پر دم کی طرف منہ کر کے بٹھایا گیا اور پورے مدینہ میں گشت کرایا گیا۔ اعلان یہ کیا جاتا تھا کہ جبری طلاق سے انکار کرنے والے کی سزا یہی ہے۔ اس کے فوراً بعد حضرت مالک زور سے یہ کہتے کہ ”جو شخص مجھے جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے، لیکن جو مجھے نہیں جانتا وہ سن لے کہ میں انس کا بیٹا ہوں اور یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ جبراً طلاق درست نہیں۔“

جب گشت پورا ہوا، زخمی پیٹھ اور خون میں لت پت کپڑوں سے آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔

خلیفہ منصور کو معلوم ہوا تو اس نے لکھا کہ جو کچھ بھی سلوک آپ کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ نہ میری اجازت سے ہوا اور نہ جو سزا آپ کو دی گئی وہ میرے علم میں تھی، میں نہ تو کسی کے ساتھ زیادتی کو پسند کرتا ہوں اور نہ چاہتا ہوں کہ کوئی کسی کی میرے نام پر تذلیل کرے، میں نے حکم دیا کہ جعفر بن سلیمان کو گدھے پر سوار کر کے مدینہ سے بغداد لایا جائے۔ تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ میری پیٹھ پر جب بھی کوڑا پڑتا تھا تو میں جعفر کو معاف کر دیتا تھا، میں نہیں چاہتا کہ خلیفہ میری سزا کا بدلہ لے۔

زید نے اپنی زوجہ کو جبراً طلاق دی ہے، مگر وہ مکان پر موجود ہے۔ اور اس کے کئی بچے ہیں۔ اور زید کی زوجہ کے حمل بوقت طلاق تھا اور اب بھی ہے۔

محمد ذوالقدر خاں، موضع محمد پور، فیض آباد (یو، پی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ”رات میں سویا ہوا تھا کہ میری بیوی آئی اور چھرا لے کر مجھ پر سوار ہو گئی کہ مجھے تین طلاق دے، ورنہ ابھی پیٹ چاک کر دوں گی۔ اس سے معذرت کی، معافی مانگی مگر وہ نہیں مانی، اس لئے مجبوراً جان بچانے کے لئے میں نے تین طلاق دے دی تو کیا طلاق ہو گئی؟ اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طلاق کو معتبر قرار دیا۔“ یہ حدیث اعلیٰ السنن میں مذکور ہے (۱)۔

(۱) ”وأخرج العقيلي عن صفوان بن عمران الطائي أن رجلاً كان نائماً فقامت امرأته، فأخذت سكيناً، فجلست على صدره، فقالت: لتطلقني ثلاثاً أو لأذبحنك، فطلقها، ثم أتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فذكره له ذلك. فقال: ”لا قيلولة في الطلاق“. (إعلاء السنن، كتاب الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبي والمجنون والمعتوة والموسوس وصحته من المكره والسكران والهزل: ۱۱/۱۸۳، إدارة القرآن كراچی)

اس کی بناء پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اور وہ جبراً طلاق دے دے تب بھی طلاق ہو جاتی ہے (۱)، البتہ اگر طلاق جبراً لکھوالی جائے اور زبان سے شوہر طلاق نہ دے تو طلاق نہیں ہوتی (۲)۔

مسئلہ کی مزید تفصیل اور دلائل پر بحث مطلوب ہو تو مرقاۃ، بذل المجہود، اوجز المسالک، عمدۃ القاری کا مطالعہ کریں (۳)۔

= (و کذا فی نصب الرایۃ لأحادیث الہدایۃ: ۲۲۲/۳، کتاب الطلاق، أحادیث فی طلاق المکرہ، مطبعہ دار المأمون بشر شارع الأزہار، سورۃ الہند)۔

(۱) ”یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغاً عاقلاً، سواء کان حراً أو عبداً، طائعاً أو مکرهاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع طلاقہ: ۳۵۳/۱، رشیدیہ)
(و کذا فی الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب طلاق السنۃ، فصل: ۳۵۸/۲، شرکۃ علمیہ)
(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق: ۳۱۷/۲، رشیدیہ)

(۲) ”رجل أکره بالضرب والحبس علی أن یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فکتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابة: ۳۷۹/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۷۲/۱، فصل فی الطلاق بالکتابة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الإکراه علی التوکیل بالطلاق والتکاح والعناق: ۲۳۶/۳، سعید)

(۳) ”قلنا: وكذلك المکره مختار فی التکلم اختیاراً کاملاً فی السبب إلا أنه غیر راض بحکمہ؛ لأنه عرف الشرین، فاختار أهونهما علیہ“۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثانی: ۴۲۸/۶، رشیدیہ)

”وحکی أيضاً وقوع الطلاق المکره عن النخعی وابن المسیب والثوری وعمر بن عبدالعزیز وأبی حنیفۃ وأصحابہ رحمہم اللہ تعالیٰ، انتهى ولأن الفاتت بالإکراه لیس إلا الرضا طبعاً، وأنه لیس بشرط لوقوع الطلاق“۔ (بذل المجہود شرح أبی داؤد: ۲۷۶/۳، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق =

تنبیہ ۱: حالت حمل میں دی ہوئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے (۱)۔

تنبیہ ۲: حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد بزرگوار جن کا نام حضرت انس ہے وہ صحابی نہیں،

بلکہ دوسرے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۱۳۹۵ھ۔

بغیر نام لئے جبراً طلاق

سوال [۶۰۱۲]: زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا، اس کی بہن آئی اور اس کی بیوی کو اپنے ہمراہ میکے

= علی غلط، معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)

”وأجازہ أبو قلابہ والشعبی والنخعی والزہری والثوری وأبو حنیفہ وصاحبہ رحمہم اللہ تعالیٰ؛ لأنہ طلاق من مکلف فی محل یملکہ، فینفذ کطلاق غیر المکرہ“۔ (أوجز المسالک، کتاب الطلاق، هل يقع طلاق المکرہ أم لا: ۴/۲۹، مکتبہ یحویہ، مظاهر علوم سہارنپور)

”وفی مصنف ابن أبی شیبہ أن الشعبی کان یری طلاق المکرہ جائزاً، وكذا قالہ إبراہیم وأبو قلابہ وابن المسیب وشریح رحمہم اللہ تعالیٰ۔ وقال ابن حزم: وصح أيضاً عن الزہری وقتادہ وسعید بن جبیر، وبہ أخذ أبو حنیفہ وأصحابہ رحمہم اللہ تعالیٰ“۔ (عمدة القاری، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والمکرہ والسكران والمجنون: ۲۰/۲۵۰، إدارة الطباعة المنیریة، بیروت)

(۱) ”وحل طلاقهن: ای الآیسة والصغيرة والحامل عقب وطء؛ لأن الکراهة فیمن تحيض لتوهم الحبل وهو مفقود هنا“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۲، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة، کتاب الطلاق، الباب الأول فی تفسیرہ وركنه وشرطه وحکمه الخ: ۱/۳۴۹، رشیدیہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق: ۴/۱۸۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”وهو أحد الأئمة الأعلام رکن من أركان الإسلام فقیه الأمة إمام دار الهجرة أبو عبد اللہ مالک بن أنس بن مالک بن أبی عامر وأول من أسلم من آبائه أبو عامر، واختلف أهل الرجال فی صحبته وجد الإمام وهو مالک بن أبی عامر تابعی بلا خلاف، نعم! من كبار التابعین وكذلك أنس والد الإمام ليس من رواة السنة وغيرها من الكتب المتداولة“۔ (مقدمة أوجز المسالک: ۱/۱۱،

۱۲، الباب الثانی، مکتبہ یحویہ سہارنپور)

لے گئی، زید کو واپسی کے بعد معلوم ہوا تو وہ اپنی بیوی کو اس کے میکے سے لینے گیا، ان کی بیٹھک میں جا کر ٹھہرا، بیوی کے چند رشتہ دار بھی بیٹھک میں آ گئے اور زید سے گفتگو شروع کی کہ تم تو ہم لوگوں کو لچے کہتے ہو، بچوں کے یہاں کیوں آ گئے، دوسرے صاحب نے کہا کہ بیوی کو طلاق دیدو، زید نے انکار کیا کہ میں طلاق نہ دوں گا، تیسرے آدمی نے کہا کہ اگر یوں نہ دو گے ر سے میں باندھ کر ڈنڈے لگا کر طلاق لے لیں گے۔

زید نے کہا خواہ کچھ کرو، طلاق نہ دوں گا۔ انہوں نے فوراً رسا منگا لیا اور باندھنے کا ارادہ کیا۔ زید کو یقین ہو گیا کہ یہ ضرور ایسا ہی کریں گے اور وہاں اس کا کوئی معین و مددگار نہ تھا، اس لئے اس نے کہہ دیا کہ ”میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی“ لیکن ان الفاظ سے اپنی بیوی کو طلاق کی نیت نہیں کی۔ سوال یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

سائل: فرزند علی شاہ پوری ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہو گئی، جس طرح اپنی خوشی سے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح دوسروں کی زبردستی دلانے سے بھی واقع ہو جاتی ہے جب کہ صریح ہو: ”ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو كان مكرهاً، فإن طلاقه صحيح، اهـ“۔ مجمع الأنهر: ۱/۳۸۴ (۱)۔

چوں کہ طلاق اپنی بیوی ہی کو دی جاتی ہے، نیز صورت مسئلہ میں زید ابتداءً طلاق نہیں دے رہا ہے بلکہ طلاق زوجہ کا اس سے مطالبہ اور سوال کیا جا رہا ہے، اس کے جواب میں طلاق دے رہا ہے اس لئے زوجہ کا نام نہ لینا، یا اس کی نیت نہ کرنا کچھ مؤثر اور معتبر نہیں (۲)۔ قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”الجواب

(۱) (مجمع الأنهر: ۲/۸۷، کتاب الطلاق، غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق: ۲/۳۱۶، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”و صریح الطلاق لا یحتاج إلی النیۃ؛ لأنہ موضوع لہ شرعاً، فکان حقیقۃً، والحقیقۃ لا تحتاج إلی

نیۃ“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۱۶۴، فصل فی صریح الطلاق، حقانیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۳۷، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

یتضمن إعادة ما فی السؤال، اھ۔ ردالمحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/جمادی الثانی/۵۶ھ۔

جھوٹ طلاق کا اقرار کرنا

سوال [۶۰۱۳]: زید نے اپنی بیوی سے جھگڑا کیا اور غصہ کے عالم میں اپنی بیوی سے کہا کہ ”میں تمہیں نہ رکھوں گا“ اور جب گھر سے باہر نکلا تو ایک صاحب نے سنا تھا، اس نے ہنسی مذاق میں کہا کہ آپ نے اپنی بیوی کو کیسی طلاق دی ہے، زید نے ہنستے ہوئے کہا کہ ”میں نے طلاق مغلظہ دی ہے“۔ اپنی بیوی کے سامنے بھی نہیں کہا تھا، صرف دوسرے سے مذاق میں زبان سے نکل گیا، کوئی دل سے نہیں کہا۔ اب اس صورت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ طلاق مغلظہ ہوگی یا نہیں؟ زید اپنی بیوی کو بغیر حلالہ کے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہنسی مذاق میں بھی اس نے طلاق مغلظہ دی ہے تب بھی واقع ہوگی چاہے، بیوی سامنے ہو یا نہ ہو (۲)، لیکن اگر اس سے مقصود اس لفظ سے طلاق مغلظہ کی غلط خبر دینا تھا یعنی مخاطب کے سامنے جھوٹی خبر دینا تھا اور جھوٹ کا اقرار کرنا تھا تو دیانۃ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ طلاق نہیں ہوگی (۳)، اگر پہلے اس پر گواہ بنا لیا تھا کہ میں

= (و کذا فی التاتارخانیۃ: ۲۶۰/۳، الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (رد المحتار: ۲۴۲/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیۃ والأفیون والبنج، سعید)

(۲) ”و طلاق اللاعب والهازل به واقع“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۳/۱، کتاب الطلاق، فصل فیمن

یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۲۳۵/۳، کتاب الطلاق، سعید)

”فیقع طلاق الهازل بالطلاق واللاعب، لما روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه

قال: ”ثلاث جدهن جد و هزلهن جد: النکاح، والطلاق، والعتاق“۔ (بدائع الصنائع: ۲۱۵/۴، کتاب

الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(۳) ”إذا قال لها: قد طلقک، أو قال لها: أنت طالق، و أراد الخبر عما مضى کذباً، وسعه فیما بینہ و بین

الله تعالى أن یمسکها“۔ (الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۲۶۲/۳، کتاب الطلاق، فصل فیما یرجع إلی صریح =

جھوٹا اقرار کروں گا تو قضاء بھی نہیں ہوگی (۱)۔ اگر طلاق مغلطہ کا لفظ کہتے وقت زید خالی الذہن تھا یعنی جھوٹ کا اقرار کرنا اور جھوٹی خبر دینا ذہن میں نہیں تھا بلکہ اس تصور سے فارغ ہو کر کہہ دیا تو طلاق مغلطہ ہوگئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۸۵ھ۔

اقرار طلاق کے بعد انکار

سوال [۶۰۱۴]: زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، جو لوگ وقوع واقعہ کے وقت موجود تھے ان میں سے دو عورتیں اور ایک مرد نے شرعی گواہی دی کہ زید نے چار مرتبہ کہا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی“ اور اثنائے واقعہ میں اور ایک مرد آیا تو زید کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی“ اس مرد نے اس کو کہا کہ طلاق کا لفظ کوئی معمولی ہے، ایسا لفظ نہ کہو تو زید نے پھر کہا کہ ”تم کیا سمجھتے ہو؟ ہاں میں نے اس کو طلاق دے دی“۔ ایک دوسری آدمی کے پاس زید نے اقرار کیا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہیں، اب دین مہر ادا کرنا ہے کس طرح ادا کروں گا“۔

اس واقعہ کے دن سے یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاقیں دیدی ہیں، خود زید نے اپنی بیوی کو فوراً اپنے سے علیحدہ کر کے میکے میں بھیج دیا، لیکن چند دن بعد اب زید کا بیان ہے کہ میں نے تین مرتبہ کہا تھا کہ ”طلاق دیدیں گے، چوتھی مرتبہ کہا تھا کہ طلاق دیدی“۔ اس کی بیوی کہتی ہے کہ میرے شوہر نے پہلے

= الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۹۳/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۲۸/۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۱) ”استثنی فی القنیۃ من الوقوع قضاء ما إذا أشهد قبل ذلك؛ لأن القاضي يتهمه فی إرادته الكذب، فإذا أشهد قبله، زالت التهمة“۔ (البحر الرائق: ۴۲۹/۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق: ۳۱۷/۲، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”وإن لم يرد به الخبر عن الماضي، أو أراد به الكذب، أو الهزل، وقع قضاء وديانة“۔ (البحر الرائق: ۴۲۸/۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیۃ: ۲۶۲/۳، کتاب الطلاق، فصل فیما يرجع إلى صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

ہی مرتبہ طلاق دیدی تھی اور آخری مرتبہ میں طلاق دیدیں گے کہا تھا۔

علاوہ ازین زید کو خود اقرار ہے اور مذکورہ بالا بھی گواہی دے رہے ہیں اس لئے علاوہ لفظ طلاق کے چند جملے اور بھی کہے مثلاً: ”تم کو طلاق دیدیں گے یاد دیا“۔ ازین اختلاف قول الشاہد والطلاق ”تم میرے گھر سے اپنے میکے چلی جاؤ، تم میرے گھر سے نکل جاؤ“ پھر اس کے بعد اپنے والد اور بھائی سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری شادی دوسری جگہ فوراً کرادو، ورنہ میں ہیضہ والے گھر گھس کر مر جاؤں گا۔ یہ واضح ہے کہ یہ سارا واقعہ جھگڑا اور غضب کی حالت میں ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مرد اور دو عورتیں جب کہ مقبول الشہادۃ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے زید نے چار مرتبہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو شرعاً طلاق مغلظہ واقع ہوگئی (۱) اور شوہر کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا۔ پھر زید کا دوسرے شخص کے سامنے اقرار کرنا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی قوی دلیل ہے اس پر کہ زید نے وعدہ طلاق پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بالفعل طلاق مغلظہ دی ہے (۲)۔

(۱) ”ونصابها لغيرها من الحقوق، سواء كان الحق مالاً أو غيره، كنكاح و طلاق و وكالة.....

رجلان أو رجل وامرأتان“۔ (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۴۶۵/۵، کتاب الشہادۃ، سعید)

”وما سوى ذلك من الحقوق تقبل فيها شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين، سواء كان الحق مالاً أو غير مال، مثل النكاح والطلاق والوكالة والوصية؛ لأن الأصل فيها القبول، لوجود ما يبتنى عليه أهلية الشهادة، وهو المشاهدة والضبط والأداء“۔ (اللباب في شرح الكتاب: ۱۴۲/۳، کتاب الشہادۃ)

”وإذا شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، وحشد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن المشهود به حرمتها عليه، والحل والحرمة حق الله تعالى، فتقبل الشهادة عليه من غير دعوى“۔ (المبسوط للسرخسي: ۱۷۰/۳، باب الشہادۃ فی الطلاق، حبیبہ، کوئٹہ)

(۲) ”ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً، لا دياناً“۔ (رد المحتار: ۲۳۶/۳، کتاب الطلاق،

مطلب فی الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعناق، سعید)

”أن من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال،

و هو مالک للإيقاع غير مالک للاستناد“۔ (المبسوط للسرخسي: ۱۰۹/۴، باب الطلاق، حبیبہ کوئٹہ)

اگر عورت نے خود ایک مرتبہ طلاق کو سنا ہے اور دوسری اور تیسری مرتبہ طلاق سننے کا انکار کرتی ہے، البتہ کسی معتبر شخص نے اس کو خبر دی کہ زید نے میرے سامنے تم کو تین طلاقیں دینے کا اقرار کیا ہے تب بھی کافی ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ وہ خود ہی طلاق کو سن لے، بلکہ ایک عادل کی شہادت طلاق کی یا اقرار طلاق کی حرمت غلیظہ کے لئے شرعاً معتبر اور کافی ہے، اب عورت کو جائز نہیں کہ زید کو اپنے اوپر قابو دے:

”صرح به الحصكفي في باب العدة: والمرأة كالقاضي لا يحل أن تمكنه إذا سمعت

منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها، اهـ“۔ زيلعي: ۱۹۸/۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۸/محرم الحرام/۶۳ھ۔

جھوٹی طلاق دینے کا اقرار

سوال [۶۰۱۵]: شوہر اور بیوی میں باہم نا اتفاقی رہتی تھی کہ بیوی اپنے والدین کے گھر بیٹھ گئی

اور شوہر پر عدالت میں نان و نفقہ کا دعویٰ دائر کر دیا۔ شوہر نے کہا کہ اگر بیوی میرے گھر پر رہے گی تو میں نان و نفقہ دینے کو تیار ہوں، خلاصہ یہ کہ آپس کی رضامندی سے مقدمہ واپس لے لیا اور بیوی شوہر کے گھر آ گئی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد بیوی کو شوہر کے خلاف لوگوں نے بھڑکا دیا اور جبراً طلاق دینے پر مجبور کیا، اس پر شوہر نے کہا کہ ”اب طلاق کا سوال ہی کیا، میں تو عدالت میں طلاق دے چکا ہوں“ اور یہ صرف دفع الوقتی کے طور پر کہا۔ اگر عدالت کے روبرو طلاق دی جاتی تو پھر بیوی شوہر کے گھر آتی کیوں؟ بہر حال یہ جھوٹ کہا۔ تو کیا اس طرح کہنے سے بھی طلاق ہوگئی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہر نے محض دفع الوقتی کے لئے طلاق کا اقرار کر لیا اور حقیقتاً عدالت میں طلاق نہیں دی تھی تو

دیانتاً طلاق واقع نہ ہوگی، البتہ اگر مقدمہ عدالت میں پہونچے گا تو بقاعدہ شرعیہ اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی

(۱) (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۴۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مان لی جائے گی اس کو عدت تین حیض گزرنے سے پہلے پہلے رجعت کا حق حاصل رہے گا (۱)، مثلاً اس طرح کہ دو آدمیوں کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی، پھر دونوں حسب سابق شوہر اور بیوی کی طرح رہ سکیں گے (۲)۔

”کما لو أقر بالطلاق هازلاً أو كاذباً لو أراد به الخبر من الماضي كذباً، لا يقع ديانة“۔ شامی مختصر: ۵۸۲/۲ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۸ھ۔

(۱) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في العدة“۔ (اللباب فی شرح الكتاب: ۱۸۰/۲، باب الرجعة، قديمی)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳۹۶/۴، شرائط جواز الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی التاتارخانیة: ۵۹۴/۳، کتاب الطلاق، الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الرجعة، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”الرجعة على ضربتين فالسني أن يراجعها بالقول، ويشهد على رجعتها شاهدين، ويعلمها بذلك“۔ (الفتاوی التاتارخانیة: ۵۹۴/۳، کتاب الطلاق، الفصل الثانی والعشرون فی الرجعة، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳۹۱/۴، کتاب الطلاق، فی بیان ماهیة الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۵۰/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) (ردالمحتار: ۲۳۸/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التي تصح مع الإكراه، سعید)

”وفی الصغری: فی أمالی أبی یوسف: إذا قال لها: قد طلقک، أو قال: أنت طالق، و أراد الخبر عما مضى كذباً، وسعه فيما بينه وبين الله تعالى أن يمسخها“۔ (التاتارخانیة: ۲۶۲/۳، فصل فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

”و لو أقر بالطلاق وهو كاذب، وقع في القضاء. و صرح في البزازیة: بأن له في الديانة إمساكها إذا قال: أردت به الخبر عن الماضي كذباً“۔ (البحر الرائق: ۴۲۸/۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

اقرار طلاق سے طلاق

سوال [۶۰۱۶]: میں نے اپنی بیوی کو سینما وغیرہ دیکھنے سے منع کیا مگر اس نے میرے حکم کی نافرمانی کی جس پر میں نے قاضی کی معرفت طلاق دی اور اسے اپنے گھر سے جدا کر دیا، لیکن میرے سرال والے یہ کہہ رہے ہیں کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی، یہ بدستور تمہاری بیوی ہے۔ اب مجھے اس عورت کے بارے میں کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ نے طلاق دیدی تو وہ واقع ہوگئی جیسی دی ہے ویسی ہی ہوگئی، اگر ایک یا دو دفعہ صاف لفظوں میں طلاق دی ہے تو رجعی طلاق ہوگی اگر آپ چاہیں تو عدت (تین حیض) ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لے سکتے ہیں جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے کہہ دیں کہ میں نے طلاق سے رجعت کر لی (۱)، بس اتنا کافی ہے، نکاح بدستور قائم رہے گا۔ اگر طلاق بائن دی ہے تو رجعت کا حق نہیں رہا، البتہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔ اگر تین طلاق دی ہیں تو مغلطہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ تعلق

(۱) ”(وتصح) الرجعة (إن لم يطلق) الزوج (ثلاثاً) أو اثنتين إن كانت أمة، ولم يقترن الطلاق بعوض ولم يكن بكنایة يقع بها البائن، و على هذا فلو قال: إن لم يطلق بائناً، لكان أولى“۔ (النهر الفائق: ۴/۳، ۴/۴، كتاب الطلاق، باب الرجعة، رشیدیہ)

(و كذا في اللباب في شرح الكتاب: ۲/۱۸۰، كتاب الرجعة، رشیدیہ)

” (وتصح إن لم يطلق بائناً) هذا بيان لشرط الرجعة، هي أن لا يكون الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة ولا يخفى أن الشرط واحد هو كون الطلاق رجعياً“۔ (ردالمحتار: ۳/۳۹۹، ۴۰۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۲) ”و ينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة و بعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و كذا في التاتارخانية: ۳/۶۰۳، كتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في المسائل المتعلقة بنكاح المحلل و ما يتصل به، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۷، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

زوجیت قائم ہونے کی کوئی صورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

زبانی طلاق دینے سے طلاق

سوال [۶۰۱۷]: میں کہ محمد مجتبیٰ عرف ڈھلو کی شادی شمیمہ بانو کے ساتھ ہوئی، پھر محبت و اخلاق سے دس بارہ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد محمد مجتبیٰ نے اپنی منکوحہ بیوی کو اس کے گھرا کر پہنچا دیا۔ پھر رخصتی کرانے کے لئے نہیں آتا، بلکہ غیروں کے سامنے کہتا ہے کہ ”میں نے اس کو طلاق دیدیا“ اور اس نے دوسری شادی کر لی۔ لڑکی کے خالو محمد ایوب نے جب کچھ پوچھا کہ کیوں رخصتی نہیں کراتے؟ تو اس نے ایوب سے کہا کہ میں نے اس کو طلاق دیدیا اور کاغذی طور پر طلاق نہیں دیا، بلکہ جو بھی پوچھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے طلاق دیدیا۔ تو اس کے زبانی طلاق دینے سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(۱) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ التاتارخانية: ۶۰۳/۳ کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون في مسائل المتعلقة بنكاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی)

”فالحكم الأصلي لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والشتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد..... وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك، وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزواج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، کتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمية بیروت)

”وینکح مبانته فی العدة وبعدها لا المبانة بالثلاث لو حرة، وبالشتين لو أمة، حتى يطأها غيره ولو مرأهاً بنكاح صحيح و تمضي عدته“۔ (البحر الرائق: ۹۴/۴، ۹۷ کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلحاً:

طلاق زبانی دینے سے بھی واقع ہو جاتی ہے، لکھ کر دینے پر موقوف نہیں (۱)، پس جب کہ شوہر کو طلاق کا اقرار ہے تو وقت طلاق سے تین ماہواری عدت گزرنے پر اس کی مطلقہ بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا حق حاصل ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۱۴۰۶ھ۔

الگ الگ مجلس کے اقرار کے گواہوں سے طلاق

سوال [۶۰۱۸]: محمد طیب کا بیان ہے کہ میں نے وسیلہ خاتون کو طلاق نہیں دی۔ وسیلہ خاتون کا بیان بھی محمد طیب کے مکان پر یہی تھا کہ مجھ کو طلاق نہیں دی، لیکن اپنے گھر جانے پر جو کہ دو میل ہے وسیلہ خاتون سے۔ جب کہ اس کو اپنے ماں باپ کے یہاں گئے ہوئے پندرہ یوم سے زائد ہو گئے تھے۔ حسب ضرورت دریافت کیا گیا تو وہ کہتی ہے کہ ”مجھ کو ایک دفعہ کوٹھری سے نکل کر محمد طیب نے کہا کہ میں نے طلاق دے دی“ اس کے کچھ دیر کے بعد دستی ٹل کے پاس کہا کہ ”میں نے طلاق دے دی“ اس کے کچھ دیر بعد کہا کہ ”میں نے طلاق دے دی“۔ لیکن کسی گواہ کی موجودگی میں ثابت نہیں کہ حویلی کے اندر پانچ گھر اور آٹھ عورتیں ہیں، جو کہ ہر وقت موجود رہتی

(۱) ”و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل و لو عبداً أو مکرهاً أو هازلاً أو سکراناً أو أخرس بإشارته أو مخطئاً بأن أراد التکلم بغير الطلاق فجری علی لسانه الطلاق، أو تلفظ به غیر عالم بمعناه، أو غافلاً أو ساهياً“۔ (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲۳۵/۳، ۲۴۱، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیة: ۲۵۷/۳، فصل من یقع طلاقه و من لا یقع، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۲۶/۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۱۵/۴، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) ”أن من أقر بطلاق سابق، یكون ذلك إيقاعاً منه فی الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع فی الحال، وهو مالک للإيقاع غیر مالک للاستناد“۔ (المبسوط للسرخسی: ۱۰۹/۴، باب الطلاق، حبیبیہ کوئٹہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۳۶/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الإکراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح

والعتاق، سعید)

ہیں۔ اور وسیلہ خاتون کے بیان کے وقت سب موجود تھیں۔ حویلی کا صحن چاروں گھروں کا ایک ہے۔ علاوہ اس کے جو بیان کسی مرد یا عورت کا ہے کہ محمد طیب نے میرے سامنے کہا کہ میں نے وسیلہ خاتون کو طلاق دے دی، وہ فقط ایک ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ ایک شخص نے یہ کہا کہ میں نے دریافت کیا تو محمد طیب نے کہا کہ ”میں نے ضاق دے دی“۔ دو عورتیں بیان کرتی ہیں کہ محمد طیب نے طلاق دے دی۔ ایک بالغ لڑکی کا بیان ہے کہ طلاق دے دی۔ لیکن اس کے برخلاف محمد طیب طلاق دینے سے انکاری ہے۔ اور دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ایک جگہ شاہد نہیں ہیں۔

ایسی حالت میں محمد طیب کا بیان قابل تصدیق ہے یا قابل تکذیب؟ محمد طیب کو قسم کھانے پر مجبور کیا جائے کہ قرآن شریف کی قسم جب کہ ہاتھ پر رکھا ہو، یا اللہ پاک کی قسم کھا کر بیان دے، یا بلا قسم کے بیان دے، یا مجبور نہ کیا جائے اور محمد طیب کے بیان پر عمل کیا جائے، یا بیان نہ مانا جائے؟

تحریر بالا پر غور کر کے فتویٰ دیں کہ وسیلہ خاتون اب بھی منکوحہ ہے یا مطلقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح طلاق کا اقرار کرنے سے بھی طلاق کا حکم کر دیا جاتا ہے (۱)۔ اگر موقع کا گواہ کوئی نہیں ہے، لیکن اقرار طلاق ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہے اور یہ معتبر ہیں تو ان کی گواہی سے بھی شرعی ثبوت حاصل ہو جائے گا اور طلاق کا حکم کر دیا جائے گا، اور جیسی طلاق کی گواہی دیں ویسی طلاق کا حکم ہوگا اگرچہ یہ گواہ ایک مجلس کے اقرار کے گواہ نہ ہوں، بلکہ الگ الگ مجلس کے گواہ ہوں (۲)۔ ایسی صورت میں محمد طیب سے حلفیہ بیان لینے کی ضرورت نہیں۔

(۱) ”ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاء لا ديانة“۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الإكراه علی التوكیل بالطلاق والنكاح والعتاق: ۳/۲۳۶، سعید)

”أن من أقر بطلاق سابق يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالک للإيقاع غير مالک للاستناد“۔ (المبسوط للسرخسی، باب الطلاق: ۱۰۹/۷، حبیبہ کوئٹہ)

(۲) ”(و) نصابها (لغيرها من الحقوق، سواء كان) الحق (مالاً أو غيره كنكاح وطلاق ووکالة ووصية واستهلال صبی) ولو (للإرث رجلان) (أو رجل وامرأتان)“۔ (الدر المختار، کتاب الشهادات: ۵/۲۶۵، سعید)

الحاصل حکم طلاق کے لئے نہ تنہا وجہ کا دعویٰ کافی ہے اور عدم حکم طلاق کے لئے نہ محض شوہر کا انکار کافی ہے۔ شوہر کے اقرار یا شرعی شہادت سے طلاق کا حکم ہوتا ہے، اقرار اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں شوہر کے حلفیہ انکار سے عدم طلاق کا حکم ہوتا ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۳۹۰ھ۔

جائیداد کے تحفظ کے لئے عدالت میں طلاق کا جھوٹا اقرار

سوال [۲۰۱۹]: زید حکومت کے قانونی شکنجے سے بچانے کی غرض سے اپنی ملکیت کو لڑکے کی بیوی کو ہبہ کر دیتا ہے، لیکن زید کے ایسا کرنے سے اس کی ملکیت قانونی گرفت سے محفوظ نہیں ہوتی۔ چونکہ ملکیت جس کو ہبہ کی گئی وہ قانوناً لڑکے کی فیملی میں شامل ہے، لہذا زید کو پہلے لڑکے اور اس کی بیوی کو علیحدگی ثابت کرنا ضروری ہوگئی، علیحدگی بھی قانونی طریقے سے۔ تحریر عدالت میں پیش کی جائے تب اس کی ملکیت محفوظ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ زید اب دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے جو حسب ذیل ہے:

زید اپنے ہبہ نامہ کی عبارت میں تحریر کراتا ہے کہ:

”میرا لڑکا نالائق ہے، بدچلن ہے، اپنی بیوی کے سمجھانے پر سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی اور فوراً طلاق دے دی۔ میرے لڑکے کی بیوی میری بھانجی ہے، میرا خون ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔ لڑکے سے یہ توقع رکھوں کہ بچوں کی تربیت اچھی طرح کر لے گا، ناممکن ہے۔ اور بچوں کی ماں کے پاس بھی کچھ نہیں رہا، جو زیور وغیرہ

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الشہادات، الباب الأول فی تعریفہا، الخ: ۳/۴۵۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الشہادات: ۷/۱۰۳، رشیدیہ)

(۱) ”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي -صلى الله تعالى عليه وسلم- قال في خطبته:

”البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه“۔ (جامع الترمذی، کتاب الأحکام: ۱/۲۳۹، سعید)

”و شرط فیہما شہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین، سواء كان الحق مالا أو غیر مال، كالنکاح

والطلاق“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الشہادات، الباب الأول: ۳/۴۵۱، رشیدیہ)

”و إذا نکل المدعی علیہ عن اليمين، قضی علیہ بالنکول و ألزمه ما ادعی علیہ“۔ (مختصر

القدوری، کتاب الدعوی، ص: ۶۶، إدارة القرآن کراچی)

تھا وہ اس کا شوہر پہلے ہی خرد برد کر چکا ہے، لہذا بچوں کی پرورش کے لئے میں اپنی ملکیت میں سے اتنی جائیداد اپنے لڑکے کی بیوی اور اس کے بچوں کے نام ہبہ کرتا ہوں۔“

اور اس قسم کے مضمون کی ایک درخواست لڑکے کی طرف سے متعلقہ افسر کے دفتر میں پیش کر دیتا ہے، یعنی: ”میری بیوی گندی رہتی ہے، کھانا بنانا اچھے قسم کا نہیں جانتی، بے تمیز ہے، لہذا میں اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں۔“

لیکن یہ درخواست جو عدالت میں پیش کی گئی ہے، اس کو لڑکا نہ اپنے قلم سے لکھتا ہے اور نہ اس پر دستخط کرتا ہے، بلکہ مطالبہ ہی نہیں کرتا ہے، لیکن اس کا روایتی کا علم لڑکے کو ضرور ہے۔ اور یا اپنے مفاد کے لئے لڑکا اپنے والد کو ایسا مشورہ دیتا ہے، اور زید اس کے کہنے سے ایسا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا لڑکے کی بیوی پر طلاق ہو جائے گی؟

۲..... اگر بالفرض محال کسی وجہ سے بھی حسب ذیل کارگزاری کے سلسلہ میں عدالت میں پیش ہونا پڑ جائے، اور لڑکے کو قانونی مجبوری کی وجہ سے ان کاغذات کا جو اس کے والد کی طرف سے گزرے ہیں، اقرار کرنا پڑ جائے اور یا دستخط یا انگوٹھا لگانا پڑ جائے اور یا عدالت کی طرف سے یہ سوال ہو لڑکے سے: کیا یہ درخواست تم نے ہی لکھی ہے یا لکھائی ہے؟ ایسی صورت میں لڑکا اقرار کر لے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا پہلے اس بات کا گواہ بنا لے کہ میں طلاق نامہ پر غلط دستخط کروں گا، یا عدالت میں طلاق کا غلط اقرار کروں گا، واقعہ نہ طلاق دی ہے، نہ طلاق دینا مقصود ہے تو اس کے اس جھوٹے اقرار یا جھوٹے دستخط سے طلاق واقع نہیں ہوگی:

”لو أراد به الخبر من الماضي كذباً، لا يقع ديانة، وإن أشهد قبل ذلك لا يقع قضاء، اه.“
شامی: ۱/۴۳۳ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۱/۱۳۹۰ھ۔

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۲۳۸/۳، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیۃ، کتاب الطلاق، فیما یرجع إلی صریح الطلاق: ۲۶۲/۳، إدارة القرآن کراچی)

”تو سمجھ لے کہ دی“ سے طلاق

سوال [۶۰۲۰]: زید نے دوسری شادی کر لی۔ ایک روز پہلی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا، اس وقت زید کی بھابھی بھی وہاں موجود تھی۔ زید نے کہا کہ ”میں تم سے عاجز ہو گیا ہوں، میں تجھے چھوڑ دوں گا“۔ اس کے جواب میں بیوی نے کہا کہ میں بھی تم سے تنگ آ گئی ہوں۔ اس پر زید نے کہا کہ ”جا، تو یہ سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی“۔ اس کے بعد جھگڑا ہوتا رہا۔ اور اس دوران میں زید نے کئی مرتبہ پھر یہی الفاظ کہے کہ ”جا، تو یہ سمجھ لے کہ دی، جا، تو یہ سمجھ لے کہ دی“۔

اس عرصہ میں دو تین آدمی اور آگئے، بیوی نے ان دو آدمیوں کے سامنے یہ واقعہ دہرایا کہ زید نے مجھے ایسا کہا ہے۔ اس پر زید نے یہ کہہ دیا کہ اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ تقریباً پانچ ماہ کا عرصہ گزر گیا بیوی سے زید کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کا یہ مطلب تھا کہ ”جا، تو یہ سمجھ لے کہ میں نے تجھے طلاق دی، مگر تیرے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے، میں نے طلاق نہیں دی“۔ اور زید اس پر حلف کر لے تو زید کا قول معتبر ہوگا اور طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا، ورنہ طلاق کا حکم ہو جائے گا (۱)، اور قرینہ بھی یہی ہے، کیونکہ ایسا کہنے کے بعد زید نے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) ”اگر نیت زید کی دوبارہ اور سہ بارہ وغیرہ سے خبر دینا اسی طلاق اول کی ہے تو اس کی زوجہ پر صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، اور حکم اس کا یہ ہے کہ عدت کے اندر رجعت بلا نکاح کے درست ہے اور بعد عدت کے نکاح جدید بلا حلالہ کے ہو سکتا ہے“۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰/۱۴۸، باب ہشتم، طلاق رجعی سے متعلق احکام ومسائل، إمدادیہ ملتان)

الفصل الثانی فی عدم وقوع الطلاق

(عدم وقوع طلاق کا بیان)

وعدۃ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۲۱]: زید نے اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے یہاں سے لیجانے کا تقاضہ کیا مگر کسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار نہ ہوئی، اس پر زید نے - جہاں تک اس کو یاد ہے - اپنی بیوی کے بھائی سے یہ لفظ کہے کہ ”شریفوں میں مقدمہ بازی کرنے اور مستورات کو عدالت میں لیجانے کے بہ نسبت مرجانا، یا طلاق دیدینا بہتر ہوتا ہے، اگر معاملہ عدالت تک جائے گا تو میں بھی طلاق دیدینے کو ترجیح دوں گا بجائے اس طرح بے غیرت ہونے کے“۔ اور زید نے تاکیداً اس کے بھائی سے ۵/ تارخ تک پہنچا دینے کو کہا۔ جو الفاظ زید نے کہے تھے، زید ان کے متعلق حلف شرعی اٹھانے کو تیار ہے۔

اس کے برخلاف مسماۃ کا بھائی یہ کہتا ہے کہ زید نے یہ الفاظ کہے تھے کہ ”اگر زید کی بیوی ۵/ تارخ تک اس کے گھر نہ پہنچ گئی تو زید طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے گا“۔ چنانچہ زید کی بیوی ۵/ تارخ تک نہیں بھیجی گئی۔ اس صورت میں زید کا بھائی کہتا ہے کہ تم طلاق دے چکے ہو، زید نے اس کے قول کو تسلیم نہیں کیا۔ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں کہ ایسی صورت میں شرعاً مسماۃ زید کی زوجیت سے علیحدہ ہوگئی یا بدستور اس کی بیوی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسماۃ کے بھائی کا بیان اگر تسلیم کر لیا جائے تب بھی شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ اس کا بیان ہے کہ ”اگر زید کی بیوی ۵/ تارخ تک اس کے گھر نہ پہنچ گئی تو زید طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے گا“ اور اس بیان میں طلاق نہیں دی گئی، بلکہ طلاق کا وعدہ کیا گیا ہے اور وعدۃ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی (۱)، البتہ اگر طلاق نامہ لکھ

(۱) ”فقال الزوج: أطلق ”طلاق می کنم“ فكررہ ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: سأطلق ”طلاق کنم“؛ لأنه

استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۸۴/۱، كتاب الطلاق، الطلاق =

کر بھیج دیتا تو اس طلاق نامہ کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/شعبان/۵۵ھ۔

صیغہ استقبال سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۲۲]: زید اور اس کی منکوحہ میں بہت محبت تھی، ایک روز خلوت میں تھے، دونوں پر شہوت طاری تھی، زید کی منکوحہ نے کہا: اگر میں نے ہاتھ چھڑا لیا تو مجھے چھوڑ دو گے یعنی طلاق دیدو گے یہ انداز طلاق لینے کا نہیں تھا بلکہ خواہ مخواہ ہاتھ چھڑا کر اپنی بہادری دکھانا تھا۔ زید نے ہاں کر دیا، منکوحہ نے کوشش سے ہاتھ چھڑا لیا۔ اس کے بعد صحبت کی کیا طلاق پڑ گئی؟ اس واقعہ کے بعد چار بچے ہو چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی منکوحہ کو طلاق نہیں ہوئی، فتاویٰ عالمگیری، ص: ۳۵۸، ۳۵۹، میں ہے:

”فقال الزوج: أطلق: ”طلاق می کنم، طلاق می کنم“ فكرر ثلاثاً طلقت ثلاثاً،

= بالألفاظ الفارسية، رشیدیہ

”قولہ: طلقی نفسک، فقالت: أنا طالق، أو أنا أطلق نفسي، لا يقع؛ لأنه وعد، جوہرہ“۔
(الدر المختار)۔ ”بخلاف قولها: أطلق نفسي، لا يمكن جعله إخباراً عن طلاق قائم؛ لأنه إنما يقوم باللسان، فلو جاز، لقام به الأمران في زمن واحد وهو محال“۔ (رد المحتار: ۳/۳۱۹، کتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۴۵، کتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، رشیدیہ)

(۱) ”الأول أن يكتب: هذا كتاب فلان بن فلان إلى فلانة، أما بعد! فأنت طالق، وفي هذا الوجه يقع الطلاق في الحال“۔ (التاتار خانية: ۳/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل السادس إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳/۲۳۹، کتاب الطلاق، فصل فی النوع الثانی، دار الکتب العلمیة بیروت)

بخلاف قوله: سأطلق: "طلاق كنم"؛ لأنه استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك" (۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے، صورتِ مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ وعدہ طلاق ہو سکتا ہے، ایقاع طلاق ہرگز نہیں ہو سکتا اس لئے بلاشبہ کوئی طلاق نہیں ہوئی۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلاق کی حکایت کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۲۳]: ایک لڑکی کے طلاق و علیحدگی کے سلسلے میں چند لوگوں کو جمع کیا گیا ہے، اس میں ایک شخص زید نامی بھی شریکِ مجمع تھا۔ لڑکی کی طلاق کے بارے میں کچھ گفت و شنید ہوئی، پھر لڑکے کو بلا کر لڑکی کو طلاق دلوائی گئی۔ جب طلاق ہو چکی تو سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ زید نامی شخص بھی چلا گیا، زید نے گھر جا کر اپنی بیوی کو "طلاق دیا" کا جملہ دو تین بار ادا کیا۔

لوگوں نے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی، بلکہ میں پہلے میٹنگ والی طلاق نقل کر رہا تھا۔ اس کا دماغ و عقل بھی کمزور ہے، زید کو پوری گنتی بھی نہیں آتی۔ کہتا ہے کہ جہاں تک خیال ہے، دو ہی بار طلاق دیا گیا ہے۔ قاعدہ سے بات کا جواب بھی نہیں دے پاتا، بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ تو کیا اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے اپنی بیوی کو اس طرح کہا ہے "میں نے تم کو طلاق دے دی" اور تین دفعہ کہا ہے تو طلاق

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ المکیہ: ۳۸۴/۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالالفاظ الفارسیہ، رشیدیہ)

"قوله: طلقی نفسک، فقالت: أنا طالق، وأنا أطلق نفسي، لم يقع؛ لأنه وعد، جوهرۃ". (الدرالمختار). "بخلاف قولها: أطلق نفسي، لا يمكن جعله إخباراً عن طلاق قائم؛ لأنه إنما يقوم باللسان، فلو جاز، لقام به الأمران في زمن واحد وهو محال". (ردالمحتار: ۳۱۹/۲، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۵۴۵/۳، کتاب الطلاق، باب تفویض الطلاق، سعید)

مغلظہ ہوگئی (۱)، دونوں میں جدائی کرا دی جائے۔ اگر اس طرح کہا ہے کہ ”فلاں شخص نے اپنی بیوی کو یہ کہا ہے کہ میں نے تم کو طلاق دی“ تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوگی۔ زید دماغ کا کمزور ہے مگر طلاق کو سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ تین طلاق سے نکاح کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ اسی لئے تو کہتا ہے کہ ”جہاں تک خیال ہے وہی بار طلاق دیا گیا ہے“۔ ورنہ جب وہ دوسرے کی طلاق کا واقعہ نقل کر رہا ہے خود طلاق نہیں دے رہا ہے تو پھر اس میں دواور تین کی بحث ہی بے کار ہے، کیونکہ دوسرے کا واقعہ نقل کرنے سے طلاق نہیں ہوتی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الفاظ طلاق اس طرح کہنا کہ سنائی نہ دیں

سوال [۶۰۲۴]: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح طلاق دے کہ الفاظ طلاق کسی دوسرے کو سنائی نہ دے، صرف زبان متحرک ہو تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زبان سے طلاق کا لفظ اس طرح کہا کہ سنا نہ جائے، صرف زبان متحرک ہوئی تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، کما فی ط، ص: ۱۱۹ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

- (۱) ”إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً“ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول: ۳۵۵/۱، رشیدیہ)
- (و کذا فی ردالمحتار، باب طلاق غیر المدخول بها: ۲۹۳/۳، سعید)
- (و کذا فی التاتارخانیہ، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد: ۲۸۲/۳، إدارة القرآن کراچی)
- (۲) ”أو كتب ناقلاً من كتاب: ”إمرأتی طالق“ مع التلفظ، أو حکى یمین غیره، فإنه لا يقع أصلاً ما لم يقصد زوجته.“ (ردالمحتار، باب الصریح، مطلب: الصریح نوعان: ۲۵۰/۳، سعید)
- (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فیمن يقع طلاقه وفیمن لا يقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشیدیہ)
- (۳) ”لو أجرى الطلاق على قلبه وحرك لسانه من غير تلفظ يسمع، لا يقع.“ (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قدیمی)

”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن اللہ عزوجل تجاوز لأمتی عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتکلم به.“ (الصحيح لمسلم، کتاب الإیمان: ۷۸/۱، قدیمی) =

مدت تک علیحدہ رہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی

سوال [۶۰۲۵]: زید نے اپنی منکوحہ سعیدہ بی کو، زاہدہ بی جو کہ زید کی پہلی بیوی تھی، اس کے ساتھ اتفاق نہ ہونے کی بناء پر گھر سے الگ کر دیا جو کہ تقریباً ۲۵ سال سے جدائی کی زندگی گزار رہی ہے۔ اب جب کہ پہلی بیوی زاہدہ بی کا انتقال ہو چکا ہے، تو پھر زید اپنی دوسری بیوی سعیدہ بی کو واپس اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، تو کیا وہ رکھ سکتا ہے۔ اس ۲۵ سال کے درمیان سعیدہ بی سے معاشرتی تعلقات تو نہیں ہے لیکن ملاقات کبھی کبھار ہو جاتی ہے۔ سعیدہ بی کے بطن سے ایک لڑکا بھی ہے جو کہ زید کے ہی گھر میں جدائیگی سے قبل پیدا ہوا تھا، وہ لڑکا سعیدہ بی کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ اس کی پرورش اور ضروریات زندگی سعیدہ بی ہی پورا کرتی رہی۔ سعیدہ بی کو زید نے طلاق نہیں دیا ہے، صرف الگ کر دیا تھا، اب زید چاہتا ہے کہ سعیدہ بی کو اپنے گھر میں بیوی کی طرح رکھے اور معاشرتی زندگی پہلے جیسی بسر کرے۔

یہاں یہ بات بھی ہم واضح کرتے ہیں کہ زید فریضہ حج بھی ادا کر چکا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں زید حج کے لئے روانہ ہونے والا تھا تو اس کو خیال ہوا کہ اپنی بیوی سعیدہ کے ساتھ ہی۔ جس کو برسوں سے چھوڑ رکھا ہے۔ تعلقات قائم کرے، لیکن پہلی بیوی زاہدہ بی کی موجودگی پھر مخل ہوئی۔ پھر جب زاہدہ بی روانگی حج کے قبل ہی انتقال کر گئی تو زید کو احساس ہوا کہ سعیدہ بی کو بلائے، چنانچہ سعیدہ بی اور اس کے لڑکے کو بلا کر زید نے سعیدہ بی کی مہر کی رقم ادا کر دی، ساتھ ہی اس کو اور اس کے لڑکے کو ایک ہزار روپیہ کی نقد رقم دی۔

اب پھر سعیدہ بی اپنے لڑکے کے ہمراہ اپنے گھر چلی گئی، اور زید فریضہ حج کے لئے چلا گیا۔ جب زید فریضہ حج کے بعد واپس گھر آیا تو معاً اس کو خیال ہوا کہ سعیدہ بی سے ملے، چنانچہ وہ ملا اور معاشرتی طور پر اس کے یہاں رہا، اب دائمی طور پر اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی سعیدہ بی زید کی حوالہ زوجیت میں ہے، اور کیا زید سعیدہ بی کو ایسی صورت میں کہ وہ برسوں تک جدا رہی اپنے گھر میں بحیثیت بیوی کے رکھ سکتا ہے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

= ”ورکنہ لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه.“ (رد المحتار مع الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ طلاق نہیں دی ہے تو اتنی مدت تک الگ الگ رہنے سے نکاح ختم نہیں ہوا، بلکہ بدستور باقی ہے (۱)، اب ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کا حق زوجیت ادا کریں، اس سے وہ دونوں شرعاً مجرم نہیں ہوں گے، بلکہ اب تک جو کچھ جرم ہوا ہے اور حقوق ادا نہیں کئے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس جرم کی مکافات ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۷/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۷/۱۳۹۰ھ۔

محض دیر تک میکہ میں رہنے سے طلاق نہیں ہوئی

سوال [۶۰۲۶]: زید کی پہلی بیوی دائم المرض ہے، خانگی کاروبار ٹھیک نہیں چلا سکتی، لہذا زید نے اپنی پہلی بیوی کی مرضی سے نکاح ثانی کیا ہے، کیونکہ پہلی بیوی لا ولد ہے، دونوں بیویوں کو ایک مکان میں رکھنے کا انتظام نہ ہو سکا، اس لئے پہلی بیوی کو اس کے والدین کے گھر چھوڑا، عقد ثانی سے اب تک تین سال کا عرصہ ہوا، مگر زید کو پہلی بیوی کے پاس جانے کا موقعہ نہیں ہوا، اس لئے بعض لوگوں کو زید کے طلاق دینے کا شبہ ہوا، مگر زید نے زبانی اور تحریری طلاق نہیں دی اور اس نے ایک جماعت کے سامنے حلفاً اقرار کیا کہ میں نے پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے، اب میں پہلی بیوی کو مکان بلانا چاہتا ہوں، بیوی بھی تیار ہے۔ دریں حالت زید کے خسر اپنی دختر کو اس کے شوہر کے ہمراہ بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ طلاق کا کوئی ثبوت نہیں اور شوہر پوری قوت سے طلاق کا منکر ہے تو طلاق کا حکم کرنے کی کوئی وجہ نہیں (۲)، شوہر اپنی بیوی کو بلا سکتا ہے اور بیوی اس کے پاس جا سکتی ہے اور خسر بھیج سکتا ہے۔ اور شوہر دونوں

(۱) ”ورکنہ (أی الطلاق) لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالةً على معنى الطلاق من صريح أو كناية“.

(ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۰، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/۳۳۸، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق: ۳/۲۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) ”(و یقبل قوله إن ادعاه) وأنکرته: أي ادعی الاستثناء، و مثله الشرط، كما فی الفتح و غیرہ. وقید

بإنکارها؛ لأنه محل الخلاف، إذ لو لم یکن له منازع فلا إشکال فی أن القول قوله، كما صرح به فی =

بیویوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تیار ہے، لہذا پہلی بیوی کو ضرور شوہر کے پاس بھیج دیا جائے، خاص کر ایسی صورت میں کہ بیوی بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۹/۸۵ھ۔

تین کنکر سے طلاق

الاستفتاء [۶۰۲۷]: ۱..... من آقائے زید، شماچه الفاظی نسبت بہ طلاق زینب از دھان خود بیرون کرد، بطور واضح بیان نمائید. آقائی مولوی صاحب! من مسلمان هستم و قسم خوردم کہ دروغ نگویم، من و نامبرده فوق - درباره زنی کہ گو فدیہ ام داشتیم - بطور تحدید بایک دیگر گفتگو می کردم، و الفاظ طلاق ہم تبلاً میان ما بودہ. بعداً ہندہ بہ سہ الفاظ حساب کردم، یعنی یک و دو و سہ بطرف او انداختم، گفته: بردار. دلے بخیال من دو عدد سنگ می داشتہ.

بستہ بدستور شرع مبارک می باشد، من تابع شرع محمدی هستم. من از زن سوال کردم، مگر خدامی خواہی یعنی در حال خشم سوال کردم، گفت: بلے بخواہم. بعد از چندیں دقیقہ سہ عدد سنگ بطرف او انداختم، گفتم: ”بردار“.

۲..... من در حالت خشم و غضب از زن خود سوال کردم کہ ”تو طلاق میخواہی؟“ زن گفت: ”می خواہم“. بار ثانی سہ عدد سنگ بطرف او انداختم، گفتم: ”بردار، خاموش باش“.

”امراة طلبت الطلاق من زوجها، فقال لها: سہ طلاق بردار و رفتی، لایقع، ویکون هذا تفویض الطلاق إلیها (۱)۔“

= الفتح“. (التنوير مع رد المحتار: ۳/۳۶۹، کتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب فيما لو ادعى الاستثناء و أنكرته الزوجة، سعيد)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۳/۱۱۸، کتاب الطلاق، باب التعليق، دارالكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۳۵، باب التعليق، رشیدیہ)

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة: ۱/۳۸۲، رشیدیہ)

رائے خود را دریں مرقوم فرمایند عند اللہ ماجور . فقط .

عبدالغفور بمعرفت مولوی سراج الدین، بازگشت ایران، زاهدان ایران، بردوکان جمعہ بلوچی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایس طریق دران دیار برائے طلاق دادن رائج است، طلاق واقع خواهد شد، ورنہ در حقیقت سه سنگ سه طلاق نیست (۱)۔ بیش از بیش تفویض طلاق گفته خواهد شد (۲)۔ الغرض! مدار بر عرف و رواج است (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۳/۹۴ھ۔

(۱) اگر صرف پتھر پھینکے جائیں اور زبان سے طلاق کا کوئی لفظ نہ ادا کیا جائے تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی:

”وبہ ظہر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاه ثلاثاً أحجارٍ ينوي الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۳/۲۳۰، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثانی، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۷، رشیدیہ)
(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق: ۱/۴۶۳، رشیدیہ)
(۲) (راجع رقم الحاشیہ: ۱)

(۳) بعض الفاظ طلاق کے استعمال میں عرف کا بہت بڑا دخل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عرف کی وجہ سے بعض الفاظ کناہیہ کو صریح قرار دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ عرف سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ولو قال: ”حلال ایزد بروی حرام“ أو حلال الله عليه حرام، لا حاجة إلى النية، وهو الصحيح المفتى به للعرف، وأنه يقع به البائن؛ لأنه المعتارف . ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال ”رهاكروم“ أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۳/۲۹۹، سعید)

استفتاء:

جناب زید سے: آپ نے کون سے الفاظ زینب کی طلاق کے بارے میں اپنے منہ سے نکالے، واضح طور پر بیان کرو۔

۱..... میرے آقا مولوی صاحب! میں مسلمان ہوں، اور قسم کھاتا ہوں کہ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں اور مسماۃ مذکورہ =

غیر شادی شدہ کی طلاق واقع نہیں

سوال [۶۰۲۸]: ایک شخص قسم کھانے کا عادی ہے، اس نے قسم کھائی کہ ”اگر میں فلاں لفظ زبان سے ادا کروں تو میری بیوی کو طلاق ہے“ اور شام تک کی اس نے اپنے ذہن میں نیت کر لی اور اگلے روز اس لفظ کو اس نے زبان سے ادا کر دیا۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے قسم کھائی کہ ”میں نے فلاں کام نہیں کیا، اگر کیا ہو تو میری بیوی کو طلاق ہے“۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے پھر یہی قسم کھائی اور غالب گمان بلکہ یقین ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا۔ کچھ دنوں بعد پھر قسم کھائی کہ ”فلاں نے یہ کام کیا ہے، اگر نہیں کیا ہے تو میری بیوی کو طلاق“۔ اور یہاں پر بھی اسی درجہ کا غالب گمان ہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے، اسی طریقہ سے پانچ مرتبہ واقعہ ہوا، اور گمان ہر جگہ بدرجہ یقین موجود ہے اور وہ شخص غیر شادی شدہ ہے۔ تو طلاق پڑے گی یا نہیں؟ اور اگر تین مرتبہ یہ واقعہ ہوا تب کیا حکم ہے؟

= ایک عورت کے بارے میں کہ گویا میں اس کا قیمت دے چکا ہوں۔ دھمکی کے طور پر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے اور طلاق کے الفاظ بھی ہماری درمیان بھی ذکر ہو رہے تھے۔ اس کے بعد ہندہ کو تین عدد شمار کئے یعنی: ایک، دو، تین، اور اس کی طرف پھینک دیئے اور کہا کہ لے لو۔ میرے دل میں یہی خیال تھا کہ اس کی طرف دو پتھر پھینک چکا ہوں۔

میں شریعت مبارک کے دستور اور احکام پر پابند ہوں گا، میں شرعی محمدی کا تابع ہوں۔

میں نے اپنی بیوی سے سوال کیا، مگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ غصہ کی حالت میں سوال کر دیا، وہ بولی کہ ”ہاں چاہتی ہوں“۔ اس کے بعد تین عدد کنکریاں اس کی طرف پھینک دیں اور میں نے کہا کہ لے لو۔

۲..... میں نے غضب و غصہ کی حالت میں اپنی بیوی سے سوال کیا کہ ”تو طلاق چاہتی ہے؟“ بیوی نے کہا کہ ”چاہتی ہوں“۔ دوسری بار میں نے تین کنکریاں اس کی طرف پھینک دیئے اور میں نے کہا کہ ”لے لو“۔ اور چپ ہو جاؤ: ”امراة طلبت الطلاق من زوجها، الخ“۔

اس کے بارے میں اپنی رائے لکھ کر عند اللہ مأجور ہوں فقط۔

الجواب:

اگر یہ طریقہ ان علاقوں میں طلاق دینے کے لئے رائج ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ حقیقت میں تین کنکریاں تین طلاقیں نہیں ہیں، زیادہ سے زیادہ تفویض طلاق اس کو کہا جائے گا۔ الغرض اس کا مدار عرف اور رواج پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ قسم کھاتے وقت اس کے نکاح میں کوئی عورت نہیں تھی تو مذکورہ سوال قسم بار بار کھانے سے اس کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ اس وقت اس کی بیوی موجود ہی نہیں (۱)، جب نکاح کرے گا تب اس کی بیوی آئے گی اور اس سے قسم و طلاق کا کوئی تعلق نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

املاء العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۱۴۰۰ھ۔

طلاق قبل النکاح

سوال [۶۰۲۹]: ایک شخص مسمی سیف اللہ خان جو کہ کندز ہن اور نیم پاگل ہے وہ ایک دوسرے گاؤں میں ایک شخص مولوی خان زمان کے پاس اپنے گھر کے کسی مریض کے لئے تعویذ لینے گیا، جب وہاں سے فارغ ہوا تو واپسی پر راستے میں اس کو غلام عباس خان، محمد یعقوب خان، محمد وزیر خان ملے، کیونکہ یہ تینوں آدمی راستے میں اپنی اپنی زمین میں کاشت کر رہے تھے، تو سیف اللہ خان وہاں ان کے پاس بیٹھ گیا، تو محمد یعقوب خان نے اس سے کہا کہ تجھ کو میں دس روپے کا نوٹ دوں گا تو اپنی منکوحو کو طلاق دیدے تو سیف اللہ خان نے کہا کہ اگر یہ بات تم کسی کو نہ بتاؤ تو میں طلاق دیتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ہم نہ بتائیں گے اور نہ تو بتائے گا، جب دونوں نے اقرار کر لیا تو محمد وزیر خان نے ان الفاظ کے ساتھ تین دفعہ طلاق اٹھوائی: ”میری بیوی بیٹی فتح خان کی،

(۱) ”أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ”لا طلاق إلا فیما تملک، ولا عتق إلا فیما تملک، ولا بیع إلا فیما تملک“.

”وہو منقول عن علی وابن عباس وعائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ومذہبنا أنه إذا أضاف الطلاق إلى سببہ المملک صح، كما إذا قال لأجنيبه: إن نکحتک فأنت طالق، فإذا وقع النکاح، وقع الطلاق“.

(بذل المجهود فی حل أبي داود: ۶۵/۴، باب فی الطلاق قبل النکاح)

”قال رحمه الله: إنما یصح فی المملک کقوله لمنکوحته: (وإن زرت فأنت طالق، أو مضافاً إليه): أي إلى المملک (کأن نکحتک فأنت طالق، فیقع بعده): أي یقع الطلاق بعد وجود الشرط“.

(تبیین الحقائق ۱۰۹/۳ کتاب الطلاق، باب التعلیق، بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق: ۳۸۵/۲، ۳۸۶، کتاب الطلاق، باب التعلیق، رشیدیہ)

پر تین طلاق حرام ہیں“ ان الفاظ کو سیف اللہ خان نے تین دفعہ دہرایا۔

اب گزارش یہ ہے کہ کیا ان الفاظ کے ذریعہ سے سیف اللہ خان کی منکوحہ اس پر حرام ہو جاتی ہے، کیونکہ ابھی تک بصورتِ ایجاب و قبول سیف اللہ خان کی صرف منگنی ہوئی ہے، شادی نہیں ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف منگنی ہوئی ہے یعنی وعدہ نکاح ہوا ہے (نکاح نہیں ہوا) تو یہ طلاق بیکار ہے، اس سے کچھ نہیں ہوا: ”لا طلاق قبل النکاح“ (۱)۔ اگر نکاح بھی ہو چکا ہے (اگرچہ رخصتی نہیں ہوئی) تو طلاق مغلطہ ہوگئی، اب اس سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا:

”قال لزوجته غیر المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، لما تقرر أنه متى ذكر العدد كان الوقوع به، الخ“۔ درمختار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

طلاق قبل النکاح

سوال [۶۰۳۰]: بدرالدین وسیف الدین دونو جوان لڑکے ہیں۔ بدرالدین نے سیف الدین

(۱) ”قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”لا نذر لابن ادم فیما لا یملک، ولا طلاق قبل نکاح، ولا عتاق فیما لا یملک“۔ (إعلاء السنن: ۲۰۱/۱۱، کتاب الطلاق، باب حکم تعلیق الطلاق بالنکاح، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی)

”عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”لا طلاق إلا فيما تملك، ولا عتق إلا فيما تملك، ولا بيع إلا فيما تملك“۔ (سنن أبي داود: ۲۹۸/۱، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق قبل النکاح، دار الحديث، ملتان)

(۲) (الدر المختار: ۲۸۴/۳-۲۸۵، کتاب الطلاق، طلاق غیر المدخول بها، سعید)

”إذا قال: لامرأته قبل الدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، أو قال: أنت طالق ثنتين، وقع ذلك عند

عامة العلماء“۔ (بدائع الصنائع: ۲۹۹/۴، کتاب الطلاق، دار الكتب العلمية بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق: ۳۵۶/۲، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، رشیدیہ)

سے کہا کہ تم یہ کہو کہ ”تیری شادی سے پہلے اگر میں رات میں تیرے بستر پر نہ سویا کروں تو میری بیوی پر تین طلاق ہیں“ تو سیف الدین نے اس بات کا اقرار کر لیا اور یہ سب کلام کاغذ پر لکھا۔ پھر جب سے سیف الدین بدر الدین کے بستر پر رات میں سوتا رہا، لیکن دونوں کے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر کوئی سخت ضرورت یا مشکل پیش آئے اور سونا ایک ساتھ ممکن نہ ہو تو سونے کی کوئی بات نہیں اور یہ کلام مکالمہ میں طے ہوا تھا، کاغذ میں لکھا ہوا نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی شادی ابھی تک نہیں ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ سیف الدین اگر شادی کریں تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی یا نہیں؟ دونوں کے دل میں جو خیال تھا وہ لغو ہو جائے گا یا نہیں؟ ازراہ کرم جواب مرحمت فرما کر ہم لوگوں کو ٹھیک راستہ پر ہدایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں کہ ابھی تک شادی نہیں ہوئی، کوئی عورت اس کے نکاح میں نہیں، تو اس کلام یا تحریر کی وجہ سے اس کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔

تنبیہ: دونو جوان کا ایک بستر پر سونا ٹھیک نہیں ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

(۱) ”رجل قال: إن فعلت كذا، فامرأته طالق، وليس له امرأة، فتزوج امرأة ثم فعل ذلك، لا يحنث في يمينه“۔ (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۵۱۱، کتاب الطلاق، باب التعليق، مسائل تعليق الطلاق بالتزوج، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى البزازية: ۲/۵۷۵، كتاب الأيمان، الثالث في المتفرقات، رشیدیہ)

(و كذا في المبسوط للسرخسی: ۶/۸۱، كتاب الطلاق، باب من الطلاق، مكتبه حبيبيه)

(۲) ”عن عبد الرحمن بن أبي سعيد الخدري عن أبيه رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ”لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل، ولا المرأة إلى عورة المرأة، ولا يفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد، ولا تفضي المرأة إلى المرأة في الثوب الواحد“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۱۵۴، كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، قدیمی)

سالی کو طلاق

سوال [۶۰۳۱]: چه میفرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسئله: صورتش ایس که زید در حاضران مجلس زوجہ خود را که نامش ہندہ بود مخفی داشتہ اخت ہندہ را کہ نامش میمونہ بود، بعلت نکاح ثانی مجبور شدہ، میمونہ را زوجہ خود قرار دادہ، بطور حیلہ سازی سہ طلاق داد، زیرا کہ اگر زوجہ اول را طلاق نہدہ، وی وخویش واقربائے عروسہ ثانی ناراض و ممتنع گردیدند. بعد او اظهار نماید: زوجہ من ہندہ است میمونہ نیست. پس درین صورت ہندہ مطلقہ شد، یا نہ؟ بینوا توجروا.
راقم الحروف مولوی مجیب الحق نواکھالی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ را نہ خطاب کردہ، و نہ بسوئی او اشارہ نمودہ، و نہ نامش بُردہ، و نہ بر سبیل طلاق زوجہ و منکوحہ خود را طلاق دادہ است، بلکہ خواہر زوجہ اش را کہ میمونہ است، زوجہ خود ظاہر کردہ طلاق دادہ است، خواہ بدین صورت کہ میمونہ را کہ زوجہ من است طلاق دادم، خواہ بسویش اشارہ نمودہ گفت کہ این را طلاق دادم. پس در ہمہ صورتہائے مذکورہ نہ بر ہندہ طلاق واقع شدہ است، و نہ بر میمونہ، زیرا کہ ہندہ را خطاب نکردہ است، و نہ بھیچ وجہ نسبت طلاق بدو کرد، و میمونہ منکوحہ اش نیست، البتہ میمونہ را منکوحہ خود ظاہر کردن بدروغ است، و بزہ وی بر

= "ولايجوز للرجل مضاجعة الرجل وإن كان كل واحد منهما في جانب من الفراش". (الدر المختار). "(قوله: مضاجعة الرجل): أي في ثوب واحد لا حاجز بينهما..... وهل المراد أن يلتقيا في ثوب واحد أو يكون أحدهما في ثوب دون الآخر، والظاهر الأول، يؤيده ما نقله عن مجمع البحار: أي متجردين، وإن كان بينهما حائل، فيكره تنزيهاً". (رد المختار: ۳۸۲/۲، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، سعيد)

(و کذا فی فتح القدیر: ۵۲/۱۰، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاستبراء وغيرہ، مصطفى البابی الحلبي مصر)

گردن او:

”ومحلہ المنکوحۃ..... وأہلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ. صریحہ ما لم یستعمل إلا فیہ، کطلقتک وأنت طالق، و مطلقۃ، قید بخطابہا؛ لأنه لو قال: إن خرجت یقع الطلاق، أو لا تخرجی إلا بإذنی، فإنی حلفت بالطلاق، فخرجت، لم یقع، لتركہ الإضافة إلیہا، اھ.“
در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۱/ ذی الحجہ/ ۱۴۵۷ھ۔

(۱) (الدر المختار: ۳/ ۲۳۰، ۲۳۷، ۲۳۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

”و لو قال: امرأته الحبشية طالق، و لا نية له فی طلاق امرأته، و امرأته ليست بحبشية لا يقع علیہا، و علی هذا إذا سمي بغير اسمها، و لا نية له فی طلاق امرأته.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۵۸، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۳/ ۲۸۲، إيقاع الطلاق بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

ترجمہ: علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے حاضرین مجلس کے سامنے اپنی بیوی کو جس کا نام ہندہ ہے مخفی رکھ کر ہندہ کی بہن کو۔ جس کا نام میمونہ ہے۔ نکاح ثانی کی وجہ سے مجبور ہو کر میمونہ کو اپنی بیوی قرار دیکر حیلہ سازی کے طریقہ پر طلاق دی، اس لئے کہ وہ اگر اپنی اول بیوی کو طلاق نہ دیتا، دوسری بیوی کے حویش و اقرباء ناراض اور شادی سے منکر ہو جاتے۔

اس کے بعد وہ (شوہر) اظہار کرتا ہے کہ میری بیوی ہندہ ہے میمونہ نہیں، بس اس صورت میں ہندہ مطلقہ ہوئی یا نہیں؟

ترجمہ جواب: ”اگر ہندہ کو نہ خطاب کیا اور نہ اس کی طرف اشارہ، نہ اس کا نام لیا، نہ طلاق کے طریقہ پر اپنی

بیوی اور منکوحہ کو طلاق دی، بلکہ اپنی بیوی کی بہن کو جو کہ میمونہ ہے اپنی بیوی ظاہر کر کے طلاق دی ہے، خواہ اس صورت سے کہ میمونہ کو جو کہ میری بیوی ہے میں نے طلاق دی، یا اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو میں نے طلاق دی۔

پس مذکورہ تمام صورتوں میں نہ ہندہ پر طلاق واقع ہوگی اور نہ میمونہ پر، اس لئے کہ نہ ہندہ کو خطاب کیا، نہ کسی طریقہ پر

اس کی طرف طلاق کی نسبت کی اور میمونہ اس کی منکوحہ نہیں، البتہ میمونہ کو اپنی منکوحہ ظاہر کرنا جھوٹ ہے اور اس کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔

ماں کو طلاق اور ظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ

سوال [۶۰۳۲]:۱۔ زید حالتِ مرض میں ہے، اس کی ماں اس کے پاس ترکاری پکا کر لائی، چوں کہ ترکاری موافق مزاج کے نہیں ہوئی، ماں کو گالی دینے لگا، ماں نے جواب دیا کہ اپنی زوجہ حسینہ کو بلا کر اچھی ترکاری پکا کر کھاؤ، زید نے اس کے جواب میں کہا: ”تجھ کو تین طلاق ہے“ یعنی طلاق کی اضافت ماں کی طرف کی۔ اس اضافت میں اس کی زوجہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہو تو جواب بحوالہ کتب دیں۔

.....۲۔ فقہاء رحمہم اللہ کا قاعدہ صریح ہے کہ ظاہر الروایۃ ہوتے ہوئے دوسری روایت پر فتویٰ نہیں ہوگا، پھر اس کے خلاف اکثر مسائل میں کیوں فتویٰ دیا جاتا ہے؟ بینوا تو جروا۔

بندہ نور محمد غفرلہ الصمد بر سپال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

.....۱۔ نہ زوجہ کو خطاب کیا، نہ اس کی طرف اشارہ کیا، نہ نام لیا، نہ ضمیر راجع کی غرض کسی طرح بھی طلاق کی اضافت اپنی منکوحہ کی طرف نہیں بلکہ غیر منکوحہ کو خطاب کر کے طلاق دی ہے، پس شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی: ”ومحلہ المنکوحۃ صریحہ مالم يستعمل إلا فیہ کطلقتک، وأنت طالق، و مطلقة بالتشديد، قيد بخطابها؛ لأنه لو قال: إن خرجت يقع الطلاق، أولا تخرجی إلا بإذنی فإنی حلفت بالطلاق فخرجت، لم يقع لتركه الإضافة إليها“۔ درمختار۔ قال فی ردالمحتار: ”أی المعنویۃ، فإنها الشرط، والخطاب من الإضافة المعنویۃ، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، وكذا نحو: امرأتی طالق، وزینب طالق“۔ شامی: ۶۶۳/۲ (۱)۔

.....۲۔ اس کے خلاف کرنے کی بھی فقہاء نے تصریح کی ہے، اصل یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو قول

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۴۷، ۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: سن بوش، سعید)

”لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلثاً، وقال: لم أعن امرأتی، یصدق“۔ (رد المحتار:

۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۴۶۵، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیۃ: ۳/۲۸۰، ۲۸۱، کتاب الطلاق، نوع آخر بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

ہوں تو ان میں سے کسی کو اختیار کرنے کے لئے وجہ ترجیح کی ضرورت ہے اور وجوہ ترجیح مختلف ہیں، اسی طرح ان کے الفاظ بھی مختلف ہیں اگر کسی ایک قول کی فقہاء نے صراحۃً ترجیح بیان کر دی ہو تو وہ دوسرے قول پر مقدم ہوگا اگرچہ وہ دوسرا قول ظاہر روایت ہی کیوں نہ ہو، اگر دونوں میں سے کسی ایک کو صراحۃً ترجیح نہیں اور ایک ان میں ظاہر الروایۃ ہے تو یہ ظاہر الروایۃ ہونا بھی اس کے لئے مرجح ہوگا۔ شرح عقود رسم المفتی میں ہے:

وإن تجد تصحيح قولين ورد
إلا إذا كان صحيحاً وأصح
أو كان في المتن أو قول الإمام
قال به أو كان الاستحسانا
أو كان ذا أوفق للزمان
هذا إذا تعارض التصحيح
فتأخذ الذي له مرجح
فاختر لما شئت، فكل معتمد
أو قيل: ذایفتی به، فقد رجح
أو ظاهر المروی أو جلّ العظام
أو زاد للأوقاف نفعاً باناً
أو كان ذا أوضح فی البرهان
أو لم یکن أصلاً به تصریح
مما علمته، فهذا الأوضح

شرح المنظومة المسماة بعقود رسم المفتی، مجموعة رسائل ابن عابدين، ص:

۳۹ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۲/رجب/۵۷ھ۔

برخوردار کو طلاق

سوال [۶۰۳۳]: شوہر نے بیوی کو مندرجہ ذیل پرچہ لکھ کر بھیج دیا، بیوی اپنے میکے میں ہے اور اس

کے ایک بچہ بھی ہے:

”برخوردار، نور چشم راحت جان طول عمرہ!

بعد دعائے درازی عمر کے معلوم ہو کہ میں نے تم کو طلاق دی ہے، جس جگہ رہو

خوش رہو۔ نہیں معلوم تو اب سن لو کہ ہم نے اپنے قلم سے تم کو اجازت دی بعد عدت پوری

ہونے پر تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو، ہماری طرف سے تم آزاد ہو۔
براہ کرم حکم شرع سے مطلع فرمائیں کہ مذکورہ بالا الفاظ کی وجہ سے اس شخص کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق بیوی کو دی جایا کرتی ہے، برخوردار کو نہیں دی جاتی۔ یہ پرچہ برخوردار کے نام ہے، اس کی وجہ سے اس لکھنے والے کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۱۳۹۵ھ۔

بیوی کا شوہر کو طلاق دینا

سوال [۶۰۳۲]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعد صحبت میاں میں کسی بات پر ناراضگی ہوگئی، بیوی نے اپنے خاوند کو جواب دیا کہ اگر تو آئندہ مجھ سے صحبت کرے گا، حرام کاری کرے گا یعنی تیرا آئندہ صحبت کرنا حرام کاری ہوگا۔ جواب بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، طلاق دینے کا حق مرد کو ہے: ”و محلہ المنکوحۃ، و اہلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ، اھ۔“ درمختار: ۲/۶۴۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۶ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ذیقعدہ/۵۶ھ۔

(۱) ”و محلہ المنکوحۃ“۔ (الدر المختار) ”(قوله: و محلہ المنکوحۃ): أى ولو معتدة عن طلاق رجعی أو بائن غیر ثلاث فی حرۃ، وثنتين فی آمة“۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۲۳۰/۳، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۳/۴۱۴، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق: ۲/۳۱۰، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید) =

شوہر کا قول ”مجھے طلاق ہے“ کا حکم

سوال [۶۰۳۵]: زید کا نکاح زرینہ نامی عورت سے ۱۹۶۵ء میں ہوا، لیکن ابھی شادی کی رسم انجام نہ پائی کہ زید نے یہ الفاظ کہے: ”مجھے طلاق ہے، اگر میں جوا کھیلوں۔“

اس کے چند ماہ بعد زید کو جوا کھیلنے ہوئے پایا گیا۔ اب زید کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ابھی تک میاں بیوی میں تنہائی نہیں ہوئی تو جوا کھیلنے کی وجہ سے شرط کے موافق طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)۔ اب طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: مگر مدار عرف ہے۔ بندہ نظام الدین غفرلہ، ۲۷/۱/۱۳۸۶ھ۔

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۲۸، ۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۵۴، ۳۵۵، کتاب الطلاق، من یقع طلاقه و من لا یقع، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲/۲۱۳، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۱) ”وقد تعورف فی عرفنا الحلف بالطلاق ”یلزمنی لا أفعل کذا“ یرید: ”إن فعلته، لزم الطلاق ووقع“ فیجب أن یجرى علیهم؛ لأنه صار بمنزلة قوله: إن فعلت فانت کذا“۔ (النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق الصریح: ۲/۳۲۲، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۴۴۰، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۳/۲۵۳، سعید)

(۲) ”إذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یتصل به:

۱/۴۷۲، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۰، رشیدیہ)

دل میں طلاق دینے کا حکم

سوال [۶۰۳۶]: زید نے اپنے ہی آپ کو اپنے دل میں بغیر حرکت کرنے زبان کے کہا کہ تو نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی، اس کے جواب میں زید ہی نے کہا کہ ”ہاں“! اور اس ہاں کو سن بھی لیا، پس صرف ہاں کے سن لینے سے بکر کہتا ہے کہ طلاق ہو گئی اگرچہ طلاق کو زبان سے نہ کہا ہو اور خالد کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوگی جب تک کہ زبان سے نہ کہے۔ ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالد کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ وقوع طلاق کے لئے صرف نیت کافی نہیں بلکہ زبان سے کہنا شرط ہے اور صورت مسئلہ میں لفظ طلاق کا تلفظ نہیں کیا، لہذا طلاق واقع نہ ہوگی۔

”لو أجرى الطلاق على قلبه، و حرك لسانه من غير تلفظ يُسمع، لا يقع، اه“۔ مراقی الفلاح (۱)۔ والبسط في رد المحتار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۳/صفر/۵۷ھ۔

بیوی کو میکے پہونچانا طلاق نہیں

سوال [۶۰۳۷]: ایک شخص اپنی بیوی کو چھوڑنے کی نیت سے گاڑی میں سوار کر کے اپنے خسر یعنی بیوی کے والدین کے گاؤں کے نزدیک ہی چھوڑ آیا اور زیورات و پارجات لے کر وہ عورت خود گھر چلی گئی، اس کو

(۱) (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شرط الصلوة، قدیمی)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله عز وجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل، أو تتكلم به“۔ (الصحيح لمسلم: ۷۸/۱، کتاب الإیمان، قدیمی)

”و ركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية (الدر المختار) و به ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاه ثلاثاً أحجار ينوي الطلاق، و لم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كنايةً، لا يقع عليه“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

چھ سال ہو گئے ہیں۔ اس شخص نے دوسرے نکاح کی بھی جستجو کی، لیکن نہیں ہوسکا، پھر مجبوراً وہ اس عورت کی طرف رجوع ہوا۔ اب وہ عورت اس کی بیوی رہی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صراحۃً یا کنایۃً طلاق نہیں دی تو وہ عورت بدستور اس کی بیوی ہے، محض دل میں نیت کر کے بیوی کو اس کے والدین کے گھر پہنچانے اور نکاحِ ثانی کی جستجو کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۵/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم ۲۴/جمادی الاولیٰ/۵۷ھ۔

دل میں طلاق دینے کی نیت سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۳۸]: زید ایک گناہ میں مبتلا ہے، اس نے اس گناہ کو چھوڑنے کی بہت کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوا۔ اس نے یہ سوچ کر کہ یہ گناہ اس طرح چھوٹ جائے گا، یہ شرط اپنے دل میں لگائی کہ ”اگر میں دوبارہ اس گناہ کو کروں گا تو میری گھر والی کو طلاق“ یہ دل میں طے کر لیا، یہ تشریح نہیں کی کہ طلاق بائنہ یا رجعی یا مغلظہ۔ اب پھر زید سے وہ گناہ ہو گیا تو کیا اس طرح طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف دل میں طے کیا تھا، زبان سے نہیں کہا تو کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ اگر زبان سے بھی کہہ دیا

(۱) ”ورکنہ لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالةً علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة“۔ (الدر المختار)۔

”وبہ ظہر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاه ثلاثاً أحجار ينوی الطلاق، ولم يذكر لفظاً لا صریحاً ولا

کنایةً، لا يقع علیه“۔ (رد المحتار علی الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۲۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن اللہ عز وجل تجاوز

لأمتی عما حدثت بہ أنفسہا ما لم تعمل أو تتکلم بہ“۔ (الصحيح لمسلم: ۱/۷۸، کتاب الإیمان، قدیمی) =

تھا تو ایک طلاق رجعی ہوگئی (۱)۔ پھر اگر تین ماہواری گزرنے سے پہلے تعلق زوجیت قائم کر لیا تو رجعت بھی ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۶/۹۳ھ۔

جی میں گزرا کہ ”اگر فلاں سورت پڑھوں تو طلاق“ کا حکم

سوال [۶۰۳۹]: میں نماز میں تھا نماز ہی میں شیطان نے وسوسہ سے اچانک دل سے گزار دیا کہ فلاں سورت کو پڑھوں گا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس سورت کو پڑھنے سے رُکارہا کہ طلاق کا خیال بالکل اتر گیا، اس سورت کو پڑھ لیا، بعد میں اوپر کی لکھی ہوئی بات یاد آگئی، اب میرے دل کو کھٹکا ہے کہ طلاق تو واقع نہ ہوگی۔ شیطانی وسوسہ یک بیک دل میں ہونے کے بعد اہلیہ کو دو حیض ہو گیا ہے، تیسرے حیض کا انتظار ہے۔ طلاق ہوگی کہ نہیں؟

= ”لو أجرى الطلاق على قلبه وحرک لسانه من غير تلفظ يُسمع، لا يقع“۔ (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قدیمی)

”ورکنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاها ثلاثة أحجار ينوى الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۳۰، سعيد)

(۱) ”وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً، مثل أن يقول لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق“۔ (الفتاوى العالمگیریة، كتاب الطلاق، الفصل الثالث في تعليق الطلاق بكلمة إن وإذا وغيرهما: ۱/۴۲۰، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب التعليق: ۳/۱۰۹، ۱۱۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۳۴۴، باب التعليق، سعيد)

(۲) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض“۔ (الفتاوى العالمگیریة، الباب السادس في الرجعة الخ: ۱/۴۷۰، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۳۹۸، باب الرجعة، سعيد)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب الرجعة: ۳/۱۴۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض ایسا وسوسہ آنے کے بعد اس سورت کے پڑھنے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، بے فکر رہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۱۳۹۱ھ۔

چوٹی کاٹنے اور منہ کالا کرنے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۴۰]: حمید خان کی بیوی برائی کا کام کرتی تھی، شروع میں حمید خان نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا اور آدمیوں سے سودا بھی کیا، یہ گھر سے بھاگنے کے لئے بھی تیار تھی، اس سے حمید خان نے اپنی عورت کی چوٹی کاٹ کر اور منہ کالا کر کے گاؤں سے نکال کر بھنگی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہو گیا تھا، ایک آدمی نے اس کو دھمکا دیا اس نے نہیں پکڑا۔ وہ عورت غیر آدمی کے پاس رہنے لگی، اس شخص نے تین مہینہ دس دن کی عدت پوری کر کے نکاح کر لیا اور حمید خان نے اپنی شادی دوسری کر لی، وہ عورت بھی اس کی بھاگ گئی جو پہلی تھی جس نے نکاح کر لیا تھا، پھر اس عورت سے بات چیت شروع کر دی۔ حمید خان کی عورت نے جس سے نکاح کیا تھا اس کے گھر کا سامان لے کر حمید خان کے گھر چلی گئی، اس عورت کو چھ ماہ کا حمل بھی ہے، یہ عورت نکاح کر کے اس آدمی کے پاس دس مہینہ رہی اس کا سوچ کر جواب تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حمید خان کی بیوی اگر بُرے کام کرتی تھی تو اس کی اصلاح کرنی چاہئے تھی (۲)، اس کو بیچنا، یا چوٹی

(۱) ”لو أجرى الطلاق على قلبه وحرّك لسانه من غير تلفظ يُسمع، لا يقع“۔ (مراقی الفلاح شرح نور الإيضاح، ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قدیمی)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله عز وجل تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتكلم به“۔ (الصحيح لمسلم: ۷/۸، کتاب الإیمان، قدیمی)

”وركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية“۔ (رد المحتار مع الدر لمختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) ”قال الله تعالى: ﴿وَالَّذِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ﴾ يعني خوفوهن بالله وبعقابه. و قوله تعالى: =

کاٹ کر منہ کالا کر کے بھنگی کے ہاتھ میں دینا اس کا علاج نہیں، بلکہ ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ پھر اس عورت کا غیر آدمی سے تعلق کر لینا اور بغیر شوہر سے طلاق لئے ہوئے تین مہینہ دس دن بعد دوسری جگہ نکاح کر لینا بھی ناجائز ہے، وہ نکاح بھی صحیح نہیں ہوا (۱)۔

اب جب کہ حمید خان کی دوسری عورت بھاگ گئی اور پہلی عورت اس کے پاس آنا چاہتی ہے اور حمید خان اس کو رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے کیونکہ اس کا نکاح تو باقی ہے، لیکن یہ عورت دوسرے آدمی کا سامان بلا اجازت اگر لانا چاہے تو اس کا سامان نہ لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۲/۸۸ھ۔

بیوی کو کنویں میں دھکا دینے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۴]: زید اپنی بیوی کے پاس سسرال میں آیا، تین دن بعد بیوی سے کہا کہ تم سے ضروری بات علیحدگی میں کرنی ہے، تم فلاں کنویں پر مجھے ملنا۔ ہندہ وہاں چلی گئی، ابھی بیٹھی ہی تھی کہ زید نے بیوی کو کنویں میں دھکا دے دیا اور وہاں سے چلا گیا۔ پھر لوگوں نے نکالا اور اس نے واقعہ بیان کیا۔ اب ہندہ جانے کو تیار نہیں ہے، نہ زید طلاق دیتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح باقی ہے یا نہیں، جب کہ اس نے اپنے سے ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے دھکا دیا تھا؟

= ﴿واھجروھن فی المضاجع﴾ قال ابن عباس و عكرمة والضحاك والسدي: هجر الكلام. وقال سعيد بن جبیر: هجر الجماع. وقال مجاهد: هجر المضاجعة. وقوله: ﴿واضربوھن﴾ قال ابن عباس: إذا أطاعته فی المضجع فليس له أن يضربها. وقال مجاهد: إذا نشزت عن فراشه، يقول لها: اتقى الله وارجعی. (أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۶۸، سورة النساء، باب النهی عن النشوز، قديمی)

(۱) ”أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا یوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم یعتقد أصلاً.“ (رد المحتار: ۳/۵۱۶، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب عدة المنكوحة فاسداً و الموطوءة بشبهة، سعيد)

(و كذا فی التاتار خانية: ۳/۱۱، كتاب النكاح، نكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی اس ظالمانہ حرکت کے باوجود نکاح ختم نہیں ہوا بلکہ نکاح باقی ہے (۱)۔ اب اگر وہ نہ لے جا کر آباد کرتا ہے نہ طلاق دے کر آزاد کرتا ہے تو کم از کم تین معزز دیندار مسلمانوں کی شرعی کمیٹی بنالی جائے جس میں ایک معاملہ شناس معتبر عالم بھی شریک رہے۔ اس کمیٹی میں ہندہ درخواست دے کہ زید میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا اور اس کا مجھ پر یہ ظلم ہے۔ شرعی کمیٹی جملہ امور کی تحقیق کر کے زید کو بلا کر کہے کہ یہ تمہاری بیوی کی درخواست ہے، تم ظلم سے باز آؤ اور بیوی کو شریفانہ طریقے پر آباد کرو، یا اس کو طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس پر اگر زید نے کچھ نہ کہا تو شرعی کمیٹی خود تفریق کر دے، اس کے بعد عدت تین ماہواری گزار کر ہندہ کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہو جائے گی۔ رسالہ الحیلۃ الناجزۃ سامنے رکھ کر اس کے مطابق شرعی کمیٹی سب کا رروائی کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۲/۹۵ھ۔

دوسرے کی بیوی کو طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۴۲]: میرے ایک دوست نے اپنی طرف سے میرے بغیر مشورہ و آگہی کے اخبار میں

(۱) ”(هو)..... (رفع قيد النكاح في الحال) بالبائن (أو المآل) بالرجعی بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق“۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق: ۳/۲۲۷، سعید)

(و كذا في النهر الفائق، کتاب الطلاق: ۲/۳۰۹، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الطلاق: ۱/۳۴۸، رشیدیہ)

(۲) ”زوجة متعنت كواول تو یہ لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کر لے، لیکن اگر باوجود سعی کے کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ اور اگر عورت کا صحیح دعویٰ ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو، طلاق واقع کر دے، اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں“۔ (الحیلۃ الناجزۃ، ص: ۳۷، زوجہ متعنت، دارالاشاعت کراچی)

یہ شائع کرادیا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے“۔ بعد میں جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس کی تردید کی کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ ہی مہر ادا کیا ہے۔ تو کیا اس کی ذمہ داری شرعاً مجھ پر ہوگی کہ میری بیوی کو طلاق پڑ گئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ کے دوست نے بغیر آپ کے مشورہ و علم کے طلاق نامہ شائع کرادیا اور آپ نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ اس کی تردید کر دی ہے تو اس طلاق نامہ کی وجہ سے آپ کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، بالکل بے فکر رہیں، آپ کا نکاح بدستور قائم ہے: ”کل کتاب لم یکتبه بخطه، ولم یمل بنفسه، لا يقع الطلاق ما لم یقرّ أنه کتابه“۔ ردالمحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۸۹ھ۔

”طلاق دے دو“ کے جواب میں ”کب کی دے دی“

سوال [۶۰۴۳]: زید کی بیوی جھگڑا کر کے مدت ہوئی اپنے میکہ چلی گئی، زید اس کی وجہ سے افسردہ خاطر رہتا ہے، زید نے دو تین بار طلاق دینے کا بھی اظہار کیا ہے۔ زید ایک بار اپنے دوست عمر کے پاس آیا، عمر نے زید کو پریشان دیکھ کر کہا: بھئی! ایسے پریشان ہو رہے ہو تو بیوی کو طلاق دے دو۔ زید نے کہا ”کب کی دے دی ہے؟“ عمر نے ٹوکا: ایسے الفاظ کہتے ہو تو مطلقہ ہو جائے گی، میں تحقیق کروں گا۔ زید نے کہا نہیں نہیں، اس سے طلاق نہ ہوگی۔

یہ بات مد نظر رہے کہ زید نے اپنی بیوی کو اس مجلس سے پیشتر طلاق نہیں دی ہے، اور عمر کے سامنے صراحتہً جھوٹ بولا تھا، اس کا ثبوت اس کے قول سے بھی ہو رہا ہے۔ تو زید کے اس قول سے طلاق ہو گئی یا نہیں، اگر ہو گئی تو کون سی؟ زید کی اس بات کو سننے والا صرف ایک شخص عمر ہے، وہ کیا کرے؟ زید تو اپنے خیال پر قائم ہے کہ طلاق نہیں ہوئی ہے۔

(۱) (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس، الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتاریخانیۃ: ۳/۳۸۰، إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے اس (جھوٹے) اقرار سے بھی طلاق رجعی واقع ہوگئی (۱)، تین ماہواری گزرنے سے پہلے پہلے اس کو حق ہے کہ رجعت کر لے۔ عمر وغیرہ کے سامنے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی (۲)، اگر تین ماہواری گزر چکی ہو تو بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۱۳۹۴ھ۔

نسبت بدل کر طلاق دینا

سوال [۶۰۴۴]: عبدالعزیز نے اپنی بیوی کو حالت غصہ میں اس طرح طلاق دیا: ”بدھو کی نانی! تیرا تینوں طلاق اپنی ہاتھی لے کر جا“۔ بدھو عبدالعزیز کی بیوی کے باپ کا نام ہے، اصل اس کا نام عبدالخالق ہے۔ کیا ایسی صورت میں عبدالعزیز کی بیوی زوجیت سے ختم ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوئی تو عدم

(۱) ”لو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لادیانة“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی الإكراه علی التوكیل بالطلاق: ۳/۲۳۶، سعید)

”أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالک للإيقاع غير مالک للاستناد“۔ (المبسوط للسرخسی: ۳/۱۰۹، باب الطلاق، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

(۲) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السادس فی الرجعة وفيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱۰/۴۷۰، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۱/۴۳۲، ۴۳۳، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی حکم الطلاق: ۳/۳۸۷، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۷۲، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وقوع طلاق کی دلیل ضرور قلم بند کی جائے، اگر واقع ہوگئی تو کس دلیل سے؟ امید ہے کہ جواب شافی سے نوازا جاؤں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سوال تقریباً پانچ سال سے گشت کر رہا ہے اور دونوں قسم کے جواب اس پر دیئے گئے ہیں، مگر افسوس سائل کو تشفی نہیں ہوئی، شافی مطلق ہی شفا دے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کا نام بدل کر یا نسبت بدل کر طلاق دے، مثلاً اس کی بیوی کا نام فاطمہ ہے اور وہ عائشہ کو طلاق دے، یا زید کی ماں یا زید کی بہن یا زید کی بیٹی کو طلاق دے حالانکہ اس کی بیوی زید کی ماں یا بہن یا بیٹی نہیں ہے تو اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوگی: ”و کذا لو نسبها إلى أمها، أو أختها، أو ولدها و هي كذلك، ولو حلف: إن خرج من المصر فامرأته عائشة كذا، واسمها فاطمة، لا تطلق إذا خرج.“ شامی: ۲/۴۶۰ (۱)۔

مشرکین قریش حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”مذمم“ کہہ کر برا کہتے تھے، اس پر ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی گالی اور لعنت سے کیسا بچا لیا کہ وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور میں تو مذمم نہیں ہوں میں تو محمد ہوں:

”وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ألا تعجبون كيف يصرف الله عنه شتم قریش ولعنهم، يشتمون مذمماً ويلعنون مذمماً، وأنا محمد.“ رواه البخاری۔ مشکوٰۃ شریف، باب أسماء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصفاته (۲)۔

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۹۲، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۸، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۳/۲۸۲، إيقاع الطلاق بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (مشکوٰۃ المصابیح: ۲/۵۱۵، قدیمی)

(وصحیح البخاری: ۱/۵۰۱، باب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قدیمی)

بعض احباب اہل علم نے بتایا کہ ہمارے اطراف میں بیوی کو اس طرح بھی تعبیر کرتے ہیں جس طرح سوال میں مذکور ہے اور یہ بنا برتحقیر و تذلیل ہوتا ہے، اس صورت میں اگر وہاں کا محاورہ ہے، یا شوہر اس طرح بیوی کے لئے بولتا ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی اور نہ رجعت کی گنجائش رہے گی نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت رہے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۴۰۶ھ۔

طلاق بلا اضافت

سوال [۶۰۴۵]: محمد نیاز احمد نے شدتِ غضب کی حالت میں۔ جب کہ اس کے باپ نے بلایا اور وہ سامنے گیا باپ کو دھمکی دینے کے لئے کہا۔ ”ایک طلاق، ایک طلاق“۔ اسی وقت اس کے چچا نے مار پیٹ شروع کی، حالانکہ اس کے باپ نے بھی زود کو بکھا، اس کے بعد نیاز احمد کہتا ہے کہ میرے ہوش اچھی طرح نہیں رہے، شاہدین میں سے دو شاہد کہتے ہیں کہ شدتِ ضرب و کوب شدتِ غضب میں نیاز احمد نے کہا ”تین طلاق“۔ اس کے والد کہتے ہیں کہ اس نے ایک طلاق کہا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا کہا؟ تو اس نے پھر کہا ایک طلاق، میں نے کہا کس کو دیا، اس نے کہا ”تم کو“ پھر کہا: ”تین طلاق“۔ اس وقت نیاز احمد شدتِ غضب میں تھا۔

ایک شاہد محمد مشدود علی کہتا ہے کہ اس واقعہ کی ابتداء میں میں گھر میں تھا، شور غل سن کر نکلے وقت میں نے سنا: تین طلاق، تیسرا شاہد کہتا ہے کہ زوج نے پہلے کہا: ایک طلاق پھر کہا: ایک طلاق، پھر کہا: تین طلاق، لیکن کسی شاہد نے طلاق کو بیوی کی طرف اسناد کرنے کی شہادت نہیں دی اور نہ اس وقت زوج و زوجہ کے مابین جھگڑا ہے، باپ بیٹے کے درمیان جھگڑا ہے، ہاں! ایک گھنٹہ پہلے زوج و زوجہ میں جھگڑا ہوا تھا۔ تو نیاز احمد کی زوجہ پر طلاق

(۱) ”وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزواج آخر، لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن: ۴/۴۰۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، ۹۷، رشیدیہ)

واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نیاز احمد حلفا یہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے الفاظ مذکورہ سوال نہیں کہے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور طلاق کا حکم نہیں کیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

طلاق بغیر اضافت

سوال [۶۰۴۶]: ایک شخص نے بیوی سے صحبت کے لئے کہا، بیوی نے ایام ماہواری کی مجبوری ظاہر کی، اس پر لڑکے نے کہا کہ میرا رشتہ دوسری جگہ ہوتا تھا، لڑکی نے جواب دیا کہ دوسری جگہ کروالیا ہوتا، بطور مذاق باتیں ہوئی ہیں، لڑکے نے فوراً ایک سانس میں متعدد مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ: ”طلاق طلاق طلاق“، اس سے قبل اور مابعد کوئی لفظ نہ تھا، نہ ہی شوہر نے یہ کہا کہ تجھ کو طلاق یا تجھ کو طلاق دی۔ کیا ان الفاظ سے طلاق ہوگئی؟
حاجی رفیق احمد، مظفرنگر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی کے حق میں شوہر لفظ طلاق کہتا ہے تو اس سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے (۲) اگرچہ جملہ

(۱) ”و لا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه، لما في البحر: لو قال: طالق، فقليل له: من عنيت؟ فقال:

امرأتی، طلقت امرأته، و يؤيده ما في البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلثاً، وقال: لم أعن

امرأتی، يصدق“۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

”رجل قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلثاً، وقال: لم أعن به امرأتی، يصدق“۔ (فتاویٰ

قاضی خان: ۱/۴۶۵، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

”طلقت امرأة، أو قال: امرأة طالق، ثم قال: لم أعن امرأتی، يصدق في قوله“۔ (الفتاویٰ

التاتارخانية: ۳/۲۸۰، ۲۸۱ کتاب الطلاق، نوع آخر بطريق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”و لا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه، لما في البحر: لو قال: طالق، فقليل له: من عنيت؟ فقال: =

تامہ (میں نے تجھ کو طلاق) نہ کہا ہو، مگر مطلب اس کا یہی ہوتا ہے۔ تاہم اگر شوہر یہ کہے کہ میں نے طلاق نہیں دی اور لفظ یہ بیری کے حق میں نہیں کہا تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہوگا (۱)۔

تنبیہ: تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت قائم نہیں ہو سکتا (۲)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۸۷ھ۔

ایضاً

سوال [۶۰۴۷]: زید اپنی ساس سے اپنی بڑی سالی کے گھر کی باتیں بتلا رہا تھا کہ ہماری بڑی سالی نے مجھے ایسی خراب باتیں کہی ہیں جو کہ میرے دل کو بری معلوم ہوئیں۔ زید نے کہا کہ اس وجہ سے میں اپنی بیوی کو بغرض تفریح گھومنے نہیں جانے دوں گا، صرف غمی اور شادی کے لئے جانے دوں گا۔ زید کی بیوی نے ضد کی اور کہا کہ میں تو ضرور جاؤں گی۔ بات بڑھ گئی۔ زید کی بیوی نے کہا کہ تمہاری ماں اور چاروں بہنوں کو طلاق ہو جا۔

= امرأتی، طلقت امرأته، ویؤیدہ ما فی البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلثاً، وقال: لم أعن امرأتی، یصدق۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۶۵، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیہ: ۳/۲۸۰، ۲۸۱، کتاب الطلاق، نوع آخر بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”فی کل موضع یصدق الزوج علی نفی النیة، إنما یصدق مع الیمین؛ لأنه أَمِینٌ فی الإخبار عما فی

ضمیرہ، والقول قول الأَمِین مع الیمین۔“ (فتح القدیر: ۴/۷۳، کتاب الطلاق، طلاق قبل الدخول،

مصطفیٰ البابی الحلبي مصر)

(وکذا فی التاتارخانیہ: ۳/۳۲۵، نوع آخر فی بیان حکم الکنايات، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”وأما الطلقات الثلاث فحکمها الأصلی هو زوال الملك وزوال حل المحلیة أيضاً، حتی لا

يجوز له نکاحها قبل التزوج بزواج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح

زوجاً غیره﴾. (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب

العلمیة، بیروت)

اس کے بعد زید نے کہا کہ اگر ہماری بہنیں اپنے شوہر سے بلاوجہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑیں اور طلاق پاویں تو میں ان کو ہرگز رہنے نہ دوں گا۔ اس کے بعد گفتگو بڑھتی گئی۔ زید کی بیوی نے کہا کہ تمہاری عقل تمہارے والد سے بھی بدتر ہے۔ اس پر زید نے کہا کہ ”اگر میرا دماغ میرے والد سے بدتر ہوتا تو میں اپنی بڑی سالی کے یہاں تم کو طلاق دے دیتا، تم چاہے جو بھی کہو میں طلاق ہرگز نہ دوں گا۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زید کی گفتگو بیوی سے تیز تیز ہوئی۔ پھر زید نے غصے سے بے قابو ہو کر حواس باختہ ہو کر، اس کا ہوش و حواس جاتا رہا۔ زید ایک بار کھڑا ہو کر عورت کی طرف منہ نہ کر کے، بلکہ دوسری طرف دیوار کی طرف منہ کر کے زید کی زبان سے ایک بارگی ایک ہی سانس میں صرف لفظ طلاق تین مرتبہ نکل گیا، نہ تو زید نے منہ سے یہ نکلا کہ میں نے تم کو طلاق دی اور نہ ہی زید نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا کہ تم کو طلاق دی۔ اس بات کے بعد زید نے عام لوگوں کے ساتھ رات سسرال میں گزاری صبح کو اپنے گھر چلا گیا۔

اور اس واقعہ کے تیسرے روز اپنی سسرال میں آیا اور طرفین نے دو گواہوں کے سامنے ایک دوسرے کو معاف کر دیا۔ اور چونکہ گھر جانے کا وقت نہیں رہ گیا تھا اس لئے زید نے عام لوگوں کے ساتھ اپنی سسرال میں رات گزاری۔ اب آپ مطلع فرماویں کہ طلاق ہو گئی یا نہیں؟ جب کہ اب زید کا کہنا ہے کہ میں قسم کھا کر حلفیہ کہتا ہوں کہ میری عورت کو طلاق دینے کی نیت نہیں تھی، مجھے اس کا افسوس ہے جو میں نے کہا۔ بہر حال آپ تفصیل سے مطلع فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آدمی طلاق اپنی بیوی ہی کو دیا کرتا ہے، کسی غیر عورت کو یا دیوار وغیرہ کو نہیں دیا کرتا، گفتگو تیز تیز بیوی ہی سے ہوئی، غصہ بیوی ہی کی بات پر آیا۔ اس گفتگو میں زید نے بیوی کے متعلق کہا کہ ”تم چاہے جو بھی کہو، میں طلاق ہرگز نہ دوں گا“ یہ مطلب نہیں تھا کہ دیوار یا کسی اور غیر عورت کو طلاق نہیں دوں گا، بلکہ اپنی بیوی کے متعلق کہا تھا۔ ہر بات کرتے وقت ہر مرتبہ بیوی کا نام لینا، یا تم کہنا، یا اس کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں ہوتا (۱)۔

(۱) ”ولا يلزم كون الإضافة صريحة في كلامه، لما في البحر: لو قال: طالق، فقليل له: من عنيت؟ فقال:

امرأتی، طلقت امرأته“، (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب: ”سن بوش“ يقع به الرجعي: ۲۴۸/۳، سعید)

”رجل قال لامرأته: طالق ولم يسم، وله امرأة معروفة، طلقت امرأته استحساناً“، (التاتارخانيه، =

پھر بیان میں یہ بھی ہے کہ ”زید کا ہوش و حواس جاتا رہا“ جس کا مطلب یہ ہے کہ زید نیت کرنے اور نہ کرنے سے بالکل فارغ تھا۔

پھر یہ کہنا کہ ”اگر میری نیت طلاق دینے کی ہوتی تو میں یہ کہتا میں نے تمہیں طلاق دیا اور اس کے سامنے منہ کر کے کہتا“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش و حواس کی حالت میں طلاق دی ہے اور خوب سمجھ کر طلاق دی ہے۔ مجموعی حالات سے تو ظاہر یہی ہے کہ زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ ہوگئی (۱)، تاہم زید اگر حلف کے ساتھ کہے کہ میں نے تین طلاق کا لفظ اپنی بیوی کے لئے نہیں بولا ہے تو زید کا قول معتبر ہوگا (۲)، مگر معاملہ حلال و حرام کا ہے، خوفِ آخرت کو سامنے رکھ کر حلف کیا جاتا ہے، ایسا نہ ہو کہ آخرت کا عذاب سر پڑے۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

بغیر نام و بغیر اشارہ کے طلاق

سوال [۶۰۴۸]: زید نے اپنی عورت کو زد و کوب کیا جس کی وجہ سے زید اور اس کی ساس کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ زید نے اپنی ساس کو لکھا: ”کیا تو اس کی طلاق لینا چاہتی ہے؟“ ساس نے جواب نفی میں دیا۔ پھر ساس کے ساتھ جھگڑے کے دوران میں مندرجہ بالا الفاظ کے کچھ دیر بعد ساس کو مخاطب کرتے ہوئے زید نے

= إيقاع الطلاق بطريق الإضمار: ۳/۲۸۱، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”ویؤیدہ ما فی البحر: لوقال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتی، یصدق، ویفہم منه أنه لو لم یقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: ”سن بوش“: ۳/۲۴۸، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۸، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار: ۳/۲۸۰، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق: ۱/۴۶۵، رشیدیہ)

(۲) ”فی کل موضع یصدق الزوج علی نفی النیة یصدق مع الیمین“۔ (التاتارخانیہ، کتاب الطلاق،

حکم کنایات: ۳/۳۲۵، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها: ۴/۷۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

کہا: ”طلاق، طلاق، طلاق“۔ نہ زید نے اپنی عورت کا نام لیا، نہ اس کی طرف اشارہ کیا، نہ عورت زید کے سامنے تھی اور نہ اپنی ساس کو لکھا کہ میں نے تیری لڑکی، یا اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ اب شرعاً اس کا حکم مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو ب اپنی عورت کو کیا، اس کی وجہ سے ساس سے جھگڑا ہوا، اسی کی طلاق کے لئے ساس سے دریافت کیا، جس پر ساس نے جواب نفی میں دیا۔ پھر اسی مجلس میں تین دفعہ طلاق طلاق طلاق کہا تو طلاق واقع ہونے پر کیا شبہ رہ گیا، نام لینا یا اشارہ کرنا ضروری نہیں۔ یہ سب قرائن کافی ہیں۔ ویسے بھی طلاق بیوی ہی کو دی جاتی ہے کسی اور کو نہیں دی جاتی:

”لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتی، یصدق، ویفہم منه أنه لو لم یقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها، اه“۔ شامی: ۲/۴۳۰ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۹۱ھ۔

اپنی بیوی دوسرے کو دینے سے طلاق

سوال [۶۰۴۹]: تین آدمیوں نے ایک چوتھے آدمی سے ہنسی کی کہ اگر تو ۳۰ روپے اور تین جوڑے کپڑے لائے تو ہم تینوں اپنی اپنی بیوی تجھے دیدیں گے اور اگر تو ۳۰ روپے اور تین جوڑے کپڑے نہ لایا تو تیرے سے جرمانہ لیا جائے گا اور اگر ہم نہ دیں تو تُو واپس لے لینا۔

اب وہ آدمی کسی طرح ۳۰ روپے اور تین جوڑے کپڑے لے آیا ہے اور ان کو دیدئے، انہوں نے وہ کپڑے اپنی اپنی عورتوں کو پہنا دیئے اور ان کو اس شخص کے ساتھ کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ ہم نے تجھے دے دی،

(۱) (ردالمحتار، باب الصریح، مطلب: ”سن بوش“ يقع به الرجعی: ۳/۲۴۹، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۸، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ، نوع آخر فی الإیقاع بطریق الإضمار: ۳/۲۸۰، ۲۸۱، إدارة القرآن کراچی)

عورتیں بھی بخوشی اس کے ساتھ چلیں۔ گاؤں سے کچھ دور چل کر پیر جلنے کا بہانہ کر کے دو عورتیں اپنے گھر لوٹ آئیں اور اس شخص سے کہا کہ تم گاڑی لے آؤ، بغیر گاڑی کے پیر جلتے ہیں۔

شام کے وقت وہ شخص گاڑی لے آیا اور اس کے ساتھ بہت سے تماشا بین بھی آ گئے، ان تینوں آدمیوں نے اس شخص سے کوئی بہانہ کر کے ٹال دیا۔ اب ان تینوں کا نکاح قائم ہے یا نہیں؟ کچھ آدمی تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ ہم نے عورتیں تجھے دیدیں اور کچھ آدمی یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی عورتیں آزاد کر کے تجھے دیدی۔ جواب مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان تینوں عورتوں کا نکاح اس چوتھے آدمی سے صحیح نہیں ہوا (۱)۔ اور اگر تینوں کے شوہروں نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تم اس مرد سے نکاح کر لو اور اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔ اور اگر یہ کہا ہے ہم نے ان کو آزاد کر دیا اور پھر تجھ سے نکاح کر دیا تو تینوں پر طلاق واقع ہوگئی:

”وبابتغی الأزواج تقع واحدة إن نواها، أو ثنتين أو ثلاث إن نواها، هكذا في شرح الوقاية“۔ عالمگیری: ۱/۳۷۵ (۲)۔ ”بخلاف فارسية قوله: ”سرحتك وهو: رها كردم؛ لأنه

(۱) ”(ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة، كالشهود“۔ (الدر المختار)۔ ”ومثله تزوج الأختين معاً، ونكاح الأخت في عدة الأخت ونكاح المعتدة“۔ (رد المحتار: ۳/۱۳۱، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد)

”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج. سواء كانت العدة عن طلاق، أو وفاة، أو دخول في نكاح فاسد“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۸۰، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشیدیہ)

(و كذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۲۵، كتاب الطلاق، فصل في أحكام العدة، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشیدیہ)

”إذهبي و تزوجي، لا يقع إلا بالنية، وإن نوى فهي واحدة بائنة، وإن نوى الثلاث، فثلاث“۔

(رد المحتار: ۳/۳۱۴، باب الكنايات، مطلب المختلعة والمبانة ليست امرأة من كل وجه، سعيد)

(و كذا في فتح القدير: ۴/۶۴، كتاب الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابي الحلبي مصر)

صار صریحاً فی العرف فإذا قال: رها کردم: أي سرحتك، يقع به الرجعي.“
در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۶/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/جمادی الثانیہ/۶۱ھ۔

تکرار طلاق بنیت تاکید

سوال [۶۰۵]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو جھگڑے اور لڑائی کے درمیان طلاق دی، لفظ طلاق کو بار بار اس نے دہرایا۔ زید کہتا ہے کہ لفظ طلاق کہنے کے وقت جب دوبارہ وسہ بارہ میں نے لفظ طلاق استعمال کیا تو میری نیت لفظ طلاق کی تکرار کی تھی، بصورت تاکید میں نے اس لفظ کو دہرایا تھا۔ مستقل تین طلاق کے ایقاع کی نیت نہیں تھی۔ اس طرح تین طلاق کا تین بار کا عدد پورا ہو گیا۔ مقصود اس کو اس نے ڈرانا تھا اور ان کے ورثاء کو دھمکانا تھا۔

اب ایسی صورت میں جب کہ لفظ طلاق ایک دفعہ میں نے طلاق کی نیت سے استعمال کیا اور اس کے بعد تاکید کی نیت سے استعمال کیا تو اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر نے لفظ طلاق ایک دفعہ کہنے کے بعد اگر بار بار محض تاکید کی نیت سے دہرایا ہے اور خالی الذہن تھا، اور جدید طلاق کی نیت نہ کی تو دیانۃً ایک ہی طلاق ہوئی (۲)۔ لیکن اگر عورت نے خود تین طلاق کو شوہر سے سنا

(۱) (رد المحتار: ۲۹۹/۳، کتاب الطلاق، باب کنایات، سعید)

”لو قال الرجل لامرأته: ”ثراچنگ بازداشتم“ أو ”یله کردم ترا“، أو ”پاکشاده کردم ترا“، فهذا كله طلقته عرفاً..... و كان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله: ”بہشتم“ بالوقوع بلا نية.“ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳/۹۷، الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)

(۲) ”کرر لفظ الطلاق وقع الكل، وإن نوى التأكيد ديناً.“ (الدر المختار، باب طلاق غير المدخول بها:

۲۹۳/۳، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق وإيقاع العدد: ۲۸۸/۳، إدارة القرآن کراچی) =

ہے تو اب اس کے لئے جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے (۱)، بلکہ اس سے علیحدہ رہنے کے لئے ہر ممکن تدبیر کو اختیار کرنا ضروری ہے، خواہ مہر معاف کر کے چھٹکارا حاصل کرے، یا کسی اور طرح (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”تیری لونڈیا کو طلاق“ کا حکم

سوال [۶۰۵۱]: ایک شخص سے اس کے سر اور ساس نے یہ نہیں کہا کہ ہماری لڑکی کو طلاق دے دو، بلکہ یہ کہا کہ ”تیری بہن پر طلاق، تیری ماں پر طلاق“۔ اس لڑکے نے چار بار ”طلاق، طلاق، طلاق، طلاق“ کہا اور آخر میں یہ بھی کہا کہ ”تیری لونڈیا کو طلاق“۔ ساس کی تین لڑکیاں ہیں جو کہ شادی شدہ ہیں، کسی کا نام لے کر نہیں کہا اور نہ دل سے کہا اور نہ طلاق دینے کی نیت تھی۔ کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ تمہاری بہن یا تمہاری ماں پر طلاق، جیسے کہ انہوں نے کہا تھا مگر نام آ گیا لونڈیا کا، اس کے بعد لڑکا خاموش ہو گیا اور اس واقعہ کے دو چار گواہ بھی ہیں۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لفظ سے ”تیری لونڈیا کو طلاق“ ایک طلاق تو ہو ہی گئی اگرچہ اس کے سر کی کئی لڑکیاں ہیں، مگر

= (و كذا في الفتاوى العالمية، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵۶/۱، رشیدیہ)

(۱) ”والمراة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه“۔ (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۲۵۱/۳، سعید)

(و كذا في الفتاوى العالمية، الفصل الأول في الطلاق الصريح: ۳۵۴/۱، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق: ۴۴۸/۳، رشیدیہ)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن خفتن الأيقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۲۹)

”إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسيهما منه بمال يخلعهما به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بئنه ولزمها المال“۔ (الفتاوى العالمية، الباب الثامن في الخلع ومافی حکمہ: ۴۸۸/۱، رشیدیہ)

(و كذا في تبیین الحقائق، باب الخلع: ۱۸۴/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

طلاق اس لونڈیا کو دے سکتا ہے جو اس کے نکاح میں ہے، لہذا بغیر نام لئے بھی اس کی بیوی پر طلاق ہوگئی (۱)۔ اس سے پہلے چار بار طلاق، طلاق، طلاق، طلاق کہا ہے تو اس میں اس نے نہ بیوی کا نام لیا، نہ خطاب کیا، نہ اس کی طرف کسی طرح اشارہ کیا اور وہ قسم کھا کر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے یہ لفظ نہیں کہا تو اس کا قول معتبر ہوگا (۲) ورنہ اس کی بیوی پر طلاق مغلطہ کا حکم ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وتر میں ”نخلع و نترك“ پڑھتے وقت بیوی کی طلاق کا خیال آنا

(مع فتویٰ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب)

سوال [۶۰۵۲]: زید نماز وتر پڑھا رہا تھا جب ان سے دعائے قنوت پڑھی اور ”نخلع و نترك“ پر جب پہونچا تو اس کے دل میں طلاق کا خیال آ گیا اور پہلے سے کوئی ارادہ و نیت نہیں تھی بلکہ یہ بھی کامل یقین کے

(۱) ”لہ بنات ذوات أزواج، قال زوج إحداھن لأبیھن: طلاق علی بنتک، وقع علی امرأته؛ لأنه لا یملک إلا الإیقاع علی امرأته، فانصرف إليها“۔ (الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۷۸، ۱/۷۹، کتاب الطلاق، مسائل الإیقاع بلا قصد وإضافة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۶۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”لوقال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتی، یصدق“۔ (ردالمحتار: ۳/۲۳۸، کتاب الطلاق مطلب: سن بوش، یقع به الرجعی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۴۲، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۵۸، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(۳) ”کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دین“۔ (الدرالمختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۵۵، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

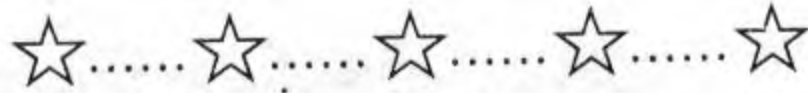
(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۳/۲۸۶، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق وإیقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کہتے وقت بھی نیت تھی یا بعد کہدینے کے ہوئی۔ ”من یفجرک“ کے متعلق یہ ہے کہ زید کی منکوحہ کبھی کبھی نماز چھوڑ دیتی ہے اور کوئی فسق و فجور نہیں کرتی، مگر جس وقت ”نخلع و نترك“ کا قصد ہوا، اس کا شوہر یعنی زید پردیس میں تھا اس کو نہیں معلوم کہ نماز پڑھ رہی تھی اس زمانہ میں یا نہیں؟ غالب گمان ہے کہ پڑھ رہی ہوگی، اس لئے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک میں ہوا اور رمضان میں عموماً لوگ نماز پڑھنے لگتے ہیں، لیکن منکوحہ زید تراویح نہیں پڑھتی ہے ہاں روزہ رکھتی ہے، اور یہ بھی زید اچھی طرح نہیں کہہ سکتا کہ کہتے وقت ارادہ تھا یا خیال اور وسوسہ۔

بہر حال! برائے مہربانی و کرم ایسا جواب جو تمام شقوں کو حاوی و محیط ہو عنایت فرما کر شکر یہ کا موقعہ بخشیں کہ صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہو جائے گی؟ کیا اس طرح نیت معتبر ہے کیا نماز میں اس قسم کی نیت کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً:

محض نیت سے طلاق واقع نہ ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔



(۱) ”عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”إن اللہ تجاوز لأمتی عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتکلم به“۔ (الصحيح لمسلم: ۷۸/۱، کتاب الإیمان، قدیمی)

”و رکنہ لفظ مخصوص، ہو ما جعل دلالة علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة“۔ (الدرالمختار: ۲۳۰/۳، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، سعید)

”لو أجرى الطلاق علی قلبه و حرک لسانه من غیر تلفظ یسمع، لا یقع“۔ (حاشیة الطحطاوی

علی مراقی الفلاح، ص: ۲۱۹، قدیمی)

الفصل الثالث فی طلاق السكران والمجنون

(نشہ اور جنون کی حالت میں طلاق کا بیان)

طلاق سکران

سوال [۶۰۵۳]:۱ اپنی زوجہ کو بحالت نشہ طلاق دیدیا یعنی تین دفعہ اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ ”میں نے تجھ کو طلاق دے دیا“ اور اس حالت میں ایک طلاق نامہ بھی تحریر کر دیتا ہے۔ تو ایسی صورت میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

طلاق سکران جبراً

سوال [۶۰۵۴]:۲ اگر زید کے دوست زید کو محض اس خیال سے شراب پلاتے ہیں کہ وہ بحالت نشہ اس کی بیوی کو جو کہ عرصہ ۷/۸ سال سے اپنے گھر بیٹھی ہے، یعنی اپنے ماں باپ کے یہاں اور وہ نان و نفقہ بھی نہیں دیتا ہے، اس کو شراب پلا کر اس کی بیوی کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں اس کو طلاق دلواتے ہیں اور طلاق نامہ بھی تحریر کر دیتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو کر حرمت مغلظہ ہوگئی: ”و یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرهاً، أو کان الزوج سکران، زائل العقل، فإن طلاقه واقع، اھ۔“ مجمع الأنهر: ۱/۳۸۴ (۱)۔

(۱) (مجمع الأنهر: ۱/۳۸۴، کتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی المحيط البرہانی: ۳/۳۲۸، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه و من لا یقع طلاقه، غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع، رشیدیہ) =

۲..... ایسی صورت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر شرعی اکراہ کر کے یعنی قتل وغیرہ کی دھمکی دے کر شراب پلائی ہے اور زید کو ظن غالب تھا کہ اگر شراب نہ پی تو یہ لوگ واقعہ قتل کر دیں گے، یا بہت زیادہ ماریں گے کہ جس کا میں تحمل نہیں کر سکوں گا تو ایسی صورت میں صحیح قول کی بنا پر طلاق واقع نہیں ہوتی، کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ (۱)، لیکن شراب پلانے والے گناہ گار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

نشہ کی حالت میں طلاق دینا

سوال [۱۰۵۵]: ایک شخص کی عادت کثرت شراب نوشی ہے، اسی حالت میں اپنی زوجہ سے کہتا ہے ”تجھ پر طلاق“۔ یہ واقعہ ایک دفعہ نہیں بلکہ متعدد بار بحالت سکر طلاق دیتا ہے حتیٰ کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ طلاق نامہ بھی لکھوا لیا۔ لوگوں کو اس واقعہ کا اچھی طرح علم ہو گیا کہ زبانی طلاق ذے چکا اور طلاق نامہ بھی تحریر ہو چکا۔ جس وقت وہ نشہ جاتا رہا تو کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، بلکہ جو کچھ ہوا، بے ہوشی کی حالت میں جس کا مجھ کو بالکل علم نہیں۔ تو آیا اس کا ایسی حالت میں طلاق دینا عند الشرع شریف معتبر ہو گا یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

نشہ شراب کی حالت میں اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو واقع ہو جائے گی، لہذا اگر عدت کے اندر اندر تین مرتبہ ایسی نوبت آ چکی ہے تو طلاق مغلطہ واقع ہو گئی: ”طلاق السکران واقع إذا سکر من الخمر أو

= (و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۳۹، کتاب الطلاق، مطلب فی تعریف السکران و حکمہ، سعید)
(۱) ”لو أكره على شرب الخمر، أو شرب الخمر لضرورة، و سکر، و طلق امرأته، اختلفوا فيه، والصحيح أنه كما لا يلزمه الحد، لا يقع طلاقه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، فصل فی من يقع طلاقه وفي من لا يقع طلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۳/۲۵۶، الفصل الثالث: من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق: ۳/۳۷، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

النبيذ، و هو مذهب أصحابنا، كذا في المحيط، اهـ۔ عالمگیری: ۱/۳۵۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

بھنگ کے نشہ میں طلاق

سوال [۶۰۵۶]: میری پان کی دوکان ہے، ایک دن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی غیر مسلم آیا جس سے میری جان پہچان ہے، اس نے مجھ کو بھنگ کا لڈو کھلا دیا جس سے مجھے اس قدر نشہ ہو گیا کہ میں اپنے آپ سے بے قابو ہو گیا۔ کچھ دیر بعد میں گھر گیا، گھر جانے کے بعد آپس میں کہا سنی ہو گئی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ میری پٹائی بھی ہوئی، اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میں اپنے آپ کو آگ بھی لگا سکتا تھا اور کچھ بھی کر سکتا تھا، غرض کہ بہت ہی زیادہ نشہ بڑھ گیا۔

اس وقت جب کہ میری پٹائی ہوئی اور مجھ سے کہا گیا کہ تم کیا چاہتے ہو، اس وقت میرے منہ سے طلاق کا لفظ متعدد بار نکلا جس کا مجھے علم نہیں، لوگوں نے صبح کو مجھے بتایا کہ تم نے اپنی بیوی کو رات طلاق دی ہے اور تین بار سے زائد دی ہے، اس پر میں نے کہا کہ میں نے تو نہ طلاق دی ہے اور نہ دینا چاہتا ہوں، میں تو اپنی بیوی سے پیار کرتا ہوں۔ تو کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہو گئی تو کتنی طلاق پڑی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہ بالکل اسی طرح ہے تو آپ کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، نکاح بدستور باقی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۷/۱۴۰۶ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرہانی: ۳/۳۲۸، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه و من لا یقع طلاقه، غفراریہ کوئٹہ)

(مجمع الأنهر: ۱/۲۸۴، کتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۳۹، کتاب الطلاق، مطلب فی تعریف السكران و حکمہ، سعید)

(۲) ”یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل، و لو عبداً أو مکرهاً، أو سکران۔ والحق التفصیل: و هو إن کان =

شراب اور دوسری حالت میں طلاق

سوال [۶۰۵۷]: زید کے سر میں تھوڑا تھوڑا درد تھا اور اسی حالت میں اس نے تاڑی یا شراب پی لی جس کی وجہ سے سر میں درد یہاں تک پہنچا کہ مدہوش ہو گیا اور اسی حالت میں اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدیا۔ ایسی صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شراب کی وجہ سے مدہوش نہیں ہوا بلکہ دوسری وجہ سے مدہوش ہو کر طلاق دی ہے تو واقع نہیں ہوئی: ”لو شرب فصدع وزال عقله بالصداع، نقول: إنه لا يقع طلاقه“۔ ہدایہ: ۱/۳۳۹ (۱)۔

اور اگر شراب یا تاڑی سے بے ہوش اور مست ہو کر طلاق دی ہے تو وہ واقع ہوگئی: ”وطــــــــــــــــلاق

= للتداوی لم يقع لعدم المعصية، وإن للهو وإدخال الآفة قصدًا، فينبغي أن لا يترد في الوقوع“۔

(الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۵، ۲۴۰، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشيشة والبنج، سعید)

”وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: أنه إن كان يعلم حين يشرب أنه بنج، يقع، وإلا فلا“۔ (تبیین

الحقائق: ۳/۳۷، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیہ: ۳/۲۵۷، کتاب الطلاق، الفصل الثالث من يقع طلاقه و من لا يقع،

إدارة القرآن کراچی)

(۱) (الهدایة: ۲/۳۵۹، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مکتبہ شركة علمیه ملتان)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۰، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشيشة والأفیون

الخ، سعید)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۵۷، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی بیان من يقع طلاقه و من لا

يقع، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن: ۲/۲۱۴، دارالکتب

العلمیة، بیروت)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، فصل فیمن يقع طلاقه و فی من لا يقع طلاقه:

۱/۳۵۳، رشیدیہ)

السكران واقع إذا سكر من الخمر أو النبيذ، وهو مذهب أصحابنا، كذا في المحيط،
ومن سكر من البنج يقع طلاقه، ويحد لفشو هذا الفعل بين الناس، وعليه الفتوى في زماننا.
عالمگیری: ۱/۳۱۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
صحیح: عبد اللطیف، ۲/صفر/۵۴ھ۔

شراب کے نشے میں یہ کہنا کہ ”میں نے اپنے بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا“

سوال [۶۰۵۸]: چار آدمیوں نے ایک مکان میں بیٹھ کر شراب پی اور شراب کے نشے میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ میں نے تجھے اپنی بیوی دی، دوسرے نے کہا میں نے تجھے دی۔ صبح کے وقت جب وہ ہوش میں آئے ہیں تو ایک شخص ان میں سے کہتا ہے کہ تم نے آپس میں رات بیویوں کا تبادلہ کیا۔ اور ہر ایک نے لفظ طلاق کا ذکر یوں کیا: ”مجھے طلاق، میں نے اپنی بیوی کو تمہارے حوالہ کیا“ یا یہ کہا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور تمہارے حوالہ کیا“۔

اس کے بعد جب شرابیوں نے یہ بات سنی تو بے چین اور پریشان ہو گئے، تو کہنے والے سے یہ کہا کہ کیا یہ بات صحیح ہے جو تم کہہ رہے ہو، ہم کو تو اس کا کچھ علم نہیں۔ تو کہنے والے نے ان کی بے چینی کو دیکھ کر اپنی بات سے رجوع کر لیا اور کلام کو مذاق پر محمول کیا۔ تو یہ کہنے کی صورت میں ”مجھے طلاق، میں نے اپنی بیوی کو تیرے حوالہ کیا“ کیا حکم ہوگا؟ اور اگر واقعہ انہوں نے طلاق دے دی تھی تو طلاق کا ثبوت دینے والا کوئی نہیں ہے اور انہیں

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن يقع طلاقه و فیمن لا يقع طلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی المحيط البرہانی: ۳/۳۲۸، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی بیان من يقع طلاقه و من لا يقع طلاقه، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۹، کتاب الطلاق، مطلب فی تعریف السكران و حکمہ، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی شرائط الرکن: ۳/۲۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق: ۲/۳۱۹، امدادیہ ملتان)

علم بھی نہیں ہے تو اس صورت میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاً یہ سب لوگ شراب سے توبہ کریں جس کی وجہ سے یہ نحوست آئی اور مستحق لعنت ہوئے (۱)، پھر احتیاطاً اپنی بیوی سے دوگواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب و قبول کر لیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۹۵ھ۔

بخار کی بے ہوشی میں طلاق

سوال [۶۰۵۹]: زید نے اپنی بیوی کو امام جامع مسجد اور چند مستورات کے روبرو تین دفعہ کہہ کر طلاق دے دی اور بیوی کو گھر سے نکال دیا، دریافت کرنے پر طلاق کی وجہ بخار کے بے ہوشی کا عذر بیان کیا، حالانکہ غلط ہے، بیوی کا تایا موجود ہے اس نے بے علمی کی وجہ سے معاملہ کو اہمیت نہیں دی اور کچھ عرصہ لڑکی کو اپنے یہاں رکھ کر زید کے رشتہ داروں کی خواہش پر زید کے یہاں رخصت کر دیا، لہذا حسب ذیل سوالات ہیں:

۱..... واقعہ مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ عورت کو بادلِ نحوست زید کے گھر میں کھینچتے ہوئے رکھنا کیسا ہے؟ اگر لڑکی یا اس کے ورثہ کسی وجہ سے مدعی نہ بنیں تو عورت کی برادری یا غیر برادری کا کوئی شخص اس

(۱) قال الله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ، فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾ (المائدة: ۹۰)

”قال عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”من شرب الخمر، لم تقبل له صلاة أربعين صباحاً، فإن تاب تاب الله عليه.“ (جامع الترمذی: ۸/۲، أبواب الأشرية، سعيد)

”عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ”من شرب الخمر في الدنيا، ثم لم يتب منها، حرمها في الآخرة.“ (المسحیح للبخاری، کتاب الأشرية: ۸۳۶/۲، قدیمی)

(۲) ”وينكح مبانته بمادون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع.“ (الدر المختار: ۴۰۹/۳، باب الرجعة، سعيد)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۱۶۲/۳، باب الرجعة، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و كذا في الفتاوى العالمکیریة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یصل به: ۴۷۲/۱، رشیدیہ)

معاملہ کا مدعی بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید موجودہ صورت میں کس قسم کی سزا کا مستحق ہے؟
سائل: امیر الدین، ٹیچر مسلم ہائی اسکول، انبالہ شہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایسی بے ہوشی تھی کہ عقل ٹھکانے نہیں تھی اور اپنے نفع و نقصان میں تمیز نہیں کر سکتا تھا اور اس سے اس وقت جتنے کام ہوئے وہ بھی سب ایسے ہی خلاف عقل صادر ہوئے اور اپنے ہوش و حواس رکھتے ہوئے اس نے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اور اگر اتنی بے ہوشی اور ایسی حالت نہ تھی تو تین دفعہ طلاق دینے سے مغلط ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے (۲)۔ اس کی بے ہوشی کی حالت کا اندازہ اس وقت کے دوسرے کاموں سے ہو سکتا ہے۔

تین طلاق ہو جانے کی صورت میں عورت کی کسی طرح جبراً یا خوشی سے زید کے گھر رکھنا جائز نہیں اور اس کو اپنے اوپر قابو دینا بالکل ممنوع ہے، جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدہ رہے (۳)۔ زید کو توبہ کرنا اور اس

(۱) ”لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده، والمجنون، والصبي، والمعتوه والمبرسم، والمدهوش“.
(الدر المختار). ”الثانی: أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول، ولا يريد، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله“.
(رد المحتار: ۲۴۴/۳، مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)
(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۱۴/۴، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
(۲) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“.
(الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۶۰۳/۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل المتعلقة بنکاح المحل، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن: ۴۰۳/۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
(و کذا فی البحر الرائق: ۹۴/۴، ۹۷، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)
(۳) ”والمرأة كالقاضي إذا سمعته، أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه“.
(رد المحتار: ۲۵۱/۳، کتاب

الطلاق، باب الصریح، مطلب: الصریح نوعان: رجعی و بائن، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۴۸/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۴۱/۴، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

عورت مطلقہ کو علیحدہ کرنا واجب ہے اور اگر توبہ نہ کرے اور اپنے سے علیحدہ نہ کرے تو برادری کے ذمہ زید پر زور ڈال کر علیحدہ کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/ذی قعدہ/۵۷ھ۔

بے ہوشی کی حالت میں طلاق

سوال [۶۰۶۰]: زید کا کہنا ہے کہ اس کے پاس ایک پری آتی ہے اور بے ہوش کر کے کہتی ہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ چنانچہ اس کے مجبور کرنے پر ایک رات میں نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ ”ایک دو تین، میں نے تم کو طلاق دے دیا، تم جاؤ، اب میں تم کو نہیں رکھوں گا“۔ اب افاقہ کے بعد میں اپنے اس قول پر سخت نادم ہوں اور ایسا کرنے کا مجھ کو بے حد افسوس ہے۔ میری خواہش قطعی نہیں ہے کہ میری بیوی مجھ سے جدا ہو، لیکن مجھے یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ مذکورہ باتیں میں نے اس پری کی موجودگی میں کہی ہیں۔

کیا صورت مذکورہ میں زید کی بیوی مطلقہ ہوگئی، اگر مطلقہ ہوگئی تو کون سی مطلقہ؟ ان حالات کے پیش نظر زید کی بات کو قول مکرہ پر محمول کیا جائے یا قول نائم پر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو چیزیں الگ الگ ہیں: ایک بے ہوشی، دوسری اکراہ۔ بے ہوشی میں جو طلاق دی جائے وہ واقع نہیں ہوتی (۱)، حالت اکراہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہے (۲)۔ پس اگر بقائے ہوش کی حالت میں اس کے

(۱) ”ولا يقع طلاق الصبی وإن کان یعقل، والمجنون والنائم والمبرسم والمغمی علیہ والمدہوش“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لا یقع:

۱/۳۵۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳/۲۳۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیہ، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقہ ومن لا یقع: ۳/۲۵۵، إدارة

القرآن کراچی)

(۲) ”یقع طلاق کل زوج إذا کان بالغاً عاقلاً، سواء کان حراً أو عبداً، طائعاً، أو مکرهاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، =

مجبور کرنے سے بیوی کو اس نے اس طرح کہا ہے کہ ”ایک دو تین، میں نے تم کو طلاق دے دیا، تم جاؤ، اب میں تم کو نہیں رکھوں گا“ تو اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہو گئی (۱)، کیونکہ ایک دو تین کا لفظ آمادگی اور تیاری و پختگی کے لئے کہا جاتا ہے، جیسے نیلامی بولی پر ایک دو تین کہہ کر بولی ختم کر دی جاتی ہے، اور ”میں نے تم کو طلاق دے دی“ سے ایک طلاق رجعی ہوئی، اور ”تم جاؤ، اب میں تم کو نہیں رکھوں گا“ سے اگر اس کا مقصد اس طلاق کے ذریعہ بالکل ہی تعلقِ نکاح کو قطع کرنا ہے تو یہ طلاق رجعی اس لفظ سے بائن ہو گئی (۲)۔ اب طرفین رضامند ہوں تو

= کتاب الطلاق، الباب الأول، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع: ۳۵۳/۱، رشیدیہ

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۴۲۸/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۳۵/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(۱) لفظ ”ایک، دو، تین، تم جاؤ“ کے کہنے سے ایک طلاق کا واقع ہونا حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی رائے ہے، لیکن جامعہ فاروقیہ اور دیگر پاکستانی علمائے کرام کا فتویٰ اس لفظ سے طلاق مغلطہ کے وقوع کا ہے، چنانچہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اس بات سے ثابت ہوا کہ ”أنت الثلاث“ سے وقوع طلاق کو صرف صدر شہید نے مفتی بہ قرار نہیں، بلکہ ابوالقاسم کے سوا سب کا مختار یہی ہے کہ اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ مذاکرہ طلاق یا نیت طلاق ہو تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ صورت سوال میں تین واقع ہو گئیں“۔ (احسن الفتاویٰ، کتاب الطلاق: ۱۷۶/۵، سعید)

”وقوع طلاق میں عرف کا بہت بڑا دخل ہے، اگر کسی جگہ صورت مسئلہ میں درج شدہ الفاظ عرف میں تین طلاق کے لئے استعمال ہوتے ہوں تو وہاں عرف کے مطابق تین طلاق مغلطہ شمار ہوں گی“۔ (فتاویٰ حقانیہ، کتاب الطلاق: ۴۸۴/۴، مکتبہ حقانیہ اکوڑہ خٹک)

”رجل قال لامرأته: ”ترائی“ أو قال: ”تراسه“ قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى: طلقت ثلاثاً“.

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۶۴/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی البزازیة علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱۹۷/۳، کتاب الطلاق، الثانی فی کنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، نوع آخر فی الإیقاع بطریق الإضمار وفی ترک الإضافة وما أشبهما: ۲۷۷/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”رجل طلق امرأته بعد الدخول واحدة، ثم قال بعد ذلك: جعلت تلك التولية بائة، أو جعلتها ثلاثاً، اختلف الروایات فيه، والصحيح أنه على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى تصير باناً أو ثلاثاً“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی، الفصل الثالث فی تشبیہ الطلاق ووصفه: =

دوبارہ نکاح کر لیں، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔

اگر اس کا مقصد اس طلاق کے ذریعہ بالکل ہی تعلقِ نکاح کو ختم کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنے ارادہ کا اظہار مقصود ہے کہ طلاقِ رجعی کے باوجود میرا ارادہ رجعت کا نہیں ہے تو طلاقِ رجعی ہی باقی رہی، بائن نہیں ہوئی، اندرونِ عدت شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے (۲)، بغیر رجعت کے ہی اگر عدت ختم ہو جائے تو تجدیدِ نکاح کی اجازت ہے۔

اگر بے ہوشی کی حالت تھی جیسے سوتا ہوا آدمی بعض دفعہ کچھ بولتا ہے کہ اپنے اختیارِ بیداری سے نہیں بولتا تو کوئی نئی طلاق نہیں ہوتی۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نیم خوابی کی حالت میں طلاق

سوال [۶۰۶۱]: اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے آدھا سوتا ہے، آدھا جاگتا ہے اور اس کے منہ سے طلاق والے الفاظ نکلے تو اس سے کچھ ہوتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی نکلے تو کیا حکم ہے؟ اور اپنی بیوی کے لئے نکلے تو کیا حکم ہے؟

= ۳۷۳/۱، رشیدیہ

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النية فی الکناية: ۲۲۹/۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی ردالمحتار، باب الکنايات: ۳۰۵/۳، سعید)

(۱) ”وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریہ، فصل فیما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۴۷۲/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الرجعة: ۴۰۹/۳، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۱۶۲/۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك

أولم ترض“۔ (الفتاویٰ العالمکیریہ، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة: ۴۷۰/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایة، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۴/۳، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(و کذا فی المبسوط للسرخسی، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۱۶/۶، مکتبہ حبیبہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نیم خوابی کی حالت میں بے اختیار بغیر مطلب سمجھے طلاق کے الفاظ نکلنے سے طلاق نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۰ھ۔

درِ گردہ اور دیگر پریشانیوں کے تاثر سے طلاق اور کیا یہ تاثر جنون ہے؟

سوال [۶۰۶۲]: زید مزاج کا غصہ وراور درِ گردہ کا مریض بھی ہے، ایک دو سال سے مفلس اور غریب ہو گیا ہے۔ اکثر گھریلو معاملات میں بیوی کو طلاق کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ زید کی بیوی نے شوہر کی حالت دیکھتے ہوئے بیٹے سے کہا کہ گھر کا سارا کاروبار تم سنبھال لو، بیٹے نے ویسا ہی کیا۔ زید غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا۔ ان دنوں زید کی بیوی اپنے بیٹے کے گھر تھی۔ زید نے ایک روز اپنی لڑکی سے کہا کہ اگر تمہاری رخصتی کے بعد تمہاری ماں بلانے پر بھی گھر نہ آئی تو اسے طلاق دے کر کہیں چلا جاؤں گا۔

پھر ایک روز زید بیٹے کے گھر گیا اور بیوی سے کہا کہ اگر تم گھر نہیں چلو گی تو تمہارا معاملہ صاف کر دوں گا، کچھ روز بعد پھر بیٹے کے گھر گیا اور رات کو وہیں ٹھہرا۔ آدھی رات کے قریب اس کے کمرے میں کراہنے کے آواز آئی، بیوی گئی تو وہ گالیاں بکنے لگا۔ پھر صبح کی نماز کے وقت زید نے بیوی سے کہا کہ تم گھر کب چلتی ہو۔ بیوی نے جواب دیا کہ فلاں لڑکے کی معرفت کہلا بھیجو کہ لڑکی کی رخصتی کی تاریخ جب مقرر ہو جائے گی تب جاؤں گی، یا سیرت پاک کے جلسہ کے بعد ضرور چلی آؤں گی۔ زید آگ بگولا ہو کر طلاق کی دھمکی دیتا ہے، بیوی نے کہا آپ کی خوشی ہے اس بات پر۔

(۱) ”لایقع طلاق المولیٰ علی امرأة عبده، والمجنون والصبی والمعتوه والمبرسم والمدھوش

والنائم“۔ (تنویر الأبصار مع رد المحتار: ۳/۲۴۲، ۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشیدیہ)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الأول فی صریح الطلاق:

زید اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے، لیکن چند گھنٹہ بعد زید اپنی اس حرکت پر بری طرح شرمندہ ہوتا ہے کہ غربت اور ساری ذمہ داری چھن جانے کی وجہ سے میری کیفیت بالکل مجنونانہ ہو گئی ہے۔ دوسرے درِ گردہ کے باعث دماغی توازن بالکل کھو بیٹھا تھا، لہذا میں ملنا چاہتا ہوں۔ اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ بیوی سے ملنے کی صورت ہے یا نہیں، مذکورہ بالا بیان بیوی کا ہے۔

۲..... زید اپنی مالی پریشانی اور تنگ دستی کے سبب اپنا دماغی توازن کھو بیٹھا اور جنونی کیفیت اس پر طاری ہے۔ اس کے لڑکے نے اس سے گھر کا اختیار لے کر بے دخل کر دیا۔ اس کا اثر اس کے دماغ پر پڑا اور زرا پاگل اور جنونی کیفیت میں رہنے لگا۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ عرصہ سے درِ گردہ میں مبتلا تھا، جب درِ گردہ اٹھتا ہے تو وہ بالکل پاگل اور جنونی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے۔ ایک روز شب میں اس کو درِ گردہ اٹھا۔ دریں اثنا صبح کو اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی۔ اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ یہ زید کا بیان ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غربت یا درِ گردہ کا اثر دماغ پر ہونا طبعی اور فطری بات ہے، اختیارات ختم ہو جانے سے بھی دماغ متاثر ہوتا ہے، لیکن ہر تائثر کو جنون کہنا اور ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق کو بے کار قرار دینا بھی غلط ہے۔ بیوی اور شوہر کے مذکورہ بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ طلاق دیتے وقت جنونی کیفیت تھی کہ شوہر زمین و آسمان میں فرق نہیں کرتا تھا، طلاق کا مطلب ہی نہیں سمجھتا تھا، جانتا ہی نہ تھا کہ طلاق سے کیا نتیجہ ہوتا ہے، خبر ہی نہ تھی کہ تین طلاق سے نکاح بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

نیز درِ گردہ شب میں ہوا تھا طلاق صبح کو دی ہے جب کہ شدت کی تکلیف بھی نہیں تھی جیسی درِ گردہ میں ہوتی ہے۔ اور اس سے پہلے کہہ بھی چکا تھا کہ اگر بیوی گھر پر نہیں آئی تو طلاق دے کر کہیں چلا جاؤں گا۔ اور صبح کو بھی مطالبہ کیا کہ تم کب چلتی ہو۔ یہ سب قرائن ہیں کہ زید مدہوش نہیں تھا کہ بے اختیار بے سوچے سمجھے اچانک اس کی زبان سے الفاظ طلاق نکل گئے۔

لہذا صورت مسئلہ میں طلاق مغلطہ ہو گئی (۱)، نکاح بالکل ختم ہو گیا، نہ رجعت کا حق رہا نہ بغیر حلالہ

(۱) ”ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أو مخطئاً“۔ (الدر المختار مع =

کے دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۳۹۵ھ۔

طلاق مجنون

سوال [۶۰۶۳]: زید نے اپنی بیوی سے ایک ہی مجلس میں کہا کہ ”تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے،“ زید حسب رائے و تحقیق أحد الطیبین العادلین والحادقین مایخولیا (۲) میں اور عند البثانی مانیہ (۳) میں مبتلا ہے اور مایخولیا پر جنون کا اطلاق عند ارباب الفن شائع اور ذائع ہے۔ رہا مانیہ وہ تو جنون دوری کا دوسرا نام ہے (۴) زید کہتا ہے کہ تطلیق کے وقت بنا برظن غالب اس کی مخصوص دماغی حالت تھی اور علی

= ردالمحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۵، ۲۴۱، سعید

”رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيّ بالأولی الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق دیانة، وفي القضاء طلقت ثلاثاً“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی ایقاع الطلاق: ۱/۳۵۵، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها: ۳/۲۹۲، سعید)
(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق وإیقاع العدد: ۳/۲۸۶، إدارة القرآن کراچی)
(۱) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً فی الحرة، أو ثنتين فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة وما یصل به: ۱/۴۷۲، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة: ۴/۹۴، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۱، رشیدیہ)

(۲) ”مایخولیا: خلل دماغ، ایک قسم کا جنون، پاگل پن“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۶، فیروز سنز، لاہور)

(۳) ”مانیہ: بکسر نون وبعده تحتانی نوعی از جنون است کہ صاحبش را خصلت درندگان باشد، اکثر غضبناک بودن وقصد ایذائے مردم بودن خاصیت او بود“۔ (غیاث اللغات، باب میم مع الف، ص: ۴۴۲، سعید)

(۴) ”جنون دوری: نوعی از جنون کہ در آیام بہار بعضی جوانان را ظاہر شود از بہار عجم“۔ (غیاث اللغات، فصل جیم مع نون، ص:

سبیل التزل مشکوک تو تھی ہی۔ تو اس صورت میں طلاق پڑی کہ نہیں؟ مالیخولیا کی تحقیق احتیاطاً کتبِ طبیہ سے درج ذیل ہے:

۱- ”المالیخولية وأصنافه ثلاثة: فيكون الجنون والقمة والجرأة أكثر“. علامہ افسرائی

شارح موجز۔

۲- ”المالیخوليا وإن كان من صفراء كان مع اضطراب، وأدنى جنون، وكان مثل

مانيا“۔ قانون شیخ۔

۳..... ”وإن المالخوليا وإن كان حدوثة عن احتراق الصفراء، فيكون معه الجنون، و

هو عند القوم عبارة عن اختلاط الردى الذي يكون مع توثب، وهيجان، وحدة شديدة، وغضب

وسوء خلق“۔ شرح أسباب والمعالجات۔

محمد مصطفیٰ فاضل طب و دینیات و ادب گورنمنٹ اسکول ایٹہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ جنون میں اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو وہ شرعاً واقع نہیں ہوتی: ”ولا يقع طلاق المولى

على امرأة عبده، والمجنون، والمعتوه، والمبرسم، والمغمى عليه، والمدهوش“۔ تنویر:

۱/۶۵۷(۱)۔

اگر جنون کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ تندرستی کی حالت میں طلاق دی ہے تو وہ واقع ہو کر مغلط

ہوگئی (۲)۔ واللہ اعلم۔

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۲۴۲، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق: ۲/۳۲۰، کتاب الطلاق، مکتبہ امدادیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/۲۱۳، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) ”یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً، أو مکرهاً، أو هازلاً، أو سفیهاً، أو سکران“۔

(الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/۲۱۳، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیة، بیروت) =

الحاصل: اگر الفاظ مذکورہ کہتے وقت ان کا مطلب اور حکم سمجھتا تھا تو طلاق واقع ہوگئی اور اگر اس کو یہ بھی معلوم نہ تھا، بوجہ جنون کہ کیا کہہ رہا ہے؟ اور اس کہنے پر شرعاً کیا حکم مرتب ہوتا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اور مجنون ہونے کا انداز اس کے دوسری افعال سے ہو سکتا ہے، اگر اس کے افعال مجنونانہ ہیں تو اس میں بھی اس کو مجنون تصور کیا جاسکتا ہے اگر اور افعال مجنونانہ نہیں، محض طلاق کے بارے میں اپنے کو مجنون ظاہر کرتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

محمود گنگوہی، ۷/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ذیقعدہ/۵۳ھ۔

طلاق مجنون

سوال [۶۰۶۲]: ایک شخص مسمیٰ یتیموس شادی کے سات آٹھ دن بعد مجنون ہوا کہ نیک و بد یگانہ و بیگانہ کی تمیز نہ تھی، دوا دارو سے پانچ مہینہ کے اندر خاصہ اچھا ہو گیا۔ ایک سال کے بعد بیوی کے خویش و اقرباء میں کسی دعوت میں گیا اور ناگوار ہو کر چلا آیا۔ اور ایک دن بعد نماز مغرب مسجد کے سامنے دو آدمی معتبر کی موجودگی میں۔ جو اول کا نام منیر الدین اور دوسرے کا نام عبدالمنان۔ یہ کہا کہ ”میری بیوی کو ایک، دو، تین طلاق ہے، تم دونوں اور مسجد گواہ رہو“۔ ان دونوں کی زجر و توبیخ کے بعد بھی وہ اپنے قول پر قائم رہا، دوسرے گواہ نے ذرا دور جا کر کہا: بھائی! تو نے کیا کیا؟ طالق نے جواب دیا کہ میں نے کیا کیا اور گھر جا کر اپنی والدہ کو طلاق کی اطلاع کی۔

تین چار روز بعد ایک عالم معتبر سے مسئلہ دریافت کیا گیا، انہوں نے دونوں مذکورہ گواہوں کے سامنے طالق سے حالات دریافت کئے لیکن وہ نہایت متانت سے اور ہوش و حواس کی درستی سے جواب دیا کہ ”ہاں! ہم نے طلاق دے دیا ہے“ انہوں نے پھر پوچھا کہ تو نے کیوں آج رات شب باشی اس کے ساتھ کی، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے زنا کیا اور اس وقت چند آدمی معتبر موجود تھے۔ اہل پنچایت نے تین چار روز متواتر جلسہ کرتے ہوئے اور طالق و گواہ سے حالات معلوم کر کے یہ معلوم کیا کہ طالق اپنی حالت پر قائم ہے، لہذا بیوی کو علیحدہ کرادیا۔

پھر ایک سال بعد ایک عالم صاحب نے جامع مسجد میں چند آدمیوں سے سوال کیا کہ اس آدمی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، بعض نے کہا جو ناواقف تھے کسی قدر دیوانہ پن ہے، من کل الوجوہ نہیں اور بعض عالم و جاہل نے صاف کہا کہ بالکل خاصہ آدمی ہے، کسی قسم کی خرابی نہیں۔ اس عالم صاحب نے ناواقفوں پر اعتماد کر کے اس کو مجنون قرار دے کر عدم طلاق کا فتویٰ دیدیا اور بیوی کو حلال کر دیا۔ ان دونوں صورتوں میں کونسا حکم عائد ہوگا؟ معہ دلائل و کتب معتبرہ تشریح فرمائیے۔

اور مخفی مباد بعد گزرنے دو سال کے طالق یہ کہتا ہے کہ جس وقت میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا تھا وہ موسم گرما تھی اور چمچھر کاٹتے تھے، علاوہ اس کے جس جگہ پر بیٹھ کر طلاق دیا تھا وہ بھی خوب یاد ہے۔

نوٹ: دریافت طلب امر یہ ہے کہ مجنون کے لئے یہ صفت مذکور ہونا چاہئے جس سے ثبوت طلاق وعدم ثبوت معلوم ہو، یا عرف عام جسے مجنون کہے وہ بھی حکم شرع معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
المستفتی: عبدالرؤف خان سلہٹی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”قال فی التلویح: الجنون اختلال القوة المميزة بين الأمور الحسنة والقبیحة، المدرکة للعواقب بأن لا یظهر آثارها، و تتعطل أفعالها إما لنقصان جبل علیہ دماغه فی أصل الخلقة، وإما لخروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط أو آفة، وإما لاستیلاء الشیطان علیہ، وإلقاء الخیالات الفاسدة إلیه، بحيث یفرح و یفرع من غیر ما یصلح سبباً، الخ۔“

وفی البحر عن الخانیة: رجل عرف أنه کان مجنوناً، فقالت له امرأته: طلقتنی البارحة، فقال: أصابنی الجنون، ولا یعرف ذلك إلا بقوله، کان القول قوله، اهـ“ رد المحتار تحت قول الدر المختار: ”(لا یقع طلاق المولی علی امرأة عبده والمجنون)“ (۱)۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)

”طلاق الصبی غیر واقع، و كذلك طلاق المجنون والمعتوة وقیل فی الحد الفاصل بین المعتوة والمجنون والعقل: إن العقل من یتقیم کلامه وأفعاله و غیره نادراً، والمجنون ضده وقیل أيضاً: المجنون من یفعل هذه الأفعال لا عن قصد.“ (الفتاوی التاتاریخانیة: ۳/۲۵۵، کتاب =

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوا کرتی اور جنون ایسی صفت ہے جس کی وجہ سے قوتِ ممیزہ مختل ہو جاتی ہے اور انسان اچھی بُری باتوں میں تمیز نہیں کر سکتا اور نفع و نقصان کو نہیں سمجھ سکتا، عبارت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسمیٰ یتیموس کی حالت طلاق کے وقت ایسی نہ تھی جس سے اسے مجنون کہا جاسکے، لہذا طلاقِ مغلطہ واقع ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۷/محرم/۵۷ھ۔

مجنون کی حالتِ افاقہ میں دی ہوئی طلاق

سوال [۶۰۶۵]: ایک محقق عالم باعمل شخص جنات کے اثر کے سبب سے مجنون ہو گیا تھا، باوجودیکہ اس کی مادری زبان بنگلہ ہے، وہ جنون کی حالت میں عربی، فارسی، بنگلہ، اردو، انگریزی میں بات چیت کرتا تھا۔ چونکہ وہ لوگوں کو زد و کوب کرتا تھا، اس لئے اس کو زنجیروں میں جکڑا گیا۔ ایک دن اس نے اپنی زوجہ جہاں آراء کو عربی زبان میں یوں طلاق دی: ”طلقت جہان ارا ألف تطلقہ“۔

افاقہ کے بعد جب اس کی زوجہ اس کو کھانا کھلانے کے لئے آئی تو وہ بولا کہ ”میں نے تجھے طلاق دے دی تھی اس لئے تُو مجھ پر حرام ہوگئی، لہذا میرے سامنے نہ آیا کر۔“

پھر وہ سخت جنون میں مبتلا ہو گیا۔ دفعِ آسیب کے تعویذات اور جنون کی ادویہ کے استعمال سے اس کو افاقہ ہو گیا ہے، لیکن چونکہ اس کو طلاق دینا یاد ہے اس لئے رنجیدہ خاطر ہے۔ اس کی زوجہ کہتی ہے کہ تم نے جنون کی حالت میں طلاق دی تھی، اس لئے طلاق واقع نہیں ہوئی، دوسرے لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن وہ عالم کہتا ہے کہ اگر میں مجنون ہی ہو گیا تھا تو اس وقت کی باتیں مجھے یاد کیونکر ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ تحلیل کی ضرورت ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عالم کی زوجہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ خود عالم ہے، اپنی حالت اور مسئلہ سے خوب واقف ہے، تو اس کے مقابلہ میں اس کی بیوی کی

= الطلاق، الفصل الثالث: من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۳۴، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

بات کچھ وزن نہیں رکھتی: ”فإن المرء یؤخذ بإقراره“۔ عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی بات کو معتبر مانے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۷/۱۳۹۳ھ۔

مجنون وغیرہ کی طلاق

سوال [۶۰۶۶]: کن کن شخصوں کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجنون، صبی، معتوہ، مبرسم، مغمی علیہ، مدہوش، نائم کے طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی: ”لایقع طلاق

المولیٰ علی امرأۃ عبده، والمجنون والصبی والمعتوہ والمبرسم والمغمی علیہ والمدہوش والنائم، اھ“۔ تنویر (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۶/جمادی الاولیٰ/۵۵ھ۔

مختل الحواس کی طلاق

سوال [۶۰۶۷]: عائشہ کی شادی خالد کے ساتھ ایسے وقت میں کی گئی کہ خالد کے متعلق بالکل علم نہ

تھا کہ ذہنی و دماغی اعتبار سے اس کا کردار کیا ہے، مگر بعد عقد آوردن گونا گوں معلومات فراہم ہوتے گئے۔ پتہ چلا کہ خالد اپنے گھر بار اور گاؤں چھوڑ کر خانہ بدوشوں جیسی زندگی گزارنے لگا، پاگلوں کی طرح ہر میدان کو اپنا وطن اور ہر صحرا کو اپنا نشیمن تصور کرنے لگا، مہینوں بعد کبھی گھر کا تصور کر لیتا تھا اور گھر آ کر کچھ دن رہ کر پھر اپنی سابقہ روایات پر آجاتا تھا۔

(۱) ”ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أو ہازلاً أو سفیہاً أو سکراناً أو أخرساً أو مخطئاً“۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق: ۳/۲۳۵-۲۴۱، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لایقع طلاقه: ۱/۳۵۳، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق، کتاب الطلاق: ۲/۳۱۶،)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق: ۳/۲۴۳، سعید)

ایک روز عائشہ کے والد کے ایک عزیز خالد سے راہ میں ملے تو پوچھا کہ بتاؤ کب تک ایسی ہی حالت میں رہو گے، اس نے جواب دیا کہ میں پاگل ہوں، مجھے فلاں نے پاگل کر دیا۔ اس پر ان عزیز نے کہا کہ اچھا خالد! فلاں تاریخ کو ہمارے یہاں چلے آؤ۔ چنانچہ متعینہ تاریخ پر جب وہ آیا تو عائشہ کے والد کے چند عزیزوں نے خالد سے عائشہ کو طلاق دینے کی التجا کی، جس پر خالد نے اولاً کہا کہ میں طلاق نہ دوں گا، بعد میں کہا کہ جب عائشہ کے والدین طلاق مانگیں گے تو طلاق دوں گا، فوراً عائشہ کے والد کو بلایا گیا۔ عائشہ کے والد نے بے عزتی کے خدشہ کی آڑ لے کر طلاق مانگی، چنانچہ اس پر فوراً خالد نے قلم و دوات کا غد منگا کر یہ تحریر لکھی: ”میں پسر فلاں بتاریخ ۵/ مارچ ۱۹۶۷ء مقام فلاں تحصیل فلاں عائشہ کو اپنے ہوش و گوش سے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں“۔ دستخط۔

مذکورہ بالا صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی؟ عائشہ کے والد عبدالحکیم عائشہ کی شادی کسی اور سے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور خالد اپنی اسی مجنونانہ کیفیت میں آکر عائشہ کے گھر کا طواف کرتا ہے، اور عائشہ بھی یہی کہتی ہے کہ میرے لئے خالد ہی اچھا ہے، میرے مقدر میں جو تھا وہ ہو چکا، اس پر میں راضی ہوں، اس کی والدہ بھی راضی ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان حالات کے باوجود اگر خالد طلاق کا مقصد سمجھتا تھا اور اس نے لوگوں کو سمجھانے سے بغیر جبر و اکراہ کے طلاق تحریر کی ہے تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اب نہ رجعت کا حق باقی رہا، نہ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح درست ہو سکتا ہے۔ حلالہ یہ ہے کہ بعد عدت عائشہ کا نکاح دوسرے شخص سے کیا جائے وہ ہمبستری کر کے اگر طلاق دے دے، یا مرجائے تو اس کی عدت پوری ہونے پر خالد سے دوبارہ نکاح ہو سکے گا (۲)۔

(۱) ”إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریۃ، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ: ۳۷۸/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح: ۲۳۶/۳، سعید)

(و کذا فی التاتاریخانیۃ، الفصل السادس فی إیقاق الطلاق بالکتاب: ۳۷۷/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (البقرة: ۲۳۰) =

اگر خالد نے جو طلاق نامہ تحریر کیا ہے وہ خلوتِ صحیحہ سے قبل کیا ہے تو طلاق مغلطہ نہیں ہوئی، بلکہ طلاق نامہ لکھنے سے صرف ایک طلاق بائن ہوئی (۱)۔ اس کا حکم یہ ہے کہ دوبارہ نکاح درست ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۹/۱۳۸۷ھ۔

طلاق مجذوب

سوال [۶۰۶۸]: زید کی شادی ہندہ سے ہوگئی، کچھ زمانہ گزرنے کے بعد زید کی مجذوبانہ حالت ہوگئی، علاج کرانے کے باوجود بھی اچھا نہ ہوسکا۔ مجذوبانہ حالت دیکھ کر ہندہ کے والدین نے زید سے طلاق لے لی، طلاق دیتے وقت زید کے صرف ہونٹ ہلے لیکن آواز نہیں نکلی، نہ معلوم اس نے کیا کہا۔ زمانہ عدت گزرنے کے بعد ہندہ کی شادی اس کے والدین نے دوسری جگہ کر دی۔ اب زید اچھا ہو گیا اور یہ کہتا ہے کہ میں نے کوئی

= ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به : ۱/۳۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب الرجعة، فصل فی ماتحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)
(۱) ”إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن عليها، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولی ولم تقع الثانية والثالثة، وذلك مثل أن يقول: أنت طالق طالق طالق، وكذا إذا قال: أنت طالق واحدةً وواحدةً وواحدةً، وقعت واحدةً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول: ۱/۳۷۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار وردالمختار: ۳/۲۸۶، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق، فصل فی الطلاق قبل الدخول: ۳/۷۱، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۳۷۲، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۴۰۹، سعید)

طلاق نہیں دی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ زید کی منکوحہ ہے یا عقدِ ثانی کی؟ ہندہ کو زید کے گھر بھیجیں یا دوسرے شوہر کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کے ہوش و حواس درست نہیں تھے اور اسی حالت میں اس سے طلاق کے لئے کہا گیا اور اس کے جواب میں اس کے ہونٹ ہلے اور طلاق کا لفظ کسی نے اس سے نہیں سنا اور وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱) اور دوسری جگہ عقد درست نہیں، زوجِ ثانی سے متارکت کرا دی جائے (۲)، وہ کہہ دے کہ میں نے تعلق زوجیت ختم کر دیا، اس کے بعد عدت تین حیض ختم ہونے پر زوجِ اول کے پاس آ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۵ھ۔



(۱) ”ولا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون والصبي والمعتوه والمبرسم والمغمى عليه

والمدهوش، الخ“۔ (الدر المختار: ۲۴۲/۳، ۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقہ وفیمن لدیقہ طلاقہ، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق: ۳۲۰/۲، کتاب الطلاق، مکتبہ امدادیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۱۳/۴، فصل فی شرائط الرکن، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”والمترکة فی النکاح الفاسد لا یتحقق بعدم مجئ کل واحد منهما إلی صاحبه، وإنما یتحقق

بالقول بأن یقول الزوج مثلاً: ترکک، ترکتها، خلیت سبیلک خلیت سبیلها“۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ:

۱۴/۳، کتاب النکاح، الفصل التاسع فی النکاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۱۳۳/۳، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد، سعید)

الفصل الرابع فی طلاق الغضبان

(غصہ میں طلاق دینے کا بیان)

طلاق بحالت غصہ

سوال [۶۰۶۹]: میں سو رہا تھا کہ مجھے کسی نے جگایا، مگر مجھے معلوم نہیں ہوا کہ کس نے جگایا کیونکہ میں غفلت کی نیند میں تھا۔ میری عورت کی چار پائی میرے برابر تھی، میں نے جو اس کی چار پائی دیکھی عورت موجود نہ تھی، میں نے ماچس جلا کر دیکھا تو سب دروازے باہر جانے کے بند ہیں یعنی کنڈیاں لگی ہوئی ہیں، یہ دیکھ کر مارے غصہ کے آگ ہو گیا، دوسری ماچس جلائی تو میری عورت نے دریافت کیا کہ کیوں گھبرارہے ہو، کیا بات ہے؟ کیونکہ میری غصہ کی آگ بھڑک رہی تھی میں نے کہہ دیا کہ ”جا، تجھے طلاق ہے“ غصہ میں یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کتنی مرتبہ لفظ طلاق منہ سے نکلا۔

جس مکان میں میری عورت ملی تھی اس میں میری ہمشیرہ نے ایک نالی نہانے وغیرہ کے لئے بنائی ہے جس کا مجھ کو علم نہ تھا، عورت وہاں پیشاب کر رہی تھی، وہ جگہ اور جس پر مجھے شک تھا میں اس کے درمیان میں کھڑا تھا، وہیں میری بہن اور بہنوئی پڑے تھے، ان کی آنکھ بھی کھل گئی، کہنے لگے کیا بات ہے؟ میں نے ان سے پانی مانگا، وہ پی کر تین مرتبہ اور پانی پیاتب ذرا میرے ہوش و حواس درست ہوئے۔ انہوں نے واقعہ دریافت کیا، میں نے ان کو سب حال سنایا، انہوں نے کہا بالکل غلط ہے، ہم سب یہاں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے جواب دیا کہ میں تو بحالت غصہ اس کو طلاق دے چکا، سب نے میری عورت سے حلف کرایا، اس نے سچائی کے لئے حلف اٹھایا اور جس شخص پر شبہ گزرا تھا اس نے بھی حلف اٹھالیا کہ یہ امر مجھ سے نہیں ہوا۔ اس وقت میری عورت چھ ماہ کی حاملہ بھی ہے اور میری شادی کو بارہ سال بھی گزر چکے ہیں، کبھی کسی قسم کا شک نہیں گزرا تھا۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

محمد ہاشم، محلہ لوہانی سرائے، سہارنپور۔

الجواب بحامداً ومصلیاً:

معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر طلاق دیتے وقت نیند کا غلبہ اس قدر نہ تھا کہ بے اختیار اور بے علم اس کی زبان سے طلاق کے الفاظ نکل گئے، البتہ عورت پر شک ہونے کی وجہ سے غصہ میں آ کر طلاق دے دی، پس اگر غصہ کی وجہ سے حواس معطل ہو کر مجنون کی طرح عقل بھی زائل ہو چکی تھی اور یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کیا کہہ رہا ہے تو یہ شخص مجنون کے حکم میں ہے، مگر ساتھ ہی اس کے دوسرے افعال بتلا رہے ہیں کہ نہ حواس معطل ہوئے تھے، نہ عقل زائل ہوئی تھی، لہذا اس شخص کو مجنون کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ پس صورتِ مسئلہ میں اس کی عورت پر طلاق واقع ہوگئی، اب اگر اس کو خود یاد نہیں کہ کتنی مرتبہ طلاق دی ہے تو سننے والے دو عادل شخصوں کے قول پر اعتماد کرنا جائز ہے:

”فی الولوالجیة: إن کان بحالٍ لو غضب یجری علی لسانہ ما لا یحفظہ بعدہا، جاز لہ

الاعتماد علی قول الشاہدین“۔ ردالمحتار، ص: ۶۶۰ (۱)۔

اگر دو شاہد موجود نہ ہوں تو اپنے ظنِ غالب پر عمل کرے، اگر شک ہے کہ کسی طرف کو رجحان نہیں تو شک کی دونوں طرفوں میں سے اقل کو اختیار کرے:

”شک أنه طلق واحدة أو أكثر، بنی علی الأقل کما ذکرہ الإسیجابی، إلا أن یتیقن بالأكثر، أو یكون أكبر ظنه علی خلافه. وإن قال الزوج: عزم علی أنه ثلاث، یترکھا. وإن أخبره عدول، حضروا ذلك المجلس بأنها واحدة وصدّقهم أخذ بقولهم إن كانوا عدولاً، اه“۔
أشباه مع الحموی، ص: ۸۱ (۲) فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد گنگوہی، عفا اللہ عنہ، ۱۸/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ذی قعدہ/۵۳ھ۔

(۱) (ردالمحتار: ۲۴۴/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدہوش، سعید)

”ولو شهدا بها وهو لا یذکرھا، إن کان بحالٍ لا یدری ما یجری علی لسانہ لغضب، جاز لہ الاعتماد علیہما“۔ (الدر المختار)۔ ”أما لو لم یکن بتلك الحال، لا یجوز لہ الاعتماد علیہما، کما فی

الفتح وغیرہ“۔ (ردالمحتار: ۳۶۹/۳، کتاب الطلاق، باب التعلیق، سعید)

(۲) (الأشباه والنظائر:، ص: ۶۴، الفن الأول، القاعدة الثالثة، قدیمی) =

غصہ کی حالت میں طلاق

سوال [۶۰۷۰]: زید نے اپنی بیوی کو خانگی فساد کی حالت میں غصہ کیا اور تین طلاقیں دیں، اب طلاقِ ثلاثہ غصہ کی حالت میں زید مذکور کی بیوی پر پڑ گئی یا نہیں؟ دلائل کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

آخری بہشتی زیور (۱) میں مرقوم ہے کہ: ”کسی نے شراب وغیرہ کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی، جب ہوش آیا تو پشیمان ہوا، تب بھی طلاق پڑ گئی، اسی طرح غصہ کی حالت میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے، و فی رد المحتار: ”وقع طلاق إن غضب“ مصری: ۶۳/۲ (۲)۔ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (۳) میں سوال و جواب: ”اور جو شخص طلاق دیتا ہے وہ غصہ میں دیتا ہے، خوشی اور رضامندی کی حالت میں نوبت طلاق کی نہیں آتی، بس حالتِ غضب میں عند الحنفیہ بلا تامل طلاق واقع ہو جاتی ہے، شامی میں ہے ”ووقع طلاق من غضب، خلافاً لابن القيم“۔ (۴)۔

کتب مذکورہ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ غصہ کی حالت میں طلاق پڑ جاتی ہے عند الاحناف۔ کتب مذکورہ کا حوالہ وقوع طلاق کے بارے میں اگر صحیح درست ہے تو آپ بھی علاوہ ازیں دلائل دوسرے ادلہ کے ساتھ

= ”عن محمد رحمه الله تعالى: إذا شك في أنه طلق واحدة أو ثلاثاً، فهي واحدة حتى يستيقن أو يكون أكبر ظنه على خلافه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۶۳/۱، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

”ولو شك: أطلق واحدة أو أكثر؟ بنى على الأقل“۔ (الدر المختار)۔ ”إلا أن يستيقن بالأكثر أو يكون أكبر ظنه“۔ وعن الإمام الثانی: إذا كان لا يدري أن ثلاث أم أقل؟ يتحرى، وإن استويا عمل بأشد ذلك عليه“۔ (رد المحتار: ۲۸۳/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل، سعيد)

(و كذا في بدائع الصنائع: ۱۹۹/۳، کتاب الطلاق، فصل فی الرسالة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) (بہشتی زیور، حصہ چہارم، ص: ۲۸۹، طلاق دینے کا بیان، دارالاشاعت کراچی)

(۲) (رد المحتار: ۲۴۴/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدہوش، سعید)

(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۳۹/۹، سوال نمبر: ۱۸۱، امدادیہ)

(۴) (رد المحتار: ۲۴۴/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدہوش، سعید)

اس کی تائید و تصدیق فرمائیے۔ اور خفی کہتا ہے کہ غصہ کی حالت میں طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی۔ وہ شرعاً کیسا شخص ہے؟ دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے، بعض متأخرین حنابلہ اس طرف گئے ہیں کہ حالت غضب میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور ان میں سے متقدمین کا قول یہ نہیں بلکہ حنفیہ کے موافق ہیں: ”وقال أبو داود: الطلاق أظنه في الغضب“۔ اس سے ان بعض متأخرین حنابلہ نے استدلال کیا ہے کہ حدیث شریف: ”لا طلاق ولا عتاق في إغلاق“۔ ”إغلاق“ کی تفسیر ابو داؤد نے ”غضب“ سے کی ہے (۱)، لہذا غصہ کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

اس کا جواب بذل المجہود شرح ابو داؤد میں اس طرح دیا ہے:

”ووردہ ابن السید، فقال: لو كان كذلك، لم يقع على أحد طلاق؛ لأن أحداً لا يطلق

حتى يغضب، اھ۔“ (۲)۔

اور حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

”قال المطرزی: قولهم: إياك والغلق: أي الضجر والغضب. ورد الفارسی فی مجمع الغرائب علی من قال: الإغلاق الغضب، وغلط فی ذلك وقال: إن طلاق الناس غالباً إنما هو فی حال الغضب. وقال ابن المرابط: الإغلاق حرج النفس، وليس كل من وقع له فارق عقله، ولو جاز عدم وقوع طلاق الغضبان، لكان لكل أحد أن يقول فيما جناه: كنت غضباناً، اھ۔ وأراد بذلك الرد علی من ذهب إلى أن الطلاق فی الغضب لا يقع. وهو مروی عن بعض متأخري الحنابلة، ولم يوجد عن أحد من متقدميهم إلا ما أشار إليه أبو داود. وأما قوله فی المطالع: الإغلاق الإكراه، وهو من أغلقت الباب، وقيل: الغضب، وإليه ذهب أهل العراق، فليس

(۱) قال أبو داؤد: ”الإغلاق أظنه في الغضب“۔ (سنن أبي داود: ۲۹۸/۱، كتاب الطلاق، باب فی

الطلاق علی غیظ، دار الحديث ملتان)

(۲) (بذل المجہود: ۲۷۶/۳، كتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی غیظ، معهد الخلیل الإسلامی کراچی)

بمعروف عن الحنفیة، اهـ“ (۱)۔

البتہ اگر حالت غضب میں جنون کی کیفیت ہو جاوے کہ آسمان وزمین کا فرق بھی باقی نہ رہے اور عقل باقی نہ رہے، یہ بھی معلوم نہ ہو کیا کر رہا ہے جس کا اندازہ اس کے دیگر افعال سے ہو سکتا ہے تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی، ہکذا فی رد المحتار فی طلاق المدهوش (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

غصہ میں طلاق

سوال [۶۰۷۱]: خاوند بیوی میں خانگی معاملات میں تکرار ہوا عورت نے غصہ میں کہا کہ ”تم مجھ کو جواب دیدو“ خاوند نے کہا کہ ”جا، میری طرف سے جواب ہے“۔ جب خاوند نے یہ کہا، عورت نے کہا کہ اپنے بھائی کو بلا لو، اتنے میں بھائی بھی آ گیا، اس کے آنے پر عورت نے کہا کہ اب طلاق دو، خاوند نے اس کے کہنے پر غصہ میں کہا ”جا میری طرف سے طلاق ہے“۔ چوں کہ عورت کے کوئی رشتہ دار نہیں، لہذا خاوند کے گھر ہے اور نہ اس کا خاوند جانے پر آمادہ ہے۔ عورت کو تین ماہ کا حمل ہے۔ یہ گفتگو بحالت غصہ ہوئی۔ اب اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

شریف احمد از گنگوہ بتوسط کبیر احمد عطار، محلہ چوک سرائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں دو طلاق واقع ہو گئیں: اول بائن کنایہ، دوم بائن صریح:

(۱) (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۳۸۹/۹، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والإکراه والسكران، والجنون وأمرهما، دارالمعرفة بیروت)

”رجل قال فی غضبه لامرأته: أی ”ہزار طلاق بروا“، طلقت ثلاثاً“۔ (الفتاوی التاتارخانیة:

۲۷۵/۳، کتاب الطلاق، فصل فیما یرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”إنه علی ثلاثة أقسام..... الثانی: أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما یقول، ولا یریده، فهذا لا ریب أنه لا

ینفذ شیء من أقواله“۔ (رد المحتار: ۲۴۴/۳، کتاب الطلاق مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)

”والمراد الغضب الذی یحصل به الدهش و زوال العقل، فإن قلیل الغضب لا یخلو الطلاق

عنه إلا نادراً، وقد قلنا بعدم وقوع الطلاق فی مثل هذا الغضب“۔ (إعلاء السنن: ۱۸۷/۱۱، کتاب

الطلاق، باب عدم صحة طلاق الصبی والمجنون والمعتوه والموسوس، إدارة القرآن کراچی)

”الصريح يلحق البائن ويلحق البائن بشرط العدة“ درمختار۔ وفي الشامي: ”وإذا لحق الصريح البائن، كان بائناً؛ لأن البينة السابقة عليه تمنع الرجعة“۔ (۱)۔

لہذا طرفین کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کرنا کافی ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۲)۔ طلاق غصہ میں بھی ہو جاتی ہے (۳)۔ اگر ۳/ مرتبہ طلاق دی ہے تو بغیر حلالہ نکاح میں اس عورت کا رکھنا کسی طرح جائز نہیں، بالکل حرام ہے (۴)، دنیا و آخرت میں ذلت کا باعث ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۲/۱۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ، ۲۶/ ذوالحجہ/ ۵۲ھ، صحیح: عبداللطیف، ۲۶/ ذی الحجہ/ ۵۲ھ۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۶۰۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

”الطلاق الصريح يلحق الطلاق الصريح بأن قال: أنت طالق، وقعت طلقة، ثم قال: أنت طالق تقع أخرى. ويلحق البائن أيضاً بأن قال لها: أنت بائن أو خالعتها على مال، ثم قال لها: أنت طالق، وقعت عندنا. والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲/ ۲۶۲، ۲۶۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۲) ”وینکح مبائنته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۳/ ۶۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

”وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها فی العدة وبعدها انقضائها“۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/ ۶۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”طلاق غضبان“۔)

(۴) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً فی الحرة أو ثنتين فی الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نکاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/ ۶۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل وما يتصل به، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی)

”فالحکم الأصلي لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والنتين البائنتين هو نقصان عدد الطلاق، =

غصہ میں طلاق

سوال [۶۰۷۲]: آج میری عورت نے میرے حکم کے خلاف کیا جس کی وجہ سے میں اس کی تنبیہ کرنا چاہتا تھا اور غصہ زیادہ بڑھ گیا تھا، لیکن مجھ کو میرے لڑکوں نے پکڑ لیا اور ان سے باوجود کوشش کے چھوٹ نہ سکا، جس سے زیادہ غیظ بڑھ گیا اور ممکن تھا کہ اس پر کوئی سخت حملہ کیا جاتا۔ عورت مذکورہ بدزبانی اس حالت میں کرتی رہی۔ اس وقت سوائے میری زبان کے قابو میں ہونے کے کچھ نہیں تھا، میں نے اس کو تین مرتبہ کہا کہ ”میں نے تم کو طلاق دیا“ اور ہر مرتبہ کم و بیش ۵/ منٹ کا وقفہ دیتا رہا، اس سے پہلے میرا قصد نہیں تھا، میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت میرا قصد طلاق کا تھا یا نہیں، بلکہ زیادتی غصہ میں کیا گیا۔

مقبول احمد، قصبہ امروہہ، مراد آباد۔

نتیجہ تحریر متعلقہ تحریر

میں نے جو وقفہ ۵/ منٹ دیا تھا اس سے یہ منشاء تھا کہ عورت بدزبانی سے باز آئے، یا میرے سامنے سے علیحدہ ہو جاوے۔ جب اول مرتبہ باز نہیں آئی تب دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ کہا گیا۔ میں بوجہ کمزوری حاضری کی معافی چاہتا ہوں۔ ۲/ فروری ۳۸ھ۔

= و زوال الملك أيضاً، حتى لا يحل له وطؤها إلا بنكاح جديد و أما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك، و زوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزواج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (بدائع الصنائع: ۴/۳۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دار الكتب العلمية بيروت)

”و ينكح مبانته في العدة و بعدها لا المبانة بالثلاث لو حرة، وبالشتين لو أمة، حتى يطأها غيره و لو مراهقاً بنكاح صحيح و تمضي عدته“. (البحر الرائق: ۴/۹۴، ۹۷ كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا لفظ ”جواب دیا“ کو کنایہ قرار دینا بظاہر اختلاف مواضع پر محمول ہے، کیونکہ حضرت مفتی صاحب کی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹/۳۲۵ میں بھی لفظ ”جواب دیدیا“ کو کنایہ قرار دیا گیا ہے، جب کہ مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے، احسن الفتاویٰ: ۵/۱۹۲، کتاب الطلاق، میں ”جواب دیدیا“ کو صریح قرار دیا ہے۔ (فصل مولیٰ ابن القاضی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں شرعاً تین طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہو گئی، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا درست نہیں۔ طلاق جس طرح رضا مندی کی حالت میں ہوتی ہے غصہ کی حالت میں بھی واقع ہو جاتی ہے، الفاظِ مذکورہ بالا بلا قصد کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے:

”يقع طلاق كل زوج إذا كان بالغاً عاقلاً، سواء كان حراً أو عبداً، طائعاً أو مكرهاً. وطلاق اللاعب والهازل به واقع، وكذا لو أراد أن يتكلم بكلام، فسبق لسانه بالطلاق، فالطلاق واقع، كذا في المحيط“ (۱)۔ ”متی کرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغير حرف الواو، يتعدد الطلاق، اهـ“۔ فتاویٰ عالمگیری (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/ذی الحجہ/۵۶ھ۔

طلاق غضبان ومعتوه مع فتویٰ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

استفتاء [۶۰۷۳]: نوٹ: مستفتی نے ایک عدالتی اسٹامپ بابت طلاق اور

سابق فتوے کی نقل مطابق اصل بھیج کر مزید سوال کا جواب طلب کیا ہے۔ جن کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

محمد الیاس خان ناقل فتویٰ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۶/۱، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

”ویقع طلاق من غضب، خلافاً لابن قیم، اهـ. وهذا الموافق عندنا، یقع طلاق كل زوج بالغ عاقل أو مخطئاً بأن أراد التكلم بغير الطلاق، فجرى على لسانه الطلاق“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۳۵/۳، ۲۳۱، ۲۳۲، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)

”کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد، دین“۔ (الدر المختار: ۳/۹۳، کتاب

الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بهاء، سعید) =

نقل مطابق اصل

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كل طلاق جائز إلا طلاق الصبي والمجنون“. لأنه ليس لهما قول صحيح، وكذا المعتوه لا يقع طلاقه وهو من كان مختلط الكلام: بعض كلامه مثل كلام العقلاء وبعضه مثل كلام المجانين، وهذا إذا كان في حالة الغضب، الخ“. جوهره: ۲/۹۵ (۱)۔

”من اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فما دام في حالة غلبة الخلل في الأفعال لاتعتبر أقواله، وأفعاله، وإن كان يعملهما ويريدها؛ لأن هذه المعرفة والإرادة غير معتبرة، لعدم حصولها من إدراك صحيح كما لاتعتبر من صبي عاقل“۔ شامی (۲)۔

بروئے تحقیقات و بیان گواہاں معلوم ہوا کہ مسمیٰ احد ڈار و لد رسول ڈار کو اپنی منکوحہ کے ساتھ کچھ خلاف طبیعت ناراضگی ہونے کی وجہ سے عقل و ہوش و حواس میں خلل آ کر کہنے لگا کہ بقول طالق ”چلو میں اپنی عورت کو علیحدہ کر دوں اور چھوڑ دوں“ تو اس بارے میں میر ڈار وغیرہ نے کہا کہ ہم تمہاری طلاق یا عورت کو چھوڑنا اس وقت تک منظور نہ کریں گے جب تک دو ہزار روپیہ اپنی عورت کی طرف سے ادا نہ کرو گے۔ مذکورہ رقم کی تلاش میں بھی لگا، ادا کرنے میں بھی کچھ لیت و عل معلوم نہ ہوا۔

اس گفتگو میں مذکورہ چند افراد کے ہمراہ محض مدہوشی کی حالت میں عدالت میں گیا اور سب ہی نے مذکورہ کو طلاق دہی سے روکا، مگر کسی ایک کا کہنا بھی نہ مانا۔ اور اس وقت کے مذکورہ گواہوں کا بیان ہے کہ مذکور کو طلاق کے وقت ہوش و حواس سالم نہ رہے تھے، بلکہ بحالت خلل عقل مذکور نے زبانی سہ طلاق کھائی اور تحریری بھی طلاق نامہ ہوا، لیکن طلاق کے وقت طالق کے ہوش و حواس سالم نہ رہے تھے۔ کئی افراد نے اس وقت بار بار عاجزی کی، لیکن یہ شرارت میں آ کر کسی ایک کی نہ مانا، بالخصوص حاجی محمد یوسف صاحب امام مسجد نے بھی مذکور کو

= (و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۲۸۸/۳، تکرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (الجوهرة النيرة: ۲/۱۰۲، کتاب الطلاق، مکتبہ حقانیہ ملتان)

(۲) (رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدہوش: ۳/۲۴۴، سعید)

ہرچند طلاق وہی سے روکا تھا، مگر مذکور نے ہرگز نہ مانا۔ کیا بروئے شرع اس فاقد الحواس شخص کی طلاق شرعاً واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً وباللہ التوفیق:

”صبی اور مجنون اور معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کما فی الدر المختار:

”لا يقع الطلاق المجنون: أي وصبی: أي والمعتوہ“۔ وقال

فی الهدایة: ”ولا يقع طلاق صبی والمجنون والنائم“۔ ”وأخرج الترمذی

مرفوعاً: كل طلاق جائز إلا طلاق المعتوہ المغلوب علی عقله، الخ“۔

”وروی ابن أبی شیبۃ فی مصنفہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

لا يجوز طلاق الصبی، انتهى“۔ کذا فی تخریج الزیلعی علی الهدایة۔

پس حنفی کو یہ جائز نہیں کہ صبی یا مجنون یا معتوہ کی طلاق کو واقع کرے، جو حنفی مذکورہ

صورتوں میں وقوع طلاق کا حکم دیتا ہے وہ گنہگار ہے، اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط۔

محمد شفیع۔

ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم، دیوبند، سوم و چہارم، ص: ۲۹۸۔

لہذا احد ڈار معتوہ کے حکم میں ہے، اس لئے کہ جب کوئی شخص مشورہ اپنے جہل کے مقابلہ میں قبول نہیں کرے گا تو وہ بھی معتوہ کے حکم میں ہے، اس لئے بروئے حدیث شریف بفرمودہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شخص معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ مذکورہ احد ڈار کی منکوہہ بدستور مذکور کے نکاح میں ہے، کوئی طلاق نہیں ہوئی اور تجدید نکاح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نقل بیان گواہان

ہم گواہان ذیل حلفاً بیان کرتے ہیں کہ مسجی احد ڈار ولد رسول ڈار، ساکن موضع

لانکرشی پورہ نے مورخہ ۱۴/۱۲/۷۲ء کو ہمارے درمیان طلاق کھائی، لیکن اس وقت طالق

کے ہوش و حواس باختہ ہو چکے تھے، ہم نے اس وقت بار بار اس کی عاجزی کی کہ ایسا نہ کرو،

لیکن اس نے شرارت میں آکر ہوش و حواس باختہ ہو کر کسی کا کہنا نہ مانا۔ اس لئے بیان

گزارش خدمت ہے۔

دستخط گواہان

العبد: حاجی غلام محمد ڈار، العبد: اقبال ریشمی، العبد: احد ڈار، العبد: سردار احمد،

العبد: ریشمی خالق، العبد: محمد ڈار۔

حضرت مولانا مفتی صاحبان! شخص طالق معتوہ ہے ”معتوہ“ کا لفظ اس علاقہ میں کسی طالب علم کو بھی معلوم نہیں، نہ یہ عبارت نظر سے گزری ہے، نہ ان احادیث پر عبور ہے، نہ لفظ ”معتوہ“ جانتے ہیں، بلکہ ایک شخص مسمی محمد یوسف شاہ جی امام مسجد موضع لانکرشی پورہ۔ جو کہ ان ہی کا امام ہے۔ مجلس میں آکر یہ روایت شریف ملاحظہ کرنے کے بعد کہا کہ میں ان احادیث اور ان کتابوں کو نہیں مانتا ہوں، بلکہ عریضہ انکار کر بیٹھا۔ جب کوئی امام جس کو علم فقہ کے ساتھ کوئی عبور و سرکار نہ ہو تو اس کا یہ کہنا واضح کرنے کے بعد بھی ایسا جاہلانہ کلام کرنے کے باوجود نہ بھی مذکور شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اس روایت کی تصدیق کرنے بعد مذکور شخص کا حکم بمہربانی صادر فرمائیں کہ مذکور کا حکم اس حدیث شریف کے نہ ماننے اور ان کتابوں کے نہ ماننے پر مذکور امام کا شرعاً کیا حکم ہوگا؟

نوٹ: یہ روایت شریف کی نقل ہے جو کہ سکریٹری انجمن تبلیغ الاسلام نے کہا ہے، اس کے ساتھ ایک پرتھ اسٹام کی نقل بھی ہے یہ روایت شریف اسٹامپ کے سمیت بمہربانی فوراً روانہ فرمائیں۔ اسٹامپ قانونی ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ شرعاً طلاق معتوہ واقع ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟

جناب عالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فتویٰ شریف مع نقولات گواہان ارسال خدمت بابت تصدیق ہے، فریقین متفق ہو کر انتظار تصدیق ہیں۔ فی سبیل اللہ فوراً فریقین کا اشکال دور کرنے کی خاطر تصدیق واپس بذریعہ ڈاک فرما کر مشکور فرمائیں۔ والسلام۔

سائل: پیر مفتی حسام الدین دیوانی، مفتی علافہ بانڈی پورہ۔

وصدر انجمن تبلیغ الاسلام بانڈی پورہ کشمیر، انڈیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”طلاق“ بغض المباحات ہے، عامۃ طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے اور وہ واقع ہو جاتی ہے، پیار

ومجبت میں اس کی نوبت کم ہی آتی ہے (۱)۔ باب الکنايات، کتاب الطلاق، درمختار شامی میں ایک نقشہ دیا ہے کہ فلاں فلاں کنائی لفظ ایسا ہے کہ غصہ کی حالت میں جب بیوی کو کہا جائے تو بلا نیت بھی طلاق ہو جاتی ہے، اگر رضا مندی کی حالت میں کہا جائے تو بلا نیت طلاق نہیں ہوتی۔ غصہ کی حالت کو بہ نسبت رضا مندی کی حالت کے یہاں طلاق واقع ہونے میں زیادہ مؤثر قرار دیا گیا ہے۔

”والحاصل أن الأول يتوقف على النية في حالة الرضاء والغضب والمذاكرة. والثاني في حالة الرضاء والغضب فقط، ويقع في حالة المذاكرة بلانية. والثالث يتوقف عليها في حالة الرضى فقط، ويقع في حالة الغضب والمذاكرة بلانية وقد نظمت ذلك بقول:

نحو اخرجى، قومى، اذهبى ردا يصح خلية برية سباح
واستبرئى اعتدى جواباً قد حتم فالأول القصده دومالزم
والثانى فى الغضب والرضى انضبط لا الذكر والثالث فى الرضا فقط“ (۲)۔
فتح القدير: ۹۱/۳ (۳)، زيلعى: ۲۷۱/۲ میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے (۴)۔ بحر (۵)، عالمگیری

(۱) ”والکنايات لا تطلق بها قضاء إلا بنية أو دلالة الحال، وهى حال مذاكرة الطلاق أو الغضب“۔
(الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲۹۶/۳، ۲۹۷، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعيد)
(وکذا فى الفتاوى العالمکیرية، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الکنايات: ۳۷۵/۱، رشیدیہ)
(وکذا فى فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمکیرية، کتاب الطلاق، فصل فى الکنايات والمدلولات: ۳۶۷/۱، رشیدیہ)

(۲) (ردالمحتار، باب الکنايات: ۳۰۱/۳، ۳۰۲، سعيد)

(۳) ”الأحوال هنا ثلاثة: حالة مطلقة وفسرها بحالة الرضاء، وحالة مذاكرة الطلاق وهى ما قدمنا. وحالة الغضب والکنايات ثلاثة أقسام: ما يصلح جواباً لطلبها الطلاق: أى التطبيق، ويصلح رداً له، وما يصلح جواباً ولا يصلح رداله، وما يصلح جواباً وشتماً“۔ (فتح القدير، فصل فى الطلاق قبل الدخول، الکنايات: ۶۵/۳، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۴) ”وجملة الأمر أن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة وهى حالة الرضاء، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب والکنايات ثلاثة أقسام“۔ (تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۷۹/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۵) ”وبهذا علم أن الأحوال ثلاثة: حالة مطلقة، وحالة مذاكرة الطلاق، وحالة الغضب“۔ (البحر الرائق، =

میں بھی تفصیل مذکور ہے (۱)۔

البتہ اگر غصہ اس درجہ کا ہو جائے کہ ہوش مختل ہو کر ایسے افعال و حرکات کا صدور ہونے لگے کہ اس کو پتہ ہی نہ رہے کہ کیا کر رہا ہے اور کیا کہہ رہا ہے، اور عقل اتنی مجبور و بے بس ہو جائے کہ قابو نہ پاسکے، نگرانی نہ کر سکے تو ایسا شخص مدہوش ہے۔ اس کی اس حالت کی دی ہوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔ اس کی اس حالت کا اندازہ اس وقت کے اس کے دوسرے اقوال و افعال سے کیا جاسکے گا، محض دوسروں کے سمجھانے اور طلاق سے منع کرنے پر نہ ماننا کافی نہیں۔ اگر غصہ میں کسی کی زبان سے طلاق کا لفظ نکلے اور پھر اس کو کچھ یاد نہ ہو تو موقع کے دو گواہوں کے بیان پر اعتماد کرنا ہوگا، ایک یا دو یا تین طلاق کو جو بھی وہ بتائیں اسی کا حکم لگایا جائے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے اس پر رد المحتار: ۲/۴۲۷ میں مفصل بحث کی ہے:

”فالذی ینبغی التعویل علیہ فی المدہوش ونحوہ إناطة الحکم بغلبة الخلل فی أقوالہ وأفعالہ الخارجة عن عادته، وكذا یقال فیمن اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فاجئة: فما دام فی حال غلبة الخلل فی الأقوال والأفعال لا تعتبر أقوالہ ھ۔

لو طلق فشهد عنده اثنان أنك استثنيت وهو غير ذاكر، إن كان بحيث إذا غضب لا يدري ما يقول، وسعه الأخذ بشهادتهما وإلا لا، ھ۔ فإن مقتضاه أنه إذا كان لا يدري ما يقول، يقع طلاقه، وإلا فلا حاجة إلى الأخذ بقولهما: إنك استثنيت، وهذا مشكل جداً، إلا أن يجاب بأن المراد بكونه لا يدري ما يقول أنه لقوة غضبه قد ينسى ما يقول ولا يتذكره بعد قال فی الولو الجية: إن كان بحالٍ لو غضب يجرى على لسانه مالا يحفظه بعده، جاز له الاعتماد على قول الشاهدين، ھ۔“ شامی: ۲/۴۲۷ (۲)۔ وقال العلامة الشامي

= کتاب الطلاق، باب الكنايات فی الطلاق: ۳/۵۲۶، رشیدیہ

(۱) ”ثم الكنايات ثلاثة أقسام: ما يصلح جواباً لا غير وما يصلح جواباً ورداً لا غير وما يصلح جواباً وشتماً والأحوال ثلاثة: حالة الرضا، وحالة مذاكرة الطلاق وحالة الغضب.“ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۳/۴۷۱، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش: ۳/۲۴۴، سعيد)

فی: ۴۲۶/۲: ”العتہ نوع جنون، اھ“ (۱)۔

طلاق دینے کے وقت مطلق کی جو حالت تھی ان کو فقہاء کی ان تصریحات پر منطبق کر کے شرعی حکم لگایا جائے۔ اگر اس کا طلاق دینا شرعاً بیکار ہو تو اس پر حکم نہیں ہوگا، نکاح برقرار رہے گا۔ اگر طلاق دینا معتبر ہو تو تین طلاق کی صورت میں طلاق مغلطہ کا حکم ہوگا، اور بغیر حلالہ کے اس مطلقہ کے ساتھ رہنا جائز نہیں ہوگا (۲)۔

شرعی حکم کے لئے جس حدیث شریف اور فقہ کی مستند کتب کا حوالہ دیا جائے اور وہ حوالہ صحیح بھی ہو تو یہ کہنا کہ ”میں کتابوں کو نہیں مانتا، یا شرعی فتویٰ نہیں مانتا“ نہایت خطرناک ہے، مومن کی یہ شان ہرگز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری (۳) اور بحر الرائق وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس سے ایمان سلامت نہیں رہتا (۴)۔ اگر کوئی ذی علم آدمی یہ بحث کرے کہ فلاں عبارت کا یہ مطلب نہیں بلکہ دوسرا مطلب ہے، جس سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، یا فلاں عبارت و روایت مرجوح و ضعیف ہے، اس پر فتویٰ نہیں ہے، تو یہ دوسری بات ہے، ایسے شخص پر کوئی سخت حکم نہیں

(۱) (رد المحتار، کتاب الطلاق، قبیل مطلب فی طلاق المدہوش: ۲۴۳/۳، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَاِمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِیْحٍ بِاِحْسَانٍ﴾ الآية. (سورة البقرة: ۲۲۹) وقال اللہ تعالیٰ: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۳۰) ”وَإِنْ كَانَ الطَّلَاقُ ثَلَاثًا فِي الْحُرَّةِ أَوْ ثَنَتَيْنِ فِي الْأَمَةِ، لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ نِكَاحًا صَحِيحًا، وَیَدْخُلَ بِهَا ثُمَّ یُطَلِّقَهَا أَوْ یَمُوتَ عَنْهَا“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب السادس، فصل فیما تحل به المطلقة وما یصل به: ۴۷۳/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة: ۳۹۹/۲، شرکت علمیہ ملتان)

(۳) ”وَإِذَا قَالَ الرَّجُلُ لَغَيْرِهِ: حَكَمَ الشَّرْعُ فِي هَذِهِ الْحَادِثَةِ كَذَا، فَقَالَ ذَلِكَ الْغَيْرُ: مَنْ بَرَسَ كَارِئِمْ نَهَى بِشَرِّعٍ أَنَا أَفْعَلُ بِالرَّسْمِ لَا بِالشَّرْعِ“، یكفر عند بعض المشایخ رحمهم اللہ تعالیٰ. وفی مجموع النوازل: قال رجل لامرأته: ماتقولین أیش حکم الشرع، فتجشست جشاءً عالياً فقالت: اینک شرع را (هاک للشرع) فقد کفرت وبانت من زوجها، کذا فی المحيط. رجل عرض علیه خصمه فتوى الأئمة فردّها وقال: چه بار نامہ فتویٰ آورده (ماہذا الفرمان الفتوی التي أتیت بها) قيل: یکفر؛ لأنه ردّ حکم الشرع، وکذا لم یقل شیئاً لكن ألقى الفتوى على الأرض وقال: ایں چه شرع است (ماہذا الشرع) کفر“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب السیر، الباب التاسع فی أحكام المرتدین، ومنها ما یتعلق بالعلم والعلماء: ۲۷۲/۲، رشیدیہ)

(۴) ”و یکفر بقوله لعالم: ذکر الحمار فی أست علمک مریداً به علم الدین ویالقاء الفتوى على الأرض حين أتى بها خصمه“۔ (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحكام المرتدین: ۲۰۷/۵، رشیدیہ)

لگایا جاسکتا، مگر اس کے لئے بھی وسیع اور پختہ علم کی ضرورت ہے، ہر شخص کو اس کا بھی حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱/۱۳۹۴ھ۔

غصہ میں طلاق کے متعلق شامی کی ایک روایت کا مطلب

سوال [۶۰۷۴]: علامہ شامی ۵۸۷/۲، میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”والذی یظہر لی أن کلاً من المدہوش والغضبان لا یلزم فیہ أن یکون بحیث لا یعلم ما یقول، بل یکتفی فیہ بغلبة الہذیان واختلاف الجذ بالہزل، کما هو مفتی بہ فی السکران، الخ“ (۱)۔

اس کا کیا مطلب ہے؟ بالوضاحت تحریر فرماویں اور مفتی بہ قول کون سا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علامہ شامی کے منقولہ کلام کا مطلب یہ ہے کہ: بعض انسان غصہ میں اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ جنونی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اس کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور اس کے کہنے کا اثر کیا ہوگا، ایسی حالت میں اس کی زبان سے اگر طلاق کا لفظ نکل جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے کہ اس کے کلام پر دوسرے اثرات مرتب نہیں ہوتے، مثلاً: تعلیم یافتہ شائستہ آدمی اگر اپنے والد کی شان میں گستاخی کے کلمات کہہ دے یا چپت مار دے تو والد اس کو معذور تصور کرتے ہیں کہ تعلیم یافتہ شائستہ ہونے کے باوجود اس نے یہ حرکت ایسی حالت میں کی کہ اس کو ہوش نہیں، اس لئے ہمیشہ وہ ادب و احترام کا معاملہ کیا کرتا تھا۔

اور جس غصہ میں یہ کیفیت نہ ہو، اگر اس میں طلاق دے دے تو وہ واقع ہو جائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۱۳۸۹ھ۔

(۱) (ردالمحتار، مطلب فی طلاق المدہوش: ۳/۲۴۴، سعید)

(۲) ”ولو شهدا بها وهو لا یدکرھا، إن کان بحال لا یدری ما یجری علی لسانہ لغضب، جاز لہ الاعتماد علیہما، وإلا لا، بحر“۔ (الدرالمختار)۔

”ومقتضیٰ هذا الفرع أن من وصل فی الغضب إلى حالة لا یدری فیہا ما یقول، یقع طلاقہ، وإلا لم یحتج

إلی اعتماد قول الشاہدین“۔ (ردالمحتار، باب التعلیق، مطلب فیما لو حلف وأنشاء لہ آخر: ۳/۳۶۹، سعید)

(و کذا فی إعلاء السنن، باب عدم صحة طلاق الصبی والمجنون الخ: ۱/۱۸۶، ۱۸۷، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی فتح القدیر، فصل فی الطلاق قبل الدخول: ۴/۶۶، مصطفى البابی الحلبي مصر)

الفصل الخامس فی طلاق الصبی (نابالغ کی طلاق کا بیان)

نابالغ کی طلاق اور مدت بلوغ

سوال [۶۰۷۵]: مندرجہ ذیل مسئلہ میں شرعی فتویٰ بھیج کر عند اللہ مشکور فرمادیں:

کیا ایک نابالغ کا ولی نابالغ کی طرف سے اس کی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے؟ اور ایسا طلاق نامہ اصل خاوند کی طرف سے جائز متصور ہوگا؟

۲..... شرع شریف میں نابالغ کس عمر تک خیال کیا جاتا ہے؟

کریم اللہ، سب پوسٹ ماسٹر، شاہ آباد، ضلع کرنال۔

الجواب حامداً ومملياً:

نابالغ اپنی منکوحہ کو شرعاً نہ خود طلاق دے سکتا ہے، نہ اس کی طرف سے اس کا ولی اس کی منکوحہ کو طلاق دے سکتا ہے، ایسی صورت میں طلاق نامہ غیر معتبر ہوتا ہے:

”الخامس كالطلاق ونحوه فلا يملكه: أي لا يملك الصبي بنفسه الخامس ولو بإذن وليه، حتى لو طلق الصبي امرأته بإذن الولي بالطلاق، لا يقع الطلاق، كما لا يملكه: أي الخامس عليه: أي على الصبي غيره: أي غير الصبي كالولي والوصي والقاضي“. كشف المبهم شرح مسلم الثبوت، ص: ۳۰۴ (۱)۔

(۱) لم أجد هذا الكتاب، وفي العالم كيرية: ”لا يقع طلاق الصبي وإن كان يعقل، والمجنون والنائم والمبرسم والمغمى عليه والمدهوش، هكذا في فتح القدير“۔ (الفتاوى العالم كيرية: ۳۵۳/۱، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيدية)

”وتصرف الصبي والمعتوه إن كان نافعاً كالإسلام والتهاب، صح بلا إذن، وإن ضاراً كالطلاق“=

۲..... اگر علامات بلوغ احتلام و انزال وغیرہ متحقق نہ ہوں تو پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ شمار ہوگا:

”فإن لم يوجد فيهما شيء منها، فحنى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة، وبه يفتى“.

درمختار: ۱۹۹/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/۵۴ھ۔

صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/محرم الحرام/۵۴ھ۔

نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۷۶]: ایک لڑکی ہے اس کا نکاح اگر نابالغ لڑکے سے ہوا ہو اور فی الحال ابھی لڑکا نابالغ

ہی ہے، تیرہ سال کی عمر لڑکے کی ہے اور لڑکی بالغ ہو چکی ہے تقریباً دو سال سے۔ اب لڑکے کو ناف سے لے کر نیچے تک فالج مار چکا ہے وارثین لڑکی کو طلاق لینا چاہتے ہیں۔ تو اب اس کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی کوئی صورت نہیں، جب لڑکا بالغ ہو جائے تب اس سے طلاق حاصل کر لی جائے، علامت بلوغ

احتلام و انزال ہے، اگر یہ علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال عمر ہونے پر شریعت کی طرف سے بلوغ کا حکم ہو جائے گا (۲)۔

- والعتاق، لا، وإن أذن به وليهما“۔ (الدرالمختار)۔ ”لاشترائط الأهيلة الكاملة..... وكذا لا تصح من غيره كأبيه ووصيه والقاضي للضرر“۔ (ردالمحتار: ۱۷۳/۶، كتاب المأذون، مطلب في تصرف الصبي و من له الولاية عليه، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱۱۰/۵، كتاب المأذون، الباب الثاني عشر في الصبي أو المعتوه، رشيدية)

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱۵۳/۶، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۶۱/۵، كتاب الحجر، فصل في معرفة حد البلوغ، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۱۵۳/۸، كتاب الحجر، فصل في حد البلوغ، رشيدية)

(۲) ”بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال..... فإن لم يوجد فيهما شيء، فحتى يتم لكل منهما

خمس عشرة سنة، به يفتى، لقصر أعمار أهل زماننا“۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۱۵۳/۶، كتاب

الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد) =

نابالغ کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، اس کا ولی اگر طلاق دیدے تو وہ بھی واقع نہیں ہوگی، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۸۸ھ۔

طلاق صبی

سوال [۶۰۷۷]: ایک لڑکا عمر ۱۴ سال نابالغ ہے، اس کے چچا نے صغریٰ کی حالت میں، جب کہ وہ لڑکا مذکور ۴، یا ۵ سال کا تھا۔ اس کا نکاح کر دیا تھا، جس لڑکی سے شادی کی تھی وہ اب بالغ ہے جس کی عمر اب تقریباً ۱۸ سال ہے۔ لڑکی کے والدین چاہتے ہیں کہ لڑکی کا نکاح کسی دوسری جگہ کر دیا جائے، ورنہ جوان لڑکی ہے جس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ تقریباً دو سال سے اس نکاح سے ناخوشی کا اظہار کرتی چلی آرہی ہے۔ کچھ قرائن اس قسم کے ہیں کہ اگر کسی دوسری جگہ شادی نہ کی گئی تو شاید کسی شخص کے ساتھ بغیر نکاح ہی بھاگ جائے گی۔

لڑکی کے والدین لڑکے والوں پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے طلاق لینا چاہتے ہیں مگر لڑکا نابالغ ہے، ادھر فتنہ کا خطرہ ہے۔ کیا ایسی صورت میں لڑکے نابالغ کی طلاق واقع ہو سکے گی، جیسے کہ شرح حسامی میں مرقوم ہے:

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵/۶۱، کتاب الحجر، الفصل الثانی فی معرفۃ حد البلوغ، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۸/۱۵۳، کتاب الحجر، فصل فی حد البلوغ، رشیدیہ)

(۱) ”(لا یقع طلاق المولیٰ علی امرأۃ عبده و المجنون و الصبی) و لو مراہقاً“۔ (الدر المختار)۔ ”أی إلا

إذا کان مجبواً، و فرق بینہما، أو أسلمت زوجته فعرض الإسلام علیہ ممیزاً، فأبی وقع الطلاق، رملی“۔

(رد المحتار: ۳/۲۴۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الحشیۃ والأفیون والبنج، سعید)

”یقع طلاق کل زوج إذا کان عاقلًا بالغًا، سواء کان حرًا أو عبدًا..... و لا یقع طلاق الصبی

وإن کان یعقل و المجنون و النائم“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع

طلاقہ و فیمن لا یقع طلاقہ، رشیدیہ)

”(و یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ) لصدوره من أهله مضافاً إلی محله و خرج غیرہما“۔ (النہر

الفائق: ۲/۳۱۶، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

”إعلم أن الطلاق والعناق عدم مشروعتيهما بغير الحاجة، أما عند وقوع الحاجة و مس الضرورة، فهما مشروعان۔ قال شمس الأئمة رحمه الله تعالى في أصول الفقه: زعم بعض مشايخنا أن هذا الحكم غير مشروع أصلاً في حق الصبي، حتى أن امرأته غير محل للطلاق، وهذا وهم عندی، فإن الطلاق يملك بملك النكاح؛ إذ لا ضرر في إثبات أصل الملك، وإنما الضرر في الإيقاع، حتى إذا تحققت الحاجة إلى صحة إيقاع الطلاق من جهة دفع الضرر، كان صحيحاً، انتهى. کذا ذکر صاحب غایة التحقيق“ (۱)۔

یا نہیں، جیسے عامہ کتب فقہ میں مذکور ہے؟ نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ بظاہر لڑکے کا نقصان بھی نظر نہیں آتا، کیونکہ لڑکی کے والدین اس سے چھوٹی کا جو نابالغ ہے نکاح بھی کرنے کو تیار ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

متون مذہب میں یہ مسئلہ بصراحت مذکور ہے جیسا کہ سائل کو بھی اعتراف ہے، لہذا اگر جزئیہ شاذہ اس کے خلاف ملے گا تو اس کے لئے..... کوئی محمل حسن تجویز کر کے اصل مذہب کے موافق اور تابع قرار دیا جائے گا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر وہ قابل لحاظ ہے جس کی تفسیر کی گئی ہو، پھر وہ متروک ہوگا، نامی اور غایۃ التحقيق کی عبارت دیگر کتب میں بھی موجود ہے، اس میں: ”إذا تحققت الحاجة“ کی قید زیادہ قابل لحاظ ہے جس کی تفسیر دوسری جگہ ہے۔ نور الانوار، ص: ۲۸۵ میں اصل مسئلہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

”لكن قال شمس الأئمة: إن طلاق الصبي واقع إذا دعت إليه حاجة، ألا ترى أنه إذا أسلمت امرأته يعرض عليه الإسلام، فإن أبي فرق بينهما، وهو طلاق عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى. وإذا ارتد، وقعت الفرقة بينه وبين امرأته، وهو طلاق عند محمد رحمه الله تعالى، وإذا كان محبوباً فخاصمت امرأته وطلبت التفريق، كان ذلك طلاقاً عند البعض. فعلم أن حكم الطلاق ثابت في حقه عند الحاجة، اهـ.“ (۲)۔

علامہ ابن نجیم مصری شارح کنز کتاب الاشباہ والنظائر، احکام الصبیان میں فرماتے ہیں: ”ولا يقع

(۱) (النامی شرح الحسامی، فصل فی بیان الأهلۃ، ص: ۲۷۹، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۲) (نور الانوار، ص: ۲۸۵، مبحث الأحکام، فصل: ثم جملة ما ثبت بالحجج، سعید)

طلاقه ولا عتقه إلا حکماً فی مسائل ذکرناها فی النوع الثانی من الفوائد فی الطلاق۔“

اور، ص: ۱۲۹، میں تحریر فرمایا ہے:

”الصبی لا يقع طلاقه إلا إذا أسلمت زوجته فعرض الإسلام مميزاً، فأبى وقع الطلاق على الصحيح، وفيما إذا كان مجبواً وفرق بينهما، فهو طلاق على الصحيح، ويوكل له، لكونه مستحقاً عليه كعتق قريبه، كذا في عين المعراج، اهـ“ (۱)۔

اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

”(قوله: الصبی لا یصح طلاقه إلا إذا، الخ): أي لا یصح إيقاع الطلاق، وحينئذ لا صحة للاستثناء المذكور؛ إذ الإيقاع من الصبی. (قوله: فأبى وقع الطلاق) أقول: الصواب أن یقال: وقع التفريق، وهذا طلاق على الصحيح، وقيل: فسخ. (قوله: وهو طلاق على الصحيح) وقيل: فسخ، اهـ. غمز عیون البصائر (۲)۔

الحاصل: جس ضرر کا دفعیہ بغیر تفریق نہ ہو سکے تو بذریعہ تفریق اس ضرر کو دفع کیا جائے اور یہ تفریق حکم طلاق ہوگی، گویا کہ خود اس نے طلاق دی ہے (۳)، جیسا کہ جب اور ارداد کی صورت میں ہے، بخلاف صورت مسئلہ کے عنقریب لڑکا بالغ ہو جائے گا، اس وقت اگر چاہے تو اس کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا، جب کہ لڑکی کا نکاح والد نے کیا ہے تو لڑکی کو اختیار بلوغ حاصل نہیں، لہذا اس کی ناخوشی ظاہر کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، کذا فی رد المحتار (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (الأشباه والنظائر: ۲/۲، کتاب الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (غمز عیون البصائر شرح الأشباه والنظائر: ۲/۲، کتاب الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”ثم الفرقة إن من قبلها ففسخ، لا ينقص عدد الطلاق، ولا يلحقها الطلاق إلا في الردة، وإن من قبله

فطلاق“۔ (الدر المختار: ۳/۷۰، باب الولی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۸۶، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

(۴) ”إنکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولو ثیباً کمعتوه و مجنون شهرراً، ولزم النکاح ولو بغبن

فاحش..... إن کان الولی المزوج بنفسه بغبن أباً أو جدّاً“۔ (الدر المختار: ۳/۶۶، کتاب النکاح، =

طلاقِ مراہق کے بعد اس کی زوجہ کا نکاح

سوال [۶۰:۷۸]: ایک مُلّا نے مراہق کے طلاق دینے اور عدت گزارنے کے بعد اس کی عورت کا نکاح دوسری جگہ کسی دنیاوی لالچ کی وجہ سے کر دیا تو آیا وہ ملا اس وجہ سے خارج از اسلام اور کافر ہو گیا اور کافر بھی ایسا کہ اس کی توبہ غیر مقبول ہے؟ اور جو اس مجلسِ نکاح میں حاضر ہوئے تمام ہی کافر ہو گئے یا نہیں، اور ان کے نکاح ٹوٹ گئے یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب اس پر بڑا زور دیتے ہیں، لہذا اس نکاح کرنے والے کا حکم مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراہق کی طلاق شرعاً واقع نہیں:

”لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده والمجنون والصبي ولو مراهما، اھ۔“

درمختار (۱)۔

اگر کسی بالغ شخص نے طلاق دیدی ہو تو عدت کے اندر نکاح حرام ہے: ”لا يجوز للرجل أن يتزوج

زوجة غيره، وكذلك المعتدة، اھ۔“ الفتاویٰ العالمگیریہ (۲)۔

= باب الولی، سعید

”فإن زوجهما الأب والجد، فلا خيار لهما بعد بلوغهما. وإن زوجهما غير الأب والجد، فلكل

واحد منهما الخيار إذا بلغ، إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲۸۵/۱،

كتاب النكاح، باب الأولياء، رشیدیہ)

(و كذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۹، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، امدادیہ ملتان)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۴۲، كتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج، سعید)

(و كذا في الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع طلاقه، رشیدیہ)

(و كذا في النهر الفائق: ۲/۳۱۶، كتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۸۰، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق

الغير، رشیدیہ)

”أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه =

جب مراہق کی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تو بطریق اولیٰ اس کی بیوی سے نکاح حرام ہوگا، لہذا وہ عورت اور اس سے نکاح کرنے والا مرد اور نکاح میں شریک ہونے والے اور جو لوگ منع کرنے پر قادر تھے، پھر انہوں نے اس نکاح سے نہیں روکا وہ سب گنہگار ہیں، سب کے ذمہ توبہ لازم ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ کوشش کر کے اس عورت کو پہلے شوہر یعنی مراہق کے یہاں پہنچائیں، مگر نکاح ان لوگوں میں سے کسی کا نہیں ٹوٹا، نہ کوئی اسلام سے خارج ہوا، نہ کافر ہوا۔

جس مفتی نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ لوگ کافر ہو گئے، اس نے غلط فتویٰ دیا، اہلسنت والجماعت کے نزدیک کبیرہ گناہ سے آدمی کافر نہیں ہوتا، نہ اسلام سے خارج ہوتا ہے: ”ولا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرة إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان، ونسبیه مؤمناً حقيقة، ويجوز أن يكون مؤمناً فاسقاً غير كافر“۔ شرح فقہ اکبر (۱)۔

جس وقت ایسی معصیت کی حلت کا اعتقاد کرے جس کی حرمت بعینہ ہو اور نصوص قطعیہ سے ثابت ہو تو اس وقت البتہ آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے (۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۲/۶۱ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبد اللطیف۔

علامات بلوغ

سوال [۶۰۷۹]: شرع میں بالغ ہونے کی کیا علامتیں مانی گئی ہیں۔

ظاہر خان، نائب مدرس، مدرسہ مہنوں، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۳۶ء۔

= لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً“۔ (رد المحتار: ۵۱۶/۳، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعید)

(۱) (شرح الفقہ اکبر، ص: ۷۱، ۷۳، ۷۴، الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، قديمی)

(۲) ”استحلال المعصية كفر إذا ثبت كونها معصيةً بدليل قطعي، و على هذا تفرع ما ذكر في الفتاوى:

من أنه إذا اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حرمة لعينه، وقد ثبت بدليل قطعي يكفر، وإلا فلا“۔ (شرح

العقائد النسفية، ص: ۱۱۶، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں: احتلام، انزال، اِحبال۔ اور لڑکی میں بھی تین ہیں: حیض، احتلام، جبل۔

اگر ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر دو کو پندرہ سال پورے ہونے پر بقول مفتی بہ بالغ کہا جائے گا، کذا فی تبیین الحقائق، ص: ۴۰۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۶/جمادی الاولیٰ/۵۵ھ۔



(۱) ”قال رحمه الله تعالى: بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، وإلا فحتى يتم له ثمانى عشرة سنة. والجارية بالحیض والاحتلام والجبل، وإلا فحتى يتم لها سبع عشر سنة، ويفتى بالبلوغ فيها بخمس عشرة سنة.“ (تبیین الحقائق، کتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام: ۲/۵۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

الفصل السادس في الطلاق بألفاظ مصحفة

(الفاظ متغيره سے طلاق کا بیان)

لفظ ”طاق“ سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۰۸۰]: میرے رشتہ دار اور سسرال والے شریعت کے پابند نہیں، شریعت کے خلاف میری بیوی کے سامنے محبت کی باتیں مجھ سے برداشت نہ ہو سکیں۔ غصہ میں ایک سانس میں میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے: ”منو! میں نے تمہیں طاق دی، منو میں نے تمہیں طاق دی، منو میں نے تمہیں طاق دی“۔ اس کے بعد زبردستی مجھ سے کاپی پر یہ تحریر لکھوائی، اب منو آنا چاہتی ہے۔ اس طرح سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لفظ ”طاق“ لکھا ہے (بغیر لام کے) ”طلاق“ نہیں لکھا، یا زبان سے اسی طرح کہا ہے تو کوئی طلاق نہیں ہوتی (۱)۔ اگر لفظ ”طلاق“ لکھا ہے، یا کہا ہے تو اس کو دوبارہ صحیح صحیح لکھئے، کیونکہ یہ سوال پہلے بھی آچکا ہے، واقعہ بظاہر وہی ہے مگر تحریر میں فرق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۳۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۳۹۱ھ۔

لفظ ”تلاخ“ سے طلاق

سوال [۶۰۸۱]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک پرچہ لکھا اور اس میں یہ لکھا: ”میں تم کو تلاخ دے چکا“

(۱) ”وإن حذف اللام فقط فقال: أنت طاق، لا يقع وإن نوى“. (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۷، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب الصریح، مطلب فی قوله: علی الطلاق من ذراعی: ۳/۲۵۵، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیة، کتاب الطلاق، فیما یرجع إلی صریح الطلاق: ۳/۲۷۳، إدارة القرآن کراچی)

بالتاء والتاء۔ اور یہ لفظ کئی جگہ لکھا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اور وقوع کی صورت میں یہ کون سی طلاق ہوگی یعنی رجعی یا بائنہ یا مغلظہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے ایسا پرچہ لکھ کر بیوی کے پاس بھیجا اور اس کو اپنی تحریر کا اقرار ہے، یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے اور اس میں تین مرتبہ طلاق (تلاخ) ہے تو بلاشبہ طلاق مغلظہ ہوگئی۔ صریح الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں۔ علامہ شامی نے تصریح کی ہے:

”صريحه مالم يستعمل إلا فيه كطلقت وأنت طالق، ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها أولم ينو شيئاً. وفي أنت الطلاق أو أنت طالق طلاقاً، يقع واحدة رجعية. يدخل نحو: تلاخ وتلاك وتلاك أو ط، ل، ق (۱)۔ “كرر لفظ الطلاق وقع الكل” (۲)۔ وبحث الطلاق بالكتابة في الجلد الثاني والخامس من رد المحتار (۳)۔ فقط والله تعالى أعلم۔ حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

لفظ ”طلاق“ اور ”تلاقی“ میں خسر اور داماد کا اختلاف

سوال [۶۰۸۲]: طلاق کا ایک مسئلہ عجیب طریقہ پر الجھ گیا ہے، معاملات کو پورے طور پر سمجھنے کے

(۱) (الدر المختار: ۲۴۷/۳-۲۴۹، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، باب إيقاع الطلاق: ۳۸۶/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۳۵۴/۱، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار: ۲۹۳/۳، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الباب الثاني فی إيقاع الطلاق: ۳۵۶/۱، رشیدیہ)

(۳) ”کذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه، لا یقع الطلاق مالم یقر أنه کتابه“۔ (رد المحتار،

مطلب فی الطلاق بالكتابة، قبیل باب الصریح: ۲۴۷/۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، قبیل الفصل السابع: ۳۷۹/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالکتاب: ۳۸۰/۳، إدارة القرآن کراچی)

لئے خسرو داماد کے خطوط کے مضمون نقل کر کے بھیج رہا ہوں:

خسر کا خط داماد کے نام:

تمہارا پیغام عزیزہ کو پہونچا دیا اور یہ بتلادیا کہ تمہارے شوہر نے یہ کہا ہے کہ ”اگر عزیزہ ایک ہفتہ کے اندر ان کے گھر نہیں آ جاتی تو ان کو طلاق دیتا ہوں“ اور یہ بھی بتلایا کہ اس جملہ کو انہوں نے دو مرتبہ کہا تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ شرعی تھا اور بڑی حد تک پریشان کن بھی تھا، چنانچہ اس مسئلہ پر یہاں ایک عالم سے مشورہ لیا گیا کہ قاعدہ سے طلاق ہوگئی، انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ شوہر اور بیوی کے تعلقات اس وقت تک منقطع رہیں جب تک کہ عقد ثانی نہ ہو جائے اور جب تک دوسرا نکاح نہ ہو جائے، پردہ رہے گا۔“

داماد کا خط خسر کے نام:

”آپ نے عزیزہ کو جو پیغام پہونچایا، یہ بالکل غلط ہے، اس کے لئے میں اپنے ہاتھ میں قرآن لے کر قسم کھا سکتا ہوں، میں بالکل جاہل نہیں ہوں، میں نے گنجائش رکھ کر تب کچھ کہا تھا۔ ایک بار آپ پھر سن لیں: یہ جملہ میں اللہ اور رسول کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، میں نے کہا تھا کہ ”عزیزہ ایک ہفتہ کے اندر اگر نہیں آئیں تو ”تلاقی“ سمجھیں۔“ اور یہ جملہ صرف ایک بار زبان سے کہا تھا اور حضور! ذرا لغت اٹھا کر دیکھ لیں ”تلاقی“ کے کیا معنی ہیں، معنی بھی سن لیجئے ہم سے: تلاقی کے معنی: ”باہم ملاقات کرنا“۔ آپ بھی لغت دیکھ لیں اور میں یہ جملہ بار بار کہہ سکتا ہوں۔

یہ دونوں خطوط کے مضامین ہیں۔

”تلاقی“ کے معنی اگر لیا جائے تو داماد کی باتوں کا مطلب کچھ غیر موزوں ہو کر رہ جاتا ہے، ایک جگہ وہ

کہتے ہیں کہ ”اس جملہ کو صرف ایک بار ادا کیا“ جب کہ خود دوسری جگہ کہتے ہیں کہ ”اس کو بار بار کہہ سکتا ہوں۔“

خسر کا کہنا ہے کہ طلاق کا لفظ دو بار کہا گیا ہوتا تو جملہ موزوں ہوتا اور طلاق کا اطلاق بھی نہ ہوتا۔ اب

فتویٰ سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر داماد کو خسر کی بات اور نقل پر اعتماد بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی معاملہ سہل ہے، وہ یہ کہ شوہر یہ کہہ دے کہ ”میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا“ اور پھر بدستور تعلق زوجیت قائم کر لے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ یہ حق عدت کے اندر اندر ہے، یعنی جس وقت الفاظ مذکورہ بیوی کے حق میں کہے ہیں اور بیوی ایک ہفتہ میں نہیں گئی تو اس وقت تین حیض گزرنے سے پہلے پہلے شوہر کو اختیار مذکور حاصل ہے (۱)، تین حیض گزرنے پر عدت ختم ہو جائے گی اور مذکورہ اختیار بھی ختم ہو جائے گا، اس وقت تجدید نکاح کی ضرورت پیش آئے گی (۲)۔ اگر داماد کو خسر کی بات اور نقل پر اعتماد نہ ہو، بلکہ اپنی بات اور مراد پر اصرار ہو تو خسر کا قول شرعاً بغیر دونوں گواہوں کے تسلیم نہ ہوگا، داماد کا قول معتبر رہے گا (۳)۔

تنبیہ: اللہ کے ساتھ رسول کا گواہ بنانا جائز نہیں (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۹/۸۹ھ۔

- (۱) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطلقاً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض.“ (الفتاوى العالمكيرية، الباب السادس في الرجعة الخ: ۴/۱، رشیدیہ)
- (و کذا فی تبیین الحقائق، باب الرجعة: ۳/۱۴۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)
- (۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها.“ (الفتاوى العالمكيرية، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۴/۲، رشیدیہ)
- (و کذا فی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)
- (و کذا فی مجمع الأنهر، باب الرجعة: ۴/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)
- (۳) ”(و) نصابها [أى نصاب الشهادة] (لغيرها من الحقوق، سواء كان) الحق (مالاً أو غيره كنكاح وطلاق ووکالة ووصية واستهلال صبی) ولو (للإرث رجلان) (أو رجل وامرأتان)“.
- (الدرالمختار، کتاب الشهادات: ۵/۴۶۵، سعید)
- (و کذا فی الفتاوى العالمكيرية، کتاب الشهادات، الباب الأول فی تعريفها الخ: ۳/۴۵۱، رشیدیہ)
- (و کذا فی البحر الرائق، کتاب الشهادات: ۷/۱۰۳، رشیدیہ)
- (۴) ”ومن تزوج امرأة بشهادة الله ورسوله، لا يجوز النكاح، كذا فی التجنیس والمزید.“ (الفتاوى =

”میں نے اپنی بیوی کو..... دے دی“ کا شرعی حکم

سوال [۶۰۸۳]: ایک شخص رفیق اپنی بیوی عابدہ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا ہے اور روزانہ عابدہ سے لڑتا جھگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ ”تو مجھے پسند نہیں ہے، میں تجھے طلاق دے دوں گا، تو اپنے ماں باپ کے گھر چلی جا، اپنے باپ سے کہہ دے کہ میں شوہر کے گھر جانا نہیں چاہتی، تا کہ میری بدنامی نہ ہو، تو خود ہی باپ کے گھر بیٹھ جا“۔ عابدہ نے ایسا نہیں کیا، باپ کے گھر نہیں گئی، شوہر ہی کے گھر رہی۔ اسی دوران رفیق نے ایک دن لڑائی جھگڑے کے دوران اپنی بیوی عابدہ بیگم کو حسب ذیل عبارت لکھ کر دی:

”اپنے قلم سے میں نے عابدہ کو..... دے دی ہے۔“

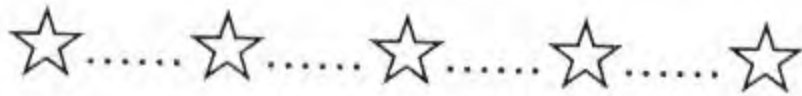
اس جملہ میں نیچ میں جگہ چھوڑ دی جس میں ”طلاق“ کا لفظ ہی فٹ آ سکتا ہے۔ رفیق کا جو سلوک اپنی بیوی کے ساتھ ہے اور جو نیت و ارادہ اپنی بیوی سے ظاہر کرتا ہے، اس کی روشنی میں یہ جملہ اس طرح پورا ہوتا ہے کہ ”میں نے عابدہ کو طلاق دے دی“۔

مذکورہ بالا صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں، اگر طلاق واقع ہوگی تو کس قسم کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۷/۱۳۹۳ھ۔



= العالمکیریۃ، کتاب النکاح، الباب الأول: ۲۶۸/۱، رشیدیہ

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح: ۳۲۰/۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۱۵۵/۳، رشیدیہ)

(۱) ”ورکنه لفظ مخصوص هو ما جعل دلالةً علی معنی الطلاق من صریح، أو کنایةً..... وبه ظهران

من تشاجر مع زوجته..... ولم يذكر لفظاً لا صریحاً و کنایةً، لا يقع علیه“. (الدر المختار مع

ردالمحتار: ۲۳۰/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی حاشیة الشلبی علی التبین للزیلعی: ۲۰/۳، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع، فصل فی رکن الطلاق: ۲۱۰/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

باب الطلاق الصریح

(طلاق صریح کا بیان)

صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں

سوال [۶۰۸۴]: زید کی زوجہ کچھ خاوند کی ناقدردان ہے اور خانگی کاروبار میں خاوند کے کہنے کی پرواہ نہیں کرتی، کھانا وغیرہ دیتے وقت بھی اکثر زبان درازی کر جاتی ہے اور ناشائستہ کلمات بک دیتی ہے۔ زوج بہت غریب آدمی ہے، دو بچے ہی ہیں، بوجہ عسرت یہ نوبت آتی ہے۔ زوج نے اکثر موقعوں پر اس کی زبان درازی سے تنگ آ کر اپنی جہالت سے کہہ دیا کہ ”تو چلی جا، میں نہیں رکھتا، تجھے طلاق دیدی“۔ ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ ”تو میری خالہ ہے، اگر میرے بھائی نے اپنی لڑکی کا رشتہ میرے لڑکے سے نہ کیا تو تجھے نہ رکھوں گا“۔

زوجہ اپنی ساس سے لڑتی ہے تو زید نے کہا کہ ”قسم اللہ کی! اگر تو لڑے گی تو تجھے طلاق ہے“ اور یہ کلمہ تین مرتبہ کہا، جب زید نے کہا کہ اس طرح کہنے سے طلاق پڑ جاتی ہے تو زوج اور زوجہ بہت نادم ہوئے اور منفعل ہوئے۔ اور زید کہتا ہے کہ میں نے تو دل سے طلاق نہیں دی۔ تو کیا واقعی طلاق پڑ گئی، اگر پڑی تو کونسی طلاق پڑی ہے؟ رجوع کی گنجائش ہے یا نہیں؟ ایک طلاق پڑی ہے یا دو تین پڑ گئیں؟ بینوا تو جبروا۔

۴/ شوال/ ۱۳۵۷ھ، اڑیسہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین مرتبہ طلاق دینے سے مطلقہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے (۱)، صریح الفاظ میں

(۱) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، والأصل فيه قوله تعالى: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾“ (الهداية: ۳۹۹/۲ کتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة شرکت علمیہ ملتان) =

نیت کی حاجت نہیں ہے (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۵۷ھ۔

طلاق رجعی، بائن اور مغلظہ میں فرق

سوال [۶۰۸۵]: ایک شوہر نے رمضان شریف میں شام کے وقت روزہ کی جھانجھ میں جھگڑے لڑائی کے بعد اپنی عورت کو تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ ”میں نے تجھ کو آزاد کیا“ اور پھر یہی الفاظ ایک تیسرے شخص کے سامنے بھی دریافت کرنے پر تین مرتبہ کہے۔ آیا اس صورت میں طلاق پڑ گئی یا نہیں؟ اگر طلاق پڑ گئی ہے تو کس قسم کی؟ آیا رجعی یا بائن یا مغلظہ واقع ہوئی؟ اور عورت حاملہ ہے تو عدت کتنے روز تک ہوگی؟ نیز طلاق رجعی بائن و مغلظہ کی صاف وضاحت فرمائیے کہ نتیجہ میں تینوں میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

العبد: امیر احمد، مبلغ و سفیر دارالصناعة، مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفاً و کرامۃ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں شوہر کی طرف سے بیوی کے حق میں یہ الفاظ کہ ”میں نے تجھ کو آزاد کر دیا“ بمنزلہ صریح طلاق کے ہیں جن سے بلا نیت طلاق ہو جاتی ہے (۲) اور تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہو جاتی ہے، پس

= (و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۶۰۳/۳، کتاب الطلاق، مسائل المحلل و غیرہا، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۹۴/۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۷۳/۱، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(۱) ”سمی هذا النوع صریحاً..... وهذه الألفاظ ظاهرة المراد؛ لأنها لا تستعمل إلا فی الطلاق عن

قید النکاح، فلا یحتاج فیہا إلى النية لوقوع الطلاق؛ إذ النية عملها فی تعیین المبهم ولا إبهام فیہا“.

(بدائع الصنائع: ۲۲۲/۴، کتاب الطلاق، شرط النية فی الکناية، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۳۷/۳، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۲) ”لوقال الرجل لامرأته: ”تراچنگ بازدا شتم“، او ”بیشتم“، او ”یلہ کردم ترا“، او ”پائے کشادہ کردم ترا“، فهذا كله

تفسیر قوله: ”طلقتک“ عرفاً، حتی یكون رجعیاً، ويقع بدون النية، کذا فی الخلاصة“. (الفتاویٰ=

صورت مسئلہ میں اس عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اس کا حکم یہ ہے کہ حلالہ کرے یعنی: عدت ختم ہونے پر عورت کسی اور دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ شخص نکاح کے بعد اس سے صحبت کرے، پھر اگر طلاق دیدے یا مرجائے تو عدت گزار کر اس پہلے شوہر سے نکاح درست ہوگا، بغیر اس کے نکاح درست نہیں (۱)۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے (۲)۔

صریح لفظ سے (یعنی جس لفظ کا استعمال صرف طلاق میں ہوتا ہو کسی اور میں نہ ہوتا ہو) طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ کنایہ سے (یعنی جس لفظ کا استعمال طلاق میں بھی ہوتا ہے اور غیر طلاق میں بھی ہوتا ہے جیسے: نکل جا، دور ہو جا، میں نے تجھ کو نکال دیا، اپنے باپ کے گھر جا کر رہ وغیرہ) طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور اس میں نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض دفعہ دلالت حال مثلاً لڑائی اور غصہ کی حالت یا طلاق کا پہلے سے تذکرہ ہونا، عورت کا مطالبہ طلاق کرنا بھی نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اگر نہ نیت ہو نہ قائم مقام نیت ہو تو ایسے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور صریح الفاظ سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، خواہ خوشی کی حالت میں کہے

= العالمکیریۃ: ۳۹۹/۱، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیہ، رشیدیہ

”ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ”رهاكردم“ أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً“ (ردالمحتار: ۳۹۹/۳، باب الكنايات، سعيد)

(۱) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية“ (الفتاویٰ العالمکیریۃ، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴۷۳/۱، رشیدیہ)

(و كذا في الهداية، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳۹۹/۲، شركة علمیه ملتان)

(و كذا في الدر المختار، باب الرجعة: ۴۱۰/۳، ۴۱۱، سعيد)

(۲) ”(العدة) في حق الحامل مطلقاً ولو أمة أو كتابية أو من زنا، بأن تزوج حبلى من زنا، ودخل بها، ثم مات، أو طلقها، تعتد بالوضع“ (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۵۱۱/۳، باب العدة، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمکیریۃ: ۵۲۸/۱، الباب الثالث عشر في العدة، رشیدیہ)

(و كذا في البحر الرائق: ۲۲۶/۴، كتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیہ)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۲۵۲/۳، باب العدة، درالکتب العلمیۃ بیروت)

خواہ غصہ کی۔

نتیجہ کے اعتبار سے یہ فرق ہے کہ طلاق رجعی میں صرف رجعت کافی ہے، یعنی: عدت کے اندر اندر یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی، یا رجوع کر لیا وغیرہ اور صحبت وغیرہ سے بھی رجعت ثابت ہو جاتی ہے۔ طلاق بائن میں رجعت کا اختیار نہیں رہتا، بلکہ دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں یہ اختیار ہوتا ہے چاہے شوہر بیوی عدت کے اندر نکاح کر لیں چاہے عدت کے بعد، اور طلاق مغلظہ میں نہ رجعت کا اختیار باقی رہتا ہے، نہ دوبارہ نکاح درست ہوتا ہے، حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے (۱) جس کی کیفیت صورت مسئلہ کے جواب میں بیان کی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۰/۵۶ھ۔

عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۷/شوال/۵۶ھ۔

(۱) ”فما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق، فهو صريح، يقع بالنية، وما استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره، فحكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام“۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۷، باب الصريح، سعيد) ”وتصح (الرجعة) بتزوجها في العدة إن لم يطلق بائناً، فإن أبانها فلا“۔ (رد المحتار مع الدر المختار: ۳/۳۹۹، ۴۰۰، باب الرجعة، سعيد)

”فالصريح ما ظهر المراد منه ظهوراً بَيَّناً، حتى صار مكشوف المراد بحيث يسبق إلى فهم السامع بمجرد السماع، حقيقة كان أو مجازاً، وتقع واحدة رجعية. (تبين الحقائق)۔ ”الكنایات ما خفي المراد منه، لتوارد الاحتمالات، لا تطلق بها إلا بنية، أو دلالة الحال“۔ (حاشية الشلبی: ۳/۳۹، ۷۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية، بيروت)

”فالصريح قوله: أنت طالق؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل في الطلاق، ولا تستعمل في غيره، فكان صريحاً، وأنه يعقب الرجعة بالنص، ولا يفتقر إلى النية؛ لأنه صريح فيه لغلبة الاستعمال..... الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال؛ لأنها غير موضوع للطلاق، بل تحتمله وغيره، فلا بد من التعيين أو دلالة، وبقيّة الكنايات إذ نوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة، وإن نوى ثلاثاً، كان ثلاثاً، وإن نوى ثنتين كانت واحدة بائنة“۔ (الهداية: ۲/۳۵۹، ۳۷۳، ۳۷۴، باب إيقاع الطلاق، مكتبه شركة علمیه ملتان)

طلاق صریح میں نیت کا اعتبار نہیں

سوال [۶۰۸۶]: زید کی ماں زید کو برا بھلا کہہ رہی تھی، وہ خاموش سن رہا تھا، اتنے میں اور لوگ زید کی ماں کی آواز سن کر آگئے، زید ماں کی باتوں کو سن کر عاجز آ گیا، تو لوگوں کو مخاطب کر کے بولا کہ ”تم لوگ گواہ رہو کہ میں زینب کو طلاق دے رہا ہوں“۔ یہ الفاظ زید نے تین بار کہے۔ معلوم ہوا کہ اس جھگڑے میں زید کی بیوی کا کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ زید کی نیت طلاق دینے کی تھی۔ کیا اس سے طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ بیوی گھر والوں کی بہت فرمانبردار ہے، اس وقت اس کی بیوی وہاں موجود بھی نہ تھی اور نہ اس نے طلاق کے الفاظ ہی سنے ہیں۔

۲..... حضرت! یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ذرا زبان سے کہہ دیا طلاق ہوگئی، نہ نیت کی ضرورت، نہ کسی کی مرضی کی؟ اس کے علاوہ میں نے ابھی تک کسی سے نہ سنا، نہ دیکھا کہ بغیر نیت کوئی کام ہو جاتا ہو، نکاح میں تو عورت اور مرد کی رضا مندی ضرور ہوتی ہے، زبردستی سے نکاح نہیں ہوتا، جب شریعت نے عورت کو نکاح قائم کرنے کا حق دیا ہے تو برقرار رکھنے کا حق کیوں نہیں دیا؟ دونوں زندگی گزارنے میں ذرا سی غلطی سے عورت کو طلاق دے دیا، اب نہ وہ شوہر کی جائیداد لے سکتی ہے اور نہ ہی بچہ لے سکتی ہے، کس کے سہارے زندگی گزارے، کرے تو کیا کرے؟ بیچاری اپنی عصمت کو دوسرے کے سپرد کر کے نکاح کرے، یہ کیسا انصاف ہے؟ یہ بہت شرمناک ہے کہ جو عورت زندگی میں ساتھ رہ چکی ہو وہ پھر دوسرے کے نکاح میں جائے، لیکن بُرے آدمی کا کیا نقصان کرے؟ پھر دوسری عورت مل جاتی ہے۔

۳..... اب تین بار طلاق دینے سے مغلظہ ہوگئی، وہ ہمیشہ کے لئے نکاح سے نکل گئی، دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہے تو عورت دوسرا نکاح کرے، اپنی عصمت ریزی کرائے، پھر دوسرے دن وہ طلاق دے تو پہلے شوہر کے پاس آنے کے قابل ہو۔ طلاق کیا ہے، ایک چلتا پھرتا تماشا ہے، کوئی زبان سے تو نہیں کہتا کہ اس عورت سے نکاح کرو اور کل طلاق دینا، مگر دل میں یہی ہوتا ہے جب کہ میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے، پھر جس چیز پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعنت کریں، وہ کیوں کر جائز ہے؟ حضرت سے تواضع کے ساتھ درخواست ہے کہ ہر بات کا جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک عاقل بالغ شخص جو اس سالم رہتے ہوئے ایک جملہ بولتا ہے جو اپنی وضع کی حیثیت سے معنی دار ہے مہمل نہیں، بر محل ہے (بیوی کے حق میں ہے) بے محل نہیں ہے، ماں کی سخت گفتگو کی وجہ سے، جس سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ ماں کو سکون حاصل ہو جائے، پھر وہ سخت گفتگو نہیں کرے گی، تو کیسے تسلیم کیا جائے کہ اس کی نیت نہیں تھی (۱)۔

صاف صریح لفظوں میں بھی نیت پر مدار رکھا جائے تو سارے عالم کا نظام درہم برہم ہو جائے، بڑی سے بڑی بات آدمی کہہ دے پھر کہے کہ میری نیت نہیں تھی، اپنے والد کو گالی دے پھر کہے کہ میری نیت نہیں تھی، مکان فروخت کر دے اور کہے کہ میری نیت نہیں تھی، نکاح کا ایجاب و قبول کر لے اور کہے کہ میری نیت نہیں تھی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس شخص کی انسانیت ختم کر دی گئی اور اس کو جانوروں میں داخل کر دیا گیا۔ طلاق کا حال تو ایسا ہے جیسے کوئی چاقو پیٹ میں مار کر چاک کر دے پھر کہنے لگے میری نیت نہیں تھی، اس کی نیت ہو یا نہ ہو اس سے کیا بحث ہے، پیٹ تو چاک ہو ہی گیا، اب کہتا ہے کہ میری نیت نہیں تھی۔

عورت کی مرضی نکاح میں لی جاتی ہے، لیکن جب وہ نکاح میں آگئی تو طلاق کا اختیار خدائے پاک نے صرف مرد کو دیا ہے، عورت کی مرضی پر طلاق موقوف نہیں (۲)۔ بچے کی پرورش کا حق عورت کو ہے، وہ محض طلاق

(۱) ”الصریح ما لا یحتاج إلی نية، بئناً کان الواقع به أو رجعیاً“۔ (الدر المختار: ۳/۶۰۳، کتاب

الطلاق، باب الکنايات، مطلب: الصریح یدلحق الصریح والبائن، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر: ۴/۵، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/۲۲۲، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النية فی الکناية، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”أما الذی یرجع إلی الزوج، فمنها: أن یكون عاقلاً حقیقاً أو تقدیراً، فلا یقع طلاق المجنون

والصبی الذی لا یعقل“۔ (بدائع الصنائع: ۴/۲۱۳، کتاب الطلاق، فصل فی شرائط الرکن، دار الکتب

العلمیة، بیروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، مطلب طلاق الدور، سعید)

(و کذا فی النهر الفائق: ۲/۳۱۶، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

سے ختم نہیں ہو جاتا (۱)۔ اپنا مہر بھی لے سکتی ہے (۲)۔ عدت کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے (۳)، بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کرے، نفقہ اس کے ذمہ ہوگا۔

اس نے پہلا نکاح کر کے عصمت شوہر کے سپرد کر دی تھی، اسی طرح دوسرا نکاح کر کے اپنی عصمت اس کے سپرد کرنے میں کیا اشکال ہے؟ پہلے نکاح میں یہ اشکال کیوں پیش نہیں آیا؟ شریعت نے حلالہ پر مجبور نہیں کیا، اس کا بھی اختیار ہے کہ پہلے شوہر کی طلاق کے بعد کسی سے بھی نکاح نہ کرے، اس کا بھی اختیار ہے کہ بعد عدت دوسرے شخص سے نکاح کر کے ہمیشہ اسی کے ساتھ رہے، لیکن اگر جذبات کی تسکین بغیر پہلے شوہر کے پاس جائے نہ ہوتی ہو تو اس کے لئے راستہ یہ بتایا گیا ہے جس پر چلنا خود عورت کے اختیار میں ہے، اس کو مجبور نہیں کیا گیا۔ دوسرے شخص سے نکاح کو عصمت ریزی کہنا بڑی جسارت ہے، اگر یہ عصمت ریزی ہے تو پہلے شوہر کے پاس بھی رہنا عصمت ریزی ہے، ایسے الفاظ سے توبہ کی جائے۔

(۱) ”أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة الأم، إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة غير مأمونة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۴۱/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس عشر فی الحضانة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۵۵۵/۳، کتاب الطلاق، باب الحضانة، سعیا)

(و کذا فی النهر الفائق: ۵۰۰/۲، کتاب الطلاق، باب الحضانة، رشیدیہ)

(۲) ”والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۰۳/۱، کتاب الطلاق، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۵۱/۳، کتاب الطلاق، باب الحضانة، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۵۲۰/۳، کتاب الطلاق، فصل فی بیان ما يتأكد به المهر، دار الكتب العلمية بیروت)

(۳) ”المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة والسكنى، كان الطلاق رجعياً أو بائناً أو ثلاثاً، حاملاً كانت المرأة أو لم تكن“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۵۷/۱، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی نفقة المعتدة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۴۰/۱، کتاب الطلاق، فصل فی نفقة المعتدة، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳۳۷/۲، کتاب الطلاق، باب النفقة، رشیدیہ)

طلاق کو تماشا بنانا جاہلوں کا کام ہے کہ ذرا سی بات ماں سے ہوئی فوراً تین طلاق دیدی، پھر دوسرے سے کہہ کر طلاق دلوائی، یہ تو شریعت کا حکم نہیں، اپنی جہالت اور حیوانیت کو شریعت کا حکم کیوں بتایا جاتا ہے۔ جو شخص واقفِ حال ہو وہ اس نیت سے ایسی مطلقہ عورت سے نکاح کرے کہ بعد صحبت میں طلاق دیدوں گا تا کہ اس غریب کا گھر آباد ہو جائے تو اس پر اس کو اجر ملے گا (۱)، اس پر لعنت نہیں وارد ہوئی، آپ نے اگر لعنت سنی تو غلط سنی۔ لعنت والی صورت یہ ہے کہ شوہر اول کسی آدمی سے یہ شرط لگا کر اپنی مطلقہ کا نکاح کرائے کہ تم بعد میں طلاق دیدینا، دونوں میں بڑا فرق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۱۳۹۵ھ۔

طلاق قبل الدخول و بعد الدخول میں زوجین کے اختلاف کا حکم

سوال [۶۰۸۷]: اگر زوجین میں اختلاف ہو زوجہ کہتی ہو کہ مجھے طلاق بعد الدخول دی گئی ہے اور زوج کہتا ہے کہ قبل الدخول دی ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجہ کا قول معتبر ہوگا: ”وفی القنیۃ: افرقا فقلت: افرقنا بعد الدخول، فالقول قولها؛ لأنها تنکر سقوط نصف المهر“۔ بحر: ۳/۱۴۶ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

لفظ ”چھوڑ دیا“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۸۸]: زید نے عمر سے اس کی بیوی کے متعلق کہا کہ تو اپنی بیوی کو کیوں نہیں لے آتا تو عمر نے زید کو یہ جواب دیا کہ ”ہم نے اس کو چھوڑ دیا“۔ از روئے شرع اس سے طلاق ہوئی کہ نہیں؟ اگر ہوگئی تو رجعی یا بائن؟

عبدالحق محمد امین، کوپا گنج، اعظم گڑھ۔

(۱) وإن لم يشترط التحليل في النكاح، حل للأول ولا يكره، ولا تعتبر النية. ولو شرطاه، فعلى الخلاف. وقيل: المحلل مأجور، وتأويل اللعن إذا شرط الأجر“۔ (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمية: ۲۶۲/۱، كتاب الطلاق، الفصل التاسع في الحظر والإباحة، نوع آخر في المحلل، رشيدية)

(۲) (البحر الرائق: ۳/۲۵۶، كتاب النكاح، باب المهر، رشيدية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ”ہم نے اس کو چھوڑ دیا“ یہاں کے عرف میں بمنزلہ صریح کے ہے، اس سے بلا نیت بھی ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے خواہ مذاق ہی میں کیوں نہ کہے، لہذا صورت مسئلہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی (۱)، عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے اور بعد عدت نکاح درست ہے (۲)، جہاں کا عرف اس کے خلاف ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا (۳)۔

محمود گنگوہی، ۱۴/ربیع الاول/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۴/ربیع الاول/۵۳ھ۔

(۱) ”وإن كانت (أى: الكتابة) مرسومة يقع الطلاق نوى أو لم ينو اه“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۸/۱،

کتاب الطلاق، الفصل السادس: الطلاق بالكتابة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۷۱/۱، کتاب الطلاق، فصل الطلاق بالكتابة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۶/۳، کتاب الطلاق، باب کنایات، سعید)

”بخلاف فارسیہ قولہ: سرحتک وهو ”رہا کردم“؛ لأنه صار صریحاً فی العرف علی ما صرح بہ نجم الزاہدی الخوارزمی فی شرح القدوری فیذا قال: ”رہا کردم“: أى سرحتک يقع بہ الرجعی، اه“۔ (رد المحتار: ۲۹۹/۳، کتاب الطلاق، باب کنایات، سعید)

(۲) ”وتصح فی العدة إن لم يطلق ثلاثاً و مراده أن لا یكون بائناً سواء کان واحداً أو ثنتين. وینکح مبانته فی العدة وبعدها: أى المبانة بما دون الثلاث“۔ (البحر الرائق: ۸۳/۴، ۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳۹۶/۴، ۴۰۳، شرائط جواز الرجعة، حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”عربی فتاویٰ میں لفظ ”سرحتک“ ”میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے“ کو الفاظ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے:

(کما فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب کنایات، مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا: ۳۰۰/۳، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی کنایات فی الطلاق: ۲۳۴/۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب کنایات فی الطلاق: ۵۲۴/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الخامس فی =

دو طلاق کے بعد کہا ”یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا، نا“

سوال [۶۰۸۹]: زید کی بیوی ہندہ اور اس کی ساس سے کسی بات پر تکرار ہوئی، زید نے بیوی کو منع کیا کہ کیوں بلاوجہ تکرار کر رہی ہے، لیکن وہ نہ مانی تو زید نے کہا کہ ”فلاں کی لڑکی کو طلاق طلاق“، اس کے بعد زید نے اپنی بیوی سے دوبار یہ بھی کہا کہ ”یہاں سے جاؤ اب تو چھوڑ دیا، نا“۔ صورت مذکورہ میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ یہ لفظ ہمارے اردو کے محاورہ میں صریح طلاق کے معنی میں ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے مجموعہ فتاویٰ: ۱/۳۲۹ میں تصریح فرمائی ہے (۱)، لہذا اس لفظ سے بھی طلاق واقع ہو کر ہندہ پر تین طلاقیں مغلظہ واقع ہو گئیں۔ اگر زید کہے کہ اس لفظ سے میرا مقصود پہلے دو طلاقوں کا بیان ہے تو اس کا یہ کہنا دیانہ ہو سکتا ہے، لیکن قضاء یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ اور چونکہ عورت مثل قاضی کے ہے، لہذا جب کہ ہندہ نے زید سے لفظ مذکور سنا تو اس صورت میں تین طلاق ہی کا حکم ہے، پس ہندہ بغیر حلالہ کے زید کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ درمختار میں ہے:

”کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دين“۔ ۲/۴۶۰۔

شامی میں ہے: ”أى وقع الكل قضاء، وكذا إذا أطلق، أشباه: أى بأن لم ينو استحساناً،

= الكنايات: ۱/۳۷۵، رشیدیہ)

اردو فتاویٰ میں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹/۴۲۸، امدادیہ ملتان، اور عزیز الفتاویٰ: ۲/۵۷۰، میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس لفظ کو بوجہ عرف عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور، حصہ چہارم: ص: ۲۹۱، اور امداد الفتاویٰ: ۲/۴۳۵، اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۴۰۹، میں اس کو طلاق صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس کے طلاق صریح ہونے کی ہے، جیسا کہ ردالمحتار: ۳/۲۹۹، باب الکنايات میں ہے۔ (از مرتب: فضل مولیٰ)

(۱) (مجموعۃ الفتاویٰ: ۲/۶۸، کتاب الطلاق، سعید)

ولا تأكيدا؛ لأن الأصل عدم التأكيد“۔ ۲/ ۴۶۰ (۱)۔ ”والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه“۔ ۲/ ۴۳۲ (۲)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

دوبار طلاق کا واقع ہو جانا تو بالکل ظاہر ہے، اس کے بعد جب دوسرا جملہ کہا کہ ”یہاں سے جاؤ، اب تو چھوڑ دیا، نا“ اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ چونکہ تم کو دوبار طلاق دے کر چھوڑ دیا ہے، لہذا اب یہاں سے جاؤ تو اس جملہ سے کوئی جدید طلاق نہیں ہوئی بلکہ یہ پہلی طلاق کی خبر و حکایت ہے، لہذا شوہر کو حق رجعت عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے حاصل ہے (۳)۔

اگر یہ خط کشیدہ جملہ اس مقصد کے لئے نہیں بولا بلکہ ”یہاں سے جاؤ“ طلاق کے لئے کہا ہے تو اس سے تیسری طلاق واقع ہو کر تب مغلط ہوگی (۴)۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے ذریعہ سے پہلی دو طلاق رجعی کو بائن کرنا مقصود ہو، تو اس سے مستقل طلاق نہ ہوگی، بلکہ پہلی دی ہوئی رجعی طلاق بائن ہو جائے گی (۵) اور بغیر حلالہ

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(۲) (رد المحتار: ۳/ ۲۵۱، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۳) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطلقيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایہ: ۲/ ۳۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مکتبہ شریکۃ علمیہ)

(و کذا فی المسوط: ۲/ ۱۶، کتاب الطلاق، باب الرجعة، حبیبیہ کوئٹہ)

(۴) ”رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عني بالاولى الطلاق وبالثانية والثالثة

إفهامها، صدق ديانة، وفي القضاء طلقت ثلاثاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۵۶، ۳۵۵، کتاب الطلاق،

الباب الثاني فيه إيقاع الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۴۶۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(۵) ”رجل طلق امرأته بعد الدخول واحدة، ثم قال بعد ذلك: جعلتُ تلك التطليقة بائنة، أو قال: جعلتها

ثلاثاً، اختلفت الروايات فيه: والصحيح أن على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى تصير بائناً أو ثلاثاً“۔ =

کے تجدید نکاح کافی ہوگا (۱)۔

بیوی کے حق میں لفظ ”چھوڑ دیا“ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح طلاق کے ہے (۲)، لیکن شوہر کا صورت مسئلہ میں دو طلاق دے کر یہ کہنا کہ ”یہاں سے جاؤ، اب تو چھوڑ دیا، نا“ ظاہر کر رہا ہے کہ اس لفظ سے انشاء طلاق مقصود نہیں، بلکہ دی ہوئی طلاق کا اظہار و اقرار اور اس کی نقل و حکایت مقصود ہے جس پر ”یہاں سے جاؤ“ متفرع کر رہا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۱، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الثالث فی تشبیہ الطلاق ووصفہ، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۲۹/۴، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النیة فی الکناية، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی ردالمحتار: ۳/۵۰۵، باب الکنايات، سعید)

(۱) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۲/۱، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایة: ۲/۳۹۹، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، باب الرجعة، شركة علمیه)

(و کذا فی الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، سعید)

(۲) ”ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصریح، فإذا قال: ”رهاكروم“: أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً“۔ (ردالمحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۹، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲/۲۳۵، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النیة فی الکناية، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

”ہم نے اس کو چھوڑ دیا“ کہنے کا حکم

سوال [۶۰۹۰]: مسمی شاکر خان نے اپنی زوجہ زبیدہ کو رو برو گواہان یہ کہا کہ ”ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور وہ خلع کے پانچ صد روپے ہم سے لے لیں“۔ کیا اس صورت میں مسماۃ زبیدہ کو اپنے شوہر سے طلاق بائن ہوگی؟
الجواب حامداً و مصلیاً:

بیوی کو ایسا کہنے سے ”ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے“ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی (۱)۔ اور خلع کا صحیح ہونا بیوی کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے، وہ اگر جب ہی قبول کر لے تو صحیح ہو جاتا ہے، ورنہ خلع صحیح نہیں ہوتا (۲)، نیز خلع میں کچھ دینا بھی ہوتا ہے، بیوی دیتی ہے نہ کہ شوہر۔ بظاہر خلع کا مطلب شوہر کے نزدیک اصطلاحی خلع نہیں بلکہ ادائیگی مہر ہی طلاق کے ساتھ مقصود ہے، اس سے طلاق بائن نہیں ہوئی، اگر عدت میں رجعت نہ کی تو عدت ختم ہونے پر بائن ہو جائے گی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۸۸ھ۔

(۱) ”ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ”رہا کردم“: أى سرحتك، يقع به الرجعى مع أن أصله كناية أيضاً“۔ (ردالمحتار: ۲۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)
(۲) ”لو قال: خلعتك بكذا، فقالت: نعم، فليس بشيء..... و لو قالت: رضيت أو أجزت، صح“۔
(الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في الخلع و ما في حكمه، رشيدية)

”و شرطه كالطلاق، و هو أهلية الزوج و كون المرأة محلاً للطلاق..... و أما ركنه إذا كان بعوض الإيجاب والقبول؛ لأنه عقد على الطلاق بعوض، فلا تقع الفرقة و لا يستحق العوض بدون القبول“۔ (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۴۴۱، باب الخلع، رشيدية)

(۳) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية، أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها..... و لا بد من قيام العدة..... إنما يتحقق الاستدامة في العدة؛ لأنه لا ملك بعد انقضائها“۔ (الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۲۹۴، شركة علميه ملتان)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، الخ: ۱/۴۷۰، رشيدية)

لفظ ”چھوڑ دیا“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۹۱]: زید نے کسی معمولی بات پر اپنی بیوی سے جھگڑا کر کے کہا ”جاؤ، میں نے تجھے چھوڑ دیا“۔ بعدہ زید سے پوچھا گیا ”جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا“ اس سے تیرا کیا مطلب ہے؟ زید قسم کھا کر کہتا ہے اس لفظ سے میرا مطلب اپنی بیوی کو تنبیہ کرنا ہے تاکہ شرارت سے باز آ جائے، ناکہ طلاق دے کر دور کر دینا۔ اس واقعہ سے قبل یا بعد لفظ طلاق یعنی مذاکرہ طلاق نہیں ہوئی، میاں اور بیوی دونوں قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بلا نیت ”جاؤ میں نے تجھے چھوڑ دیا“ اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع نہیں ہوگی تو جواب بحوالہ کتب ضرور مرحمت فرمادیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں دو لفظ ہیں: ”جاؤ“ دوسرا: ”میں نے تجھے چھوڑ دیا“۔ پہلا لفظ کنایہ ہے کہ طلاق کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور غیر طلاق کے لئے بھی، اس میں رد کی بھی صلاحیت ہے اور جواب کی بھی، اس سے طلاق ہونے کا مدار نیت پر ہے اور شوہر کا قول قسم کے ساتھ نیت کے بارے میں معتبر ہے:

”وما یصلح جواباً ورداً، لا غیر، اخرجی اذھبی ففی حالة الرضاء، لا یقع الطلاق فی الألفاظ کلھا إلا بالنیة، والقول قول الزوج فی ترک النیة مع الیمین، وفی حال مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الأقسام قضاءً، إلا فیما یصلح جواباً ورداً، فإنه لا یجعل طلاقاً، کذا فی الکافی. وفی حالة الغضب یرد فی جمیع کل ذلك، اھ.“ الفتاویٰ العالمگیریہ مختصراً: ۱/۳۷۴ (۱)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۲۹۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۱۵، کتاب الطلاق، باب الکنایات، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۷۹، ۸۰، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۲۵، کتاب الطلاق، باب الکنایات فی الطلاق، رشیدیہ)

دوسرا لفظ: ”میں نے تجھے چھوڑ دیا“ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح طلاق کے ہے، اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے:

”إذا قال الرجل لامرأته: ”بهشتم تُرا از زنی“ فاعلم بأن هذه اللفظة استعمالها أهل خراسان وأهل عراق في الطلاق، وأنها صريحة عند أبي يوسف رحمه الله تعالى، حتى كان الواقع بها رجعيًا، ويقع بدون النية۔ وفي الخلاصة: وبه أخذ الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالى۔ وفي التفريد: وعليه الفتوى، كذا في تاتارخانية۔

وإذا قال: ”بهشتم تُرا“ ولم يقل: ”از زنی“ فإن كان في حالة الغضب ومذاكرة الطلاق، فواحدة يملك الرجعة، وإن نوى بائناً أو ثلاثاً فهو كما نوى۔ وقول محمد رحمه الله تعالى في هذا كقول أبي يوسف رحمه الله تعالى، كذا في المحيط۔ ولو قال الرجل لامرأته: ”تُرا چنگ باز داشتیم“ أو ”بهشتم“ أو ”یله کردم تُرا“ أو ”پائے کشاده کردم تُرا“ فهذا كله تفسير قوله: طَلَّقْتُكَ، عرفاً، حتى يكون رجعيًا، ويقع بدون النية، كذا في الخلاصة۔ وكان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتي في قوله: ”بهشتم“ بالوقوع بلا نية، ويكون الواقع رجعيًا، اهـ۔ فتاویٰ عالمگیری مصری: ۱/ ۲۷۹ (۱)۔

”بخلاف فارسية قوله: سرحتك، وهو ”رها کردم“؛ لأنه صار صريحاً في العرف على ما صرح به نجم الزاهدی الخوارزمی في شرح القدوری فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال ”رها کردم“: أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذلك، إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، وقد مر أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت وأما إذا تعورف استعماله في مجرد الطلاق، لا بقيد كونه بائناً، يتعين وقوع الرجعي به، كما في فارسية

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/ ۳۷۹، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ

الفارسية، رشیدیہ)

سرحتك“۔ شامی: ۷۱۷/۲ (۱)۔

عبارتِ بالا سے چند امور معلوم ہوئے: عربی میں ”سرحتك“ اور فارسی میں ”بہشتم“ یا ”رہا كردم“ یا ”یلہ كردم“ اصلۃً کنایہ ہیں، لیکن عرفاً ان کا استعمال طلاق ہی میں غالب ہے، ایسے الفاظ سے بلا نیت طلاق واقع ہو جاتی ہے اور طلاق رجعی ہوتی ہے اور یہ حکم غلبۃً استعمال کی بنا پر ہے، لہذا جہاں یہ عرف نہ ہوگا وہاں یہ حکم بھی نہ ہوگا۔

اس سے فتاویٰ سراجیہ کی عبارت کا محمل بھی معلوم ہو گیا، یہ لفظ اصل کے اعتبار سے کنایہ ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر نیت واقع نہ ہو۔

رہا یہ کہ عرف کی وجہ سے اس سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟ اس سے اس عبارت میں تعرض نہیں کیا مجموعہ فتاویٰ: ۳۸۳/۱ میں مولانا عبدالحی نے اس لفظ سے جو سوال میں مذکور ہے وقوع طلاق کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: ”معنی صریح طلاق کے ہیں“ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲/۱/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/محرم/۵۹ھ۔

لفظ ”چھوڑ دی“ سے طلاق

استفتاء: [۶۰۹۲]: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح ایک بالغ لڑکے سے اس شرط پر کر دیا کہ لڑکا میرے گھر پر رہے، لڑکے کے والد نے بھی لڑکے کی طرف سے اس شرط کو منظور کیا، نکاح ہو گیا، نکاح کے بعد لڑکی والد نے لڑکے کے گھر پر ایک دن کے لئے بھیج دی، اس کے بعد لڑکی اپنے والد کے مکان پر آ گئی، مگر چند روز کے بعد لڑکا آ گیا اور کہنے لگا کہ اپنی لڑکی کو میرے گھر بھیج دو، میں نے کہا کیوں بھیج دوں جب کہ یہ شرط قرار پائی کہ لڑکی اور تم بھی میرے گھر پر رہو، کہنے لگا کہ میں اس پر راضی نہیں، نہ میرے والدین، آخر الامر بہت جھگڑا ہو گیا۔

لڑکے نے بہت گالیاں دیں اور اس کے والدین نے بھی بہت گالیاں دیں اور لڑکے نے یہ الفاظ مکرر

(۱) (رد المحتار: ۲۹۹/۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(۲) (مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب الطلاق: ۶۸/۲، سعید)

طریقے سے بیان کئے کہ ”ہم نے لڑکی چھوڑ دی اور اس پر تھوک دیا“۔ اب حضرت اعلیٰ سے استفسار یہ ہے کہ آیا ان الفاظ کے بار بار کہنے سے کہ ”میں نے لڑکی چھوڑ دی اور اس پر تھوک دیا“ اور یہ الفاظ تقریباً ہمارے دس آدمیوں کے سامنے بیان کئے طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں یہ لفظ جب ایسے موقع پر مستعمل ہوتا ہے تو بمنزلہ صریح طلاق کے ہوتا ہے، لہذا صورت مسئلہ میں شرعاً طلاق واقع ہوگئی:

”ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ”رها كردم“: أي سرحتك، يقع به الرجعي، مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق“. الى آخره. شامي: ۷۱۷/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف۔

لفظ ”چھوڑی“ سے طلاق

سوال [۶۰۹۳]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو جو کہ مدخول بہا ہے پنجابی زبان میں یہ کہتا ہے کہ ”میں نے چھوڑی، میں نے چھوڑی، میں نے چھوڑی“ یعنی تین مرتبہ کہا۔ کیا ہم ان الفاظ کو مولانا اشرف علی صاحب مرحوم کے اس قول پر تطبیق دے سکتے ہیں جو بہشتی زیور میں طلاق دینے کے متعلق تحریر فرمایا ہے، چوتھے حصہ میں کہ: ”میں نے تجھ کو چھوڑ دیا“ کنایہ سے تعبیر کیا، زید کہتا ہے کہ یہ لفظ ”میں نے چھوڑی“ یہ صریح نہیں دینے میں

(۱) (رد المحتار: ۲۹۹/۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

”لو قال الرجل لامرأته: ”تراچنگ بازداشتم“، أو ”بہستم“، أو ”یلہ کردم ترا“، أو ”پائے کشادہ کردم ترا“، فهذا كله طَلَقُكَ، عرفاً..... و كان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني: يفتي في قوله: ”بہستم“ بالوقوع بلا نية“. (الفتاوى العالمكيريّة: ۳/۹۷، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشيدية)

اور مولانا نے اپنے اس قول سے رجوع فرمایا ہے، لہذا باعث استفسار یہ بات ہوئی کہ ان الفاظ کو صریح یا غیر صریح مانیں؟ بین طور پر واضح فرمائیے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح طلاق کے ہے، جب کوئی شخص اپنی زوجہ کو یہ الفاظ کہتا ہے تو اس سے بغیر نیت کے رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تین مرتبہ مدخول بہا کو کہنے سے مغلطہ ہو جاتی ہے (۱)۔ اور بہشتی زیور جو کہ سب سے آخر میں چھپا ہے اور خاص طور سے اس کے مسائل کی تصحیح کی گئی ہے اس میں بھی مسئلہ کو اس صحیح طور پر لکھ دیا ہے اور مولانا اشرف علی صاحب مرحوم نے اس کی عبارت بدل دی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۲/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف غفرلہ، ۲/۲/۶۳ھ۔

(۱) ”عربی فتاویٰ میں لفظ ”سرحتک“ ”میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے“ کو الفاظ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے:

(کما فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب لا اعتبار بالاعراب هنا: ۳/۳۰۰، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی الکناية فی الطلاق: ۲/۲۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکنايات فی الطلاق: ۳/۵۲۲، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الخامس فی

الکنايات: ۱/۳۷۵، رشیدیہ)

اردو فتاویٰ میں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹/۴۲۸، امدادیہ ملتان، اور عزیز الفتاویٰ: ۲/۵۷۰، میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا

گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی اور حکیم الامت مولانا

اشرف علی تھانوی نے اس لفظ کو بوجہ عرف عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور،

حصہ چہارم: ص: ۲۹۱، اور امداد الفتاویٰ: ۲/۴۳۵، اسی طرح مولانا عبد الرحیم صاحب نے فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۴۰۹، میں اس کو

طلاق صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس

کے طلاق صریح ہونے کی ہے، جیسا کہ رد المحتار: ۳/۲۹۹، باب الکنايات میں ہے۔ (فصل مولیٰ)

(۲) (امداد الفتاویٰ: ۲/۴۷۳، إدارة تالیفات)

”میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۰۹۴]: شوہر کئی مرتبہ کہہ چکا ہے کہ ”میں نے تجھ کو چھوڑ دی اور اگر اس کا شور کرے گی تو میں نہیں سنوں گا“ لڑکی نکاح میں رہی یا نہیں؟ لڑکی گھر جانے کے لئے تیار نہیں، گھر والے پریشان ہیں۔
محمد حنیف بلندشہر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب شوہر نے کہہ دیا کہ میں تجھ کو چھوڑ چکا ہوں تو طلاق واقع ہوگئی اور جب کئی بار کہہ چکا ہے تو ہرگز وہاں لڑکی کو نہ بھیجنے پر مجبور کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔
الجواب صحیح بند محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۸۷ھ۔

”میں نے تجھے چھوڑا ہے“ سے صریح طلاق

سوال [۶۰۹۵]: زید نے غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو تین دفعہ ایسے لفظ کہے کہ ”میں نے تجھے چھوڑا ہے، میں نے تجھے چھوڑا ہے، میں نے تجھے چھوڑا ہے“ اور ساتھ ہی ہر بار ڈلا بھی پھینکتا ہے (۲) ایسے الفاظ کے ساتھ طلاق بائن ہوئی یا طلاق مغلظہ ہوتی ہے؟ حلالہ کی ضرورت ہے یا تجدید نکاح کی؟ بالتفصیل بیان فرمادیں۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں یہ لفظ بمنزلہ صریح کے ہے، اس سے بلا نیت بھی طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے اور مدخولہ کو تین مرتبہ کہنے سے مغلظہ ہو جاتی ہے، پھر تجدید نکاح کافی نہیں بلکہ حلالہ لازم ہوتا ہے:

”بخلاف فارسیہ قولہ: سرحتک، وهو ”رہا کردم“؛ لأنه صار صریحاً فی العرف،

علی ما صرح به نجم الزاہدی الخوارزمی فی شرح القدوری ثم فرق بینہ و بین

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ”لفظ: چھوڑ دی سے طلاق“۔)

(۲) ”ڈلا: بڑا سا ٹکڑا، بڑے حجم کی چیز، ڈھیلا“۔ (فیروز اللغات جامع، ص: ۶۸۰، فیروز سنز، لاہور)

سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ”رها كرم“. أي سرحتك، يقع به الرجعي، مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، وقد مر أن الصريح مالم يستعمل إلا في الطلاق من أي لغة كانت، اهـ۔ ردالمحتار: ۷۱۷/۲، باب الكنايات (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر العلوم سہارنپور، ۱۲/۱۱/۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۲/۱۱/۵۸۔

لفظ ”چھوڑ دی“ اور ”آزاد کر دی“ کا حکم

سوال [۶۰۹۶]: لفظ ”آزاد“ صریح ہے یا کنایہ؟ (۲) لفظ ”چھوڑ دی“ صریح ہے یا کنایہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف میں جب شوہر اپنی بیوی کے لئے یہ لفظ بولتا ہے کہ ”میں نے اس کو آزاد کر دیا“ تو اس سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے، پس یہ بمنزلہ صریح طلاق کے ہے۔ یہ لفظ بھی اسی طرح مستعمل ہے جس طرح لفظ ”آزاد کر دیا“ ہے (۲)، کسی اور علاقہ کا کوئی عرف دوسرا ہو تو اس کا حکم بھی دوسرا ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۱۴۰۶ھ۔

(۱) (رد المحتار: ۲۹۹/۳، کتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمية: ۳۷۹/۱، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية، رشيدية)

(و كذا في خلاصة الفتاوى: ۲۹۹/۲، كتاب الطلاق، رشيدية)

(۲) ”ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ”رها كرم“: أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً“۔ (ردالمحتار: ۲۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمية: ۳۷۹/۱، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية، رشيدية)

لفظ ”چھوڑ دی“ سے طلاق

سوال [۶۰۹۷]: محمد شفیع نے اپنے خسر کے بھائی اللہ دتہ کو لکھا کہ ”تم اپنی لڑکی خاتون کو گھر پر ہی رکھو، ہم نے تمہاری لڑکی چھوڑ دی، بالکل چھوڑ دی، ہمارے نہ کوئی آئے اور نہ جائے“ اس سے پہلے زوجہ اور شوہر میں نا اتفاقی بھی تھی۔

ملک پنجاب کے دیہات میں طلاق کے موقعہ پر لفظ ”طلاق“ شاذ و نادر ہی کوئی بولتا ہے ورنہ تمام کا محاورہ یہی ہے کہ ”چھوڑ دی“ یا ”لکھ دی“ ان دونوں فقروں سے مراد طلاق ہی لیتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ طلاق پڑ گئی یا کہ نہیں؟

لودیانہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسمی محمد شفیع نے اپنی زوجہ کے متعلق الفاظ مذکورہ تحریر کئے ہیں اور وہ اس تحریر کا مقرر بھی ہے تو ہمارے عرف کے موافق شرعاً طلاق واقع ہو گئی، کیونکہ یہ الفاظ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح کے ہیں اور طلاق جس طرح کہ زبان سے کہنے سے ہو جاتی ہے تحریر کرنے سے بھی ہو جاتی ہے: ”وإن كانت (أی: الكتابة) مرسومة، يقع الطلاق نوى أو لم ينو، اه“۔ الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۹۷ (۱)۔

”بخلاف فارسیہ قولہ: سرحتك وهو ”رہا کردم“؛ لأنه صار صریحاً فی العرف علی ما صرح به نجم الزاہدی الخوارزمی فی شرح القدوری فإذا قال: ”رہا کردم“: أی سرحتك يقع، اه“۔ شامی: ۲/۷۱۷ (۲)۔

”ولو قال الرجل لامراته: ”تُرا چنگ باز داشتم“، أو ”یلہ کردم تُرا“، أو ”پائے کشادہ کردم تُرا“، فهذا كله طَلَقْتُكَ، عرفاً وكان الشيخ الإمام ظهير الدين

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۸، کتاب الطلاق، الفصل السادس، الطلاق بالكتابة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۱، کتاب الطلاق، فصل الطلاق بالكتابة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(۲) (رد المحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

المرغینانی یفتی فی قوله: ”بہشتم“ بالوقوع بلا نية“. فتاویٰ عالمگیریہ: ۲/۳۹۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۲۶/۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۸/صفر/۵۷ھ،

لفظ ”چھوڑ دیا“ سے طلاق۔

سوال [۶۰۹۸]: فتویٰ نمبر: ۲۵۵، جس کا جواب جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ ”جب شوہر اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ ”میرے گھر سے چلی جا، میں نے تجھے چھوڑ دیا“ تو ہمارے عرف میں اس سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے، لہذا تین دفعہ ایسا کہنے سے طلاق مغلط ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے اسکے ساتھ زوجیت کا تعلق قائم کرنا حرام ہے۔“ ہمارے یہاں جس شخص نے حسب بالا کئی مرتبہ استعمال کئے تھے تو اس شخص نے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کر کے اس عورت سے زوجیت کا تعلق قائم کر لیا ہے، لہذا اس کے یہاں کا کھانا، پینا، لینا، دینا، تعلق رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں کا عرف وہ نہیں ہے جو فتویٰ نمبر: ۲۵۵، میں لکھا تھا تو حلالہ کی ضرورت نہیں تھی، پس سہارنپور کے فتویٰ پر عمل کر لیا، درست کیا۔ اگر عرف میں وہی تھا تو یہ دوبارہ نکاح بغیر حلالہ سے درست نہیں ہوا (۲)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیہ، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً وَغَيْرَهُ﴾ (البقرة: ۲۳۰)

”عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسل النبي صلى

الله عليه وسلم أتحل لأول؟ قال: ”لا، حتى يذوق عيسلتها كما ذاق الأول“۔ (صحيح البخاری:

۷۸۱/۲، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث)

”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً

صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الهداية: ۳۹۹/۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل

فيما تحل به المطلقة، شرکت علمیہ ملتان)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر لفظ ”چھوڑ دیا“ سے اصالۃ طلاق دینا مقصود ہے تب تو طلاق مغلطہ ہوگئی۔ اگر لفظ ”میرے گھر سے چلی جا“ سے طلاق مقصود ہے اور لفظ ”چھوڑ دیا“ کو بطور ثمرہ بیان کیا ہے تو ایک طلاق بائن ہے، تجدید نکاح بغیر حلالہ کے کافی ہے، یہی حکم ہے جب کہ خالی الذہن ہو (۱)۔ دونوں میں تفریق لازم ہے (۲)۔ اگر یہ جانتے ہوئے کہ یہ نکاح درست نہیں پھر بھی نکاح کرایا تو پھر نکاح کرانے والا اور وکیل سب گنہگار ہوئے، سب کو توبہ لازم ہے (۳)، نکاح فسخ نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۷ھ۔

(۱) ”ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو عبداً أو مکرهاً أو هازلاً أو سفیهاً أو سکراناً أو أخرس بإشارته أو مخطأً“۔ (الدر المختار: ۳/۲۳۵، ۲۴۱، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۵۳، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۲۵۸، کتاب الطلاق، من یقع طلاقه ومن لا یقع، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”بل یجب علی القاضی التفریق بینہما الخ“۔ (الدر المختار، باب المہر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

(و کذا فی المحيط البرہانی، کتاب النکاح، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۴۸، مکتبۃ غفاریہ، کوئٹہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، يَجِدِ اللّٰهُ غَفوراً رَحِیماً﴾ فالواجب علی کل مسلم أن یتوب إلی اللّٰه حین یصبح وحین یمسی“۔ (تنبیہ الغافلین، باب آخر من التوبۃ، ص: ۶۰، مکتبۃ حقانیہ، پشاور)

”واتفقوا علی أن التوبۃ من جمیع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور، لا یجوز تأخیرها، سواء كانت المعیصۃ صغیرۃ أو کبیرۃ“۔ (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبۃ: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(و کذا فی روح المعانی تحت آیۃ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دار احیاء بیروت)

”چھوڑ دی، نکل جا“ کا حکم

سوال [۶۰۹۹]: ایک عورت کی ایک مرد کے ساتھ شادی ہوئی ہے اور اس سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور پھر اس کے مرد نے اپنے بھائی کی بیوہ سے نکاح کر لیا اور پہلی بیوی سے ناچاقی پیدا ہو گئی اور اس نے عورت کو گھر سے نکال دیا، پھر اس عورت مذکورہ کے بھائی نے اس کو خاوند کے پاس پہنچایا، لیکن اس خاوند نے اس عورت سے مار پیٹ کی، عورت نے کہا کہ میں آباد ہونا چاہتی ہوں، تم مجھے کیوں نکالتے ہو اور تنگ کرتے ہو؟ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ مرد نے غصہ میں آ کر کہا: ”تو میری ماں بہن ہے، میں نے تجھے چھوڑ دیا، تو نکل جا“۔

لڑکی اپنے ماموں کے یہاں چلی گئی، پھر میں اس کے خاوند کے پاس گیا کہ تم ایسا نہ کرو اور اس کی آبادی کا خیال کرو، اس نے نہ مانا اور بولا کہ جو چیز فتنی پھر عورت چھوڑ دی جاوے، اس کو گھر میں دوبارہ لینا ٹھیک نہیں بلکہ عیب اور گناہ ہے، کھانے میں گھی یا چائے میں پڑ جاوے تو وہ کھانا یا چائے پھیکا ہو جاتا ہے، میں مسماۃ کو اپنے گھر پر ہرگز نہیں لاسکتا۔ کیا ان الفاظ سے عورت مذکورہ کو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اور وہ اس کے نکاح سے جدا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور کیا ان الفاظ مذکورہ سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

سائل عبداللطیف۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمارے عرف عام میں شوہر کا اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ ”میں نے تجھے چھوڑ دیا“ بمنزلہ صریح طلاق کے ہے، اس سے شرعاً ایک طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے (۱)، شوہر نے دوسرا لفظ یہ کہا کہ ”تو نکل جا“ یہ کنایہ طلاق

(۱) ”عربی فتاویٰ میں لفظ ”سرحتک“ ”میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے“ کو الفاظ کنایہ میں شمار کیا گیا ہے:

(کما فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا: ۳/۳۰۰، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی الکناية فی الطلاق: ۳/۲۳۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکنايات فی الطلاق: ۳/۵۲۴، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الخامس فی

الکنايات: ۱/۳۷۵، رشیدیہ) =

سے ہے، اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی اور وہ بائن ہوئی (۱)، اب اگر عورت اور مرد رضا مند ہو جاویں تو دوبارہ نکاح صحیح ہوگا، بغیر تجدید نکاح کے رکھنا درست نہیں (۲)۔ اور اگر اس دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی بلکہ پہلے لفظ سے ایک طلاق رجعی ہوئی (۳)، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر رجعت درست ہے یعنی مرد کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق

= اردو فتاویٰ میں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۲۸/۹، امدادیہ ملتان، اور عزیز الفتاویٰ: ۵۷۰/۲، میں اسے لفظ کنایہ شمار کیا گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس لفظ کو بوجہ عرف عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور، حصہ چہارم: ص: ۲۹۱، اور امداد الفتاویٰ: ۴۳۵/۲، اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحب نے فتاویٰ رحیمیہ: ۴۰۹/۷، میں اس کو طلاق صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس کے طلاق صریح ہونے کی ہے، جیسا کہ ردالمحتار: ۲۹۹/۳، باب الکنایات میں ہے۔

(و کذا فی امداد الفتاویٰ: ۴۷۳/۲، ادارۃ تالیفات)

(۱) ”و ما یصلح جواباً و ردّاً لا غیر، اُخْرِجْنِی، اُذْهِبْنِی ففی حالة الرضاء، لا یقع الطلاق فی الألفاظ کلها إلا بالنیة، والقول قول الزوج فی ترک النیة مع الیمین و فی حال مذاکرة الطلاق. یقع الطلاق فی سائر الأقسام قضاءً إلا فیما یصلح جواباً و ردّاً، فإنه لا یجعل طلاقاً، کذا فی الکافی. و فی حالة الغضب یتصدق فی جمیع کل ذلك“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۴/۱، ۳۷۵، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۲۹۸/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳۱۵/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”إذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۷۲/۱، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۶۳/۳، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۶۰۳/۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی نکاح المحلل،

إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”رجل قال لإمرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: نويت بالأولی الطلاق وبالثانیة والثالثة =

سے رجوع کیا (۱) اور پھر شوہر و بیوی کی طرح رہنا درست ہوگا، تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور اگر عدت گزر چکی ہے تو رجعت کافی نہیں بلکہ دوبارہ نکاح ضروری ہے (۲)۔

اور یہ اس وقت ہے کہ پہلا لفظ ایک یا دو مرتبہ کہا ہو، اگر تین مرتبہ کہا ہے تو رجعت اور تجدید نکاح کافی نہیں بلکہ حلالہ ضروری ہے یعنی وہ عورت عدت گزار کر کسی اور شخص سے باقاعدہ شرع کے موافق نکاح کرے اور وہ مرد صحبت کر کے طلاق دے دے یا مر جائے تو عدت گزار کر شوہر اول کے لئے نکاح درست ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف۔

”میں تجھ کو آزاد کر چکا ہوں“ کا حکم

سوال [۶۱۰۰]: زید نے تقریباً عرصہ ۴/ ماہ کا ہوا، اپنی زوجہ ہندہ کو بحالت غصہ و جھگڑا معاملات خانگی دو مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق کو آزاد کر چکا ہوں“ اور اس حالت کے بعد زید نے ان الفاظ کی تصدیق ایک دو شخص سے کی، لیکن آج تک ہندہ زید کے گھر موجود و تعلقات زن و شوہر باہم فریقین میں قائم

= إفهامها، صدق ديانة“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۳۵۵، ۳۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(۱) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو رجعتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية. (فالسني) أن يراجعها بالقول ويشهد على رجعتها شاهدين و يعلمها بذلك“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۴۶۸، ۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۵۹۸، مسائل الرجعة، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۴۷۲، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشیدیہ)

(۳) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها، أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/ ۴۷۳، رشیدیہ)

ہیں۔ مسماۃ ہندہ کو طلاق ہو چکی تھی یا نہیں، اگر ہو چکی تو دوبارہ قیامِ رشتہ کی کیا صورت ہے؟

عنایت الہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ”آزاد کر چکا“ بمنزلہ صریح ہے اس سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے (۱) اور لفظ ”طلاق“ سے بھی رجعی واقع ہوتی ہے، دو مرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے، لہذا دو مرتبہ طلاق کے بعد جب ایک دو شخص نے اس کی تصدیق کی ہے اگر اس نے نئی طلاق کی نیت نہیں کی، بلکہ پہلی طلاق کی خبر دی ہے تو عدت کے اندر رجعت کرنا جائز ہے (۲) اور عدت کے بعد نکاح کرنا ہوگا (۳)۔

اور اگر نئی طلاق مراد لی ہے تو رجعت و نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ مغلطہ ہوگئی، لہذا حلالہ کی

(۱) ”فإذا قال: ”رہا کردم“: أى سرحتك يقع به الرجعى مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا؛ لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق، وقد مر أن الصريح ما لم يستعمل إلا في الطلاق من: أى لغة كانت“۔ (رد المحتار ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

”لو قال الرجل لامرأته: ”ثراچنگ بازداشتم“ أو ”بهشتم“ أو ”یله کردم ثرا“ أو ”پائے کشاده کردم ثرا“ فهذا كله طَلَقُكَ، عرفاً..... وكان الشيخ الإمام ظهير الدين المرغيناني يفتى في قوله: ”بهشتم“ بالوقوع بلا نية“۔ (الفتاوى العالمگیریة: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السابع في الطلاق بالألفاظ الفارسية، رشیدیہ)

(۲) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطلقتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية“۔ (الفتاوى العالمگیریة: ۱/۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشیدیہ)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۳/۱۴۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الكتب العلمية بیروت)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۴۰۰، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۳) ”وینکح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع“۔ (رد المحتار: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و كذا في البحر الرائق: ۴/۹۴، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و كذا في فتح القدير: ۴/۱۷۶، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، بیروت)

ضرورت ہوگی (۱) بشرطیکہ عدت کے اندر نئی طلاق مراد لی ہو۔ اور اگر بعد عدت نئی طلاق مراد لی ہے تب بھی مغلطہ نہیں ہوئی، بلکہ تجدیدِ نکاح کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ذی الحجہ/ ۱۴۲۲ھ۔

”طلاق کی طلاق، طلاق، طلاق“ کا حکم

سوال [۶۱۰۱]: میری والدہ صاحبہ نے مجھ سے کہا کہ اس طلاق کی طلاق کو طلاق دیدو تو میں نے فوراً غصہ میں کہا ”طلاق کی طلاق، طلاق طلاق“ اس کے علاوہ اور میں نے کچھ نہیں کہا۔ براہ کرام آپ مطلع فرمادیں کہ طلاق ہوگئی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کہنے سے شرعاً دو طلاق واقع ہوگئی (۲)، اس میں عدت (تین حیض) گزرنے سے پہلے شوہر کو رجعت کا حق ہے، جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لی تو نکاح بدستور

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً وَغَيْرَهُ﴾ (البقرة: ۲۳۰)

”عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: ”لا، حتى يذوق عيسلتها كما ذاق الأول“۔ (صحيح البخاری: ۷۸۱/۲، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث)

”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الهداية: ۳۹۹/۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شریعت علمیہ ملتان)

(۲) ”لو قال لها: أنت طالق طالق، أو أنت طالق أنت طالق، أو قال: قد طلقتك قد طلقتك، تقع ثنتان إذا كانت المرأة مدخولاً بها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۸۸/۳، كتاب الطلاق، تکرار الطلاق وایقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۴۴/۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قائم رہے گا (۱)، لیکن پھر اگر ایک دفعہ بھی طلاق دے گا تو یہ حق باقی نہیں رہے گا بلکہ مغلطہ ہو جائے گی اور بغیر حلالہ کے کوئی صورت جواز کی نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۸ھ۔

”طلاق دی نہیں، دیدی دیدی“ سے طلاق

سوال [۶۱۰۲]: ایک لڑکے نے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں یہ لفظ کہہ دیا: ”طلاق دی نہیں، دیدی دیدی دیدی“ تین چار مرتبہ کہہ دیا ہے، جس وقت یہ لفظ لڑکے نے کہا تھا اس کی بیوی گھر پر نہیں تھی۔ بیوی قریب آٹھ ماہ کی حاملہ ہے، اب وہ اور اس کی بیوی جدا ہونا نہیں چاہتے۔ آپ حکم شرع سے مطلع فرمائیں کہ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟ اور اگر ہوگی تو کون سی؟ کیا بغیر حلالہ کے نکاح جائز ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اس نے غصہ میں اپنی بیوی کو کہا کہ ”طلاق“ تو یہ ہلکا لفظ تھا جس میں رجعت کا حق حاصل تھا (۲)، اس ہلکے پن کو ختم کرنے اور حق رجعت کو ختم کرنے کے لئے اس نے کہا: ”نہیں، دیدی دیدی“ تین چار مرتبہ اسی طرح کہہ دیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک نہیں بلکہ تین، اور رجعی نہیں بلکہ مغلطہ دیدی (۳)، اب نہ

(۱) ”ہی استدامة الملك القائم في العدة بنحو: راجعتك ورددتك و بكل ما يوجب حرمة المصاهرة إن لم يطلق بائناً“۔ (الدر المختار)۔ ”ہی أن لا يكون الطلاق ثلاثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة“۔ (رد المحتار: ۳/۴۰۰، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۲) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایہ: ۲/۳۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مکتبہ شریکۃ علمیہ)

(وکذا فی المبسوط للسرخسی: ۶/۱۶، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ)

(۳) ”رجل طلق امرأته بعد الدخول واحدة، ثم قال بعد ذلك: جعلت تلك التطليقة بائنة، أو قال: جعلتها ثلاثاً، اختلفت الروايات فيه: والصحيح أن على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى تصير بائناً أو ثلاثاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۳، کتاب الطلاق، الباب الثاني فی إيقاع الطلاق، الفصل الثالث فی تشبيه الطلاق ووصفه، رشیدیہ)

حق رجعت رہا، نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت رہی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

”طلاق دیتا ہوں، ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں“ کا حکم

سوال [۶۱۰۳]: عرصہ تین سال ہوا کہ زید نے کچھ خانگی الجھنوں میں آکر چند عورتوں کے نزدیک اپنی بیوی ہندہ کے بارے میں کہا کہ ”میں ہندہ کو طلاق دیتا ہوں“ اور یوں بھی کہا کہ ”ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں“ اور پھر افسوس ظاہر کرنے لگا، لہذا زید کے گھر سے ہندہ اپنے میکہ بھی چلی گئی اور ہندہ کے والدین سامان جہیز اور دسین مہر وغیرہ کا مطالبہ زید سے بذریعہ پنچایت کرنے لگے، مگر کچھ روز تک زید نے ٹال مٹول ضرر کیا ہے اور اسی عرصہ میں زید نے اپنا نکاح دوسری جگہ کر لیا، لہذا نکاح کی خبر پاتے ہی ہندہ زید کے گھر چلی آئی اور ایک ہفتہ زید کے گھر رہ کر ہندہ تعلق شوہر و بیوی کرتی رہی جو کہ زید کے والدین کو ناگوار تھا کہ خلاف شرع ہے اور ہندہ پر سختی کی اور سختی کی وجہ سے ہندہ زید کے گھر سے سامان جہیز لے کر اپنے میکہ چلی گئی اور زید کو ایک کاغذ بنا دیا کہ وقت ضرورت کام آسکے، مگر زید اور ہندہ ابھی تک دونوں بطور میاں بیوی ملتے رہتے ہیں۔

ہندہ کے لطن سے ایک لڑکا طلاق سے پہلے کا ہے جو ابھی تک ہندہ اپنے پاس رکھے ہوئے ہے اور پھر

= (وکذا فی بدائع الصنائع: ۲۲۹/۴، کتاب الطلاق، فصل فی شرط النیۃ فی الکناۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(وکذا فی رد المحتار: ۳۰۵/۳، کتاب الطلاق، باب الکناۃ، سعید)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. الآية (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

”وإن كان الطلاق ثلثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الهداية: ۳۹۹/۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علمیه ملتان)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۷۳/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة و ما يتصل به، رشیدیہ)

اسی عرصہ میں ہندہ حاملہ بھی ہو گئی تھی اور کئی بار حاملہ ہوئی، مگر لوگوں کے ہنسنے کی وجہ سے حمل ضائع کرادیا۔ یہ خبر ہندہ کے والدین اور دوسرے تمام لوگوں کو معلوم ہوئی، اگر زید کے والدین موجود نہ ہوتے تو زید ہندہ کو اپنے پاس مستقل رکھ لیتا۔

اب حال یہ ہے کہ ہندہ دوسری جگہ شادی کرنے کو بالکل تیار نہیں ہے اور ہندہ کی پوری خواہش ہے کہ پھر میں زید ہی کے ساتھ رہوں گی، چاہے جائز ہو یا نہ ہو، مگر دوسری جگہ شادی نہیں کروں گی، اگر دوسری جگہ شادی کر دی گئی تو خودکشی کر لوں گی۔ زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو جائز طریقہ سے رکھ سکتا ہوں۔ ہندہ خودکشی کرنے پر آمادہ ہے۔ ہندہ کے والدین کی خواہش ہے کہ ہندہ زید کے پاس چلی جائے، کیونکہ ہندہ ابھی تک زید کے گھر آیا جایا کرتی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ اگر زید کے پاس رہنا چاہے تو صرف دوبارہ نکاح کے ذریعہ رہ سکتی ہے یا حلالہ کی بھی ضرورت ہوگی؟ براہ کرم بالتفصیل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے دو جملے نقل کئے گئے ہیں: ایک یہ کہ ”میں ہندہ کو طلاق دیتا ہوں“ اس جملہ سے ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی (۱)، اندرونِ عدت اس طلاق سے رجعت کا شوہر کو حق حاصل ہے (۲)۔ دوسرا جملہ ”ایک بار نہیں ہزار بار کہتا ہوں“ اس میں ایک بار اور ہزار بار سے مراد اگر طلاق ہے اور شوہر کا مقصد یہ ہے کہ میں

(۱) ”صریحہ مالم يستعمل إلا فيه كطلقتك وأنت طالق ومطلقة، يقع بها واحدة رجعية وإن نوى

خلافها“۔ (الدر المختار: ۲۳۷/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۴/۱، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۵۲/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”(هي استدامة الملك القائم) بلا عوض (في العدة): أي عدة الدخول حقيقة؛ إذ لا رجعة في عدة

الخلوة، ابن كمال“۔ (الدر المختار: ۳۹۷/۳، ۳۹۸، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۶۸/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة الخ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة: ۲۵۵/۱، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الرجعة، رشیدیہ)

نے پہلے جملہ سے جو طلاق دی ہے اس کو ہزار بار کہتا ہوں، ہاں میں نے طلاق دے دی مجھے اس طلاق سے انکار نہیں ہے، بلکہ ہزار بار اس کا اقرار ہے، تو اس جملہ سے کوئی نئی طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)۔ پس اگر پہلے جملہ کے بعد اندرون عدت رجعت کر لی تھی خواہ قولاً خواہ عملاً تو دونوں کا نکاح بدستور قائم رہا (۲)۔

اگر دوسرے جملے سے مقصد یہ ہے کہ ہزار بار طلاق دیتا ہوں تو پھر اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ پہلی طلاق کی عدت ختم ہونے سے پہلے یا رجعت کر لینے کے بعد کہا ہے تو طلاق مغلط ہوگئی (۳)، بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت قائم ہونے کی کوئی صورت نہیں (۴)۔ اگر پہلی طلاق کے بعد رجعت نہیں کی اور عدت ختم ہوگئی تھی اس

(۱) ”رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيث بالأولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها صدق ديانة، وفي القضاء طلقت ثلاثاً“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۶/۱، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۸۸/۳، كتاب الطلاق، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الدر المختار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) ”وهي على ضربين: سني وبدعي (فالسني): أن يراجعها بالقول ويشهد على رجعتها شاهدين ويعلمها بذلك ولم يعلمها بذلك فهو بدعي مخالف للسنة، والرجعة صحيحة. وإن راجعها بالفعل مثل أن يطأها أو يقبلها بشهوة، الخ“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۳۶۸/۱، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى البزازية: ۲۵۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل السابع في الرجعة، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۵۹۴/۳، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۳) ”وإذا قال لامرأته: أنت طالق، وطالق، وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولةً طلقت ثلاثاً، وإن كانت غير مدخولة طلقت واحدة. وكذا إذا قال: أنت طالق، فطالق، فطالق، أو ثم طالق ثم طالق، أو طالق طالق، كذا في السراج الوهاج“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۵/۱، كتاب الطلاق، الباب الثاني، في إيقاع الطلاق، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۸۸/۳، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق، وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في الدر المختار: ۲۹۳/۳، فروع: كرر لفظ الطلاق وقع الكل، سعيد)

(۴) ﴿فإن طلقها﴾ الزوج بعد الثنين ﴿فلا تحل له من بعد﴾ بعد الطلقة الثالثة ﴿حتى تنكح﴾ تنزوج =

کے بعد کہا ہے تو یہ کہنا بیکار گیا، اب اگر دونوں رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح کر لیں، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔
 شریعت کے نزدیک بیوی کے حرام ہو جانے کے بعد (جس کی تفصیل اوپر مذکور ہوئی) دونوں کا آپس میں ملنا سخت معصیت اور وبال کا باعث ہے اور خدائے قہار کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ جو لوگ اس کو برداشت کر رہے ہیں وہ بھی حسبِ حیثیت مجرم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”میں نے طلاق دی، میرے خدانے طلاق دی“ کا حکم

سوال [۶۱۰۴]: زید نے اپنی بیوی سے حالت سہولت میں یہ الفاظ استعمال کئے کہ ”میرے بس میں تجھ کو رکھنا نہیں ہے، میں نے طلاق دی، میرے خدانے دی“۔ یہ جملہ اس نے ۶، ۷/ مرتبہ کہا، یہ جملہ ایسے موقع پر کہا ہے جب کہ چند آدمی وہاں پر موجود تھے، بلکہ ان آدمیوں نے زید سے کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے، اس کو روٹی کپڑا دے۔ اس پر زید نے کہا ”میں رکھنا نہیں چاہتا، تم اس کو لے جاؤ اور اپنے یہاں رکھو، اس کو روٹی کپڑا دو، میں اس کو اپنے یہاں نہیں رکھوں گا“۔ ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟

= ﴿زواجاً غیرہ﴾ (تفسیر الجلالین، ص: ۳۵، سورة البقرة)

”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتروجت، فطلق، فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم أتحل للأول؟ قال: ”لا، حتی یدوق عسیلتها کما ذاق الأول“۔ (صحیح البخاری: ۷۹۱/۲، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قدیمی)

”(لا) ینکح (مطلقة) من نکاح صحیح نافذ کما سنحقیقه (بہا): أي بالثلاث (لوحرة وثنتين لو أمة) ولو قبل الدخول (حتى يطأها غیرہ ولو) الغير (مراہقاً) یجامع مثله“۔ (الدر المختار: ۴۱۰/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۱) ”وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۴۰۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۷۲/۱، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة وما یتصل بہ، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق: ۴۲۰/۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں شرعاً طلاق مغلطہ واقع ہوگئی، رجوع کرنے کا حق نہیں رہا، نہ دوبارہ نکاح درست تاوقتیکہ حلالہ نہ ہو جائے (۱)، یہ حکم اس وقت ہے کہ ہمبستری یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو۔ ہمبستری یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو تو صرف ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی (۲) جس میں رجعت کا حق نہیں، البتہ طرفین کی رضامندی سے بلا حلالہ نکاح درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۷/۱۱/۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۶۰ھ۔

”میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ و رسول نے بھی تجھے طلاق دی“ کا حکم

سوال [۶۱۰۵]: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا ”میں نے تجھے طلاق دی اور میرے اللہ اور رسول نے بھی تجھے طلاق دی“ تو اس سے کس قسم کی طلاق واقع ہوگی؟

(۱) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها، أو يموت عنها، كذا في الهداية“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۱، فصل فيما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمیة بیروت)
(و كذا في فتح القدير: ۴/۱۷۷، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابی الحلبي مصر)
(و كذا في بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق البائن، دارالكتب العلمیة، بیروت)
(۲) ”وإن فرق بوصف أو خبر أو جمل بعطف أو غيره نحو: أنت طالق واحدة، وواحدة بانت بالأولى، ولذا لم تقع الثانية“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۸۶، كتاب الطلاق، طلاق غير المدخول بها، سعید)

(و كذا في الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۱، كتاب الطلاق، الفصل الرابع في الطلاق قبل

الدخول، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلياً:

سني: یعنی فی العدد اور ایک رجعی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۱۴۱۶ھ۔

سعید احمد غفرلہ، ۵/ رجب/ ۱۴۱۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یو پی، ۶/ رجب/ ۱۴۱۶ھ۔

طلاق اور رجعت بیوی کو اطلاع کئے بغیر

سوال [۶۱۰۶]: ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی معلق بشرط واحدی، شرط پوری

ہونے پر صرف رجوع لفظی کیا، عورت کو اور نہ کسی اور کو عرصہ دراز تک خبر نہیں دی۔ نیز جب اس کو طلاق پڑی تو

عورت کے بچہ پیدا ہونے والا تھا۔ صورت مسئلہ میں کئی سوالات ہیں:

اول یہ کہ وضع حمل کے بعد اس کی عدت ختم ہوگئی یا نہیں؟

دوسرے مرد نے جو رجوع لفظی کیا ہے جس کی اطلاع نہ عورت کو دی اور نہ کسی اور شخص کو بجز خدا اور شوہر

کسی کو معلوم نہیں۔ صحیح ہوا یا نہیں؟

تیسرے یہ کہ وضع حمل کے قبل اگر عورت اپنی ماں کے گھر آتی جاتی رہی ہو کیوں کہ اس کو طلاق کا علم نہ

تھا، لیکن اس کی ماں کا مکان اور شوہر کا مکان بالکل ملحق ہیں، ایک دالان درمیان میں ہونے کی وجہ سے صحن

جدا جدا ہو گئے ہیں، دونوں گھروں میں آنے جانے کا دروازہ بھی ہے، بے شک بیرون خانہ جانے کے دروازے

جدا جدا ہیں۔ آیا اس صورت میں وضع حمل سے عدت ختم ہوئی یا نہیں؟ غرضیکہ عدت گزارنے میں عورت کا علم

(۱) ”و حاصله أن السنة في الطلاق من وجهين: العدد والوقت، فالعدد وهو أن لا يزيد على الواحدة

بكلمة واحدة، لا فرق فيه بين المدخولة وغيرها“۔ (رد المحتار: ۳/ ۲۳۱، کتاب الطلاق، مطلب:

طلاق الدور، سعید)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/ ۲۴۴، کتاب الطلاق، الفصل الأول في أنواع الطلاق، إدارة

القرآن كراچی)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۴۸، کتاب الطلاق، الباب الأول في تفسيره الخ، رشیدیہ)

ضروری ہے یا نہیں؟ اسی طرح رجوع معتبر ہے یا نہیں؟

۲..... ایک شخص نے اپنی بیوی مطلقہ ثلاثہ کو لکھ بھیجا کہ ”شاید طلاق ہو گئی ہے، تم عدت میں بیٹھو“۔ فتویٰ آنے پر واقعی طلاق ہو گئی، عورت نے فرط غم یا کسی اور وجہ سے طلاق پڑنے اور عدت گزارنے کا اظہار منہ سے نہیں کیا، تمام شرعی احکام مثلاً قیام مکان ترک زیب و زینت مکمل طور پر کیا، نیز شوہر نے بھی صرف ایک دو شخص سے تذکرہ کیا۔ آیا یہ عدت پوری سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کے بعد نکاح..... ہو سکتا ہے یا نہیں؟ خاص کر وہ پہلا حیض عدت میں شمار ہوگا یا نہیں؟ جس میں صرف اپنے علم کی وجہ سے شوہر نے قبل فتویٰ آنے کے عورت کو عدت میں بیٹھنے کے لئے لکھا تھا، بعد میں فتویٰ سے بھی مطلقہ ثلاثہ ہونے کا حکم آیا۔

۳..... ایک شخص نے بحالت پردیس ایک عورت سے نکاح کیا، کسی وجہ سے مغلطہ طلاق دی، کرایہ پر مکان لئے ہوئے تھا، کچھ دنوں عورت نے اس گھر میں عدت گزاری لیکن بوجہ خطرہ جان۔ کیوں کہ اس علاقہ میں لوٹ و غارت کے واقعات بکثرت ہوتے رہتے ہیں۔ شوہر کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی اور بقیہ دن وہاں عدت کے گزارے۔ آیا یہ عدت پوری ہوئی یا از سر نو عدت گزارے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... صرف قول سے رجعت بلا کراہت درست ہے اور صرف فعل سے رجعت مکروہ ہے، رجعت پر کم از کم دو عادل آدمیوں کو گواہ بنانا مستحب۔ ہے اور بلا گواہ بنائے بھی رجعت صحیح ہے، عورت کو رجعت کی اطلاع کرنا بھی مستحب ہے اور بغیر اطلاع کے بھی رجعت درست ہے:

”الرجعة علی ضربین. سنی و بدعی، فالسنی: هو أن يراجعها بالقول، و يشهد علی رجعتها، و يُعلمها. و لو راجعها بالقول، و لم يشهد، أو أشهد، و لم يعلمها، كان مخالفاً للسنّة. وقال الحاکم الشهيد: و إذا کتمها الطلاق، ثم راجعها، و کتمها الرجعة، فهي امرأته، غیر أنه قد أساء فیما صنع، و إنما قال: أساء لترك الاستحباب، و هو الإشهاد والإعلام، اهـ.“ شلبی هامش زیلعی: ۲/۲۵۲ (۱)۔

(۱) (حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۱۵۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲/۸۵، باب الرجعة، رشیدیہ)

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، عدت پوری ہونے کے لئے عورت کو طلاق کا علم ہونا ضروری نہیں:

”وتنقضی العدة وإن جهلت المرأة بهما: أى بالطلاق والموت؛ لأنهما أجل، فلا

يشترط العلم بمضيه، اهـ“۔ در مختار: ۲/۲۴۲ (۱)۔

اگر عدت گزارنے کے بعد علم ہوا کہ میں نے عدت کے اندر رجعت کر لی تھی تو پھر شوہر کا قول معتبر نہیں

”ولو قال بعد العدة: راجعتك فيها، فصدقته، تصح، وإلا لا، اهـ“۔ تبیین: ۲/۲۵۲ (۲)۔

تنبیہ: عدت کے بعد رجعت جائز نہیں۔

۲..... جواب نمبر: ۱ میں معلوم ہوا کہ عورت کو علم ہونا ضروری نہیں پس جب مدت پوری ہو جائے گی،

اگر شوہر مطلقاً خبر نہ لے تب بھی تین حیض گزارنے پر عدت ختم ہو جاتی ہے، بعد عدت عورت کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے:

”العدة أجل، فلا يشترط العلم بمضيه: أى بمضى الأجل“۔ شامی: ۲/۹۴۲ (۳)۔

۳..... عدت تو مدت کا نام ہے اس کے پورے ہونے سے عدت ختم ہو جاتی ہے، اس مدت کا شوہر کے

مکان میں گزارنا ضروری ہے، عوارض مذکورہ کی وجہ سے بقیہ مدت دوسرے مکان میں جب گزار لی تو عدت پوری

= (و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۳/۵۹۴، کتاب الطلاق، الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الرجعة، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۵۲۰، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴/۲۴۳، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۳۱، ۵۳۲، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(۲) (تبیین الحقائق: ۲/۲۵۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۳/۵۹، کتاب الطلاق، الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الرجعة،

إدارة القرآن کراچی)

(۳) (راجع رقم الحاشیة: ۱)

ہوگئی، از سر نو عدت گزارنا ضروری نہیں۔ فقط والسلام۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۴/صفر/۵۸ھ۔

لفظ ”طلاق“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۱۰۷]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو سوبار ”طلاق“ کہا۔ اس عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عدت کے اندر کہا ہے تو تین مرتبہ کہنے سے مغلغہ ہوگئی، بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو اور کسی پہلے شوہر سے اسے طلاق نہ ملی ہو، اگر پہلے شوہر سے طلاق مل چکی ہے اور اسی لئے اس شخص نے ”طلاق“ کہا ہے تو شرعاً اس کا قول معتبر ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ربیع الاول/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۳/ربیع الاول/۵۸ھ۔

”طلاق منظور ہے“ سے طلاق

سوال [۶۱۰۸]: زید کی ساس نے اپنی لڑکی ہندہ کے لئے کسی بناء پر زید سے طلاق کو کہا، زید نے

اس کے جواب میں کہہ دیا کہ ”مجھے طلاق منظور ہے“۔ اب زید تین ماہ اور کچھ دن بعد سسرال جاتا ہے اور مراجعت کر لیتا ہے۔ اب یہ رجعت قابل قبول ہوگی یا نہیں؟ فقط۔

(۱) ”یا طالق أو یا مطلقۃ بالتشدید، ولو قال: أردت الشتم لم یصدق قضاءً ودین، خلاصۃ، ولو کان لها زوجۃ طلقها قبل فقال: أردت ذلک الطلاق، صدق دیانۃً باتفاق الروایات وقضاء فی روایۃ أبی سلیمان، وهو حسن، کما فی الفتح، وهو الصحیح کما فی الخانیۃ. ولو لم یکن لها زوج لا یصدق، وکذا لو کان لها زوج قدمات.“ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، مطلب فی قول البحر: إن الصریح، الخ: ۳/۲۵۱، ۲۵۵، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح: ۱/۳۵۵، رشیدیہ)

(و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الطلاق، جنس آخر فی ألفاظ الطلاق: ۲/۸۰، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے طلاق کو منظور کر لیا ہے اور ابھی عدت نہیں گزری ہے تو رجعت کا حق حاصل ہے (۱)، عدت گزر جانے کے بعد حق رجعت باقی نہیں رہے گا، طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا (۲)۔
عدت تین حیض ہے، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

”تیری رہی سہی کو طلاق“ کا حکم

سوال [۶۱۰۹]: ہمارے یہاں ایک شخص کو اپنی عورت کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ عورت کہنے لگی کہ میں اپنے میکے جاؤں گی، شوہر نے کہا کہ میں جانے نہیں دوں گا، عورت جانے کے لئے بضد ہو گئی، اس پر شوہر کو غصہ آ گیا اور یہ کہہ بیٹھا کہ ”اگر تو یہاں سے جا کر کہیں اور اچھی طرح سے رہی تو تجھے“ یہ کہہ کر رک گیا، پھر

(۱) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو رجعتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۱، الباب السادس فی الرجعة و فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴/۸۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۴۰۰، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۴/۱، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴/۹۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(۳) ”عدة الحرة للطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراء و للحامل و ضعه“۔ (کنز الدقائق، ص: ۱۴۵،

۱۴۶، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۴/۲۱۵، ۲۲۶، باب العدة، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۲۶، ۵۲۸، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۵۰۴، ۵۱۱، کتاب الطلاق، باب العدة، سعید)

کہا ”تیری رہی سہی کو طلاق“ یہ دو مرتبہ کہا اور اس نے اس سے اس کو طلاق دینے کی نیت نہیں کی۔ صورت مذکورہ میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ مع حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ بیوی کو اس طرح طلاق دیتے ہیں کہ ”تیری رہی سہی کو طلاق“ تو دو طلاق رجعی شرط متحقق ہونے پر واقع ہو جائیں گی (۱)۔ پھر عدت تین ماہواری گزرنے سے پہلے شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہوگا (۲)۔ اگر رجعت نہ کی اور عدت ختم ہوگئی تو طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی، حلالہ کی ضرورت نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۱۳۹۱ھ۔

طلاق بائن کیا ہے؟

سوال [۶۱۱۰]: طلاق بائنہ کیسی ہوتی ہے؟

(۱) ”وإذا أضافه إلى الشرط، وقع عقيب الشرط اتفاقاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۲۰/۱، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایہ: ۳۸۵/۲، باب الأیمان فی الطلاق، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(وکذا فی النہر الفائق: ۳۸۶/۲، کتاب الطلاق، باب التعلیق، رشیدیہ)

(۲) (ہی استدامة الملك القائم) بلا عوض مادامت (فی العدة): أى عدة الدخول حقيقة، إذ لا رجعة

فی عدة الخلوة، ابن کمال“۔ (الدر المختار: ۳۹۷/۳، ۳۹۸، باب الرجعة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۶۸/۱، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(وکذا فی البزازیة: ۲۵۵/۴، الفصل السابع فی الرجعة، رشیدیہ)

(۳) ”وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۴۰۹/۳، باب

الرجعة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۷۲/۱، فصل فیما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشیدیہ)

(وکذا فی النہر الفائق: ۴۲۰/۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، غفاریہ کوئٹہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق بائن وہ ہے جس کے بعد حق رجعت باقی نہ رہے، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: مخففہ، مغلطہ۔ اول میں تجدید نکاح کا تعلق زوجیت قائم کرنے کے لئے کافی ہے (۱)، حلالہ کی ضرورت نہیں، طلاق بائن سے عموماً یہی قسم مراد ہوتی ہے، دوم میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی اجازت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۱۳۹۵ھ۔



(۱) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها، وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها، أو يموت عنها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۴/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۲، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۲۰، ۲۲۱، رشیدیہ)

باب طلاق الثلاث

(تین طلاق کا بیان)

قرآن پاک سے تین طلاق کا ثبوت

سوال [۶۱۱۱]: پارہ سيقول، رکوع ۱۳ ﴿الطلاق مرتان﴾ سے لے کر ﴿زوجاً غیرہ﴾ کی عربی عبارت میں لفظ ”ثلاثة“ (جس کے معنی اردو میں تین ہیں) نہیں آیا ہے اور نہ ہی کوئی حافظ لفظ ”ثلاثة“ رکوع مذکور میں پڑھتا ہے، آپ بھی پڑھ کے دیکھئے۔ لہذا جب کہ قرآن کا عربی عبارت میں ”ثلاثة“ نہیں ہے تو پھر اردو ترجمہ میں تین کیسے آ گیا، لہذا تین طلاق کا ثبوت قرآن پاک سے ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس آیت سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ طلاق دو دفعہ تو ایسی ہے کہ شوہر کو اختیار باقی رہتا ہے کہ دل چاہے تو بیوی کو ادائے حقوق کے لئے اچھے طریقہ پر روک لے (عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے رجعت کر لے) اور چاہے تو اس سے بے تعلق ہو جائے (رجعت نہ کرے) اس دو طلاق کے بعد پھر جو طلاق دے گا تو اس کے بعد حرمت مغلظہ ہو جائے گی کہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی اجازت نہ ہوگی (۱)۔

(۱) قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف، أو تسريح بإحسان فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غیرہ﴾ الآية (البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثلثين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غیرہ نکاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایہ: ۳۹۹/۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، مکتبہ شرکت

علمیہ ملتان) =

آپ گن کر دیکھ لیں کہ یہ کون سی طلاق ہے، ایک اور دو کے بعد کون سا عدد آتا ہے، میں اس کا نام نہیں لیتا، کسی اردو پڑھنے والے بچہ سے خود پوچھ لیں گے کہ دو کے بعد کیا ہے تو وہ بھی بتائے گا، جو چیز بھی دو کے بعد والے درجہ پر آئے گی وہی تین ہوگی، خواہ لفظ ”ثلاثہ“ اور ”تین“ ہو یا نہ ہو۔ مسجد میں امام کے پیچھے ایک صف ہے، اس کے پیچھے دوسری صف ہے، اس کے پیچھے جو صف ہے وہ تیسرے درجہ پر ہے، پھر ہر شخص اس کو یہی کہے گا کہ یہ تیسری صف ہے، اگرچہ اس صف پر لفظ ”ثلاثہ“ لکھا ہوا نہ ہو۔

ایک آدمی ایک روٹی کھاتا ہے، اس کے ختم ہونے پر دوسری کھاتا ہے، اس کے ختم ہونے پر جو روٹی کھاتا ہے وہ تیسری ہی ہے، اگرچہ اس پر لفظ ثلاثہ لکھا ہوا نہیں ہے، اگر ہر شخص اس کو تیسری ہی کہے گا اور اس کا یہ کہنا صحیح ہوگا غلط نہیں ہوگا، جو اس کو غلط کہے گا اس کا غلط کہنا غلط ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۱۳۹۲ھ۔

کیا تین طلاق ایک ہیں؟ اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا

سوال [۱/۶۱۱۲]: ایک شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرنے والا ہے اور اس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی اور اپنی بیوی کو اپنے سے علیحدہ کر دیا مگر پھر وہ کہتا ہے کہ میں اہل حدیث ہو جاؤں گا اور اپنی بیوی کو رکھوں گا۔ تو اس شخص کا از روئے شریعت کیا حکم ہے؟ اور اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟
بنوا تو جروا۔

المستفتی: محمد اکبر پانوی، ۲۱/محرم الحرام/۹۰ھ۔

الجواب: (منجانب مولوی حبیب الرحمن الفیضی الاعظمی)

صورتِ مسئلہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی، جیسا کہ رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیکر غمگین ہوئے جس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار کے بعد فرمایا:

”فإنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت“. فارجعها“. أخرجه أحمد وأبو يعلى من طريق

محمد بن إسحق“. فتح الباری: ۲۲/۱۶۳ (۱)۔

اور اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت: ”كانت الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وغيره طلاق الثلاث واحدة“۔ رواہ مسلم (۲) سے ہوتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی رہی۔

حنفیہ نے بھی اس قسم کے مسائل میں دیگر علماء کے مذہب پر عمل کرنے کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ مولانا عبدالحق صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجموعہ فتاویٰ: ۵۴/۲، میں زوجہ مفقود الخبر اور عدة ممتدة الطهر پر قیاس کرتے ہوئے طلاق ثلاثہ میں بھی دیگر علماء کے مذہب پر عمل کرنے کا فتویٰ دیا ہے (۳)۔ نیز مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الحلیۃ الناجزہ میں دوسرے ائمہ کے مذہب کو اختیار کر کے اس پر فتویٰ دینا جائز بتلایا ہے (۴)۔ نیز محمد بن مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جو ائمہ حنفیہ میں سے ہیں۔ بھی تین طلاق کے ایک ہی ہونے کے قائل ہیں۔ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳/۱۷ اور مولانا عبدالحق صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیۃ عمدۃ الرعاۃ، ص: ۶۷، پر لکھا ہے: ”هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، و به قال الداود الظاهري وأتباعه، وهذا أحد القولین لمالك و لبعض أصحاب أحمد“ (۵)۔

حاصل یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوتی ہیں جس کے قائل صحابہ کے علاوہ

(۱) (فتح الباری: ۳۶۲/۹، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث، دار الفکر، بیروت)

(۲) صحیح مسلم میں حدیث کی عبارت اس طرح ہے: ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كان الطلاق على عهد رسول الله تعالى عليه وسلم وسنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدة“۔ (الصحيح لمسلم: ۴۷۷/۱، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قدیمی)

(۳) (مجموعۃ الفتاویٰ (اردو): ۶۹/۲، کتاب الطلاق، سعید)

(۴) ”رہا یہ کہ فقہ حنفی پر کسی کو عدم کفایت کا سوال ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود فقہ حنفی میں بھی خاص شرائط کے ساتھ دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے“۔ (الحلیۃ الناجزۃ، ص: ۱۴، دار الاشاعت، کراچی)

(۵) (عمدۃ الرعاۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ: ۶۳/۲، کتاب الطلاق، سعید)

ائمہ میں سے داؤد ظاہری اور ان کے اتباع اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قولوں میں سے ایک قول اور بعض اصحاب احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے اور اس کے علاوہ بہت سے مسائل ہیں جس کے اندر حنفیہ نے دوسرے علماء کے مذہب پر فتویٰ دیا ہے۔ للتفصیل مقام آخر۔

نیز یہ کہ حدیث کے صحیح ثابت ہو جانے کے بعد اگر کوئی مقلد اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کر لے تو وہ امام کی تقلید سے باہر نہیں ہوتا، ائمہ اربعہ کی یہی نصیحت ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہے، چنانچہ شامی میں ہے:

”إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب، عُمل بالحديث، ويكون ذلك مذهبه، ولا يخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به، وقد صح عنه أنه قال: إذا صح الحديث فهو مذهبي، وقد حكى ذلك ابن عبد الرحمن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى وغيره من الأئمة“ (۱)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: حبیب الرحمن الفيضی الاعظمی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

(از: دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

جب کوئی شخص اپنی مدخولہ بیوی کو تین طلاق دیدے تو حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے اور دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں رہتی جب تک حلالہ نہ ہو جائے، اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے، یہی قرآن کریم میں مذکور ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعاً نہایت مذموم اور قبیح ہے، اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عتاب اور غصہ کا اظہار بھی فرمایا ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ طلاق مغلظہ واقع نہیں ہوتی، ایسی صورت میں رجعت کی بھی اجازت نہی دی جیسے کہ حالت حیض میں طلاق نہایت مذموم ہے، اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا ہے مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ واقع ہو جانے کے بعد۔ چونکہ طلاق بائن یا مغلظہ نہیں تھی۔ رجعت کا حکم فرمایا اور بائنہ اور

(۱) (ردالمحتار: ۶۸/۱، المقدمة، مطلب: صح عن الإمام أنه قال: إذا صح الحديث فهو

مغلظہ میں رجعت کا اختیار ہی باقی نہیں رہتا، جڑ کٹ جاتی ہے۔

دلائل قرآن کریم

قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۱)۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ دو طلاق کے بعد رجعت کا حق رہتا ہے، تیسری طلاق کے بعد حق رجعت ختم ہو کر حرمت مغلظہ ہو جاتی ہے، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا، اس میں ایک مجلس دو مجلس تین مجلس کی کوئی قید نہیں بلکہ سب کو شامل ہے۔

حدیث شریف

حضرت عویر عجلائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیں اور ان تین طلاق کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نافذ فرما دیا غیر معتبر نہیں قرار دیا، یہ واقعہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری میں، ص: ۸۰۰، پر ہے (۲)، صحیح مسلم: ۲۸۹/۱ میں ہے (۳)، ابوداؤد شریف ۲/۲۸۲، میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ”فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، اھ“ (۴)۔

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۵، ۲۳۰)

(۲) ”عن حديث سهل بن سعد أخى بنى ساعدة أن رجلاً من الأنصار جاء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! أرايت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقضه أو كيف يفعل؟ فأنزل الله في شأنه ما ذكر في القرآن من أمر التلاعن، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: ”فقد قضى الله فيك وفي امرأتك“ قال: فتلاعنا في المسجد وأنا شاهد، فلما فرغنا، قال: كذبت عليها يا رسول الله! إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغنا من التلاعن، ففارقها عند النبي صلى الله عليه وسلم“۔ إلى آخر الحديث. (صحيح البخارى: ۲/۸۰۰، كتاب الطلاق، باب اللعان ومن طلق بعد اللعان، قديمی)

(۳) (الصحيح لمسلم، كتاب اللعان: ۲۸۹/۱، قديمی)

(۴) (سنن أبی داؤد: ۲/۳۰۶، كتاب الطلاق، باب اللعان، دار الحديث ملتان)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نیل الأوطار میں لکھا ہے: ”رجاله رجال الصالحين“ (۱)۔
جمع الفوائد: ۶۲۲/۲، میں اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے (۲)۔

امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سنن: ۹۹/۲ میں عنوان: ”الثلاثة المجموعة وما فيه التخليط“ کے تحت بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق یکدم دیدی: ”ثلاث تطليقات جميعاً“ (۳)۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضبناک ہو گئے (کیونکہ تین طلاق یکدم دینا بہت فتنج و مذموم ہے) مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ واقع نہیں ہوئی اور نہ یہ فرمایا کہ تم کو رجعت کا حق حاصل ہے، رجعت کرلو۔ پھر امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے ”باب الرخصة في ذلك“۔ اس میں عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تین طلاق دینا بیان کیا ہے (۴)۔

(۱) (نیل الأوطار: ۶۶/۷، کتاب اللعان، باب: لا يجتمع المتلاعنان أبداً، دارالباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

(۲) ”أن عويمر العجلاني رحمه الله تعالى جاء إلى عاصم بن عدی الأنصاري فقال: أرأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً..... فأسأل عن ذلك رسول الله..... فقال صلى الله عليه وسلم: ”قد نزل فيك وفي صاحبك فاذهب، فأت بها..... قال عويمر: كذبتُ عليها يا رسول الله! إن أمسكتُها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يامرّه رسول الله صلى الله عليه وسلم“..... للسته إلا الترمذي“۔ (جمع الفوائد: ۴۰۸/۱، اللعان، مكتبہ اسلامیہ لائل پور)

(۳) ”أخبرنا سليمان بن داود..... قال: أخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضبناً، ثم قال: ”أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم“۔ إلى آخر الحديث۔ (سنن النسائي: ۹۹/۲، كتاب الطلاق، قديمي)

(۴) ”إن عمويمر العجلاني رضي الله تعالى عنه جاء إلى عاصم بن عدی فقال: أرأيت يا عاصم! لو أن رجلاً وجد مع امرأته أيقنله فيقتلونه، أم كيف يفعل؟ سل لي -يا عاصم!- رسول الله صلى الله عليه وسلم..... فقال عويمر: والله لا أنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم..... قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما فرغ عويمر قال: كذبتُ عليها يا رسول الله! إن =

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے ”باب من أجاز الطلاق الثلاث“ اس کے ذیل میں عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے (۱)۔ نیز امرأہ رفاعہ کا واقعہ بیان کیا ہے جن کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کی طرف عود کرنے کی اجازت نہیں دی گئی (۲)۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی، اس کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں فرمایا (۳)۔

سنن دارقطنی، ص: ۴۳۳ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوعاً ہے: ”من طلق ألبتة،

= أمسكتها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم“۔ (سنن النسائي: ۹۹/۲، ۱۰۰،

باب الرخصة في ذلك، قديمی)

(۱) ”عن ابن شهاب أن سهل بن سعد الساعدي أخبره أن عويمر العجلاني رضي الله تعالى عنه جاء إلى عاصم بن عدی فقال: أرأيت يا عاصم! لو أن رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقته، فيقتلونه أم كيف يفعل؟ سل لي - يا عاصم! - رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عويمر: والله! لا أنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما فرغ عويمر، قال: كذبتُ عليها يا رسول الله! إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله عليه وسلم“۔ (صحيح البخاری: ۷۹۱/۲، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمی)

(۲) ”عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبِت طلاقي، وإنني نكحت بعده عبدالرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لعلك تريد أن ترجعي إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتك وتذوق عسيلته“۔ (صحيح البخاری: ۷۹۱/۲، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمی)

(۳) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسأل النبي صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: ”لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول“۔ (صحيح البخاری: ۷۹۱/۲،

كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمی)

الزمناء ثلاثاً، فلا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره“ (۱)۔ جو شخص طلاقِ البتہ دیدے، اس پر بھی تین طلاق کو لازم کر دیا گیا، حالانکہ اس نے لفظ ”طلاق“ تین دفعہ نہیں کہا نہ لفظ ”ثلاث“ کہا، اس سے بھی زیادہ واضح اور مفصل بطورِ قاعدہ کلیہ کے فرما دیا گیا: ”أَيُّمَا رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا مَبْهُمَةً أَوْ ثَلَاثًا عِنْدَ الْأَقْرَاءِ، لَمْ تَحُلْ لَهُ حَتَّى تَنْكَحَ زَوْجًا غَيْرَهُ“۔ دارقطنی، ص: ۴۳۷ (۲)۔

یعنی جو شخص بھی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے خواہ تینوں مبہم طور پر بیک وقت دے، خواہ تین طہر میں الگ الگ دے، اب وہ بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے حلال نہیں۔ یہاں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ تین طلاق سے بہر حال حرمتِ مغلظہ ثابت ہو جائے گی، ایک مجلس اور تین مجلس، یا ایک طہر یا تین طہر کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے، دونوں کا حکم حرمتِ مغلظہ ثابت ہونے کے لئے یکساں ہے۔

اجماع

حافظ الکتاب والنسہ شیخ الحاکم ابوبکر بھاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: ”فالكتاب والسنة وإجماع الأمة توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كانت مبهمَةً، اهـ“۔ أحكام القرآن: ۱/۴۵۹ (۳)۔ ائمہ اربعہ بھی اس پر متفق ہیں (۴)، البتہ روافض اور داؤد ظاہری تین طلاق کے منکر ہیں (۵)، ان کا کہنا ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور وہ اپنے اس

(۱) (سنن الدارقطنی: ۱۳/۳، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۲) (سنن الدارقطنی: ۲۱/۳، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) (أحكام القرآن: ۱/۳۸۸، ذکر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، قدیمی)

(۴) ”وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون -رحمهم الله تعالى- على أن من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يائمه“۔ (عمدة القاری: ۲۰/۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، أمين بیروت)

(۵) ”وفى الترجمة إشارة إلى أن من السلف من لم يجوز وقوع طلاق الثلاث، فيحتمل أن يكون مراده بعدم الجواز من قال: لا يقع الطلاق إذا أوقعها مجموعة، للنهي عنه، وهو قول للشيعة وبعض أهل الظاهر“۔ (بذل المجهود: ۶۲/۳، باب فى نسخ المراجعة بعد تطليقات الثلاث، امدادیہ ملتان)

دعویٰ پر دو دلیل پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقولہ ہے کہ ”حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تین طلاق ایک تھی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی دو سال تک یہی حال رہا۔“ یہ مقولہ مسلم شریف میں ہے۔ شرح حدیث نے اس پر آٹھ طرح کلام کیا ہے، ملاحظہ ہو فتح الباری، عمدۃ القاری، اوجز المسالك، بذل المجہود، نووی (۱)۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تین طلاق کو

(۱) قال الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”ولفظ المتن: ”أما علمت أن الرجل كان إذا طلق امرأته ثلاثاً قبل أن يدخل بها، جعلوها واحدة“ الحديث. فتمسك بهذا السياق من أصل الحديث وقال: إنما قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ذلك في غير المدخول بها، وهذا أحد الأجوبة عن هذا الحديث، وهي متعددة، وهو جواب إسحاق بن راهويه وجماعة، وبه جزم زكريا الساجني من الشافعية. ووجهه بأن غير المدخول بها تبين إذا قال لها زوجها: أنت طالق، فإذا قال ثلاثاً، لنا العدد لوقوعه بعد البيونة..... اهـ.

الجواب الثاني: دعویٰ شذوذ روایۃ طاؤس، وہی طریقۃ البیہقی، فإنہ ساق الروایات عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلزوم الثلاث، ثم نقل عن ابن المنذر أنه لا یظن بابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أنه حفظ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیئاً ویفتی بخلافه، فیتعین المصیر إلى الترجیح، والأخذ بقول الأكثر أولى من الأخذ بقول الواحد إذا خالفهم. وقال ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ: هذا حدیث مختلف فی صحته، فكيف یقدم علی الإجماع؟ قال: ویعارضه حدیث محمود بن لبيد، یعنی: الذی تقدم أن النسائي أخرجه بأن فيه التصريح بأن الرجل طلق ثلاثاً مجموعة ولم يردّه النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل أمضاه كذا قال، وليس فی سياق الخبر تعرض لإمضاء ذلك ولا لردّه.

الجواب الثالث: دعویٰ النسخ، فنقل البیہقی عن الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ أنه قال: يشبه أن يكون ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما علم شیئاً نسخ ذلك. قال البیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویقویہ ما أخرجه أبو داود من طریق یزید النحوی عن عكرمة عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كان الرجل إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعته وإن طلقها ثلاثاً، فنسخ ذلك..... اهـ.

الجواب الرابع: دعویٰ الاضطراب، قال القرطبی فی ”المفہم“: وقع فیہ مع الاختلاف علی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما الاضطراب فی لفظه، وظاهر سياقه يقتضي النقل عن جميعهم أن =

= معظمهم كانوا يرون ذلك، والعادة في مثل هذا أن يفشو الحكم وينتشر، فكيف ينفرد به واحد عن واحد؟ قال: فهذا الوجه يقتضى التوقف عن العمل بظاهره إن لم يقتض القطع ببطلانه.

الجواب الخامس: دعوى أنه ورد في صورة خاصة، فقال ابن سريج وغيره: يشبه أن يكون ورد في تكرير اللفظ كأن يقول: أنت طالق أنت طالق أنت طالق، وكانوا أولاً على سلامة صدورهم يقبل منهم أنهم أرادوا التأكيد، فلما كثر الناس في زمن عمر رضى الله تعالى عنه وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول من ادعى التأكيد، حمل عمر رضى الله تعالى عنه اللفظ على ظاهر التكرار فأمضاه عليهم. وهذا الجواب ارتضاه القرطبي وقواه بقول عمر رضى الله تعالى عنه: "إن الناس استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة". وكذا قال النووي رحمه الله تعالى: إن هذا أصح الأجوبة.

الجواب السادس: تأويل قوله: "واحدة" وهو أن معنى قوله: "كان الثلاث واحدة" أن الناس في زمن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كانوا يطلقون واحدة، فلما كان زمن عمر رضى الله تعالى عنه كانوا يطلقون ثلاثاً. ومحصله أن المعنى أن الطلاق الموقع في عهد عمر رضى الله تعالى عنه ثلاثاً كان يوقع قبل ذلك واحدة؛ لأنهم كانوا لا يستعملون الثلاث أصلاً، أو كانوا يستعملونها نادراً، وأما في عهد عمر رضى الله تعالى عنه فكثير استعمالهم لها.

ومعنى قوله: "فأمضاه عليهم وأجازه" وغير ذلك: أنه صنع فيه من الحكم بإيقاع الطلاق ما كان يصنع قبله. ورجح هذا التأويل ابن العربي ونسبه إلى أبي زرعة الرازى، وكذا أورده البيهقى بإسناده الصحيح إلى أبي زرعة أنه قال: معنى هذا الحديث عندى أن ما تطلقون أنتم ثلاثاً كانوا يطلقون واحدة. قال النووي: وعلى هذا فيكون الخبر وقع عن اختلاف عادة الناس خاصة لا عن تغير الحكم في الواحدة. فالله أعلم.

الجواب السابع: دعوى وقفه، فقال بعضهم: ليس في هذا السياق أن ذلك كان يبلغ النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيقره، والحجة إنما هي في تقريره..... اهـ.

الجواب الثامن: حمل قوله: "ثلاثاً" على أن المراد بها لفظ "ألبتة" كما تقدم في حديث ركاة سواء، وهو من رواية ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أيضاً، وهو قوى ويؤيده إدخال البخارى في هذا الباب الآثار التى فيها "ألبتة" والأحاديث التى فيها التصريح بالثلاث كأنه يشير إلى عدم الفرق بينهما، وأن "ألبتة" إذا أطلقت حمل على الثلاث، إلا إن أراد المطلق واحدة فيقبل، فكأن بعض رواته حمل لفظ =

ایک طلاق قرار دینے کے لئے یہ مقولہ کافی نہیں۔

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے شارح ”الاستذکار“ میں فرماتے ہیں: ”إن هذه الرواية وهمّ وغلط لم يخرج عليها أحد من العلماء، اهـ“۔ الجوهر النقی: ۱۱۳/۲ میں اس کو نقل کیا ہے (۱)۔ یعنی یہ روایت وہم اور غلط ہے، علماء میں سے کسی نے بھی اس کو قابل التفات نہیں سمجھا۔ اس کو طاؤس کے حوالہ سے نقل کیا جاتا ہے، لیکن حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ خود ہی اس کی تردید کرتے ہیں، چنانچہ کتاب ادب القضاء میں ہے:

”أخبرنا علي ابن عبد الله - وهو ابن المديني - عن عبد الرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن طاؤس أنه قال: من حدثك عن طاؤس أنه كان يروي طلاق الثلاث واحدة، كذبُه، اهـ“ (۲)۔

”یعنی طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ طاؤس حدیث طلاق ثلاث

= ”ألبتة“ علی الثلاث لاشتہار التسوية بينهما فرواها بلفظ الثلاث، وإنما المراد لفظ ألبتة، وكانوا في العصر الأول يقبلون ممن قال: أردت بألبتة الواحدة، فلما كان عهد عمر رضي الله تعالى عنه أمضى الثلاث في ظاهر الحكم“۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۳۶۳/۹، ۳۶۴، ۳۶۵، کتاب الطلاق، باب من جوز الطلاق الثلاث، (رقم الحديث: ۵۲۵۹-۵۲۶۰)، دارالمعرفة، بیروت)

(وکذا فی عمدة القاری، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۳۳۱/۲۰، رشیدیہ)

(وبذل المجهود: ۲۷۱/۳، کتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، معهد الخلیل الاسلامی کراتشی)

(وأوجز المسالك إلى موطأ الإمام مالك: ۳۳۱/۴، کتاب الطلاق، ماجاء فی ألبتة، مکتبه یحویہ سہارنپور)

(وشرح النووي علی صحیح مسلم: ۴۷۸/۱، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قدیمی)

(۱) (الجوهر النقی علی هامش السنن الکبری، کتاب الخلع والطلاق، باب: من جعل الثلاث واحدة:

۳۳۷/۷، إدارة تالیفات اشرفیہ)

(۲) (لم أجده)

واحدة کو روایت کرتے ہیں تو تم اس کی تکذیب کرنا، اس کو جھوٹا سمجھنا، میں اس کو روایت نہیں کرتا، میری طرف اس کی نسبت غلط ہے۔“

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ بھی اس مقولہ کے خلاف ہے ان کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ابو داؤد شریف میں ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کلہما قالوا فی الطلاق الثلاث: إنه أجازها، اھ۔“ بذل المجہود: ۳/۷۰ (۱)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ گمان قائم نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے نقل کردہ مقولہ کے خلاف فتویٰ دیں گے۔

امام ابو داؤد اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے یہ طریقہ تھا کہ تین طلاق کے بعد رجعت کی جاتی تھی پھر آیت: ﴿الطلاق مرتان﴾ الخ کے ذریعہ حق رجعت کو دو طلاق تک محدود کر کے تیسری طلاق کے بعد حق رجعت کو منسوخ کر دیا گیا، اس کو بیان کرنے کے لئے باب منعقد کیا ہے: ”باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث“۔ اس کے ذیل میں نقل کیا ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء، ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في أرحامهن﴾. الآية، وذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعته وإن طلقها ثلاثاً، فنسخ ذلك فقال: ﴿الطلاق مرتان﴾. الآية، اھ۔“ بذل المجہود: ۳/۶۱ (۲)۔

(۱) (سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ۳/۶۱، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی بذل المجہود: ۳/۷۰، کتاب الطلاق، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(۲) (سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ۳/۶۱، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی بذل المجہود: ۳/۶۲، کتاب الطلاق، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

یعنی تین طلاق کے بعد بھی رجعت کی اجازت تھی جس کو آیت: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ نے منسوخ کر دیا، ایسا نہیں تھا کہ تین طلاق دینے پر ایک ہی ہوتی ہو، ہاں! یہ بات تھی کہ تین طلاق کے بعد حق رجعت تھا، نزول آیت کے بعد وہ حق ختم ہو گیا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت قرآن کریم کے موافق ہے، احادیث کے موافق ہے، اجماع سلف کے موافق ہے، خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فتویٰ کے موافق ہے، اس کے برعکس ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کردہ مقولہ (کہ تین طلاق ایک تھی) ان سب کے خلاف ہے۔ اگر شرح کے پیش کردہ اشکالات کے باوجود اس مقولہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا ایک بہت ہی ظاہر اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے پہلا لفظ طلاق کے لئے کہا ہے، دوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کے لئے کہا ہے، طلاق کے لئے نہیں کہا تو زمانہ خیر القرون میں سلامت صدر اور غلبہ صدق کی بنا پر اس کا قول قبول کر لیا جاتا اور اس کو حق رجعت دیدیا جاتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں طلاق کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے، نیز صدق میں بھی کمی محسوس کی گئی تو انہوں نے اعلان فرمایا کہ آئندہ کوئی شخص اس طرح طلاق دے گا یعنی تین لفظوں سے طلاق دے تو وہ تین ہی شمار ہوں گی، نیت تاکید کا (قضاء) اعتبار نہ ہوگا۔ اصل یہی ہے کہ تین لفظ سے تین ہی طلاق کا حکم ہو، تین کا ایک ہونا تو خلاف اصل ہے، اصل سے عدول کر کے تاکید کی نیت کا اعتبار کرنے کی وجہ تھی (سلامت صدر اور غلبہ صدق) وہ موجود نہیں رہی، اس لئے ان الفاظ کا جو اصل موضوع لہ ہے وہی متعین کر دیا گیا (۱)۔

دوسری دلیل: حدیث رکانہ ہے کہ ان کو تین طلاق کے بعد حق رجعت دیا گیا، اس پر محدثین نے

(۱) "قال ابن سريج وغيره: يشبه أن يكون في تكرير اللفظ كأن يقول: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، وكانوا أولاً على سلامة صدورهم يقبل منهم أنهم أرادوا التأكيد، فلما كثر الناس في زمن عمر، وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول من ادعى التأكيد، حمل عمر اللفظ على ظاهر التكرار، فأمضاه عليهم". (بذل المجتهد: ۲/۶۳، بيان الاختلاف في الطلقات الثلاث في مجلس واحد، إمداديه ملتان)

(و کذا فی شرح الصحیح لمسلم للنووی: ۴/۸۷، باب طلاق الثلاث، قدیمی)

کلام کیا ہے کہ یہ واقعہ رکنا نہ کا ہے یا ابورکنا نہ کا، نیز اس کی سند میں بعض راوی ایسے ہیں جن کی روایت ضعیف و معلول ہے (۱)۔

سب سے قطع نظر اصل واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحۃً تین طلاق نہیں دی تھی، بلکہ طلاق ”البتہ“ دی تھی اور اس وقت طلاق البتہ بھی تین طلاق کے موقع پر استعمال ہوتی تھی، جیسا کہ سنن دارقطنی، ص: ۴۳۳، کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث اوپر گزر چکی ہے (۲)، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حلف دے کر پوچھا کہ تم نے ایک کا ارادہ کیا تھا؟ جب انہوں نے حلف سے بیان کیا کہ میرا ارادہ ایک ہی طلاق کا تھا تب ان کو رجعت کا اختیار دیا گیا۔ ترمذی شریف: ۱/۱۴۰، میں ہے:

”عن عبد اللہ بن یزید بن رکانہ عن أبیہ عن جدہ قال: أتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت: یا رسول اللہ! إني طلقت امرأتی البتة، فقال: ”ما أردت بها؟“ فقلت: واحدة، قال: ”واللہ؟“ قلت: واللہ، قال: ”فهو ما أردت، اھ“۔ (۳)۔

اسی کو امام ابو داؤد نے ”أصح“ کہا ہے: ۳/۷۰ (۴)۔

(۱) ”وقد أجابوا عنه بأربعة أشياء: أحدها أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما والثاني: معارضته بفتوى ابن عباس رضي الله تعالى عنهما بوقوع الثلاث كما تقدم من رواية مجاهد وغيره، فلا يظن بابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه كان عنده هذا الحكم عن النبي صلى الله عليه وسلم ثم يفتي بخلافه إلا بمرجح ظهر له، وراوى الخبر أخبر من غيره بما روى. والثالث: أن أبا داؤد رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة والرابع: أنه مذهب شاذ، فلا يعمل به“۔ (فتح الباری: ۹/۳۶۲، ۳۶۳، کتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، دار الفکر بیروت)

(۲) (سنن الدارقطنی: ۴/۲۰، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۳) (جامع الترمذی: ۱/۲۲۲، أبواب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی الرجل طلق امرأته البتة، سعید)

(۴) قال أبو داؤد: ”هذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثاً؛ لأنهم أهل بيته وهم أعلم به، وحديث ابن جريج رواه عن بعض بني أبي رافع عن عكرمة عن ابن عباس“۔ (سنن أبي داؤد:

۱/۳۰۸، کتاب الطلاق، باب فی البتة، إمدادیہ ملتان)

(و کذا فی بذل المجہود: ۴/۷۶، کتاب الطلاق، باب فی البتة، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

جس روایت میں ”طلقها ثلاث“ ہے، وہ روایت بالمعنی ہے، اس لئے کہ ”ألبتہ“ بھی ”ثلاثاً“ کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا (۱)۔ اس البتہ میں اختلاف ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ایک قرار دیتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین قرار دیتے ہیں، امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور اہل کوفہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، ایک کی نیت کی ہو تو ایک، تین کی نیت کی ہو تو تین، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ دو کی نیت بھی معتبر مانتے ہیں، امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب اقوال نقل کئے ہیں:

”وقد اختلف أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم في طلاق ألبتة، فروى عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه أنه جعل ألبتة واحدة. وروى عن علي رضي الله تعالى عنه أنه جعلها ثلاثاً. وقال بعض أهل العلم: فيه نية الرجل إن نوى واحدة فواحدة، وإن نوى ثلاثاً ثلاث، وإن ثنتين لم تكن إلا واحدة، وهو قول الثوري وأهل الكوفة. وقال مالك بن أنس رضي الله تعالى عنه في ألبتة: إن كان قد دخل بها، فهي ثلاث تطليقات. وقال الشافعي: إن نوى واحدة فواحدة يملك الرجعة، وإن نوى ثنتين فثنتين، وإن نوى ثلاثاً فثلاث، اهـ“. ترمذی شریف: ۱/ ۱۴۰ (۲)۔

الحاصل: نہ حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ مفید مطلب ہے، نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نقل کردہ مقولہ تین کو ایک بنانے کے لئے کافی ہے۔

تین کا تین ہونا اصل کے بھی مطابق ہے، ائمہ اربعہ کا یہی متفقہ مسلک مختار ہے (۳)۔ ائمہ اربعہ کا مذہب عین حدیث کے موافق ہونے کی وجہ سے ”إذ اصح الحديث فهو مذهبي“ پورے طور پر صادق ہے،

(۱) ”أن أبا داود رَحَجَ أن ركانة إنما طلق امرأته ألبتة كما أخرجهُ هو من طريق أهل بيت ركانة، وهو تعليل قوي لجواز أن يكون بعض روايته حمل ألبتة على الثلاث“. (بذل المجهود: ۶۳/۴، نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، إمداديه ملتان)

(۲) (جامع الترمذی: ۲۲۲/۱، أبواب الطلاق واللعان، باب ما جاء في الرجل طلق امرأته ألبتة، سعيد)

(۳) ”وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث“۔

(رد المحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

پھر بوقتِ ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ کی بحث اس جگہ بے محل ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں سب ائمہ سے الگ اور منفرد ہیں، ان کے اقران اہل علم ان کے مخالف ہیں، سب نے ہی ان پر رد کیا ہے، ملاحظہ کیجئے: طبقاتِ کبریٰ، فتح الباری، عینی وغیرہ۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اغاثۃ اللہفان میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور اپنے استاذ کی جانب سے دفاع کی کوشش کی ہے، مگر وہ کوشش میں ناکام رہے، حتیٰ کہ خود ان کے تلمیذ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاذ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے مزعومہ دلائل کو توڑ دیا اور مستقل کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے ”بیان مشکل الأحادیث الواردة فی أن الطلاق الثلاث طلاق واحدة“۔

تین طلاق کو ایک قرار دے کر بہر صورت حق رجعت دینا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع سلف صالحین، فتاویٰ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ائمہ اربعہ رحمہ اللہ تعالیٰ سب کے خلاف ہے، کوئی گنجائش نہیں، اس طرح بغیر حلالہ کے اگر کوئی شخص نکاح کرے گا تو وہ نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نکاح کے نام پر نہایت غلط اور شرمناک فحش کام ہوگا۔ اللہ پاک اس سے محفوظ رکھے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

ضمیمہ

[۲/۶۱۱۲]: سائل نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقلد ہونے کے باوجود تین طلاق سے بیوی پر حرمتِ مغلظہ ہونے کی تقدیر پر اہل حدیث کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور فاضل مجیب نے دیگر ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دینے کی رہنمائی بھی کی ہے، یہ بحث یہاں بے محل ہے، اس لئے کہ حرمتِ مغلظہ ہو جانا صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اجتہادی و استنباطی مسئلہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم سے ثابت ہے، حدیث شریف سے ثابت ہے، اجماع سے ثابت ہے، تاہم مسئلہ انتقالِ مذہب پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہے، کیونکہ سائل صرف اس مسئلہ میں اہل حدیث کی رائے پر عمل کی اجازت کا خواہشمند نہیں، بلکہ مستقلاً تبدیلِ مذہب کے لئے آمادہ ہے۔

جو شخص مجتہد نہ ہو (اس میں صفات و شرائط اجتہاد موجود نہ ہوں) اس کے ذمہ تقلیدِ ضروری ہے (یہ مسئلہ اپنی جگہ پر مدلل و مبرہن ہے) ایسا شخص اگر ایک مجتہد کی تقلید اختیار کرنے کے بعد اپنی وسعتِ نظر اور تحقیق کی بناء

پر کسی دوسرے امام مجتہد کے مذہب کو اقرب الی الکتاب اور اوفق بالسنتہ پاتا ہو اور دلائل کی قوت و ضعف اور احادیث کے محال کو پورے طور پر پہچانتا ہو اور نسخ و منسوخ کو جانتا ہو، جرح و تعدیل، شرح غریب، رفع تعارض، جمع روایات و ترجیح رائج سے بخوبی واقف ہو، اسانید پر گہری نظر رکھتا ہو، اجماعی مسائل اس کو محفوظ ہوں تو اس کے لئے جذبہ دیانت کے تحت جائز ہے کہ وہ امام سابق کے مسلک سے دوسرے امام کے مسلک کی طرف منتقل ہو جائے اور آئندہ اسی کی پیروی کرے، اپنی گزشتہ زندگی میں مسلک قدیم پر جو عمل کر چکا ہے، اس کا وہ عمل ضائع نہیں ہوگا، اور مسلک جدید کے تحت وہ اگر صحیح نہیں تھا تو اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر مسلک قدیم کے تحت کوئی حرمت متحقق ہو چکی ہے تو مسلک جدید اختیار کرنے سے وہ حرمت مرتفع نہیں ہوگی۔ غرض! گزشتہ کسی عمل پر اس کا اثر نہیں ہوگا۔ شرح تحریر، فواتح الرحموت وغیرہ میں اس کی بحث موجود ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۳/۹۰ھ۔

(۱) ”وفی بحر الزرکشی ماملخصه: العلم نوعان: نوعٌ یشتَرک فی معرفته الخاصة والعامة..... ونوعٌ یختص بمعرفته الخاصة. والناس فیہ ثلاثة أقسام: الأول: العامی الصرف..... الثانی: العالم الذی حصل بعض العلوم المعتبرة ولم یبلغ رتبة الاجتهاد، فاختر ابن الحاجب وغیرہ أنه کالعامی الصرف لعجزه عن الاجتهاد. وقیل: لا یجوز له ذلك، ویجب علیه معرفة الحکم بطریقه؛ لأن له صلاحیة معرفة الأحکام بخلاف غیره..... وكذا لا إشکال فی إلحاقهم بالمجتهدین؛ إذ لا یقلد مجتهد مجتهداً، ولا یمکن أن یکون واسطةً بینهما؛ لأنه لیس لنا سوى حالتین. قال ابن المنیر: والمختار أنهم مجتهدون ملتزمون أن لا یحدثوا مذہباً، فإن إحداث مذہب زائد بحیث یکون لفروعه أصول وقواعد مباینة لسائر قواعد المتقدمین، فمتعذر الوجود لاستیعاب المتقدمین سائر الأسالیب.

نعم! لا یمتنع علیهم تقلید امام فی قاعدة، فإذا ظهر له صحة مذہب غیر إمامه فی واقعة، لم یجز له أن یقلد إمامه، لكن وقوع ذلك مستبعدٌ لکمال نظر من قبله.“ (التقریر والتحбір شرح التحریر:

۳/۶۰، غیر المجتهد المطلق یلزمه التقليد، دارالفکر بیروت)

ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا حکم

سوال [۶۱۱۳]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی، طلاق دیئے ہوئے ابھی تقریباً ڈیڑھ ماہ گزرے ہیں، کیا وہ اپنی بیوی کو پھر رجوع کر سکتا ہے؟ جواب از روئے قرآن و حدیث ارسال ہو۔

جواب از طرف اہل حدیث

الجواب:

قال اللہ تعالیٰ ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان حتی تنكح زوجاً غيره﴾ سورہ بقرہ، وقال اللہ تعالیٰ: ﴿يا أيها النبي إذا طلقتم النساء، فطلقوهن لعدتهن﴾ (سورہ طلاق)۔

ان آیات کریمہ سے صاف ثابت ہے کہ طلاق بدفعات دی جائے تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک قسم کی تین طلاق چونکہ ایک رجعی ہوتی ہے اس لئے صورت مسئلہ میں زید اپنی بیوی کو رجوع کر سکتا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

”كانت الطلاق على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر و صدراً من خلافة عمر رضي الله تعالى عنهما طلاق الثلاث واحدة“ (۱)۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اور شروع خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تین طلاقیں ایک ہوا کرتی تھیں، یہی مذہب ہزار ہا صحابہ کرام کا تھا جیسا کہ تعلیق المغنی شرح دارقطنی میں ہے:

”سنن رجال كل صحابي من عهد الصديق إلى ثلث سنين من خلافة عمر رضي الله تعالى عنه يزيدون على الألف“ (۲)۔

یعنی حضرت ابو بکر کے زمانہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے تین سال تک ہزار ہا صحابہ

(۱) (الصحيح لمسلم: ۴/۱، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۲) (التعليق المغني شرح الدارقطني: ۴/۴، كتاب الطلاق والخلع والإيلاء وغيره، دارنشر الكتب

کا یہی فتویٰ رہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینا شروع کر دی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاست تین کو تین کر دیا جیسا کہ اسی صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں:

”إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، الخ“ (۱)۔
یعنی لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کر دی جس میں ان کو دیر کرنا چاہئے تھا، پس ہم تینوں ان پر جاری کر دیں گے، چنانچہ جاری کر دیا، لیکن جب اس طریق سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پچھتائے اور اس سے رجوع فرمایا جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسماعیلی میں ہے: قال عمر:
”ما ندمت على شيء ندمتي على ثلاث: أن لا أكون حرمت الطلاق، الخ“۔ دیکھو: إغاثة اللفهان
مصری (۲) یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین مسئلوں پر بڑی ندامت ہوئی، ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔

پھر حضرت علی وابن مسعود، عبدالرحمن بن عوف وابوموسیٰ اشعری وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم دیگر بڑے صحابہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ تعلیق المغنی، ص: ۴۴، وفتح الباری، ص: ۱۶۵، و نیل الأوطار: ۱۵۴/۶، میں صاف صاف مذکور ہے (۳)۔ خود حضرت ابن

(۱) (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووي: ۴/۱، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۲) (إغاثة اللفهان، الطلاق، ندم عمر آخر حياته أن لا يكون رد أمر الطلاق إلى ما كان عليه في عهد

النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: ۳۳۶/۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) ”وإذا طلق ثلاثاً مجموعة وقعت واحدة، وهو منقول عن علي بن أبي طالب وابن مسعود و عبد

الرحمن بن عوف والزبير“۔ (التعليق المغني شرح الدار قطنی: ۴/۴، كتاب الطلاق، دار نشر الكتب

الإسلامية لاهور)

”والرابع أنه مذهب شاذ، فلا يعمل به، وأجيب بأنه نقل عن علي وابن مسعود وعبد الرحمن بن

عوف والزبير مثله“۔ (فتح الباری، كتاب الطلاق، باب من جَوَز الطلاق الثلاث: ۳۶۳/۹، دار الفكر، بيروت)

(و كذا في نيل الأوطار: ۱۶/۷-۲۰، كتاب الطلاق، اختلاف العلماء في الطلاق الثلاث إذا وقعت في

وقت واحد، دار الباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن سے صحیح مسلم کی حدیث اوپر نقل کی گئی ہے ان کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ ان کے شاگرد طاؤس سے مروی ہے: ”قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، الخ۔ قال طاؤس: أسمعہ ما کان ابن عباس یعدہ إلا واحدة“۔ تعلیق المغنی ص: ۴۴۵ (۱)۔ یعنی جب کوئی اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو طاؤس نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ایک طلاق کہتے تھے۔

تابعین کا بھی یہی مذہب ہے: جابر بن زید، طاؤس، وعطاء، عمرو بن دینار، احمد بن عیسیٰ، عبد اللہ بن موسیٰ، عکرمہ، طاؤس و محمد ابن اسحق، یہی مذہب اہل بیت کا ہے، دیکھو تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر (۲) نیز یہی مذہب ہے بڑے بڑے علمائے محدثین کا جیسے: محمد بن تقی و محمد بن عبد السلام و امام رازی و امام ابن تیمیہ و ابن قیم اور قاضی شوکانی وغیرہ۔

امام ابو حنیفہ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں: ایک تو وہی جو مشہور ہے، دوسری یہ کہ جلسہ واحدہ کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ محمد بن مقاتل نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے دیکھو: إغاثۃ مصری، و کتاب المعلم شرح مسلم (۳)۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قولوں میں سے ایک

(۱) (التعلیق المغنی شرح الدار قطنی: ۴/۲۸، کتاب الطلاق، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

(۲) ”ثم من هؤلاء من قال: لو طلقها ثنتين أو ثلاثاً لایقع إلا واحدة، وهذا هو الأقيس، واختاره كثير من علماء أهل البيت“۔ (تفسیر النیسابوری علی هامش تفسیر ابن جریر الطبری: ۲/۳۶۱، بیان الطلاق وما یجوز وقوعه وما لا یجوز، دارالمعرفة)

(۳) ”وممن ذكر الخلاف في ذلك داود وأصحابه، واختاروا أن الثلاث واحدة..... وحكاه من المتأخرين المازري في ”كتاب المعلم“ وحكاه عن محمد بن مقاتل من أصحاب أبي حنيفة وهو من أجل أصحابهم من الطبقة الثالثة من أصحاب أبي حنيفة، فهو أحد القولين في مذهب أبي حنيفة“۔ (إغاثۃ اللفهان، کتاب الطلاق، القیاس أن لفظ الثلاث لا تكون إلا واحدة والإجماع علی ذلك: ۱/۲۸۹، ۲۹۰، مصطفى البابی الحلبي مصر)

قال الشيخ: ”طلاق الثلاث في مرة واحدة واقع عند كافة الفقهاء، وقد شد الحجاج بن أرطاة وابن مقاتل فقالا: لا يقع، وتعلقا في ذلك بمثل هذا الخبر وبما قلنا: إنه وقع في بعض الطرق“ أن ابن =

قول یہی ہے، بعض اصحاب احمد و امام داؤد ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے دیکھو: عمدة الرعاية (۱)۔

دوسری حدیث: ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: طلق ركانة ابن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كيف طلقته؟“ قال طلقته ثلاثاً قال: ”في مجلس واحد؟“ قال: نعم، قال: ”إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت“ قال: فارجعها“۔ مسند أحمد جلد اول مطبوعه مصری (۲)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رکانہ صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی پھر بہت پچھتائے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا تین طلاق دی، آپ نے پوچھا کیا ایک جلسہ میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، لہذا اگر تمہارا دل چاہے تو رجوع کرلو، تو رکانہ نے رجوع کر لیا۔ یہ حدیث صحیح اور حسن دونوں طریق سے مروی ہے، اعلام الموقعین (۳) میں ابوبہل نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا

= عمر طلقها ثلاثاً في الحيض وأنه لم يحتسب به“ وبما وقع في حديث ركانة ”أنه طلقها ثلاثاً وأمره صلى الله تعالى عليه وسلم بمراجعتها“۔ (المعلم بفوائد مسلم، كتاب الطلاق، قول ابن عباس: كان الطلاق على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة: ۱۲۶/۲، دار الغرب الإسلامي)

(۱) ”القول الثاني: إذا طلق ثلاثاً تقع واحدة رجعية، هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، و به قال داؤد الظاهري وأتباعه، وأحد القولين لمالك، وبعض أصحاب أحمد، وانتصر لهذا المذهب ابن تيمية الحنبلي“۔ (عمدة الرعاية: ۶۳/۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(۲) (مسند أحمد: ۴۳۸/۱، مسند عبد الله بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، (رقم الحديث: ۲۳۸۳) دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) ”طلق ركانة ابن عبد يزيد أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كيف طلقته؟“ قال: طلقته ثلاثاً، قال: ”في مجلس واحد؟“ قال: نعم قال: ”إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت“۔ قال: فارجعها۔ فكان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما يرى إنما الطلاق عند كل طهر۔ وقد صحح الإمام أحمد هذا الإسناد و حسنه“۔ (إعلام الموقعين: ۳۲/۳، حكم جمع الطلقات الثلاث بلفظ واحد، دار الكتب العلمية بیروت)

ہے، فتح الباری پارہ: ۲۲، ص: ۱۶۳ (۱)۔

حررہ خادمہ اسلم۔

الاستفتاء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سوال [۶۱۱۲]: یہ شامل نقل فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارسال ہے، کیا اس کے موافق زید نے جو کہ حنفی ہے اپنی عورت کو غائبانہ کہا کہ ”میری فلانی۔ نام لے کر کہا کہ اس۔ کو تین طلاق“، تو اب زید اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا چاہتا ہے تو کیا حسب تحریر مذکورہ دیگر مذاہب امام داؤد ظاہری کے جو کہ ان کے مذہب میں طلاق ہوتی ہی نہیں اور ایک وقت میں تین طلاق کہنا ہی ایک طلاق ہے؟ اور جو زید نے شامی کی عبارت کا بھی جواب دیا ہے کہ ضرورت کے وقت دیگر مذہب پر عمل جائز ہے اور خصوصاً شامی کی اس عبارت کی بناء پر ”حیلہ ناجزہ“ رسالہ لکھا گیا جس میں مالکی مذہب پر مفقود وغیرہ کی تفریق کی جواز لکھی گئی ہے، اب اگر زید مولوی لکھنوی کے فتویٰ پر عمل کر کے داؤد ظاہری کے مذہب پر اس عورت کو گھر میں رکھ لے تو اس کو جائز اور وطی اور اولاد حلال ہوگی یا نہیں؟ اور زید کے ساتھ اور لوگ کنبے والے سلوک برادرانہ اور رشتہ داری و قرابت، صلہ رحمی تعلق رکھیں یا نہ؟

۲..... مولوی لکھنوی صاحب نے لکھا ہے کہ کسی مولوی شافعی سے فتویٰ لیکر عمل کر لے، آج کل یہاں ہندوستان میں داؤدی مولوی کا ملنا مشکل ہے، کیا اس صورت میں حنفی مولوی سے شافعی مذہب پر فتویٰ لیا جائے گا یا نہ؟ زید حسب عبارت شامی و فتویٰ لکھنوی کے موافق ضرورت شدیدہ پیش کرتا ہے کہ اگرچہ زید کے اور بھی بی بی ہے اور اس سے اولاد بھی ہے اور مطلقہ سے بھی اولاد ہے مگر وہ مطلقہ چونکہ قریبی رشتہ داروں میں سے ہے۔ دراصل زید کی خفیف قرینہ کی بنا پر اس عورت پر زید نے بدی کا الزام رکھا تھا جس کی وجہ سے برادری میں بڑا زور اور فتنہ ہوا ہے، وہ عورت باپ گھر لے گیا ہے اور آئندہ کے لے کئی پشتوں تک قطع رحمی کا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر طلاق مشہور ہوئی اور عورت زید کے گھر میں نہ آئی تو بدی کا پورا ثبوت ہو جائے گا جس سے ایسے سعید خاندان کو

محض خفیف قرینہ کی بنا پر عزت میں بڑا دھبہ آئے گا اور خصوص عورت کے باپ بھائیوں کو بڑی شرمندگی پیش آئے گی اور اس میں قطع تعلقات اور قطع رحمی ہو جائے گا اور حلالہ کی صورت کرنا تو ممکن نہیں۔ تو کیا اس ضرورت کی وجہ سے زید اب دوسرے مذہب پر عمل کرنا چاہتا ہے اور عورت بھی مرد کے گھر آنا چاہتی ہے؟ اگر حضرات علماء اس ضرورت کو لائق دوسرے مذہب پر عمل کرنے کے سمجھیں تو تحریر فرمایا جائے۔

۳..... فتویٰ لکھنوی کے آخر میں جو لکھا ہے کہ شافعی علماء کا فتویٰ لے کر عمل کرنا چاہئے کیونکہ شافعی مولوی تو پورے ہندوستان میں ملنا مشکل ہے تو اگر حنفی مولوی سے کسی اور امام کے مذہب پر فتویٰ لے کر مثلاً داؤد ظاہری کے مذہب پر تو فتویٰ لائق عمل ہوگا یا نہ؟ نقل فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی جلد دوم ص: ۵۳ مطبوعہ یوسفی لکھنؤ۔

استفتاء

سوال [۶۱۱۵]: ”زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ ”میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق ہوں گے، یا نہ؟ اگر حنفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی مذہب میں واقع نہ ہوں تو حنفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کی رخصت دی جائے گی یا نہیں؟“

جواب از حضرت مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

الجواب و هو الموفق للصواب

”اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہو گئیں اور بغیر تحلیل نکاح درست نہ ہوگا مگر بوقت ضرورت کے، اس عورت کا علیحدہ ہونا دشوار ہو اور احتمال مفاسد کا اندیشہ ہو، تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اس کی مسئلہ نکاح ”زوجہ مفقود وعدت ممتدة الطهر“ موجود ہے کہ حنفیہ عند الضرورت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر عمل کرنے کو جائز کہتے ہیں، چنانچہ ردالمحتار میں مفصلاً مذکور ہے، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کر کے اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔

حررہ عبدالحی عفی عنہ۔

جواب از حضرت اقدس مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

الجواب و هو الموفق للصواب حامداً و مصلیاً و مسلماً:

جو شخص تین طلاق ایک مجلس میں مدخولہ کو دیدے تو وہ واقع ہو جاتی ہے اور اس میں رجعت یا (بلا حلالہ) تجدید نکاح کی گنجائش نہیں ہوتی، خواہ زوجہ کی موجودگی میں طلاق دے یا خواہ غیب میں، سب کا حکم برابر ہے۔ اگر غیر مدخولہ کو دے اور ایک لفظ سے مثلاً کہے کہ ”تین طلاق میں نے دی“، تب بھی یہی حکم ہے، اگر تین لفظ سے دے مثلاً کہے کہ ”تجھے طلاق، طلاق، طلاق“ تو اس صورت میں صرف ایک واقع ہوتی ہے، اور بلا حلالہ کے تجدید نکاح درست ہے۔ صورت مسئلہ میں طلاق مغلطہ واقع ہوگئی، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے:

”اتفق الأئمة الأربعة على أن الطلاق في الحيض لم يدخل بها أو في طهرٍ جامع فيه محرّم، إلا أنه يقع، وكذا جمع الطلاق في الثلاث أيضاً، اهـ“۔ رحمة الأئمة: ۱۸۰/۲ (۱)۔ وكذا في الميزان للشعراني (۲)۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس مسئلہ کی نسبت غلط ہے، ان کے نزدیک بھی طلاق مغلطہ ہوگئی جیسا کہ شافعیہ کی کتاب ”رحمة الامة“ سے نقل کیا گیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی واقع ہوگئی، جیسا کہ ”شعرانی“، حنبلی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اس پر اجماع منعقد ہوا ہے، شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر میں اس پر بسط سے کلام کیا ہے (۳)، نیز حافظ ابن حجر

(۱) (رحمة الأئمة: ۵۱/۲، کتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (الميزان للشعراني: ۱۲۰/۲، کتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) ”وذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث فإجماعهم ظاهر، فإنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضي الله تعالى عنه حين أمضى الثلاث، وليس يلزم في نقل الحكم الإجماعي عن مائة ألف أن يسمى كل ليلزم في مجلد كبير وقد أثبتنا النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث، ولم يظهر لهم مخالف، فما ذا بعد الحق إلا الضلال“۔ (فتح القدیر: ۴۶۹/۳، ۴۷۰، کتاب الطلاق، باب طلاق الة نة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں بحث کی ہے (۱)۔ ”اعلاء السنن“ گیارہویں جلد میں تو مستقل رسالہ دس ورق کا ہے (۲) اور بالکل اخیر میں تقریباً اتنا ہی بڑا تتمہ ہے۔ اور بھی مستقل رسائل اس مسئلے پر تصنیف کئے گئے ہیں۔

علامہ شامی نے اس مسئلہ پر جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ مسلمین کا اجماع نقل کر کے لکھا ہے:

”فما ذا بعد الحق إلا الضلال. و عن هذا لو حكم حاكم بأنها واحدة، لم ينعقد حكمه؛ لأنه لا يسوغ الاجتهاد فيه، فهو خلاف لا اختلاف، اهـ“ (۳)۔

کہ مسئلہ فرعیہ اجماعیہ کے خلاف ان کے قول پر عمل کیا جاسکے کیونکہ مجتہد نہ تھے، قیاس کے منکر تھے، ان کا قول خود خرق اجماع ہے:

”ذهب الجمهور إلى أن القياس لا يبلغ منزلة الاجتهاد، ولا يجوز توليهم القضاء، وهذا ينفع الاعتداد، اهـ. هذا قال الإمام الأستاذ أبو الحسن الإسفرائینی. وقال الإمام أبو المعالي ابن الجوينی ما ذهب إليه ذووا التحقيق: إن لا نجد منكر القياس من علماء الأمة الشريفة فهم لا يلتحفون بالعوام، وكيف يدعون مجتهدین ولا اجتهاد عندهم، اهـ. وقال الإمام أبو بكر

(۱) ”وفی الجملة فالذى وقع فی هذه المسئلة نظیر ما وقع فی مسألة المتعة سواء أعنى قول جابر: إنها كانت تفعل فی عهد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وأبی بكر و صدر من خلافة عمر، قال: ثم نهانا عمر عنها فانتهينا. فالراجع فی الموضوعین تحریم المتعة و إيقاع الثلاث للإجماع الذى انعقد فی عهد عمر على ذلك، ولا يحفظ أن أحداً فی عهد عمر خالفه فی واحدة منهما“. (فتح الباری: ۳۶۵/۹، باب من جوز الطلاق الثلاث، دار الفكر بیروت)

(۲) ”عن سلمة بن كهيل: حدثنا زيد بن وهب أنه رفع إلى عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه رجل طلق امرأته ألفاً، فقال له عمر: أطلقت امرأتك؟ فقال: إنما كنت أعب، فعلاه عمر بالدرة، وقال: إنما يكفيك من ذلك ثلاث جاء رجل إلى علي بن أبي طالب، فقال: إني طلق امرأتى ألفاً، فقال له علي كرم الله وجهه: بانت منك بثلاث، واقسم سائرهن بين نسائك“. (إعلاء السنن: ۱۵۶/۱۱،

كتاب الطلاق، والمسألة الثانية فى وقوع الطلقات الثلاث الخ، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (رد المحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

الرازی فی مقدمة كتابه فی أحكام القرآن: لو تكلم داود فی مسألة حادثة فی عصره و خالف فیها بعض أهل زمانه، لم يكن خلافاً علیهم، و كان ینقی صحیح العقول، و مشهوراً أنه كان یقول: بل علی العقول لأجل ذلك لم یجد خلاف أحد من الفقهاء، فقد انعقد الإجماع علی أسواطه و ترك الاعتداد به، اهـ“ (۱)۔

یہ صحیح ہے کہ بعض مسائل میں حنفیہ نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ دوسرے مذاہب کے علماء نے حنفیہ کے قول کو بعض مسائل میں اختیار کیا ہے، فتاویٰ کبریٰ میں ابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے مسائل لکھے ہیں اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”عقد الجید“ میں ایسی مثالیں تحریر کی ہیں، مگر یہ کہیں نہیں دیکھا کہ اجماعی مسئلہ کے خلاف غیر مجتہد کے قول کو اختیار کیا گیا ہو۔ اعیان صحابہ کی تقلید بھی منع ہے چہ جائیکہ داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ، اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ..... شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کے اخیر میں فرماتے ہیں:

”نقل الإمام إجماع المحققین علی منع العوام من تقلید الصحابة، بل من بعدهم علی هذا ما ذکر بعض المتأخرین منع تقلید غیر الأربعة لانضباط مذاہبهم، و تقلید مسائلهم، و تخصیص عمومہ، ولم یر مثله فی غیرهم الآن لا نقراض أتباعهم، و هو صحیح، اهـ“۔ تحریر: ص: ۵۵۲ (۲)۔

شافعی المذہب علماء یمن میں موجود ہیں وہ بھی فتویٰ دیتے ہیں، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ بمنزلہ تلمیذ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، اس لئے فقہاء احناف نے ضرورتِ شدیدہ کی بنا پر بعض مسائل میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو اختیار کیا ہے۔ قاضی ابوزید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب اصولاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب سے قریب تر ہے اس لئے اس کو اختیار کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۶۹ھ۔

(۱) تلاش بسیار کے باوجود کسی کتاب میں اس عبارت پر واقفیت نہیں ہوئی، الفصول فی الأصول میں یہ عبارت نہیں ملی۔

(۲) (التقریر مع التحریر: ۳/۴۷۲، ۴۷۳، إجماع المحققین علی منع العوام من تقلید أعیان الصحابة، بیروت)

تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز نہیں

سوال [۶۱۱۶]: ایک شخص عاقل بالغ ہے، اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں جس کے دو گواہ بھی موجود ہیں اور خود مقرر بھی ہے کہ میں نے تین طلاق دیں، لیکن ایک غیر مقلد مولوی کو کچھ روپیہ دے کر فتویٰ حاصل کر لیا کہ بغیر حلالہ کے اپنی بیوی کو رکھ سکتے ہو، چنانچہ اس نے بغیر حلالہ کے صرف توبہ کر کے بیوی کو رکھ لیا ہے اور دو مولوی صاحبان نے فتاویٰ عبدالحی، جلد اول، کتاب الطلاق، ص: ۴۸۶، کا حوالہ دیا کہ بوقتِ ضرورت اس عورت کا اس سے علیحدہ ہونا دشوار ہو اور سخت ترین مفاسد میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو دوسرے امام کی تقلید درست ہے، اس طرح کی دلیل دے کر سب محلہ والوں کے اعتقاد کو خراب کرنے لگا۔

اب لوگ کہتے ہیں کہ اب کوئی بھی شخص تین طلاق دے کر کسی غیر مقلد مولوی سے فتویٰ حاصل کر کے بغیر حلالہ کے بیوی رکھ سکتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا تین طلاق کے بعد غیر مقلد کے فتوے پر عمل جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاروں امام: ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے اگر کوئی شخص حاجتِ شدیدہ کے وقت کسی کے مسلک پر فتویٰ لے کر عمل کرے تو شرعاً گنجائش ہے (۱)۔ حاجتِ شدیدہ یہ ہے کہ سخت ترین مفاسد میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ قوی ہو، مثلاً ایک عورت کا شوہر کہیں مفقود ہو گیا، نہ اس کے جذبات پورے ہو سکتے ہیں، نہ نفقہ کا انتظام ہے، سخت اندیشہ ہے کہ وہ معصیت میں مبتلا ہو جائے، یا مذہبِ اسلام ہی چھوڑ بیٹھے تو ایسی مجبوری کی حالت میں دوسرے امام کے مسلک پر فتویٰ لے کر عمل کی گنجائش ہے۔ صورتِ مسئلہ میں نہ اس قسم کا مفسدہ

(۱) ”ربما يجوز لمفتي مذهب واحد أن يختار قول المذهب الآخر للعمل أو للفتوى بشرط أن لا يكون ذلك بالتشهي المجرد واتباعاً للهوى، وإنما يجوز ذلك في حالتين: الحالة الأولى: الضرورة أو الحاجة، وذلك أن يكون في المذهب في مسألة مخصوصة حرج شديد لا يطاق، أو ضرورة واقعية لا محيص عنها، فيجوز أن يعمل بمذهب آخر رفعاً للحرج ورفعاً للضرورة، وهذا كما أفتى علماء الهند بمذهب المالكية في مسألة المفقود، والعين، والمتعنت“۔ (أصول الإفتاء، ص: ۶۷، الإفتاء بمذهب الغير)

ہے، کیونکہ عورت کے لئے دوسرے مرد مل سکتے ہیں اور مرد کے لئے دوسری عورتیں مل سکتی ہیں، نہ معصیت میں مبتلا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ مذہب چھوڑنے کی۔

علاوہ ازیں ائمہ اربعہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں کہ تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے پھر رکھ لیا جائے، اس لئے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)، قرآن کریم کے بھی خلاف ہے (۲)، سنت مشہورہ کے بھی خلاف ہے (۳)، فقہائے کرام کے بھی خلاف ہے (۴)۔ نادم ہو کر سچے دل سے توبہ واستغفار کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تین طلاق کے بعد کسی دوسرے مذہب پر عمل کرنا

سوال [۶۱۱۷]: زید نے ایک دن صبح سویرے معمولی بات پر اپنی بیوی ہندہ سے غصہ میں کہہ دیا کہ

(۱) ”لما فی مسلم أن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان الطلاق علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأبی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر: ”إن الناس قد استعجلوا فی أمر کان لهم فیہ أناة، فلو أمضیناه علیہم، فأمضاه علیہم“۔ وذهب جمهور الصحابة والتابعین ومن بعدہم من أئمة المسلمین إلی أنه یقع ثلاث“۔ (رد المحتار: ۳/۲۳۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی أحكام القرآن للجصاص: ۱/۳۸۸، ذکر الحجاج لإیقاع الثلاث، بیروت)

(و کذا فی فتح القدير: ۳/۴۶۵، کتاب الطلاق، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرة: ۲۳۰)

(۳) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فستل النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أتحل للأول؟ قال: ”لا، حتی یذوق عسيلتها كما ذاق الأول“۔ (صحيح البخاری: ۲/۷۹۱، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمی)

(۴) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً فی الحرّة، وثنتين فی الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غیره نکاحاً صحيحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۴۷۳، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایة: ۳/۳۹۹، باب الرجعة، فعل فید، تحل به المطلقة، امدادیہ ملتان)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

”جب مجھ سے جھگڑتی رہتی ہے تو تم طلاق، طلاق، طلاق“۔ تم تم کے بعد ”کو“ استعمال نہیں کیا۔ جب اس مسئلہ کو بعض حنفی عالم کے سامنے بطور استفتاء رکھا گیا تو جواب ملا کہ زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوئی ہے اور بغیر حلالہ زید پر وہ حرام ہے۔ حلالہ کا نام سن کر زید کی مطلقہ کہنے لگی کہ میں شوہر کے گھر سے ہرگز نہ نکلوں گی، اگر نکال دیا گیا تو خودکشی کر لوں گی۔ عورت کی اس دھمکی کے بعد ثانیاً اس حنفی عالم سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے کہا ضرورت شدیدہ کے موقع پر کسی دوسرے اماموں کے مذہب پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے، چنانچہ انہوں نے شافعی مسلک یا دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دیا، اس لئے زید نے ہندہ سے تجدید نکاح کر لیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ہندہ پر اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق مغلظہ واقع ہوگی، لفظ ”تم“ کے بعد ”کو“ ذکر نہ کرنے سے کچھ نہیں ہوتا: ”وفی: أنت الطلاق، أو طلاق، أو أنت طلاق الطلاق، أو أنت طالق طلاقاً، تقع واحدة رجعية“ (۱)۔ ”ومتی کر لفظ الطلاق، وقع الكل“ (۲)۔ وقال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان..... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۳)۔ اب بغیر حلالہ کے تعلق زوجیت کا کام کرنا حرام ہے (۴)۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کا مسلک یہی ہے (۵)، یہی حدیث شریف سے ثابت

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۵۱، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(۲) (الدر المختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۲۸۸، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق وإيقاع العدد وما يتصل به،

إدارة القرآن کراچی)

(۳) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۴) (راجع العنوان: ”شدت غصہ میں تین طلاق“۔)

(۵) ”وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة

وأصحابه والشافعي وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون - رحمهم الله تعالى - على

من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأنم“۔ (عمدة القاری: ۲۰/۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق=

ہے، اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے (۱)، اس کے خلاف کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں۔ جو عورت قرآن و حدیث و اجماع کے خلاف حکم حاصل کرنا چاہتی ہے اور حکم نہ ملنے پر خودکشی کی دھمکی دیتی ہے تو اس کی خاطر حکم میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۲۳/۷/۸۷ھ۔

غیر مقلد ہونے سے حرمتِ مغلظہ ختم نہیں ہو جاتی

سوال [۶۱۱۸]: سید فضل الہی نے اپنی زوجہ مسماۃ آسیہ خاتون کو ’طلاق، طلاق، طلاق‘ اس طرح

نوبار طلاق دے دی ہے اور پھر اس کا اقرار دوسری مجلس میں بھی ایک مدت تک کرتا رہا ہے، بعد ازاں علماء سے استفتاء کیا، بتلایا گیا کہ اب دوبارہ عقد بغیر حلالہ کے جائز نہیں ہے، اس لئے سید فضل الہی نے کہا کہ میں مذہبِ حنفی چھوڑ کر غیر مقلد ہوتا ہوں، چند آدمیوں کو لے کر نکاحِ ثانی کر لیا ہے۔ صورتِ مذکورہ میں شرعی حکم نیز شرکائے عقد کا حکم مدلل بیان فرماویں۔ بینواتو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین طلاق کے بعد حرمتِ مغلظہ ثابت ہوگئی، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی ہرگز اجازت نہیں ہے، قرآن کریم (۲)، حدیث شریف (۳) اجماع امت، اور سلف سے یہ ثابت ہے (۴)، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ

= الثالث، إدارة الطباعة المنيرية، بيروت)

(۱) ”فالكتاب والسنة وإجماع السلف تو جب إيقاع الثلاث معاً وإن كان معصية“۔ (أحكام القرآن للجصاص: ۳۸۸/۱، ذکر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾۔ (البقرة: ۲۳۰)

(۳) ”عن عائشة رضي الله عنها: أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: أتحل للأول؟ قال: ”لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول“۔ (صحيح البخاري: ۷۹۱/۲،

باب من أجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۴) ”لما في مسلم أن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: ”كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله

تعالى عليه وسلم وأبي بكر رضي الله تعالى عنه وسنتين من خلافة عمر رضي الله تعالى عنه طلاق الثلاث =

تعالیٰ کا اس پر اتفاق ہے (۱)۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہوئے جب وہ عورت اس پر حرام ہوگئی اور یہ حرمت اجماعی قطعی ہے، تو اب اگر وہ شخص تقلید چھوڑ بھی دے اور ایک عورت کی خاطر غیر مقلد ہو جاوے تب بھی وہ حرمت سابقہ ختم نہیں ہوگی، یہ غیر مقلدیت اس کے لئے دنیا میں حرمت مغلطہ سے نجات اور آخرت میں حرمت غلطہ کے ارتکاب کی سزا سے نجات کا وسیلہ نہیں بنے گی۔ اگر وہ شخص اس عورت سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرے گا تو یہ شرعی نکاح نہیں ہوگا، بلکہ نکاح کے نام پر بہت بڑی فحش کاری ہوگی۔

جو لوگ جانتے ہوئے اس نام نہاد نکاح میں شریک ہوئے، یا کسی طرح اس کے معاون اس سے راضی ہو گئے وہ بھی سب گناہ گار اور گناہ سے راضی رہنے والے اور گناہ کی مجلس میں شریک ہونے والے گناہ میں معاون شمار ہونگے:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲) ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳) ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ، إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (۴)۔

اگر غیر مقلدوں پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے کہ فلاں شخص غیر مقلدوں کا مذہب حق سمجھ کر نہیں بلکہ محض ایک عورت کی وجہ سے غیر مقلد ہوا تو وہ بھی غالباً اپنی برادری میں لینا گوارہ نہیں کریں گے، کیونکہ یہ ان کے لئے

= واحدة، فقال عمر رضي الله تعالى عنه: "إن الناس قد استعجلوا في أمرٍ كان لهم فيه أناة، فلو أمضيّناهم، فأمضاه عليهم". وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين رحمهم الله تعالى إلى أنه يقع ثلاث. (رد المحتار: ۳/ ۲۳۳، كتاب الطلاق، باب الطلاق، سعيد)

(و كذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/ ۳۸۸، ذكر الحجاج لإيقاع الطلاق، بيروت)

(۱) "وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم: الأوزعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة وآخرون كثيرون رحمهم الله تعالى على من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يائتم". (عمدة القاري: ۲۰/ ۲۳۳، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، بيروت)

(و كذا في فتح القدير: ۳/ ۴۶۹، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(۲) (سورة الأنعام: ۶۸)

(۳) (سورة المائدة: ۲)

سخت توہین کی چیز ہے، مہاجر اُمّ قیس کے واقعہ کو شاید وہ لوگ استدلال میں پیش کر کے اس کی غیر مقلدیت کو ناقابل قبول قرار دیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تین طلاق ایک مجلس میں

سوال [۶۱۱۹]: زید نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیدی، طلاق دیتے ہوئے ابھی تقریباً ڈیڑھ ماہ گزرے ہیں۔ کیا وہ اپنی بیوی کو پھر رجوع کر سکتا ہے؟

الجواب:

منجانب غیر مقلدین

قال اللہ تعالیٰ ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان حتی تنكح زوجاً غيره﴾ (سورہ بقرہ) (۱)۔

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿يا أيها النبي إذا طلقتم النساء، فطلقوهن لعدتهن﴾ (سورہ طلاق) (۲)۔
ان آیات کریمہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ طلاق بدفعات دی جائے تاکہ رجعت کا اختیار باقی رہے، ایک جلسہ کی تین طلاق چونکہ ایک رجعی ہوتی ہے، اس لئے صورت مسئلہ میں زید اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

”كانت الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر وصدرًا من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة“۔ ۱/۷۷ (۳)۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے زمانے میں اور شروع زمانہ خلافت عمر میں تین طلاق ایک ہوا کرتی تھی، یہی مذہب ہزار ہا صحابہ کا تھا جیسا کہ التعلیق المغنی شرح دارقطنی میں ہے:

”سنن رجال كل صحابي من عهد الصديق إلى ثلاث سنين من خلافة عمر، وهم

(۱) (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) (سورۃ طلاق: ۱)

(۳) (الصحيح لمسلم: ۴/۱، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قدیمی)

یزیدون علی الألف“ ۴۴۴ (۱)۔

یعنی حضرت ابو بکر کے زمانہ سے حضرت عمر کی خلاف کے تین سال تک ہزار ہا صحابہ کا یہی فتویٰ رہا کہ ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، جب کثرت سے لوگوں نے طلاق دینی شروع کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیاست تین کو تین کر دیا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہی فرماتے ہیں:

”الناس قد استعجلوا إليّ أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، الخ“ (۲)۔

یعنی لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کر دیا جس میں ان کو دیر کرنا چاہیے تھا، پس ہم تینوں ان پر جاری کر دیں گے، چنانچہ جاری کر دیا، لیکن جب اس ترکیب سے طلاق میں کمی نہیں ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پچھتائے اور اس سے رجوع فرمایا جیسا کہ حدیث کی بہت بڑی کتاب مسند اسماعیل میں ہے:

قال عمر رضي الله تعالى عنه ما ندمتُ على شيء ندمتُ على ثلاث: أن لا أكون

حرمت الطلاق، الخ“ دیکھو: إغاثة اللفهان مصری، ص: ۱۸۱، ۱۸۲ (۳)۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تین مسئلوں میں بڑی ندامت ہوئی، ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وابن مسعود و عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ابو موسیٰ اشعری و زبیر و دیگر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہی فرماتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے جیسا کہ التعلیق المغنی (۴)، وفتح الباری شرح بخاری (۵)، و نیل الاوطار میں صاف صاف مذکور ہے (۶)۔

(۱) (التعلیق المغنی: ۴/۴، کتاب الطلاق، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

(۲) (الصحيح لمسلم مع شرحه الكامل للنووي: ۴/۱، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قدیمی)

(۳) (إغاثة اللفهان: ۳۳۶/۱، ندم عمر في آخر حياته أن لا يكون رد الطلاق إلى الأمر الأول، مصطفى

البابی الحلبي مصر)

(۴) (التعلیق المغنی: ۴/۴، کتاب الطلاق والخلع، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

(۵) ”وأجيب بأنه نقل عن علي وابن مسعود وعبد الرحمن بن عوف والزبير رضوان الله تعالى عليهم

أجمعين مثله“ (فتح الباری: ۳۶۳/۹، کتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، دار الفكر بیروت)

(۶) ”وذهبت طائفة من أهل العلم إلى أن الطلاق لا يتبع الطلاق، بل يقع واحدة فقط و حکاه =

خود حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے:

”قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً، قال طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ: أشهد ما كان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما يراهن إلا واحدة“۔ (التعليق المغني، ص: ۴۴۵ (۱)۔)

یعنی جب کوئی مرد اپنی بیوی کو تین طلاق دے تو طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ایک طلاق کہتے ہیں۔

تابعین کا یہی مذہب ہے: جابر بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ وعطاء رحمہ اللہ تعالیٰ وعمر بن دینار و احمد بن منیع و عبد اللہ بن موسیٰ و عکرمہ و محمد بن اسحق کا۔ اور یہی مذہب اہل بیت کا ہے، بڑے بڑے علمائے محدثین جیسے محمد ابن تقی فحل، احمد ابن عبد السلام خطی، و امام رازی دیکھو: تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر (۲)۔

نیز یہی مذہب ہے امام ابن تیمیہ و ابن قیم و قاضی شوکانی وغیرہ کا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں: ایک وہی جو مشہور ہے دوسری یہ کہ جلسہ واحدہ کی تین طلاق ایک جمعہ ہوتی ہے جیسا کہ محمد بن حسن نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، دیکھو: إغاثة مصری ص: ۱۵۷ (۳)،

= ابن مغيث أيضاً في ذلك الكتاب عن علي رضي الله تعالى عنه وابن مسعود و عبد الرحمن بن عوف والزبير رضي الله تعالى عنهم“۔ (نيل الأوطار للشوکانی: ۱۶/۷، باب ماجاء في طلاق ألبتة، دار الباز مكة مكرمة)

(۱) (تعليق المغني: ۴/۳۹، كتاب الطلاق، دار نشر الكتب الإسلامية لاهور)

(۲) قال النيسابوري: ”ثم من هؤلاء من قال: لو طلقها ثنتين أو ثلاثاً لا يقع إلا واحدة، وهذا هو الأقيس، واختاره كثير من علماء أهل السنة“۔ (تفسير النيسابوري على هامش تفسير ابن جرير: ۳۶۱/۱، بيان الطلاق وما يجوز وقوعه وما لا يجوز، دار المعرفة، بيروت)

(۳) ”وممن ذكر الخلاف في ذلك داؤد وأصحابه، واختاروا أن الثلاث واحدة..... وحكاها من المتأخرين المازري في ”كتاب المعلم“ وحكاها عن محمد بن مقاتل من أصحاب أبي حنيفة وهو من أجل أصحابهم من الطبقة الثالثة من أصحاب أبي حنيفة، فهو أحد القولين في مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى“۔ (إغاثة اللفهان، كتاب الطلاق، القياس أن لفظ الثلاث لا تكون إلا واحدة والإجماع على ذلك: ۲۸۹/۱، ۲۹۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

و کتاب المعلم شرح مسلم (۱)۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے بعض اصحاب احمد رحمہ اللہ تعالیٰ و داؤد ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے دیکھو: عمدة الرعایة (۲)۔

دوسری حدیث: ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: طلق ركانة ابن عبد یزید أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن عليها حزناً شديداً، قال: فسأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كيف طلقته؟“ قال: طلقته ثلاثاً، قال: ”فی مجلس واحد؟“ قال: نعم، قال: ”إنما تلك واحدة، فارجعها إن شئت.“ قال: فارجعها“۔ مسند أحمد، جلد اول، مطبوعه مصری (۳)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رکانہ صحابی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی پھر بہت پچھتائے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تو نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے کہا تین طلاق دی، آپ نے پوچھا: کیا ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا کہ: ایک جلسہ کی تین طلاق ایک ہوتی ہے، لہذا اگر تمہارا دل چاہے تو رجوع کرلو۔ تو رکانہ نے رجوع کر لیا۔ یہ حدیث صحیح اور

(۱) قال الشيخ: طلاق الثلاث في مرة واحدة واقع عند كافة الفقهاء، وقد شذ الحجاج بن أرطاة وابن مقاتل فقالا: لا يقع، وتعلقا في ذلك بمثل هذا الخبر وبما قلنا إنه وقع في بعض الطرق ”أن ابن عمر طلقها ثلاثاً في الحيض وأنه لم يحتسب به“ وبما وقع في حديث ركانة ”أنه طلقها ثلاثاً وأمره صلى الله تعالى عليه وسلم بمراجعته“۔ (المعلم بفوائد مسلم، كتاب الطلاق، قول ابن عباس: كان الطلاق على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وأبي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة: ۱۲۶/۲، دار الغرب الإسلامي)

(۲) ”القول الثاني: إذا طلق ثلاثاً، تقع واحدة رجعية، هذا هو المنقول عن بعض الصحابة، وبه قال داؤد الظاهري وأتباعه، وأحد القولين لمالك، وبعض أصحاب أحمد. انتصر لهذا المذهب ابن تيمية الحنبلي“۔ (عمدة الرعایة: ۶۳/۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(۳) (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۴۳۸/۱، (رقم الحديث: ۲۳۸۳)، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما، دار إحياء التراث العربي بيروت)

حسن دونوں طریق سے مروی ہے، اعلام الموقعین میں (۱) ابوسہل نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔ فتح الباری پارہ: ۲۲، ص: ۱۶۳ (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

ہذا جواب صحیح: کتبہ حبیب اللہ انصاری، امان اللہ، محمد اسحاق بناری۔

ہذا جواب صحیح، واللہ حبیب مصیب: نذیر احمد رحمانی عبدالآخر، مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ، مدرس اول جامعہ رحیمیہ بنارس، مطابق ۱۶/ مارچ ۱۹۵۴ھ/ ۱۰ رجب ۱۳۷۳ھ۔

جواب از حضرت فقیہ الامت زید مجدہم

الجواب حامداً ومصلیاً: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! جب ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کو ایک دفعہ کہا کہ ”میں نے تجھے طلاق دی“ تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، جب دوسری دفعہ عدت ختم ہونے سے پہلے اس مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ ”میں نے تجھے طلاق دی تو دوسری طلاق رجعی واقع ہوگی“، ان دو طلاق کا حکم یہ ہے کہ اندرون عدت اس کو رجعت کا حق حاصل ہے (۳)۔

اگر اس نے ایک دفعہ یا دو دفعہ طلاق دے کر رجعت نہیں کی اور عدت گزر گئی تو حق رجعت ختم ہو گیا، طرفین کی رضامندی سے تجدید نکاح کی اجازت ہے (۴)، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب

(۱) (إعلام الموقعین: ۳/ ۳۱، ۳۲، حکم جمع الطلقات الثلاث بلفظ واحد، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(۲) (فتح الباری شرح البخاری: ۹/ ۳۶۳، کتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، دار الفکر بیروت)

(۳) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو رجعتين، فله أن يراجعها في عدتها رضيت بذلك أو لم ترض“.

(الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/ ۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ: ۲/ ۳۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۱۴۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۴) ”وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/ ۴۷۲،

کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة ومایتصل به، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/ ۶۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون بمسائل المحلل،

إدارة القرآن کراچی) =

کہ اس طرح کہا ہو کہ ”میں نے تجھے دو طلاق دی“، دو طلاق الگ الگ دینے اور بیک لفظ دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اگر تیسری مرتبہ اسی مجلس میں یا بعد میں عدت ختم ہونے سے پہلے کہا کہ ”میں نے تجھے طلاق دی“، تو اب طلاق مغلط ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح میں کوئی گنجائش نہیں رہی (۱)۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اس طرح کہا ہو کہ ”میں نے تجھے طلاق دی تین طلاق“، طلاق الگ الگ دینے اور بیک لفظ دینے سے وقوع طلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا اگرچہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا شرعاً بہت مذموم ہے اور قبیح ہے جیسے کہ حالت حیض میں طلاق دینا مذموم و قبیح ہے، اس سے اجتناب لازم ہے، لیکن اگر اس طرح دے گا تب بھی بلاشبہ واقع ہو جائے گی (۲)۔

یہ مسئلہ قرآن کی آیت: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ..... فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ﴾ (۳) سے ماخوذ ہے، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ دو دفعہ طلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل ہے، تیسری کے بعد حق نہیں، نکاح بالکل ختم ہو کر حرمت مغلطہ ہو جاتی ہے، ایک مجلس یا دو تین مجلس کی کوئی قید نہیں بلکہ مطلق ہے۔ جب مسئلہ کی دلیل قرآن حکیم میں موجود ہے تو پھر کسی اور دلیل پر اس کا ثبوت موقوف نہیں رہتا، حدیث بھی

= (و كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ: ۹۴/۴، كِتَابُ الطَّلَاقِ، فَصْلُ فِيمَا تَحِلُّ بِهِ الْمَطْلُوقَةُ، رَشِيدِيه)

(۱) ”وَأَمَّا الطَّلَاقَاتُ الثَّلَاثُ: فَحُكْمُهَا الْأَصْلِيُّ هُوَ زَوَالُ الْمَلِكِ وَزَوَالُ حُلِّ الْمَحَلِّيَةِ أَيْضاً، حَتَّى لَا يَجُوزَ لَهُ نِكَاحُهَا قَبْلَ التَّزْوِجِ بِزَوْجٍ آخَرَ؛ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿إِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ﴾ وَسَوَاءٌ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا مُتَفَرِّقًا أَوْ جُمْلَةً وَاحِدَةً“ (بَدَائِعُ الصَّنَاعِ: ۴/۳۰۳، كِتَابُ الطَّلَاقِ، فَصْلُ فِي حُكْمِ الطَّلَاقِ، الْبَائِنُ، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ، بَيْرُوت)

(۲) ”وَأَمَّا الْبَدْعِيُّ الَّذِي يَعُودُ إِلَى الْعَدَدِ أَنْ يَطْلُقَهَا ثَلَاثًا فِي طَهْرٍ وَاحِدٍ بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ أَوْ بِكَلِمَاتٍ مُتَفَرِّقَةٍ..... فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ، وَقَعَ الطَّلَاقُ، وَكَانَ عَاصِياً“ (الْفَتَاوَى الْعَالَمَكِيرِيَّة: ۳۴۹/۱، كِتَابُ الطَّلَاقِ، رَشِيدِيه)

(و كَذَا فِي الدَّرِّ الْمَخْتَارِ: ۲۹۳/۳، كِتَابُ الطَّلَاقِ، بَابُ طَّلَاقِ غَيْرِ الْمَدْخُولِ بِهَا، سَعِيد)

(و كَذَا فِي بَدَائِعِ الصَّنَاعِ: ۲۰۶/۴، كِتَابُ الطَّلَاقِ، فَصْلُ فِي أَلْفَاظِ طَّلَاقِ الْبَدْعَةِ، دَارُ الْكُتُبِ الْعِلْمِيَّةِ بَيْرُوت)

(۳) (سُورَةُ الْبَقَرَةِ: ۲۲۹، ۲۳۰، پ: ۲)

چونکہ قرآن کریم کے لئے شرح اور تفسیر کے درجہ میں ہے اس لئے اس سے بھی مسئلہ کی تائید و تقویت پیش کرنا ضروری ہے۔

أصح الكتب بعد كتاب الله صحيح البخارى ص: ۸۰۰، میں ہے کہ عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں (۱)۔ صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث مذکور ہے (۲)۔

ابوداؤد شریف ۲/۲۸۲ کے الفاظ یہ ہیں: ”فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأنفذه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“ (۳)۔
علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: ”ورجاله رجال الصحيحين“ (۴)۔
جمع الفوائد: ۱/۶۲۲، میں بخاری و مسلم و ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ کے حوالہ سے مذکور ہے (۵)۔

(۱) ”عن حديث سهل بن سعد أخى بنى ساعدة أن رجلاً من الأنصار جاء إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: يا رسول الله! رأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً أيقنته، أو كيف يفعل؟ فأنزل الله فى شأنه ما ذكر فى القرآن من أمر التلاعن، فقال النبى صلى الله تعالى عليه وسلم: ”فقد قضى الله فىك وفى امرأتك“. قال: فتلاعنا فى المسجد وأنا شاهد، فلما فرغنا، قال: كذبت عليها يا رسول الله! إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“. إلى آخر الحديث. (صحيح البخارى: ۲/۸۰۰، كتاب الطلاق، باب اللعان و من طلق بعد اللعان، قديمى)

(۲) (الصحيح لمسلم: ۱/۴۸۹، كتاب اللعان، قديمى)

(۳) (سنن أبى داود: ۲/۳۰۶، كتاب الطلاق، باب اللعان، دار الحديث، بوہڑ گیٹ ملتان)

(۴) (نیل الاوطار: ۷/۶۶، كتاب اللعان، باب: لا يجتمع المتلاعنان أبداً، دار الباز للنشر والتوزيع، مكة المكرمة)

(۵) ”إن عویمر العجلانى جاء إلى عاصم بن عدى الأنصارى فقال: رأيت رجلاً وجد مع امرأته رجلاً..... فأسأل عن ذلك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم..... فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”قد نزل فىك وفى صاحبك فاذهب فأت بها“..... قال عویمر: كذبت عليها يا رسول الله! - صلى الله تعالى عليه وسلم - إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم“..... للسته إلا الترمذى“. (جمع الفوائد: ۱/۴۰۸، لعان، مكتبة اسلاميه لائل پور)

نسائی شریف میں عنوان قائم کیا ہے: ”الثلاث المجموعة وما فيه من التغليظ“ اس کے ذیل میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے تین طلاق ایک دم دیدی ”ثلاث تطليقات جميعاً“ تو آپ غضبناک ہوئے، اس لئے کہ تین تطليقات ایک دم دینا مذموم و فحیح ہے، مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ واقع نہیں ہوتی (۱)۔

پھر امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب منعقد کیا ہے: ”باب الرخصة في ذلك“ اس میں عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تین طلاق دینے کا واقعہ بیان کیا ہے (۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”باب من اجاز طلاق الثلاث“ منعقد کر کے عویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان کیا ہے جس میں تین طلاق دینا مذکور ہے (۳)، اسی باب میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ لکھا ہے جن کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں فرمایا (۴)۔

(۱) ”أخبرنا سليمان بن داود قال: أخبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً فقام غضبانا، ثم قال: ”أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم؟“ إلى آخر الحديث. (سنن النسائي: ۹۹/۲، كتاب الطلاق، قديمي)

(۲) ”إن عويمر العجلاني جاء إلى عاصم بن عدی فقال: أرأيت يا عاصم لو أن رجلاً وجد مع امرأته رجلاً، أيقتلنه؟ فيقتلونه أم كيف يفعل؟ سل لي -يا عاصم!- رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال عويمر: والله! لا أنتهي حتى أسأل عنها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال سهل: فتلاعنا وأنا مع الناس عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فلما فرغ عويمر، قال: كذبت عليها يا رسول الله! إن أمسكتها؟ فطلقها ثلاثاً قبل أن يأمره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.“ (سنن النسائي: ۹۹/۲، ۱۰۰، باب الرخصة في ذلك، قديمي)

(۳) (صحيح البخاري: ۷۹۱/۲، كتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، قديمي)

(۴) ”عن ابن شهاب قال: أخبرني بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبت طلاقي، وإنني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لعلك تريدين أن ترجعي إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتك و تذوقي عسيلته.“ (صحيح البخاري، المصدر السابق)

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کی ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تھی اس کو بغیر حلالہ کے شوہر اول کے لئے جائز نہیں فرمایا (۱)۔

سنن دارقطنی ص: ۴۳۳، میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مرفوعاً ہے: ”من طلق ألبتة، ألزمنها ثلاثاً، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره“ (۲)۔ جو شخص طلاقِ البتہ دیدے اس پر بھی تین طلاق کو لازم کر دیا گیا، حالانکہ اس نے نہ لفظ ”طلاق“ تین مرتبہ کہا، نہ لفظ ”ثلاث“ کہا، اس سے بھی صاف اور مفصل بطورِ ضابطہ کلیہ کے فرما دیا گیا: ”أيما رجل طلق امرأته ثلاثاً مبهمَةً أو ثلاثاً عند الأقراء، لم تحل له، حتى تنكح زوجاً غيره“۔ دارقطنی (۳)۔

یعنی ”جو شخص بھی اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے خواہ تینوں مبہم طور پر ہوں بیک وقت دے، خواہ تین طہر میں الگ الگ دے، وہ اس کے لئے جائز نہیں رہی جب تک کہ حلالہ نہ ہو جائے“۔

سلف کا اجماع بھی اسی پر ہے، چنانچہ حافظ ابو بکر بھصا ص رحمہ اللہ تعالیٰ نے احکام القرآن: ۱/۴۵۹ میں لکھا ہے: ”فالكتاب والسنة وإجماع السلف توجب إيقاع الثلاث معاً وإن كانت معصية“ (۴)۔ بس یہ مسئلہ کتاب و سنت و اجماع سے اسی طرح ثابت ہے، ائمہ اربعہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب اس پر متفق ہیں (۵)۔

(۱) ”عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسأل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: ”لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول“۔ (صحيح البخاري، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۷۹۱/۲، قديمي)

(۲) (سنن الدار قطنی: ۲۰/۳، کتاب الطلاق، قديمي)

(۳) (سنن الدار قطنی: ۳۱/۳، کتاب الطلاق، قديمي)

(۴) (أحكام القرآن: ۳۸۸/۱، ذكر الحجاج لإيقاع الثلاث معاً، قديمي)

(۵) ”وذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم: منهم الأوزاعي والنخعي والثوري و أبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة، وآخرون كثيرون على من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأنثم“۔ (عمدة القاري: ۲۰/۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق =

البتہ روافض اور اہل الظواہر (داؤدی) تین طلاق کے منکر ہیں۔ ”دو چیزوں سے ان کو شبہ پیدا ہو گیا: ایک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقولہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع دو سال میں تین طلاق ایک تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین کو تین ہی قرار دیدیا، لیکن شروح حدیث: نووی، عینی، فتح الباری، بذل المجہود، أوجز المسالك وغیرہ میں اس پر آٹھ طرح کلام کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقولہ مسئلہ مذکورہ پر استدلال کے لئے کافی نہیں ہے (۱)۔

= الثالث، مطبع محمد امین دمج بیروت

(۱) ”وأما حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما، فاختلف العلماء في جوابه وتأويله، فالأصح أن معناه أنه كان في أول الأمر إذا قال لها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، ولم ينو تأكيداً ولا استينافاً، يحكم بوقوع لقلة إرادتهم الاستيناف بذلك، فحمل على الغالب الذي هو إرادة التأكيد. فلما كان في زمن عمر رضي الله تعالى عنه، وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة و غلب منهم إرادة الاستيناف بها، حملت عند الإطلاق على الثالث عملاً بالغالب السابق إلى الفهم منها في ذلك العصر. وقيل: إن المعتاد في الزمن الأول كان طليقة واحدة وصار الناس في زمن عمر يوقعون الثلاث دفعةً، فنفذه عمر. فعلى هذا يكون إخباراً عن اختلاف عادة الناس لا عن تغير حكم في مسئلة واحدة“. (شرح مسلم للإمام النووي: ۴/۸، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمی)

”إنما قال ابن عباس ذلك في غير المدخول بها. الجواب الثاني: دعوى شذوذ رواية طاؤس، وهي طريقة البيهقي، فإنه ساق الروايات عن ابن عباس بلزوم الثلاث، ثم نقل عن ابن المنذر أنه لا يظن بابن عباس أنه يحفظ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم شيئاً، ويفتي بخلافه، فيتعين المصير إلى الترجيح. والأخذ بقول الأكثر أولى من الأخذ بقول الواحد إذا خالفهم. والجواب الثالث: دعوى النسخ، فنقل البيهقي عن الشافعي أنه قال: يشبه أن يكون ابن عباس علم شيئاً لنسخ ذلك..... الجواب الرابع: دعوى الاضطراب، قال القرطبي في المفهم: وقع فيه مع الاختلاف على ابن عباس الاضطراب في لفظه، وظاهر سياقه يقتضي النقل عن جميعهم أن معظمهم كانوا يرونه ذلك..... الجواب الخامس: دعوى أنه ورد في صورة خاصة، فقال ابن سريج وغيره: يشبه أن يكون في تكرير اللفظ كأن يقول: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، وكانوا أولاً على سلامة صدورهم يقبل منهم أنهم أرادوا التأكيد، فلما كثر الناس في زمن عمر، وكثر فيهم الخداع ونحوه مما يمنع قبول من ادعى =

صاحب استدکار فرماتے ہیں: ”إن هذه الرواية وهمٌ وغلطٌ، لم يعرج عليها أحدٌ من العلماء“.

الجوهر النقی: ۱۱۳/۲ (۱)۔

یعنی یہ روایت وہم و غلط ہے، علماء میں سے کسی نے بھی اس کو قابل التفات نہیں سمجھا۔ اس سے زیادہ سخت الحسین بن علی الکراہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب ”ادب القضاء“ میں روایت کیا ہے:

”أخبرنا علي بن عبد الله (وهو ابن المديني) عن عبد الرزاق عن معمر عن ابن طاؤس

عن طاؤس أنه قال: من حدثك عن طاؤس أنه كان يروي طلاق الثلاث واحدة، كذبه“ (۲)۔

یعنی ”طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ طاؤس

حدیث ”طلاق الثلاث واحدة“ کو روایت کرتے ہیں، تم اس کی تکذیب کرنا، اس کو جھوٹا

سمجھنا، میں اس کو روایت نہیں کرتا، میری طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے“۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت اس مقولہ کے خلاف ہے اور وہ روایت

قرآن کریم مستند احادیث اجماع سلف کے موافق ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء،

= التاكيد، حمل عمر اللفظ على ظاهر التكرار، فأمضاه عليهم الجواب السادس: تأويل قول

”واحدة“ وهي أن معنى قوله: كان الثلث واحدة أن الناس في زمن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كانوا

يطلقون ثلاثاً الجواب السابع: دعوى وقفه، فقال بعضهم: ليس في هذا السياق أن ذلك يبلغ النبي

صلى الله تعالى عليه وسلم، فيقره، والحجة إنما هي في تقريره الجواب الثامن: حمل قوله: ”ثلاثاً“

على أن المراد بها لفظ ”ألبتة“ كما تقدم في حديث ركانة سواء، وهو من رواية ابن عباس أيضاً، وهو قوى.

(بذل المجهود: ۶۳/۴، بيان الاختلاف في الطلقات الثلاث في مجلس واحد، مكتبه إمداديه ملتان)

(و كذا في فتح الباری: ۳۶۲/۹، ۳۶۷، كتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث، دار المعرفة)

(و عمدة القاری: ۳۳۱/۲۰، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الجوهر النقی علی هامش السنن الكبرى، كتاب الخلع والطلاق، باب من جعل الثلاث واحدة:

۳۳۷/۷، إدارة تالیفات اشرفیه)

(۲) لم أقف عليه

ولا يحل لهن أن يكتمن ما خلق الله في أرحامهن ﴿١﴾. (الایة) ذلك أن الرجل كان إذا طلق امرأته، فهو أحق برجعته، وإن طلقها ثلاثاً فنسخ ذلك، فقال: ﴿الطلاق مرتان﴾. (الایة). أبو داؤد شریف، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث (۱)۔ بذل ۶۱/۲ (۲)۔

یعنی تین طلاق کے بعد بھی رجعت کی اجازت تھی اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ ﴿الطلاق مرتان﴾ (الایة)۔ ایسا نہیں تھا کہ تین طلاق دینے پر بھی ایک ہی ہوتی، البتہ تین کے بعد بھی رجعت کا حق تھا، نزول آیت کے بعد وہ حق ختم ہو گیا۔

اگر بالفرض شراح کے پیش کردہ اشکالات کے باوجود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کردہ مقولہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا ایک بہت ہی ظاہر اور بے غبار مطلب یہ ہے کہ تین الفاظ سے تین طلاق دے کر اگر کوئی شخص کہتا کہ میری نیت دوسرے اور تیسرے لفظ سے تاکید کی تھی، تجدید طلاق کی نہیں تھی تو غلبہ صدق اور سلامت صدر کی بنا پر اس کا قول تسلیم کر لیا جاتا تھا اور ایک ہی طلاق کا حکم کیا جاتا تھا۔

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں طلاق ثلاث کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے اور صدق میں کمی ہوئی تو انہوں نے تین لفظ سے تین ہی طلاق کا حکم فرما دیا اور نیت اور تاکید کو نہ مانا، اصل بھی یہی ہے کہ تین طلاق سے تین کا حکم ہو غلبہ صدق کی بنا پر اصل کے خلاف ہونے کے باوجود نیت کا اعتبار کرنے کی وجہ تھی وہ ختم ہو گئی اور کلام کا اصل مطلب جو تھا وہی متعین کر دیا (۳)، یہ نہیں تھا کہ تین کو ایک تسلیم کیا جاتا تھا، تین کا ایک ہونا تو کسی طرح بھی درست نہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا صریح فتویٰ بھی یہی ہے کہ تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے بھی تین ہی واقع ہوتی ہیں، جیسا کہ ابو داؤد شریف میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن الحارث، عمرو بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ سب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ یہی نقل کیا ہے:

”عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كلهم قالوا في الطلاق الثلاث: إنه

(۱) (سنن أبي داؤد، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث: ۳۰۴/۱، إمدادیه ملتان)

(۲) (بذل المجهود: ۷۰/۴، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، إمدادیه ملتان)

(۳) (راجع، ص: ۴۱۴، الحاشية: ۱، الجواب الخامس فی تلك العبارة)

أجازها“۔ بذل: ۳/۷۰ (۱)۔

اس لئے بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس مقولہ کے ذریعہ تین طلاق کو ایک قرار دینا صحیح نہیں۔
شبهہ کی دوسری وجہ رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے، اس پر محدثین نے کلام کیا ہے، یہ واقعہ رکانہ کا ہے یا ابورکانہ کا؟ نیز اس کی سند میں بعض راوی ایسے ہیں جن کی روایت ضعیف اور معلول ہے (۲)۔
خیر! اس سب سے قطع نظر اس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحۃً تین طلاق نہیں دی بلکہ ”طلاق البتہ“ دی تھی چونکہ طلاق البتہ بھی بعض دفعہ تین طلاق کی جگہ استعمال ہوتی تھی، اس لئے ان سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف دے کر پوچھا کہ تمہاری نیت ایک ہی طلاق کی تھی انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں، ایک ہی طلاق کی نیت تھی، اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو ایک قرار دیا۔ ترمذی شریف میں ہے:
”عن عبد اللہ بن یزید بن رکانہ عن أبيه عن جده قال: أتيت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله! إني طلقت امرأتى البتة، فقال: ”ما أردت بها؟“ فقلت: واحدة، قال: ”والله؟“ قال: والله، قال: ”فهو ما أردت؟“ (۳)۔

اسی کو امام ابوداؤد نے ”أصح“ کہا ہے، بذل (۴)۔

جس روایت میں ”طلقها ثلاثاً“ ہے، وہ روایت بالمعنی ہے اس لئے کہ ”البتة“ بھی ”ثلاثاً“ کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا، اس لئے اس ”البتة“ میں اختلاف ہے: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو ایک قرار دیتے

(۱) (سنن أبی داؤد: ۳۰۶/۱، باب بقية نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، إمدادیه ملتان)

(۲) ”وقد أجابوا عنه بأربعة أشياء: أحدها: أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما والثاني: معارضته بفتوى ابن عباس بوقوع الثلاث كما تقدم الثالث: أن أبا داؤد رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة، كما أخرجه هو من طريق آل بيت ركانة الرابع: أنه مذهب شاذ فلا يعمل به“۔ (فتح الباری: ۳۶۲/۹، ۳۶۳، کتاب الطلاق، باب من جوز طلاق الثلاث، قدیمی)

(۳) (جامع الترمذی: ۲۲۲/۱، أبواب الطلاق واللعان، باب ما جاء في الرجل طلق امرأته البتة، سعيد)

(۴) قال أبو داؤد: ”وهذا أصح من حديث ابن جريج أن ركانة طلق امرأته ثلاثاً؛ لأنهم أهل بيته، وهم

أعلم به“۔ (سنن أبی داؤد، کتاب الطلاق، باب في البتة: ۳۰۷/۱، ۳۰۸، إمدادیه ملتان)

(و كذا في بذل المجهود: ۷۶/۴، کتاب الطلاق، باب في البتة، إمدادیه ملتان)

ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین قرار دیتے ہیں، امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اور اہل کوفہ نیت پر مدار رکھتے ہیں، ایک کی نیت ہو تو ایک ہے تین کی ہے تو تین، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی نیت پر مدار رکھتے ہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ دو کی نیت ہو تو دو کا حکم ہوگا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب اقوال نقل کئے ہیں:

”وقد اختلف أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وغيرهم في طلاق البتة، فروى عن عمر بن الخطاب أنه جعل البتة واحدة، وإن نوى ثلاثاً فثلاث، وإن نوى ثنتين لم تكن إلا واحدة، وهو قول الثوري رحمه الله تعالى، وأهل الكوفة. وقال مالك بن أنس رضي الله تعالى عنه في البتة: إن كان قد دخل بها فهي ثلاث تطليقات. وقال الشافعي رحمه الله تعالى: إن نوى واحدة فواحدة يملك الرجعة، وإن نوى ثنتين فثنتان، وإن نوى ثلاثاً فثلاث.“

ترمذی شریف (۱)۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جداگانہ ہے، وہ ان سب سے منفرد ہیں، وہ تین صریح طلاق کو ایک ہی مانتے ہیں (۲)، ان کے تلمیذ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے إغاثة اللفان میں اس پر بڑی طویل بحث فرمائی ہے (۳)، مگر ان کے تلامذہ اور ان کے اقران اہل علم ان کے ساتھ نہیں، سب

(۱) (جامع الترمذی: ۲۲۲/۱، أبواب الطلاق واللعا، باب ما جاء في الرجل طلق امرأته البتة، سعيد)

(۲) ”وذهب جمهور التابعين وكثير من الصحابة وأئمة المذاهب الأربعة، فطائفة من أهل البيت إلى أن الطلاق يتبع الطلاق، وذهبت طائفة من أهل العلم إلى أن الطلاق لا يتبع الطلاق، بل يقع واحدة فقط وإليه ذهب جماعة من المتأخرين: منهم ابن تيمية وابن القيم وجماعة من المحققين.“ (نيل الأوطار:

۱/۶، باب ما جاء في طلاق البتة وجمع الثلاث واختيار تفريقها، دار الباز مكة المكرمة)

(۳) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ”إغاثة“ جلد اول میں ص: ۲۸۳ تا ۳۰۶ طویل بحث فرمائی ہے، چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

”وهذه الآثار موافقة لما دل عليه القرآن، فإن الله سبحانه إنما شرع الطلاق مرة بعد مرة ولم يشرعه جملة واحدة أصلاً وفي ذلك حديثان صحيحان فالقول بهذه الأحاديث موافق لظاهر القرآن ولأقوال الصحابة وللقياس ومصالح بني آدم وأما القياس فإن الله سبحانه وتعالى قال: ﴿والذين يرمون أزواجهم ولم يكن لهم شهود إلا أنفسهم، فشهادة أحدهم أربع شهادات بالله﴾ ثم قال: ﴿ويدرأ عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات بالله﴾ فلو قال أشهد بالله أربع شهادات إني صادق أو =

مخالف ہیں حتیٰ کہ علامہ ابن رجب نے مستقل کتاب اس پر تصنیف کی ہے جس میں اغاثۃ اللہفان کے پیش کردہ دلائل کو پوری طرح رد کر دیا ہے اور ہر چیز کا جواب شافی دیا ہے، اس کا نام ہے: ”بیان مشکل الأحادیث الواردة فی أن الطلاق الثلاث طلاق واحدة“۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مجلس واحد کی تین طلاق کا حکم

سوال [۶۱۲۰]: زید نے اپنی بیوی کی سخت کلامی پر برہم ہو کر حالت غضب میں اس کی غیر موجودگی میں ایک دوسری عورت کے سامنے تین طلاقیں بیک وقت دیں اور اس کا اظہار دوبارہ دوسرے شخص سے کیا کہ میں نے اس طرح طلاق دی، پھر تیسرے شخص نے سوال کیا کہ تم نے کس طرح طلاق دیا؟ زید نے انہیں بھی بتلایا، بعد میں معلوم ہوا کہ زید کی بیوی حاملہ ہے، بکر نے مشورہ دیا اور مسلک اہل حدیث نے فتویٰ دیا کہ تم رجعت کر لو، حالانکہ زید حنفی مسلک ہے، زید نے رجعت کر لی پانچویں دن، اور اس کے ہمراہ بیس یوم گزارے۔ اس کے بعد لڑکی کے والدین آئے اور لڑکی کو یہ کہہ کر گھر لے گئے کہ طلاق ہو گئی اور لڑکی تمہارے لئے حرام ہے۔ اس کو تقریباً تین ماہ ہو گئے، زید چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کو پھر زوجیت میں لے آئے۔ از روئے شرع کوئی شکل ہے؟ حکیم محمد عطا مصطفیٰ بمبئی۔

= قالت أشهد بالله أربع شهادات أنه كاذب، كانت شهادة واحدة ولم تكن أربعاً، فكيف يكون قوله: "أنت طالق ثلاثاً" ثلاث تطليقات؟ وأى قياس أصح من هذا؟ وهكذا كل ما يعتبر فيه العدد من الإقرار ونحوه..... وأما أقوال الصحابة فيكفي كون ذلك على عهد الصديق ومعه جميع الصحابة ولم يختلف عليه منهم أحد ولا يحكي في زمانه القولان حتى قال بعض أهل العلم: إن ذلك إجماع قديم..... فهذه الوجوه ونحوها مما بين بها الجمهور أن جمع الثلاث غير مشروع هي بعينها تبين عدم الوقوع وأنه إنما يقع المشروع وحده وهي الواحدة". (إغاثة اللہفان من مصاید الشیطان، کتاب الطلاق، فصل: من اتقى الله في طلاقه استغنى عن كل هذه الحيل الملعونة، ص: ۲۸۴ - ۲۸۸، ۲۸۹ - ۳۰۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(إغاثة اللہفان: ۲۸۴، ۳۲۵، کتاب الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

فتویٰ کی نقل

مختار احمد ندوی خطیب جامع مسجد اہل حدیث بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- صورت مسئلہ میں زید کو حق حاصل ہے کہ اندرون عدت بیوی سے رجعت کر لے اور انقضائے عدت کے بعد نکاح جدیدہ کے ذریعہ اپنی زوجیت میں لے آئے، کیونکہ اس کی دی ہوئی ایک مجلس میں تین طلاقیں حکم میں ایک رجعی طلاق کے ہیں۔

۲- ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک رجعی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید، سورہ بقرہ: رکوع نمبر: ۲، آیت نمبر: ۲۲۹، ۲۳۰ میں ہے: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ، فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾۔
الایۃ۔ یعنی طلاق دو مرتبہ ہے پھر (ان دو مرتبہ) دستور کے مطابق روکے رکھنا ہے یا بھلائی کے ساتھ رخصت کر دینا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دوبار الگ الگ مہینوں میں دی جائے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ، فَطَلَّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ، وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ (۱)۔

۳- رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارکہ کچھ ایسا ہی ہے، مسند احمد، ص: ۲۶۵، میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں: حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں اور بعد میں اس پر انہیں بڑا غم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح طلاق دی؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک ہی مجلس میں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تب یہ سب تینوں ایک ہی طلاق ہوئیں، آپ چاہیں تو بیوی سے رجعت کر لیں، چنانچہ انہوں نے رجعت کر لی (۲)۔

(۱) (سورۃ الطلاق: ۱)

(۲) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: طلق رکانہ بن عبد یزید أخو المطلب امرأته ثلاثاً، فحزن علیها حزناً شديداً، قال: فسأله رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”كيف طلقته؟“ قال: طلقته ثلاثاً، قال: ”فی مجلس واحد؟“ قال: نعم، قال: ”إنما تلک واحدة، فارجعها إن شئت“ قال: فارجعها“۔ (مسند أحمد: ۱/۲۳۸، رقم الحدیث: ۲۳۸۳، مسند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، دار احیاء التراث العربی بیروت) =

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پورے عہد خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک مسلمان ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں، مسند احمد: ۱/۳۱۴، صحیح مسلم: ۱/۴۳۳، مستدرک حاکم: ۲/۱۹۶، یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھیں (۱)۔

۴- حوالہ مستدرک حاکم: ۲/۱۹۶، میں ہے: یعنی ابوالجوزاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں کیا ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں؟ آپ نے فرمایا بے شک (۲)۔

مختار احمد ندوی، ۱۷/ربیع الاول/۱۳۸۷ھ۔

نوٹ: یہ فتویٰ کی نقل ہے، زید نے اس فتویٰ کے مطابق اپنی بیوی سے رجعت کر لی ہے۔

= (وکذا فی الصحیح لمسلم: ۱/۴۷۷، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قدیمی)

(۱) ”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وأبی بکر، وسنتين من خلافة عمر بن الخطاب طلاق الثلاث واحدة، فقال عیمر: إن الناس قد استعجلوا فی أمر کان لهم فیہ أناة، فلو أمضیناه علیهم، فأمضاه علیهم“۔ (مسند أحمد بن حنبل: ۱/۵۱۷، رقم الحدیث: ۲۸۷۰)، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(والصحیح لمسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱/۴۷۷، قدیمی)

(۲) ”أخبرنی أبو الحسین محمد بن أحمد..... عن ابن أبی ملیکة أن أبا الجوزاء أتى ابن عباس رضی اللہ عنہما فقال: أتعلم أن ثلاثاً کنّ یرددن علی عصر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إلی واحدة؟ قال: نعم“۔ هذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاه“۔ (المستدرک للحاکم مع التلخیص للحافظ الذہبی: ۲/۱۹۶، کتاب الطلاق، دار الفکر بیروت)

الجواب حامداً ومصلحاً:

بیک وقت تین طلاق دینے سے طلاقِ مغلظہ واقع ہو جاتی ہے، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے (۱)، نیز حدیث شریف میں ہے، اسی پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہوا، یہی ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے (۲)، خواہشِ نفسانی کی خاطر اس کو ترک کر کے دوسرا راستہ اختیار کرنا گمراہی اور حرام ہے۔ حالتِ حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے (۳)، اس کی عدت وضعِ حمل ہے (۴)، بچہ پیدا ہونے پر عورت کو چاہئے کہ دوسری جگہ نکاح کر لے۔

بعض اہل حدیث نے حدیثِ رکانہ سے استدلال کرتے ہوئے ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں کو

(۱) ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾. منتظم لمعان: منها تحريمها على المطلق ثلاثاً حتى تنكح زوجاً غيره“. (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۵۳۲، قدیمی)

(۲) ”وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث“. (رد المحتار: ۳/۲۳۳، کتاب الطلاق، سعید)

”وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة، وآخرون كثيرون على من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يائمه“. (عمدة القاری: ۲۰/۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، مطبع أمين دمج بيروت)

(۳) ”وطلاق الحامل يجوز عقيب الجماع“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۴۹، کتاب الطلاق، رشیدیہ) (وکذا فی الدر المختار: ۳/۲۳۲، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۴/۱۸۷، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) ”وعدة الحامل أن تضع حملها“. (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۲۸، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۵۱۱، کتاب الطلاق، باب العدة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۲۶، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیہ)

ایک قرادیکر رجعت کا اختیار دیا ہے، مگر وہ استدلال تام نہیں، دوسرے قوی دلائل کے بھی خلاف ہے، چنانچہ اس روایت پر بذل المجہود فی شرح أبی داؤد: ۷۰/۳، میں نیز عینی و فتح الباری و فیض الباری شروح بخاری میں اس پر پ: ۶/۱، میں مفصل کلام کر کے استدلال کا نا تمام ہونا بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ تین طلاق سے تین ہی واقع ہوتی ہیں (۱)۔

فتح القدیر: ۱۷۵/۳ (۲)، بدائع الصنائع میں بھی اس پر مفصل بحث مذکور ہے (۳)۔ اعلاء

(۱) ”(حدیث رکانة) نص فی المسئلة، وقد أجابوا عنه بأربعة أشياء: أحدها: أن محمد بن إسحاق وشيخه مختلف فيهما والثاني: معارضته بفتوى ابن عباس بوقوع الثلاث كما تقدم والثالث: أن أبا داؤد رجح أن ركانة إنما طلق امرأته البتة، كما أخرجه هو من طريق أهل بيت ركانة والرابع: أنه مذهب شاذ“۔ (بذل المجہود: ۶۲/۴، ۶۳، باب فی نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، امدادیہ ملتان)

(وکذا فی عمدة القاری للعینی، کتاب الطلاق، باب من أجاز الطلاق الثلاث: ۳۳۱/۲۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وفتح الباری لابن حجر العسقلانی، باب من أجاز طلاق الثلاث: ۳۶۲/۹-۳۶۷، دارالمعرفة)

(۲) ”و من الأدلة فی ذلك ما فی مصنف ابن أبی شیبہ والدارقطنی فی حدیث ابن عمر المتقدم: ”قلت: یا رسول الله! أرأیت لو طلقته ثلاثاً؟ فقال: ”إذا قد عصیت ربک، وبانت منک امرأتک“۔ و فی الموطأ أيضاً: بلغه أن رجلاً جاء إلى ابن مسعود فقال: ”إني طلق امرأتی ثمانی تطليقات، فقال: ”ما قيل لك؟“ فقال: قيل لي: بانت منك، قال: ”صدقوا، هو مثل ما يقولون“۔ فظاهره الإجماع على هذا الجواب“۔ (فتح القدیر: ۴۶۹/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) ”وأما حکم طلاق البدعة، فهو أنه واقع عند العلماء ولنا ما روى عن عبادة بن الصامت رضى الله تعالى عنه أن بعض آبائه طلق امرأته ألفاً، فذكر ذلك للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”بانت بالثلاث فى معصية وتسع مائة وسبعة وتسعون فيما لا يملك“۔ وروى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه قال: أحدكم يركب الأحموقه، فيطلق امرأته ألفاً، ثم يأتى، فيقول: يا ابن عباس! يا ابن عباس وإن الله تعالى قال: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾، وإنك لم تتق الله، فلا أجد لك مخرجاً، بانت امرأتك، وعصيت ربك“۔ (بدائع الصنائع: ۲۰۶/۴،

۲۰۷، کتاب الطلاق، فصل فى ألفاظ طلاق البدعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

السنن: ۱۰۳/۱۱، اس پر مستقل رسالہ بیس صفحات میں پھیلا ہوا موجود ہے، جس میں اس روایت پر ہر جہت سے بحث کر کے بتلایا ہے کہ قرآن پاک و حدیث شریف سے یہی ثابت ہے کہ تین طلاق تین ہی ہے ایک نہیں، الإنقاذ من الشبهات فی إنفاذ المکروه من الطلقات“ اس رسالہ کا نام ہے (۱)۔ اسی طرح ”الإشفاق“ اور ”إقامة القيامة“ یہ دونوں رسالے بھی اسی مسئلہ پر لکھے گئے ہیں۔ کتب فقہ: البحر الرائق: ۴/۵۶ (۲)، زیلعی: ۲/۲۵۷ (۳)، شامی: ۲/۵۳۷، وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ۔

(۱) ”و روی عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: إذا طلق امرأته ثلاثاً قبل أن يدخل بها، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره عن طارق بن عبد الرحمن سمعت قيس بن أبي عاصم قال: سأل رجل المغيرة - وأنا شاهد - عن رجل طلق امرأته مائة، فقال: ”ثلاثة تحرم، وسبع وتسعون فضل“ عن رافع: أن عمران بن حصين سئل عن رجل طلق ثلاثاً في مجلس فقال: ”أثم بربه و حرمت، عليه امرأته“.

”فهذه الروايات تدل أن عمر وعثمان وعلياً وابن عباس وابن عمرو وابن مسعود وعبد الله بن عمرو بن العاص وأبا هريرة ومغيرة بن شعبة وإمران بن حصين -رضى الله تعالى عنهم- كلهم متفقون على وقوع الطلقات الثلاث جملةً، ولا يثبت عن واحد من الصحابة خلافهم“ (إعلاء السنن: ۱۱/۱۶۳، الإنقاذ من الشبهات فی إنفاذ المکروه من الطلقات، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”وقد صرح ابن عباس رضي الله تعالى عنهما للسائل الذي جاء يسأله عن الذي طلق ثلاثاً بقوله: ”عصيت ربك“، وروی عبد الرزاق مرفوعاً عنه عليه السلام: ”بانت بثلاث في معصية الله تعالى“، فقد أفاد الوقوع والعصيان“ (البحر الرائق: ۳/۴۱۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۳) ”وقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: أخبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضبان، ثم قال: ”أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم“ (تبيين الحقائق: ۳/۲۵، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۴) ”وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع الثلاث وأما إمضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له، وعلمه بأنها كانت واحدة، فلا يمكن، إلا وقد اطلعوا في الزمان المتأخر على وجود ناسخ، أولعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفائها في الزمن المتأخر“ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور: ۳/۲۳۳، سعید)

تین طلاق کا حکم

سوال [۶۱۲۱]: زید نے اپنی بیوی کو مجمع عام میں تین بار طلاق کے الفاظ اس طرح ادا کئے کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، طلاق دی، طلاق دی“۔ اور مجمع کے لوگوں سے کہا کہ جا کر ہماری بیوی کو اطلاع طلاق کی دے دو۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی، یا بیوی کا خود اپنے کان سے سننا ضروری ہے؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو کونسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کا سننا ضروری نہیں، بلاشبہ طلاق مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اب بلا حلالہ کئے تعلق زوجیت حرام ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

غصہ میں تین طلاق

سوال [۶۱۲۲]: زید نے اپنی منکوحہ مدخول بہانہ نب کو ایک طلاق دیا، اس کے بعد زینب کا باپ

(۱) ”إذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق، و طالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً“۔
(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۵/۱، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إيقاع الطلاق، الفصل الأول فی الصریح، رشیدیہ)
(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۸۲/۳، کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإيقاع العدة، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۹۳/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)
(۲) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً فی الحرة و ثنتين فی الأمة، لم تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ نکاحاً صحیحاً، ویدخل بہا، ثم يطلقها أو یموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۷۳/۱، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۴۰۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۶۰۳/۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل المتعلقة بنکاح المحلل وما یصل بہ، إدارة القرآن کراچی)

زید کے پاس آ کر پوچھنے لگا کہ کیا تم نے طلاق دے دیا؟ تو زید نے غصہ میں کہا کہ ”ہاں میں نے تین مرتبہ طلاق دیدیا“ لیکن زید کہتا ہے کہ میں نے تو صرف پہلا ایک ہی طلاق دیا ہے اور بعد میں جو میں نے یہ کہا کہ ہاں میں نے تین طلاق دے دیا تو یہ میں نے صرف غصہ میں کہا ہے، دل میں نیت طلاق نہیں تھی۔ عورت مذکورہ کے بارے میں اب شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں قضاء تین طلاق واقع ہو گئیں، پس اگر زینب نے خود اس بات کو سنا ہے یا زینب کے باپ نے زینب سے بیان کیا ہے کہ تمہارے شوہر نے مجھ سے تین مرتبہ طلاق کا اقرار کیا ہے (۱) تو زینب کے لئے جائز نہیں کہ کسی طرح شوہر کو حلالہ سے قبل اپنے اوپر قابو دے، بلکہ اس سے بچنے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شدت غصہ میں تین طلاق

الاستفتاء [۶۱۲۳]: زید نے دن بھر کے بعد تھک کر گھر میں قدم رکھا اور کسی بات پر ناراض ہو کر اپنے دماغ کا توازن کھو بیٹھا اور غصہ میں بے قابو ہو کر یہ الفاظ کہہ ڈالے: ”تم اپنے گھر جاؤ، طلاق ہو گئی، طلاق“

(۱) ”أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالک للإيقاع غير مالک للاستناد“۔ (المبسوط للسرخسی: ۱۰۹/۴، کتاب الطلاق، باب الطلاق، مکتبہ حبیبہ کوئٹہ)

(۲) ”أيضاً إذا سمعت المرأة الطلاق، ولم تسمع الاستثناء، لا يسعها أن تمكنه من الوطئ“۔ (رد المحتار: ۳۶۹/۳، کتاب الطلاق، باب التعليق، مطلب فيما لو ادعى الاستثناء وأنكرته الزوجة، سعيد) (وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳۹۹/۳، کتاب الطلاق، الفصل التاسع في الاستثناء في الطلاق، نوع آخر في دعوى الزوج الاستثناء الخ، إدارة القرآن کراچی)

”والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه“۔ (رد المحتار: ۲۵۱/۳، کتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية، سعيد) (وكذا في تبیین الحقائق: ۴۱/۳، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

ہوگئی، طلاق ہوگئی، اب اپنے گھر جاؤ، میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس کے بعد بیوی چیخ چیخ کر رونے لگی، شوہر کو بھی غلطی کا احساس ہوا اور فوراً اپنی بیوی سے معافی مانگی، لیکن بیوی کا روتے روتے برا حال تھا۔ زید کے دو سالہ بچی بھی ہے، لڑکی کی ماں دل کی مریض ہے، ان کو اس حالت سے مطلع نہیں کیا گیا، ویسے بیوی میکہ جا چکی ہے، اس لئے کہ اب شوہر کے ساتھ رہنا ناجائز ہے، اب دونوں رجوع ہونا چاہتے ہیں۔ اب شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق عامۃً غصہ ہی میں دی جاتی ہے، خوشنودی میں اس کی نوبت کم آتی ہے۔ جب آدمی غصہ میں ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کا نتیجہ خراب نکلتا ہے تو وہ سمجھتا ہے اور معذرت کرتا ہے کہ میں قابو میں نہیں تھا، توازن کھو بیٹھا تھا وغیرہ وغیرہ، حالانکہ ایسی بات نہیں اس کی عقل ختم نہیں ہو جاتی کہ اس کو یہ خبر نہ رہے کہ ان الفاظ (طلاق) کا کیا مطلب ہے، یا وہ آسمان اور زمین میں فرق نہ کرتا ہو، یا اس کو پاگل قرار دیکر پاگل خانہ بھیج دیا جائے، بلکہ وہ جانتا ہے کہ طلاق سے بیوی کو بہت تکلیف ہوگی اور تعلق ختم ہو جائے گا جیسا کہ بیوی کے علاوہ کسی اور سے ناراض ہو تو اس کو بھی چن کر ایسا لفظ کہتا ہے جس سے اس کو بہت تکلیف ہو اور شدتِ ناراضگی کے اظہار کے لئے تعلق ختم کر دیا جاتا ہے: ”ویقع طلاق من غضب، خلافاً لابن قیم، وهذا الموافق عندنا، الخ“۔ شامی نعمانیہ: ۲/۴۷۲ (۱)۔

لہذا صورتِ مسئلہ میں طلاقِ مغلطہ واقع ہوگئی، اب اس کو رجوع کا اختیار نہیں رہا اور بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں ہے (۲)۔ قرآن پاک میں ہے:

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدہوش، سعید)

”إذا قال لامرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت

ثلاثاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۵، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۵۴، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی صریح الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى

لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزواج آخر، لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح

زوجاً غيره﴾ وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملة واحدة“۔ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، کتاب الطلاق، =

﴿الطلاق مرتان فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية (۱)۔

کتاب صحاح بخاری شریف و مسلم شریف وغیرہ میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے جس میں شوہر اوّل سے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرحمت نہیں فرمائی تھی (۲)۔ ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا مسلک یہی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں تصریح ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ والعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کا حکم

سوال [۶۱۲۴]: زید نے اپنی بیوی کی حرکات سے تنگ آ کر ایک مجلس میں تین طلاق دے دیا اور اخبار میں طلاق کا اعلان بھی کر دیا، اب شوہر اور بیوی دونوں دوبارہ ملنا چاہتے ہیں، لہذا اس بارے میں علمائے دین اور مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں؟ کیا وقت واحد میں تین بار طلاق از روئے قرآن ایک مرتبہ سمجھ کر رجوع کر لیا جائے، یا حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کی حدیث کی روشنی پر عمل کر لیا جائے، جب کہ بوقت طلاق اب بھی کوئی گواہ موجود نہیں ہے، بیوی نے قبول بھی نہیں کیا؟ لہذا اس بات کی صراحت فرمائیں کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو کون سی؟ اور اگر دوبارہ ملنا چاہیں، تو اس کی شریعت میں کیا راہ ہے؟

= فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

(۲) ”عن ابن شہاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني فبت طلاقي، وإنني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لعلك تريدین أن ترجعی إلى رفاعة، لا حتی یدوق عسیلتک و تذوقی عسیلتہ“۔ (صحیح البخاری: ۷۹۱/۲، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمی)

(۳) ”وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث“۔ (فتح

القدیر: ۴۶۹/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

الجواب حامداً ومصلحاً:

طلاق کا اختیار مرد کو ہے، عورت کے قبول کرنے نہ کرنے کو اس میں کوئی دخل نہیں، وہ قبول نہ کرے تب بھی ہو جاتی ہے (۱)۔ طلاق کا جب شوہر کو اقرار ہے تو گواہوں کی ضرورت نہیں، جب شوہر نے طلاق لکھ کر بیوی کے پاس بھیج دی ہو، یا اخبار میں شائع کر دی ہو اور شوہر کو اپنی تحریر کا اقرار ہو تب بھی ہو جاتی ہے (۲)۔ محبت و رضامندی میں طلاق کی نوبت کم آتی ہے، جب صریح اور صاف لفظوں میں طلاق دے تو اس میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، بغیر نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے (۳)۔

(۱) ”وأهله (أى الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ“۔ (الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۳۴، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفی من لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۲۴۳، کتاب الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”لو استکتب من آخر کتاباً بطلاقها، وقرأه علی الزوج، فأخذه الزوج و ختمه و عنونه و بعث به إليها، فأتاها، وقع إن أقر الزوج أنه كتابه“۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابہ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۸۰، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابہ، رشیدیہ)

(۳) ”وصریح الطلاق لا یحتاج إلى نية؛ لأنه موضوع له شرعاً، فكان حقيقةً، والحقيقة لا تحتاج إلى نية“۔ (الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۱۶۴، کتاب الطلاق، فصل فی صریح الطلاق، مکتبہ حقانیہ پشاور)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۳۹، باب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

ایک دفعہ اور دودفعہ کہنے کے بعد طلاق سے رجعت کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے، یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لینے سے نکاح بدستور قائم رہتا ہے، خواہ وقت واحد اور مجلس واحد میں ایک دفعہ یا دودفعہ طلاق دی ہو، یا الگ الگ وقت الگ الگ مجلس میں دی ہو، سب کا یہی حکم ہے (۱)، یہ مسئلہ قرآن کے دوسرے پارے میں ﴿الطلاق مرتان، فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ (۲) سے ثابت ہے۔

تین طلاق دینے کے بعد واپسی کا حق نہیں رہتا، جب تک حلالہ نہ ہو جائے دوبارہ نکاح میں نہیں لاسکتا (۳)، خواہ تین طلاق ایک لفظ سے دی ہوں جیسے کوئی کہے کہ ”میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی“ یا تین لفظ سے دی ہوں جیسے کوئی کہے: ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی“، پھر خواہ مجلس واحد میں ایسا کہا ہو یا الگ مجلس اور الگ وقت میں، سب کا ایک حکم ہے، کوئی فرق نہیں۔ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ غرض ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے (۴)، یہی جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا

(۱) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو رجعتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۷۰، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الرجعة و فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایہ: ۲/۳۸۵، کتاب الطلاق، باب الأیمان فی الطلاق، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۴۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) (سورة البقرة: ۲۲۹)

(۳) ”وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلّة أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزواج آخر، لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ سواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملة واحدة“۔ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۴) ”وذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم، منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور وأبو عبيدة، وآخرون كثيرون على من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأنم“۔ (عمدة القاری شرح صحيح البخاری: ۲۰/۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث لقوله تعالى..... اهـ، مطبع محمد أمين دمج بیروت)

مذہب ہے (۱)، یہی احادیث سے ثابت ہے، یہی کتب فقہ میں بصراحت موجود ہے، یہی قرآن پاک سے ثابت ہے۔

چنانچہ دوسرے پارے میں دو طلاق کے بعد تیسری طلاق کا تذکرہ ہے اور اس طرح بیان فرمایا گیا ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ الآية (۲) یعنی دو طلاق کے بعد رجعت کا حق حاصل تھا لیکن تیسری طلاق بھی دیدی تو اب رجوع کرنے کا حق بھی نہیں رہا، جب تک دوسرے شخص سے نکاح نہ ہو جائے تو ہرگز پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی (۳)۔

حدیث شریف میں امرأۃ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے جس کی تفصیل بخاری شریف میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی تھی پھر بعد عدت دوسرے شخص حضرت عبدالرحمن بن الزبیر سے نکاح کیا، مگر وہ چاہتی تھیں کہ پہلے شوہر کے پاس لوٹ جائیں، حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک حلالہ نہ ہو جائے پہلے شوہر کے پاس جانے کا حق نہیں (۴)۔

جس حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان صحابی نے لفظ طلاق تین دفعہ کہا، پہلے سے طلاق کی نیت کی دوسرے اور تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی، بلکہ محض تاکید کے لئے یہ لفظ کہا، جیسے آپ سے کوئی پوچھے، آپ نے آج فجر کی نماز پڑھی؟ آپ جواب میں کہیں، میں نے آج فجر کی نماز پڑھ لی، پڑھی لی، پڑھ لی، مطلب صاف ظاہر ہے کہ نماز فجر آج تو ایک ہی دفعہ پڑھی مگر دوسری اور تیسری دفعہ جو لفظ کہا

(۱) ”وذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث“.

(ردالمحتار: ۲۳۳/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(۲) (البقرة: ۲۳۰)

(۳) (راجع، ص: ۴۳۰، رقم الحاشية: ۳)

(۴) ”عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبئ طلاقى، وإنى نكحت بعده عبدالرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”لعلك تريدین أن ترجعی إلى رفاعة، لا، حتی یدوق عسیلتک و تذوقی عسیلتہ“.

(صحيح البخاری: ۷۹۱/۲، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمی)

ہے اس سے محض تاکید مقصود ہے، یہ مطلب نہیں کہ آج نمازِ فجر تین دفعہ پڑھی۔

اسی طرح انہوں نے لفظ طلاق تین دفعہ کہا، مگر چونکہ طلاق ایک ہوتی ہے، دو بھی ہوتی ہے، تین بھی ہوتی ہے اور لفظ طلاق تاکید کے لئے بھی کہا جاتا ہے، اور اصالۃً مقصود بھی ہوتا ہے اور تاکید کے لئے بولنا خلاف ظاہر بھی ہے، کیونکہ طلاق تین بھی ہوتی ہے، اس لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم دیکر دریافت فرمایا کہ ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی، دوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کے لئے بولا ہے، طلاق کی نیت سے نہیں بولا، جب انہوں نے قسم کھا کر ایک طلاق کا ارادہ بتلایا تو رجعت کا حق دیدیا (۱)۔

پھر رفتہ رفتہ طلاق کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بڑی جماعت کے سامنے اس کا اظہار فرمایا کہ مسئلہ میں کچھ ڈھیل دی گئی تھی، مگر لوگوں نے اس سے غلط فائدہ اٹھانا شروع کر دیا، اس لئے اگر آئندہ کوئی شخص تین دفعہ طلاق دے گا تو وہ تین ہی شمار ہوگی اور اس کو رجعت کا حق نہیں ہوگا (۲) اس پر سب صحابہ کا اجماع ہو گیا، یہی مطلب ہے اس روایت کا جس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم

(۱) ”عن نافع بن جبیر بن عبد یزید بن رکانہ أن رکانہ بن عبد یزید طلق امرأته سهيمة ألبتة فأخبر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بذلك، وقال: والله ما أردت إلا واحدة، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”ما أردت إلا واحدة“؟ قال ركانة: والله! ما أردت إلا واحدة، فردها إليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فطلقها الثانية في زمان عمر، والثالثة في زمان عثمان“۔ (سنن أبی داود: ۳۰۰/۱، کتاب الطلاق، باب فی ألبتة، دار الحديث ملتان)

(۲) ”قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: إن الناس قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيئناهم، فأمضاه عليهم“۔ (إعلاء السنن: ۱۱/۱۴۹، کتاب الطلاق، باب إيقاع الثلاث مجموعاً معصية وإن وقعن كلهن، إدارة القرآن کراچی)

”وإن حمل الحديث على خلاف ظاهره دفعاً لمعارضة إجماع الصحابة رضي الله تعالى عنهم على ما أوجدناك من النقل عنهم واحداً واحداً، وعدم مخالف لعمر في إمضائه، وظاهر حديث ابن سعود رضي الله تعالى عنه، فتأويله أن قول الرجل: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، كان واحدة في الزمن الأول لقصدتهم التأكيد في ذلك الزمان، ثم صاروا ينصدون التجديد، فالزمهم عمر رضي الله تعالى عنه ذلك لعلمه بقصدتهم“۔ (فتح القدير: ۳/۴۷۰، ۴۷۱، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابتدائی دو خلافت میں تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی تھی یعنی جو شخص تین طلاق دیتا تھا اور قسم کھا کر کہتا تھا کہ میں نے پہلا لفظ طلاق کی نیت سے بولا ہے اور دوسرا اور تیسرا لفظ تاکید کے لئے بولا ہے۔

اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس کی نیت کا اعتبار کرتے ہوئے ایک طلاق کا قضاء فیصلہ ہوتا تھا (۱)، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تین طلاق واقع ہی نہیں ہوتی تھی، اگر یہ مطلب لیا جائے گا تو قرآن پاک کے بھی خلاف ہوگا (اور اس حدیث کے بھی خلاف ہوگا) جس میں امراءہ رفاعہ کے لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حلالہ کا حکم دیا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں مذکور ہے (۲)۔

لہذا صورت مسئلہ میں کوئی گنجائش رجعت کرنے کی یا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنے کی باقی نہیں رہی، شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور دیگر کتب فقہیہ: کنز، تبیین، در مختار، عالمگیری، مجمع الأنہر، بدائع وغیرہ میں اس پر مفصل کلام موجود ہے (۳)۔

(۱) قال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "فالأصح أن معناه أنه كان في أول الأمر إذا قال لها: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، ولم ينو تأكيداً ولا استينافاً، يحكم بوقوع طلاق لقلّة إرادتهم الاستيناف بذلك، فحمل على الغالب الذي هو إرادة التأكيد. فلما كان في زمن عمر رضي الله تعالى عنه، وكثر استعمال الناس بهذه الصيغة و غلب منهم إرادة الاستيناف بها، حملت عند الإطلاق على الثلاث عملاً بالغالب السابق إلى الفهم منها في ذلك العصر. وقيل: المراد إن المعتاد في الزمن الأول كان طلاقاً واحداً، وصار الناس في زمن عمر يوقعون الثلاث دفعةً، فنفذه عمر. فعلى هذا يكون إخباراً عن اختلاف عادة الناس لا عن تغير حكم في مسألة واحدة". (شرح مسلم للإمام النووي: ۴/۸، كتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، قديمي)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني، فبنت طلاق، وإنني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعلك تريد أن ترجعي إلى رفاعة، لا، حتى يذوق عسيلتك و تذوق عسيلته". (صحيح البخاري: ۲/۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث الخ، قديمي)

(۳) "وأما حكم طلاق البدعة فهو أنه واقع عند عامة العلماء ولنا ما روى عن عبادة بن الصامت =

شروح حدیث: عینی، بذل، اوجز، إعلاء السنن میں روایات فقہیہ کے علاوہ احادیث کا بھی ذخیرہ ہے (۱)۔ اس مسئلے پر مستقل رسائل بھی لکھے گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= رضی اللہ عنہ أن بعض آبائه طلق امرأته ألفاً، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال صلى الله عليه وسلم: "بانت بالثلاث في معصية، ولتسعمائة وسبعة وتسعون فيما لا يملك". (بدائع الصنائع: ۲۰۶/۴، كتاب الطلاق، فصل في حكم طلاق البدعة، دارالكتب العلمية بيروت)

"وروى أن رجلاً جاء إلى ابن مسعود رضي الله تعالى عنه فقال: إني طلق، امرأتى ثمانى تطليقات فقال: "ماذا قيل لك؟" فقال: قيل لي: بانت منك، قال: "صدقوا، هو مثل ما يقولون"..... وقول ابن مسعود: "صدقوا" دليل على إجماعهم على ذلك..... والجواب عن الحديث الأول (أى حديث ابن عباس) من وجهين: أحدهما أنه إنكار على من يخرج عن سنة الطلاق بإيقاع الثلاث وإخبار عن تساهل الناس في مخالفة السنة في الزمان المتأخر عن العصرين كأنه قال: الطلاق الموقع الآن ثلاثاً كان في ذينك العصرين واحدة، كما يقال: كان الشجاع الآن جباناً في عصر الصحابة رضي الله عنهم أجمعين. والثاني: أن قول الزوج: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، كانت طلاقاً واحدة في العصرين لقصدتهم التأكيد والإخبار، وصار الناس بعدهم يقصدون به التجديد والإنشاء، فالزمهم عمر ذلك لعلمه بقصدتهم، يدل عليه قول عمر رضي الله عنه: "قد استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة". والجواب عن الثاني (حديث الرفاعة) أنه منكر، قاله أبو جعفر. (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق: ۲۶/۳، ۲۷، كتاب الطلاق، دارالكتب العلمية بيروت)

"وأما إمضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بأنها كانت واحدة، فلا يمكن إلا وقد اطلعوا في الزمان المتأخر على وجود ناسخ أو لعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم بإناطته بمعان علموا انتفاءها في الزمن المتأخر". (ردا لمحتار: ۲۳۳/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

"وأما البدعي الذي يعود إلى العدد أن يطلقها ثلاثاً في طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمات متفرقة أو يجمع بين التطليقتين في طهر واحد بكلمة واحدة أو بكلمتين متفرقتين، فإذا فعل ذلك وقع الطلاق". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۴۹/۱، كتاب الطلاق، رشيدية)

"وبدعيه: أى بدعي الطلاق عدداً تطليقها ثلاثاً أو ثنتين بكلمة واحدة مثل أن يقول: أنت طالق ثلاثاً، أو ثنتين وهو حرام حرمة غليظة..... واعلم أن في صدر الأول إذا أرسل الثلاث جملة لم يحكم إلا بوقوع واحدة إلى زمن عمر رضي الله عنه، ثم حكم بوقوع الثلاث لكثرة بين الناس تهديداً". (مجمع الأنهر: ۳۸۲/۱، كتاب الطلاق، بيروت)

(۱) "عن جعفر بن يرقان عن معاوية بن أبي يحيى قال: جاء رجل إلى عثمان بن عفان، فقال: طلق =

حرره العبد محمود وغفر له۔

= امرأتى ألفاً، فقال: "بانت منك ثلاث". وروى وكيع عن الأعمش عن حبيب بن أبى ثابت، قال: جاء رجل إلى على ابن أبى طالب، فقال: إني طلق امرأتى ألفاً، فقال: "بانت منك ثلاث، واقسم سائرهن بين نسائك". عن طارق بن عبد الرحمن سمعت قيس بن أبى عاصم قال: سأل رجل المغيرة وأنا شاهد عن رجل طلق امرأته مائة فقال: "ثلاثة تحرم، وسبع وتسعون فضل". (إعلاء السنن: ۱/۱۶۲، وقوع الطلقات الثلاث جملة، إدارة القرآن كراچی)

"وذهب كثير منهم إلى وقوعه (أى الثلاث) مع منع جوازه، واحتج له بعضهم بحديث محمود بن لبید عند النسائي قال أخبر النبى صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام مغضباً فقال: "أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم؟"..... عن مجاهد قال: كنت عند ابن عباس فجاء رجل فقال: إنه طلق امرأته ثلاثاً، فسكت حتى ظننت أنه سيردها إليه فقال: "ينطلق أحدكم فيركب الحموقه، ثم يقول: يا ابن عباس! يا ابن عباس! إن الله قال: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾ وإنك لم تتق الله، فلا أجد لك مخرجاً، عصيت ربك، وبانت منك امرأتك". (بذل المجهود: ۳/۶۲، باب فى نسخ المراجعة، امداديه ملتان)

"إن الطحاوى قد روى أحاديث عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما تشهد بانتساخ ماقاله من ذلك: منها ما رواه من حديث الأعمش عن مالك بن الحارث قال: جاء رجل إلى ابن عباس رضى الله تعالى عنهما فقال: إن عمى طلق امرأته ثلاثاً، فقال: "إن عمك عصى الله، فأثمه الله، وأطاع الشيطان، فلم يجعل له مخرجاً"، فقلت: فكيف ترى فى رجل يحللها له؟ فقال: "من يخادع الله يخادعه".

"عن عائشة رضى الله تعالى عنها أن رجلاً طلق امرأته ثلاثاً، فتزوجت، فطلق، فسئل النبى صلى الله عليه وسلم أتحل للأول؟ قال: "لا، حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الأول"..... فإنه ظاهر فى كونها مجموعة". (عمدة القارى للحافظ العيني: ۲۰/۳۳۲، ۳۳۶، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق خلاف الثلاث، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن ابن عباس رضى الله عنهما أنه جاءه رجل، فقال: إني طلق امرأتى ألفاً، وفى لفظ: مائة، قال: "ثلث تحرمها عليك، وبقيتهن وزراً، اتخذت آيات الله هزواً". (أوجز المسالك: ۳/۳۳۰، كتاب الطلاق، مطبع سهارنفور)

تین طلاق

سوال [۶۱۲۵]: زید نے بیماری کی حالت میں بلا نیت طلاق کے غصہ اور جھنجھلاہٹ میں اپنی بیوی کو کسی بات کے باعث یا جنگ وجدل کے باعث یہ لفظ کہا کہ ”تم کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے۔“ لوگوں میں شور و غل ہوا کہ طلاق ہو گئی، لیکن زید نے شرح وقایہ ہدایہ کی عبارتیں پڑھ کر سنائی جس سے لوگوں میں قدرے سکون ہوا، دونوں کتابوں کی عبارتیں مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱- نیت کے بارے میں یہ ہے کہ: اگر کسی نے تین بار طلاق دی اور تینوں بار کچھ نیت نہیں کی تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اہل علم کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ کل کام کا مدار نیت پر ہے، ہدایہ۔
- ۲- لیکن اگر کسی نے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے، تو ایک طلاق ہوگی اور عورت اول طلاق سے بائن ہوگی اور دوسری تیسری طلاق واقع نہ ہوگی، اس لئے کہ وہ محل طلاق کی نہیں رہی۔
- ۳- جب عورت کو طلاق بائن دے تین سے کم تو مرد کو جائز ہے کہ اس عورت سے عدت میں یا بعد میں نکاح کرے یعنی برضا اس کے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی کو طلاق ہو گئی، اگر ہوئی تو کون سی طلاق ہوئی؟ نیز دونوں کتابوں کی عبارتیں جو مذکور ہیں ان سے عدم طلاق کا حکم ثابت ہوتا ہے تو اس عبارت کا کیا مطلب ہوگا؟ اور طلاق دینے سے صرف زید کو ڈرانا اور دھمکانا ہے۔

- ۲..... اور زید کی بیوی کے ایک لڑکی شیر خوار اور ایک لڑکا ہے، ان دونوں کا کیا حکم ہے؟
- ۳..... طلاق واقع ہو جانے کے بعد پھر زید اس سے کس طرح نکاح کر سکتا ہے؟ اس کی صورت مفصل تحریر فرمادیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام۔

حامد رسول عفی عنہ، ۱۴/ مئی/ ۳۵ء

الجواب حامداً مصلیاً:

اگر زید اپنے ہوش میں تھا اور جو کچھ کہہ رہا تھا، سمجھ کر کہہ رہا تھا، جیسا کہ الفاظ ”اور طلاق دینے سے صرف زید کو ڈرانا دھمکانا ہے“ سے ظاہر ہے تو صورت مسئلہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر مغلط ہو گئی، اب بلا حلالہ کے اس کو رکھنا حرام ہے، حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت طلاق گزار کر کسی دوسرے شخص

سے نکاح کرے اور وہ اس سے صحبت کرنے کے بعد طلاق دے یا وہ مرجائے، پھر عورت عدت گزار کر زید سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر زید ہوش میں نہیں تھا بلکہ بے ہوش تھا، اسی بے ہوشی کی حالت میں طلاق دی تو وہ واقع نہیں ہوئی ”و یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل“۔ تنویر (۱)۔ ”ولا یقع طلاق الصبی وإن کان یعقل، والمجنون والنائم والمبرسم والمغمی علیہ والمدھوش“۔ عالمگیری (۲)۔

عبارت نمبر ۱..... اگرچہ ہدایہ کی بعینہ عبارت نہیں، تاہم جواب یہ ہے کہ جو الفاظ صریح ہیں وہ محتاج نیت نہیں، اگر بلا نیت بھی صریح الفاظ طلاق کے کوئی شخص کہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہدایہ مجتہائی باب إیقاع الطلاق میں ہے: ”الطلاق علی ضربین: صریح و کنایہ، فالصریح قوله: أنت طالق و مطلقة و طلقتك، فهذا یقع به الطلاق الرجعی؛ لأن هذه الألفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیره، فكان صریحاً، وأنه یعقب الرجعة بالنص و لا یفتقر إلى النية؛ لأنه صریح فیہ لغلبة الاستعمال، اهـ“ (۳)۔

البتہ الفاظ کنایہ سے طلاق واقع ہونے کے لئے نیت یا دلالتِ حال کی ضرورت پیش آتی ہے: ”وأما الضرب الثانی وهو کنایات، لا یقع به الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال، الخ“۔ ہدایہ (۴)۔ اور الفاظ مذکورہ فی السؤال صریح ہیں محتاج نیت نہیں۔

-
- (۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲۳۵/۳، کتاب الطلاق، سعید)
 (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)
 (و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۴/۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیہ بیروت)
 (۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه و فیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)
 (و کذا فی تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۲۴۲/۳، ۲۴۳، کتاب الطلاق، سعید)
 (و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۵۵/۳، الفصل الثالث فی بیان من یقع طلاقه الخ، إدارة القرآن کراچی)
 (۳) (الہدایہ: ۳۵۹/۲، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق، مکتبہ شرکت علمیہ)
 (و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۹/۳، باب الطلاق، دار الکتب العلمیہ بیروت)
 (و کذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)
 (۴) (الہدایہ: ۳۷۳/۲، فصل فی طلاق غیر المدخول بہا، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان) =

عبارت نمبر ۲ غیر مدخولہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قبل الدخول طلاق دے اور ایک لفظ سے تین طلاق دے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔ اور ایک لفظ سے تین طلاق نہ دے بلکہ تین لفظ سے تین طلاق دے تو وہ چونکہ پہلی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے اور آئندہ طلاق کا محل نہیں رہتی اس لئے دوسری اور تیسری طلاق بیکار جاتی ہے اور مدخولہ کے اوپر تینوں طلاقیں صریح الفاظ میں واقع ہو سکتی ہیں، فصل فی الطلاق قبل الدخول میں ہے:

”وإذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقعن عليها فإن فرق الطلاق، بانت بالأولى ولم تقع الثانية والثالثة، وذلك مثل أن يقول: أنت طالق طالق طالق؛ لأن كل واحد إيقاع عليحدة، الخ“۔ ہدایہ (۱)۔

صورتِ مسئلہ میں عورت مدخولہ ہے، لہذا اقضاء تینوں طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہو گئی: ”وإذا قال لامرأته: أنت طالق، و طالق، و طالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً، وإن كانت غير مدخولة، طلقت واحدة“ متى كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغير حرف الواو يتعدد الطلاق“۔ عالمگیری (۲)۔

عبارت نمبر ۳ طلاقِ بائنہ کا حکم ہے اور صریح الفاظ سے طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے اور ایک

= (و كذا في الدر المختار: ۲۹۶/۳، ۲۹۷، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في تبين الحقائق: ۷۵/۳، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الهداية: ۳۷۱/۲، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق، فصل في الطلاق قبل الدخول، مكتبه شركت علميه ملتان)

(و كذا في بدائع الصنائع: ۲۹۸/۳، كتاب الطلاق، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في الدر المختار: ۲۸۴/۳، ۲۸۶، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۵/۱، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۳/۳، قبيل باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۸۹/۳، كتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

صریح کے بعد دوسری اور تیسری واقع ہو سکتی ہے جیسا کہ صورتِ مسئلہ میں ہے اور بائنہ کے بعد بائنہ واقع نہیں ہو سکتی۔ ”الصریح يلحق الصریح، والائین يلحق الصریح لا البائن“ تنویر (۱)۔ جب کہ تینوں طلاقیں صریح ہیں اور تینوں واقع ہو گئیں، اب بلا مبالغہ کے کسی طرح نکاح درست نہیں۔

۲..... ماں ان دونوں کی پرورش کرے گی اور باپ نفقہ دے گا: ”إذا وقعت الفرقة بين الزوجين، فالأم أحق بالولد، والنفقة على الأب“۔ ہدایہ (۲)۔ اگر ان کے پاس مال ہے تو نفقہ اس کے مال میں سے دیا جائے گا: ”إنما تجب النفقة على الأب إذا لم يكن للصغير مال، أما إذا كان. فالأصل أن نفقة الإنسان في مال نفسه صغيراً كان أو كبيراً“۔ ہدایہ (۳)۔

۳..... حلالہ کے بعد کر سکتی ہے جس کی صورت جواب نمبر: ۱ میں لکھ دی گئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۴/۵۴ھ۔
صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/صفر/۵۴ھ۔

جوابات صحیح ہیں اور جو عبارات سوال میں نقل کی گئی ہیں وہ محض ترجمہ ہیں اور اس کے بھی صفحہ کا حوالہ نہیں دیا، اس لئے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ سعید احمد غفرلہ۔

(۱) (الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۳۱، کتاب الطلاق، باب الکنايات، رشیدیہ)

(۲) (الهدایہ: ۲/۴۳۴، باب حضانه الولد و من أحق به، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۹۱، ۳۲۵، باب الحضانه، باب النفقة، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۲۴۱، ۲۴۷، فصل نفقة الأولاد و فصل فی الحضانه، مکتبہ

حقانیہ پشاور)

(۳) (الهدایہ: ۲/۴۴۵، باب النفقات، مکتبہ شرکتہ علمیہ، ملتان)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق: ۳/۳۲۵، باب النفقة، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۶۲، الفصل الرابع فی نفقة الأولاد، رشیدیہ)

غصہ میں تین طلاق

سوال [۶۱۲۶]: ایک شخص اپنی ساس سے لڑا، لڑائی کے درمیان اپنی بیوی بے قصور کو تین چار دفعہ طلاق کہدی، طلاق غصہ کی حالت میں کہی، بعدہ نادم ہوا۔ حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟ ایک عالم اہل حدیث نے عدم حرمت کا فتویٰ دیدیا ہے، مدلل تحریر فرماویں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے جائز نہیں، یہ مسئلہ قرآن کریم، حدیث سے ثابت ہے، جمہور صحابہ و تابعین کا مذہب بھی یہی ہے (بجز ایک دو کے): ”والبدعی ثلاث متفرقة، اھ۔“ در مختار (۱)۔

”وذهب جمہور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث وقول بعض الحنابلة: توفي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن مائة ألف عين رآته، فهل صح لكم منهم أو عن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث؟ باطل، أما أولاً فإجماعهم ظاهر؛ لأنه لم ينقل عن أحد منهم أنه خالف عمر رضي الله تعالى عنه حين أمضى الثلاث، ولا يلزم في نقل الحكم الإجماعي عن مائة ألف تسمية كل في مجلد كبير، لحكم واحد على أنه إجماع سكوتي. وأما ثانياً، فالعبرة في نقل الإجماع نقل ما عن المجتهدين، الخ“ (۲)۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف کئے گئے ہیں، روایات کی تفصیل مطلوب ہو تو ”زیلعی، فتح

(۱) (الدر المختار: ۲۳۲/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۹/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۴۶/۳، الفصل الأول فی أنواع الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۱۶۰/۲، کتاب الطلاق، حقانیہ پشاور)

(۲) (رد المحتار: ۲۳۳/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق الدور، سعید)

القدير، إعلاء السنن، الأزهار المربوعة“ کا مطالعہ کیجئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۶/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/جمادی الثانیہ/۶۶ھ۔

تین طلاق بلا نیت

سوال [۶۱۲۷]: زید نے اپنی بیوی کو غصہ میں کسی بات پر یہ الفاظ کہے: ”آپ نے میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی، میں تم کو طلاق دیتا ہوں اور آئندہ بھی دو ایک ماہ جو تکلیف ہوگی، اس کو تم گوارہ نہیں کر سکتی،

(۱) ”قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: أخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً، فقام غضبان، ثم قال: ”أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم“..... وقال ابن عباس لرجل طلق امرأته ثلاثاً: ”يطلق أحدكم، ثم يركب الحموقة، ثم يقول: يا ابن عباس! قال الله: ﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجاً﴾..... وإنك لم تتق الله، فلم أجعلك مخرجاً، عصيت ربك، وبانت منك امرأتك“۔ (تبیین الحقائق، للزيلعي: ۲۵/۳، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

”عن جعفر ابن يرقان عن معاوية بن أبي يحيى قال: جاء رجل إلى عثمان بن عفان، فقال: طلقت امرأتی ألفاً، فقال: ”بانت منك بثلاث“۔ وروی وکیع عن الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت قال: جاء رجل إلى علي ابن أبي طالب فقال: إني طلقت امرأتی ألفاً، فقال: ”بانت منك بثلاث، واقسم سائرهن بين نسائك“۔ عن طارق بن عبد الرحمن سمعت قيس بن أبي عاصم قال: سألت رجل المغيرة -وأنا شاهد- عن رجل طلق امرأته مائة فقال: ”ثلاثة تحرم، وسبع وتسعون فضل“۔ (إعلاء السنن: ۱۶۲/۱۱، ۱۶۳، وقوع الطلقات الثلاث جملة، إدارة القرآن کراچی)

”وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث، ومن الأدلة في ذلك ما في مصنف ابن أبي شيبة والدارقطني في حديث ابن عمر -رضي الله تعالى عنهما- المتقدم: ”قلت: يا رسول الله! أرأيت لو طلقتها ثلاثاً؟ فقال: ”إذا قد عصيت ربك، وبانت منك امرأتك“..... وفي المؤطا أيضاً: بلغه أن رجلاً جاء إلى ابن مسعود رضي الله تعالى عنه فقال: إني طلقت امرأتی ثمانی تطليقات، فقال: ”ما قيل لك“؟ فقال: قيل لي: بانت منك، قال: ”صدقوا، هو مثل ما يقولون“۔ وظاهره الإجماع على هذا الجواب“۔ (فتح القدير: ۴۶۹/۳، باب طلاق السنة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

میں نے تم کو طلاق دی، آزاد کیا۔“ زید کہتا ہے: میری نیت دو طلاقوں کی نہ تھی اور نہ بیوی سے میری کوئی ناراضگی تھی۔ مہربانی فرما کر اس کا جواب حوالہ جات حدیث و فقہ سے صاف صاف دیجئے گا، اس صورت میں دو طلاقیں ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں زید نے تین الفاظ زبان سے ادا کئے ہیں: اول: ”میں تم کو طلاق دیتا ہوں“ یہ صیغہ حال ہے اور صیغہ حال سے طلاق واقع ہو جاتی ہے ”قالت لزوجها: ”من باتونمی باشم“، فقال الزوج: ”مباش“ فقالت: ”طلاق بدست تو است، مرا طلاق کن“ فقال الزوج: ”طلاق میکنم، طلاق میکنم“ وكرر ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: ”کنم“؛ لأنه استقبال، فلم یکن تحقیقاً بالتشکیک. وفي المحيط لو قال بالعربية: أطلق، لا یكون طلاقاً، إلا اذا غلب استعماله للحال، فیکون طلاقاً، اهـ“. عالمگیری (۱)۔ لہذا اس لفظ سے ایک طلاق صریح واقع ہوگی۔

دوسرا لفظ ہے: ”میں نے تم کو طلاق دی“ یہ صریح لفظ ہے، اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی: ”صریحہ مالم یستعمل إلا فیہ: کطلقتک، وأنت طالق، ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية، وإن نوى خلافها، أو لم ينو شيئاً، اهـ“. تنویر (۲)۔

تیسرا لفظ ہے: ”آزاد کیا“ ہمارے عرف میں یہ لفظ بمنزلہ صریح طلاق کے ہے، جو صریح لفظ طلاق کا حکم ہے وہی اس کا ہے، لہذا ایک طلاق اس سے واقع ہوگئی (۳)۔ صریح اور بمنزلہ صریح میں نیت کی حاجت نہیں

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۸۴/۱، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۲۸/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب سن بوش يقع به الرجعی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق ۴/۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار: ۳/۲۴۷-۲۵۰، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۳۹، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۱۶۴، کتاب الطلاق، فصل فی صریح الطلاق، حقانیہ پشاور)

(۳) ”سرحتک وهو ”رها کردم“؛ لأنه صار صریحاً فی العرف علی ما صرح به نجم الزاهدی

الخوارزمی فی شرح القدوری فإن سرحتک کنایة، لكنه فی عرف الفرس غلب استعماله فی =

بغیر نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہذا صورت مسئلہ میں طلاق مغلطہ واقع ہو گئی، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں (۱)۔ زید کا یہ قول کہ میری نیت دو طلاقوں کی نہ تھی معتبر نہ ہوگا، اگر بلا نیت بھی یہ الفاظ کہے ہیں تب بھی طلاق مغلطہ ہو گئی۔ اگر پہلے لفظ کی تاکید کے لئے دوسرا اور تیسرا لفظ کہا ہے مستقل طلاق کے لئے نہیں کہا ہے تب بھی قضاء معتبر نہیں، طلاق مغلطہ ہی ہوئی، لیکن دیانۃً یہ نیت معتبر ہے:

”کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دُيِّن: أى وقع الكل قضاءً. وكذا إذا أطلق، - أشباه -: أى بأن لم ينو استئنافاً ولا تأكيداً؛ لأن الأصل عدم التأكيد“. در مختار و شامی (۲)۔

کسی دوسری جگہ کے عرف کے لحاظ سے اگر اخیر کے لفظ کو بمنزلہ صریح نہ قرار دیا جائے بلکہ کنایہ ہی مانا جائے تب بھی چوں کہ دو طلاق صریح لفظ سے دے چکا ہے اس لئے اس تیسرے لفظ کو بھی طلاق ہی پر حمل کیا جائے گا اور عدم نیت طلاق کا قضاء اعتبار نہ ہوگا:

”ولو قال فى حال مذاكرة الطلاق: باينتك، أو أبنتك، أو أبنت منك، أو لا سلطان لى عليك، أو سرحتك، أو وهبتك لنفسك، أو خلعت سبيلك، أو أنت سائبة، أو أنت حرة، أو أنت = الصريح، فإذا قال: ”رها كردم“: أى سرحتك يقع به الرجعى مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذلك إلا لأنه غلب فى عرف الفرس استعماله فى الطلاق“۔ (رد المحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و کذا فى الفتاوى العالمکیریة: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السابع فى الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)
(۱) ”وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلی هو زوال الملك وزوال حل المحلیة أيضاً، حتى لا يجوز له نکاحها قبل التزوج بزواج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنکح زوجاً غیره﴾، سواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملة واحدة“۔ (بدائع الصنائع: ۳/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فى حکم الطلاق البائن، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، قبیل باب الكنايات، سعيد)

(و کذا فى الفتاوى العالمکیریة: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فى الفتاوى التاتاریخانیة: ۳/۲۸۹، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

أعلم بشأنك، فقالت: اخترت نفسي، يقع الطلاق. وإن قال: لم أنو الطلاق، لا يصدق قضاء، اهـ. عالم گیری: ۲/۳۴۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ربیع الآخر/۵۸ھ۔

مطلق طلاق دے کر تین طلاق کا اقرار، مع فتویٰ امارت شرعیہ بہار

سوال [۶۱۲۸]: زید نے اپنی بیوی زبیدہ سے کہا کہ ”میں نے تجھے طلاق دیا“، ساتھ ہی دل میں یہ خیال بھی تھا کہ اب اس کو قطعی نہ رکھوں گا، بروقت زید کے دوست پہونچے، انہوں نے صورت حال دریافت کی تو چونکہ زید کی نیت اس کو نہ رکھنے کی تھی، اس لئے اس نے کہا کہ ”میں نے اس کو تین طلاق دیدی ہے، اب اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے“۔ زید نے اپنی بیوی زبیدہ سے ایک ہی دفعہ زبان سے یہ کہا تھا کہ ”میں نے تجھے طلاق دیا“، یہ نہیں کہا تھا کہ ”میں نے تجھے تین طلاق دیا“، یا ”طلاق دیا، دیا، دیا“۔ ایسی صورت میں کون سی طلاق ہوئی؟ کیا بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح درست ہے؟ صورت مسئلہ کا امارت شرعیہ بہار نے یہ جواب دیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: (من جانب امارت شرعیہ بہار)

صورت مسئلہ میں اگر واقعی زید نے اپنی بیوی کو ایک ہی طلاق دی تھی اور تین کا اقرار اس نے جھوٹا کر لیا ہے تو دیانۃً اس کی بیوی پر ایک ہی طلاق واقع ہوئی، اس کو حق ہے کہ طلاق کے بعد زبیدہ کو تین ماہ واری پورا ہونے سے پہلے رجعت کر لے اور اگر عدت گزر جائے تو زبیدہ کی رضامندی سے نکاح جدید جائز ہے۔ درمختار میں ہے: ”ویقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها“۔ درمختار مع شامی (۲)۔ ”ولو أقر

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۱۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۸، ۲۵۰، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

الطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً، لا ديانةً“۔ شامی (۱)۔

الجواب حامداً ومصلحاً: (من جانب دارالعلوم دیوبند)

زید کا پہلا لفظ اپنی بیوی کے حق میں صریح ہے جس کا ثمرہ طلاقِ رجعی ہے اگرچہ اس نے رجعی کے خلاف کی نیت کی ہو، کما فی الدر المختار: ”صريحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك، وأنت طالق، ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها. وأنت طالق ومطلقة، ويقع بها واحدة رجعية وإن نوى خلافها من البائن أو أكثر أو لم ينو شيئاً، الخ“ (۲)۔

پھر اس کے بعد دوست کے دریافت کرنے پر جب یہ کہا کہ ”میں نے تین طلاقیں دیدی ہیں، اب اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں“، اس سے اگر پہلی دی ہوئی طلاق کی خبر دینا مقصود تھا، اور اپنے ذہن میں یہی سمجھتا تھا کہ نیت کی وجہ سے تین طلاقیں ہو گئیں گو کہ تین طلاق کا لفظ نہ کہا ہو اور اس کا یہ سمجھنا کسی مفتی کے فتویٰ کی وجہ سے نہیں تھا جس کو دلیل کی طرف منسوب کیا جاسکے تو اس کو جھوٹا اقرار نہیں کیا جائے، بلکہ اس کی وجہ سے طلاقِ مغلط ہو جائے گی (۳)۔ اگر کسی مفتی کے غلط فتوے کی وجہ سے اس کو تین طلاق سمجھ کر اقرار کرتا تو اس اقرار کی وجہ سے دینائے تین طلاق کا حکم نہ دیا جاتا:

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”وفى الحاوى الزاهدی: ظن أنه وقع الثلاث على امرأته بإفتاء من لم يكن أهلاً للفتوى وكلف الحاكم كتابتها في الصك، فكتب، ثم استفتى ممن هو أهل للفتوى، فأتى بأنه لا تقع والتطليقات الثلاث مكتوبة في الصك بالظن، فله أن يعود إليها

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۳۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعقاق، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۷-۲۵۰، کتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۳/۳۹، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في فتح القدير: ۳/۳، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) ”سئل كم طلقها؟ فقال: ثلاثاً، ثم زعم أنه كان كاذباً، لا يصدق في القضاء“۔ (الفتاوى

العالمكيرية: ۱/۳۵۹، کتاب الطلاق، الباب الثاني، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدیه)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۸، کتاب الطلاق، تكرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن كراچی)

دیانۃً، ولكن لا يصدق في الحكم، الخ“۔ شامی نعمانی: ۲/۴۲۵ (۱)۔

فقہاء کا ضابطہ ہے کہ جس کلام کو ماضی میں انشاء قرار نہ دیا جاسکے اس کو حال میں انشاء قرار دیدیا جائے:

”کذا أنت طالق قبل أن أتزوجك أو أمس وقد نكحها اليوم، ولو نكحها قبل أمس، وقع الآن؛ لأن الإنشاء في الماضي إنشاء في الحال، الخ“۔ درمختار۔ ”لأنه ما أسنده إلى حالة منافية، ولا يمكن تصحيحه إخباراً بالكذب وعدم قدرته على الإسناد، فكان إنشاء في الحال، الخ“۔ شامی (۲)۔

لہذا اگر تین طلاق کو ماضی میں درست نہیں کیا جاسکتا تو اس لئے کہ اس نے ایک طلاق دی (اور اس کو تین تصور کیا تھا) تو اس کو فی الحال تین طلاق قرار دینے میں تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر اس تین طلاق کو کلام سابق کی حکایت نہ کہا جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ اس نے اب تین طلاق دیدی ہے تو پھر بات بالکل ہی صاف ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۲، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴/۱۷۸، کتاب الطلاق، الأول فی صریح الطلاق، نوع آخر فی الفاظہ، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۵۱، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار علی الدر المختار: ۳/۲۶۶، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی إضافة الطلاق إلى الزمان، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۵۶، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی فتح القدیر: ۴/۳۰، باب إيقاع الطلاق، فصل فی إضافة الطلاق إلى الزمان، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۳) ”کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دین“۔ (الدر المختار: ۳/۲۹۳، باب طلاق

غير المدخول بها، سعید)

طلاق مغلطہ

سوال [۶۱۲۹]: ما قولکم رحمکم اللہ وکثر جمعکم: اس صورت میں کہ مثلاً زید کی موجودگی میں اس کی عورت اور اس کی ماں کا کسی خانگی معاملہ میں تنازع ہوا اور زید کے منع کرنے سے وہ تکرار سے باز نہ آئیں، زید اس موقع سے چلا گیا اور اپنے باپ کو جا کر واقعہ حال سے اطلاع دی اور اپنی ماں کی طرف سے زیادتی اور قصور مند ہونا بیان کیا تو اس پر اس کے باپ کو غصہ اور طیش بڑھا، عدم موجودگی اپنی عورت کے، کہا: ”میڈی اس کو طلاق، میڈی اس کو طلاق، طلاق ہے۔“ الفاظ ہندیہ کا ترجمہ یہ ہے: ”میری اس کو طلاق، میری اس کو طلاق۔“

اب علمائے کرام و فضلاء عظام سے قابل دریافت یہ امر ہے کہ عورت پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ بشرط وقوع طلاق دو واقع ہوں گی یا نہ؟ بینوا بالکتاب و توجروا عند الوہاب۔

المستفتی: غلام محمد، ساکن ریاست بہاولپور، حال مقیم میانوالی۔

المرسل: مولوی محمد کاملپوری من طلبہ المدرستہ العربیۃ المسماۃ بمظاہر علوم الواقعۃ فی بلدۃ سہارنپور،

المدرس بالمدرستہ العربیۃ الواقعۃ فی جامع المسجد میانوالی، ضلع ملتان، پنجاب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں قضاء تین طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہوگئی: ”کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دین“۔ در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/جمادی الثانیہ/۵۷ھ۔

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۵/۱، کتاب الطلاق، الباب الثانی، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۲۸۶/۳، کتاب الطلاق، تکرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(۱) (الدر المختار: ۲۹۳/۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۵/۱، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۲۸۶/۳، تکرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

بیوی کو تین طلاق دے کر سالی کو رکھنا

سوال [۶۱۳۰]: ایک شخص نے اپنی عورت کو بارہا دفعہ کہا کہ ”تو ابھی چلی جا جہاں تیری مرضی ہو، میں نے تم کو چھوڑ دیا اور میں تجھ کو نہیں رکھتا“، اور اپنی سالی کو گھر رکھا اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کی۔ اس شخص کی عورت کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اگر عدت ختم ہونے پر سالی سے نکاح کیا ہے، نیز اور بھی کوئی چیز نکاح سے مانع نہیں تو نکاح درست ہے۔ اگر مطلقہ کی عدت کے اندر سالی سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح ناجائز ہے (۲)، مطلقہ کی عدت ختم ہونے پر (اس سالی) سے دوبارہ نکاح کرنا چاہئے۔ اور اگر بغیر نکاح کے رکھا ہے تو زنا ہے جو قطعاً حرام ہے، اس کو علیحدہ کرنا لازم ہے۔ مطلقہ کا حکم یہ ہے کہ عدت گزار کر اس کو نکاح کرنا دوسری جگہ درست ہے، لیکن طلاق دینے والے شخص سے بغیر حلالہ درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۰/۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/شوال/۵۷ھ۔

(۱) ”وأما الضرب الثاني: وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال الحقی بأهلك وهبتك لأهلك، سرحتك، فارقتك“۔ (الهدایة: ۳/۲، ۳۷۴، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مکتبہ شرکتہ علمیہ، ملتان)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲/۲۳۲، کتاب الطلاق، فصل فی الکناية فی الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۴، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(۲) (الهدایة: ۲/۳۰۹، ۳۱۰، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۷۹، کتاب النکاح، القسم الرابع المحرمات بالجمع، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۳۸، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، سعید)

(۳) (الهدایة: ۲/۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲/۴۱۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

الفاظ متعدده سے طلاق

سوال [۶۱۳۱]: ایک عورت نے اپنی ساس کو گالی دی اور اپنی ساس سے مار پیٹ کی، اس بات پر اس عورت کے خاوند نے خفا ہو کر عورت سے کہا کہ ”میں نے تم کو طلاق دی، تم میرے گھر سے نکل جاؤ“۔ اس پر عورت نے کہا کہ میں ہرگز گھر چھوڑ کر نہیں جاؤں گی، دیکھیں کون نکال سکتا ہے؟ مرد کو سخت غصہ آ رہا تھا، اس نے پھر دوبارہ کہا ”میں نے تم کو طلاق دے دیا، دے دیا، دے دیا“۔ پھر عورت نے کہا کہ تمہارے طلاق دینے سے کیا ہوتا ہے، میں ہرگز نہ جاؤں گی، مرد نے پھر اصرار کیا کہ میرے گھر سے اسی وقت نکل جا، عورت نے کہا اس وقت رات کو میں کہاں جاؤں، صبح چلی جاؤں گی۔

صبح ہونے پر لوگوں نے مرد سے صلح کروادی، عورت نے کھانا پکایا اور اپنی ساس اور خاوند کو کھلایا اور اب راضی خوشی سے اپنے گھر میں رہتی ہے اور گھر چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی اور مرد بھی اس سے راضی ہے، کیونکہ بحالت سخت غصہ یہ الفاظ منہ سے نکال دیئے تھے، بعد کو غصہ اتر جانے پر سخت افسوس کیا، کیونکہ مرد نے اپنی ماں کی طرف سے اپنی عورت پر غصہ کیا تھا، اور کوئی بات نہ تھی۔ ایسی حالت میں نکاح ٹوٹا یا نہیں؟

المستفتی: ظاہر خان، نائب مدرس مہنون، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈھ کر۔

اس سوال پر قاری صاحب نے تنقیح طلب کی تھی، تنقیح آنے پر اس کا جواب تحریر کیا گیا ہے، تنقیح کا

جواب یہ ہے:

سوال میں جو چار الفاظ ہیں ان کی توضیح حسب ذیل ہے:

۱۔ ”میں نے تم کو طلاق دیا“ صرف ایک طلاق کی نیت تھی۔

۲۔ ”تم میرے گھر سے جاؤ“ طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ یہ نیت تھی کہ جب تم کو طلاق مل چکی تو گھر سے

نکل جاؤ۔ دوسری مرتبہ عورت نے سوال کیا کہ تم نے طلاق دے دیا اور مرد نے سخت غصہ کی حالت میں کہا:

۳۔ ”طلاق دیدیا، دیدیا، دیدیا“، اس سے کچھ ارادہ تین طلاق کا دل میں ضرور آ گیا تھا۔

۴۔ ”میرے گھر سے اسی وقت نکل جا“ اس سے طلاق کی نیت نہیں تھی بلکہ مثل نمبر ۲ کے یہ نیت تھی کہ

جب تم کو طلاق مل چکی تو اب رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی وقت نکل جا۔

براہ کرم ونوازش اس کا مفصل جواب تحریر فرمائیے۔

طاہر خان: نائب مدرس مدرسہ مہنون، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۳۶ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں، اور وہ مغلطہ ہو گئی بشرطیکہ مدخول بہا ہو، اگر غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق سے بائنے ہو گئی:

”وفی أنت طالق، أو طلاق، أو طالق الطلاق، أو أنت طالق الطلاق، يقع واحدة رجعية، إن لم ينو شيئاً، أو نوى: یعنی بالمصدر؛ لأنه لو نوى بطالق واحدة، بالطلاق أخرى، وقعتا رجعتين لو مدخولاً بها، كقوله: أنت طالق، أنت طالق، زيلعي. واحدة أو ثنتين؛ لأنه صريح مصدر، لا يحتمل العدد، فإن نوى ثلاثاً، فثلاث؛ لأنه فرد حكمي، ولذا كان الثنتان في الأمة، وكذا في حرة تقدمها واحدة، جوهره. لكن جزم في البحر: أنه سهو بمنزلة الثلاث في الحرة، اهـ.“ در مختار۔ قال الشامي في (قوله: لو مدخولاً بها): ”وإلا بانت بالأول، فيلغو الثاني، (قوله: لأنه فرد حكمي)؛ لأن الثلاث كل الطلاق، فهي الفرد الكامل منه، فإرادتها لا تكون إرادة العدد“ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

”صاف طلاق“ سے تین طلاق مراد لینا

سوال [۶۱۳۲]: ہمارے یہاں ایک شخص نے اپنی بیوی کو بایں لفظ طلاق دی کہ ”تو صاف طلاق

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۵۱، ۲۵۲، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۵۵، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/ ۲۶۰، کتاب الطلاق، الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق،

إدارة القرآن کراچی)

ہے“ ہمارے یہاں کے عوام کے عرف میں ”صاف طلاق“ سے مراد اور مطلب تین طلاق ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر طلاق دینے والے سے بھی صاف طلاق کا مطلب پوچھا جائے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ صاف طلاق سے میرا مطلب تین طلاق ہے۔ بناءً علیہ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو لفظ ”صاف طلاق“ دیدے گا اور کوئی عدد بیان نہیں کرے گا تب بھی تین طلاق مغلطہ واقع ہو جائیگی، وہ دلیل دیتے ہیں کہ ”المعروف کا لمشروط“۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ فقط لفظ ”صاف طلاق“ سے طلاق مغلطہ واقع نہیں ہوگی، کیونکہ لفظ صریح نہیں، نیت، مراد، مطلب اور عرف کا اعتبار نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ تو ”صاف طلاق“ ہے، ہمارے محاورہ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ گول مول لفظ ہے جس میں طلاق کا مطلب بھی نکل سکتا ہے اور دوسرا مطلب بھی نکل سکتا ہے، بلکہ قطعی طور پر صرف طلاق کا مطلب ہے، اس لفظ سے تین طلاق مراد لینا یہاں کا محاورہ نہیں، جس علاقہ میں اس سے تین طلاق مراد ہوتی ہے وہاں کے علماء اہل فتویٰ سے رجوع کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۱۳۹۶ھ۔

زوجہ کو خطاب کئے بغیر تین طلاق کہنا

سوال [۶۱۳۳]: زید باہر سے اپنے مکان میں آیا اور اپنی زوجہ سے ہم کلام ہوا جس کا جواب اس کی زوجہ نے تلخ گوئی سے دیا، زید گھریں آ کر پلنگ پر لیٹ گیا اور اس کی زوجہ اسی طرح بدزبانی کرتی رہی۔ زید کی طلاق دینے کی نیت پہلے سے ہرگز نہ تھی، یکا یک زید کو اپنی زوجہ کی بدزبانی پر غصہ آ گیا وہ لیٹے سے بیٹھا ہو گیا اور اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ”تین طلاق، تین طلاق، تین طلاق“۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوگئی تو کس قسم کی؟ اور زید کی

زوجہ اس کے نکاح سے باہر ہوگئی یا نہیں؟

محمد اختر نہٹور، بجنور۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

صريح الفاظ سے طلاق واقع ہونے کے لئے نیت کی حاجت نہیں (۱)، بلا نیت ہی طلاق ہو جاتی ہے، البتہ زوجہ کی طرف خطاب، نام، اشارہ وغیرہ سے طلاق کی نسبت ضروری ہوتی ہے، پس ظاہر یہ ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے، گو صراحۃً اس کی طرف نسبت نہیں کی، لیکن زوجہ کی بد زبانی پر اور اس کی طرف متوجہ ہو کر تین طلاق دینا اس کا قرینہ ہے کہ اپنی زوجہ ہی کو طلاق دی ہے، لہذا اطلاق مغلطہ ہو گئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں۔ تاہم صراحۃً زوجہ کی طرف نسبت نہ ہونے کی وجہ سے اگر زید کہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کی نیت سے یہ الفاظ نہیں کہا تھا، نہ اس کو خطاب کیا بلکہ کسی اور کو طلاق دی ہے تو شرعاً قسم کے ساتھ

(۱) "إن الصريح لا يحتاج إلى النية، ولكن لا بد في وقوعه قضاءً وديانةً من قصد إضافة لفظ الطلاق إليها عالمًا بمعناه، ولم يصرفه إلى ما يحتمله، كما أفاده في الفتح". (رد المحتار: ۳/۲۵۰، کتاب الطلاق، مطلب: الصريح نوعان: رجعی وبائن، سعید)

"ولا يلزم كون الإضافة صريحةً في كلامه لما في البحر: لو قال: طالق، فقبل له: من عنت؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته، ويؤيده ما في البحر: لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلثاً، وقال: لم أعن امرأتی يصدق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها". (رد المحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصريح، سعید)

"رجل قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأةً ثلثاً، وقال: لم أعن به امرأتی، يصدق". (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۵، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) "وأما حكمه فوقوع الفرقة بانقضاء العدة في الرجعی وبدونه في البائن وزوال حل المناكحة متى تم ثلاثاً". (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ قال الجصاص رحمه الله تعالى: "منتظم لمعان: منها تحريمها على المطلق ثلاثاً حتى تنكح زوجاً غيره. وقول الله تعالى: ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾ غاية التحريم الموقع بالثلاث، فإذا وطئها الزوج الثاني، ارتفع ذلك التحريم الموقع، وبقي التحريم من جهة أنها تحت زوج كسائر الأجنبية، فمتى فارقها الثاني، وانقضت عدتها، حلت للأول". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۵۳۶، قديمی)

زید کا قول معتبر ہے، دل کا حال خدا جانتا ہے اور حقیقی معاملہ بھی اسی کے ساتھ ہے۔

یہ سوال واقعہ کی کچھ تفصیل کے ساتھ گذشتہ سال بھی آیا تھا، اس کا جواب جب ہی لکھ دیا گیا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۹/ صفر/ ۱۴۵۸ھ۔

تکرار طلاق بنیت تاکید

سوال [۶۱۳۲]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی اور پھر عدت کے اندر رجوع کر لیا، تقریباً آٹھ ماہ کے بعد پھر کسی وجہ سے دوسری طلاق دینا چاہی لیکن اس مرتبہ اس نے تین طلاق دیدی اور نیت بالکل یہی رکھی کہ ایک طلاق دیتا ہوں اور باقی طلاقیں اسی ایک طلاق کی مضبوطی اور تاکید کے لئے۔ تو یہ طلاق رجعی ہے یا بائن یا مغلظہ؟ اور زوج اول کی طرف رجعت کے لئے کیا صورت ممکن ہے؟ زوج اول سے بغیر نکاح کے رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں، یا عدت کے اندر رجوع کر کے رجوع کرنا پڑے گا؟ اور کیا زوج ثانی سے نکاح تو نہ کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کو صرف تین طلاق کا اختیار ہوتا ہے، پہلی طلاق دے کر رجعت کرنے کے بعد تین طلاق کا اختیار نہیں رہا تھا، صرف دو طلاق کا اختیار رہ گیا تھا، جب دوبارہ تین طلاق دیں تو ان میں سے دو واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی اور تیسری جو کہ دراصل چوتھی ہے بیکار گئی۔ اور شوہر کی یہ نیت کہ ایک طلاق دیتا ہوں، باقی طلاقیں اسی ایک طلاق کی مضبوطی کے لئے ہیں قضاء معتبر نہیں، البتہ دیانۃً اس کی نیت کا اعتبار ہوگا: ”کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأكيد دین: أى وقع الكل قضاءً، اھ۔“ در مختار و شامی: ۲/ ۷۱۲ (۱)۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/ ۳۵۵، ۳۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/ ۲۸۸، کتاب الطلاق، نوع فی تکرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة

القرآن کراچی)

جب قضاء مغلط ہوگئی تو اب نہ رجعت جائز ہے نہ نکاح جائز ہے، بلکہ عدت پوری ہونے پر کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شرع کے مطابق نکاح کرے اور پھر اگر وہ مرجائے یا طلاق دیدے تو زوج اول سے بعد عدت نکاح کر سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۶/۲۰/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۲۲/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/جمادی الثانیہ/۵۹ھ۔

لفظ ”طلاق، طلاق، طلاق“ کا حکم

سوال [۶۱۳۵]: ایک بیوہ کا عقد نکاح ان لوگوں نے۔ جو عرصہ دراز سے اس بیوہ کے کھلانے پلانے کے ذمہ دار تھے۔ ایک شخص کے ساتھ اس کے باپ یعنی مسماۃ بیوہ کے خسر کی بغیر رضامندی کر دیا تھا جس کو ہفتہ عشرہ گزر گیا۔ بیوہ کا خسر مذکور اسی روز سے ناخوش رہا اور اس کے لڑکے و دیگر لوگ اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے، اس پر باپ بیٹیوں میں جھگڑا ہوتا رہا۔ ایک روز لڑکے اپنے باپ کو راضی کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ مسماۃ بیوہ کا شوہر بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے اپنی زوجہ کے خسر کو رنجیدہ دیکھ کر اس کو دھمکانے کے خیال سے یوں کہا کہ ”اگر تم راضی نہیں ہوتے تو میں قصہ ہی ختم کئے دیتا ہوں اور لفظ ”طلاق، طلاق، طلاق“ تین بار کہا، پھر فوراً پشیمان ہوا، اس لئے کہ میری زوجہ مجھ سے خوش تھی اور میں بھی خوش تھا، لیکن غصہ میں غلطی سے کہہ دیا۔

۲..... اب گزارش ہے کہ صورت مذکورہ میں نکاح و باہمی تعلق زوجین باقی رہا یا نہیں اور کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے جس سے عقد نکاح قائم رہے؟ اور مذکورہ بالا الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوئی اور نکاح ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو کس صورت سے؟ اب اس کا خسر بھی راضی ہو گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں شرعاً طلاق مغلطہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مسماۃ مذکورہ عدت گزار کر باقاعدہ نکاح کرے اور وہ شخص صحبت کرے، پھر بقضائے الہی مرجائے یا طلاق دیدے تو پھر بعد عدت دوبارہ نکاح درست ہوگا، اس سے پہلے درست نہیں:

”وإن كرر لفظ الطلاق، وقع الكل“. در مختار: ۲/۷۱۰ (۱)۔ ”وینکح مبانته بما دون الثلث فی العدة، وبعدها بالإجماع، لا مطلقة بها: أى بالثلاث حتى يطأها غیره بنکاح نافذ وتمضى عدته“. تنویر، در مختار: ۲/۸۲۹ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۶۱ھ۔

اگر تنہائی ہو چکی تھی، تو حسب تصریح مفتی صاحب طلاقِ مغلظہ واقع ہوگی اور حلالہ ضروری ہوگا، اگر تنہائی نہیں ہوئی تھی تو پھر طلاقِ مغلظہ ان الفاظ سے نہیں ہوتی، حلالہ کی ضرورت نہیں، دوبارہ نکاح کرنا کافی ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، ۲۶/جمادی الثانیہ/۶۱ھ۔

تین لفظوں سے تین طلاق

سوال [۶۱۳۶]: زید نے اپنی بیوی کو پہلے ایک طلاقِ بائن دے کر تھوڑی دیر کے بعد کہا ”میری

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۵، کتاب الطلاق، الباب الثانی، الفصل الأول فی صریح الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۵۴، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی صریح الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (تنویر مع الدر المختار: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر: ۳/۱۷۶، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۷۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”طلق غیر المدخولة ثلاثاً، وقعن، وإن فرق، بانت بواحدة: أى إن فرق الطلاق بانت بطلقة

واحدة“. (تبیین الحقائق: ۳/۷۱، کتاب الطلاق، طلاق قبل الدخول، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/۲۹۸، کتاب الطلاق، فصل فیما یرجع إلی المرأة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۲/۱۷۱، کتاب الطلاق، فصل حکم من طلق امرأته قبل الدخول

ثلاثاً، حقانیہ پشاور)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۳، کتاب الطلاق، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، رشیدیہ)

فلانی بیوی کو ایک دو تین طلاق دیا، بائن طلاق کیا؟ کیا اب وہ بغیر تحلیل عورت مذکورہ کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا طلاق واقع ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عورت مدخولہ ہے تو صورت مسئلہ میں طلاق مغلطہ واقع ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے:

”الصريح يلحق الصريح والبائن، والبائن يلحق الصريح. الصريح ما لا يحتاج إلى نية، بائناً كان الواقع به أو رجعيّاً، اھـ“۔ در مختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

”طلاق دیا، دیا، دیا“ سے کونسی طلاق واقع ہوگئی؟

سوال [۶۱۳۷]: زید نے غصہ میں کہا کہ ”میرے سالے سے کہہ دینا کہ اپنی بہن کو رکھے، میں نے طلاق دیا، دیا، دیا“۔ اس کے بعد زید دوسرے مکان میں گیا، وہاں بھی عورتوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ ”ہاں میں نے طلاق دیدیا“۔ تو اس صورت میں کون سی طلاق ہوگی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں طلاق مغلطہ واقع ہوگئی (۲)، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا جائز نہیں (۳)، ہاں! اگر

- (۱) (الدرا المختار: ۳/۶۰۳، باب الکنايات، کتاب الطلاق، مطلب الصريح يلحق الصريح والبائن، سعيد)
- (و کذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)
- (و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)
- (۲) ”إذا قال لا مرأته: أنت طالق وطالق وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولاً، طلقت ثلاثاً“۔
- (الفتاویٰ العالمکیریۃ ۱/۳۵۵، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصريح، رشیدیہ)
- (و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۳/۲۸۶، کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإيقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلية أيضاً، حتى لا يجوز له نكاحها قبل التزوج بزواج. آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح =

زید یہ کہے کہ میں نے طلاق دیا کے بعد جو دوسری اور تیسری مرتبہ لفظ ”دیا، دیا“ کہا ہے اس سے محض خبر یا تاکید مقصود ہے تو زید کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور ایک طلاق رجعی کا حکم لگایا جائیگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۸۷ھ۔

”طلاق دیدی، دیدی، دیدی“ کا حکم، دیوبند وغیرہ کے فتاویٰ

سوال [۶۱۳۸]: زید نے اپنی زوجہ کو حسب ذیل کلمات کہے: ”میں نے طلاق دیا، دیا، دیا“۔

ان کلمات سے کتنی طلاقیں اور کس نوع کی طلاق ہوئی؟

۲..... زید کی زوجہ نے کہا کہ مجھے فارغی دیدو، زید نے کہا کہ: ”اچھا، نہیں مانتی، طلاق دیدی، دیدی،

دیدی“۔ اب دریافت یہ ہے کہ کتنی طلاقیں ہوئیں؟

ضروری عرض: جواب میں جن مآخذ سے اخذ کیا جاوے ان سے بھی مطلع فرمایا جاوے تاکہ بوقت

ضرورت اصل کی طرف رجوع کیا جاسکے۔ جواب سے جلد سرفراز فرمایا جاوے۔

= زوجاً غیرہ ﴿وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملةً واحدة﴾. (بدائع الصنائع: ۴/۳۰۳، کتاب الطلاق،

فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۱) ”رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولی الطلاق وبالثانية والثالثة

إفها مها، صدق دیانة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۶، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۲۸۸، کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإيقاع العدد،

الخ، إدارة القرآن کراچی)

”وفی کل موضع یصدق الزوج علی نفی النیة یصدق مع الیمین“۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ:

۳/۳۲۵، کتاب الطلاق، نوع آخر فی بیان حکم الکنایات، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی فتح القدر: ۴/۷۳، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس صورت میں تین طلاق کا حکم دیا، تتمہ امداد الفتاویٰ (۱)۔ لفظ ”طلاق“ اگرچہ ایک مرتبہ مذکور ہے لیکن اس کے ساتھ جو لفظ ”دیا“ تین مرتبہ مذکور ہے وہ متعدی ہے جو مفعول کو چاہتا ہے، جس طرح فاعل کو ہر فعل کے ساتھ ماننا ضروری ہے مفعول کو بھی اس صورت میں ماننا ضروری ہے، کسی فقہ کی کتاب میں اس کے خلاف نہیں دیکھا، ایسی حالت میں تتمہ امداد الفتاویٰ پر قناعت اور اعتماد کافی ہے۔

۲..... یہ بھی نمبر: ۱ کی طرح ہے، اگر صرف فارغ خطی کا لفظ کلام زوج میں ہوتا ہے تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے، ہکذا فی عزیز الفتاویٰ: ۷/ ۱۴۴ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۱۷/ ۸/ ۶۷ھ۔

جواب منجانب فرنگی محل لکھنؤ عبد القادر صاحب۔

هوالمصوب: عالمگیری میں ہے: ”زن را گفتم: ترا طلاق دادم، مردمان ملامت کردند، گفتم: دیگر دادم، نہ گفتم: ویرا، ونہ گفتم: طلاق، قال: ”يقع إذا كان في العدة“ (۳)۔

اور اسی کتاب میں ہے:

”ولو قالت: ”مر اطلاق کن، مرا طلاق کن، مرا طلاق کن“ فقال: ”کردم، کردم،

(۱) حکیم الامت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ”یہ زبان سے کہا ہے کہ ”میں نے طلاق دے دی، دے دی، دے دی، کرو میرا کیا کرتی ہو، الخ“ دیکھا جائے کہ اس کا کیا مطلب تھا کہ گواہ تک نہ دی تھی، مگر اب دے دی تب تو تین طلاق واقع ہوگئی بدون حلالہ تجدید نکاح درست نہیں“۔ (امداد الفتاویٰ، کتاب الطلاق، عنوان: ”طلاق دیدی، دیدی، دیدی، کرو میرا کیا کرتی ہو“ کا حکم، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) قال الشيخ عزيز الرحمن: ”وه فارغ خطي صحيح هو كذا في طلاق بائن اس کی زوجہ پر واقع ہوگئی“۔ (عزیز الفتاویٰ: ۱/ ۲۹۲، کتاب الطلاق، فصل فی الرجعة، دارالإشاعت کراچی)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی وقوع الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة: ۱/ ۳۸۴، رشیدیہ)

کردم۔“ تطلق ثلاثاً، وهو لأصح (۱)۔ ”ولو قالت: ”مرا طلاق دہ، مرا طلاق دہ، مرا طلاق دہ“ فقال: ”دادم، يقع واحدة“ (۲)۔

پس صورتِ مسئلہ میں جبکہ شوہر نے اپنی زوجہ کے طلاق مانگنے پر تین مرتبہ کہا کہ طلاق دیدی تو طلاقِ مغلظہ ہو جائیگی، اسی طرح اگر اس نے زوجہ سے از خود یہ کہا کہ طلاق دی، دی، دی، تو اس سے طلاقِ مغلظہ ہو جائیگی۔ واللہ اعلم۔

مہر عبدالقادر

نقل جواب از مولانا اعزاز علی صاحب، مفتی مدرسہ دالعلوم دیوبند:

تحریر جواب کے وقت تہتمہ ثانیہ امداد الفتاویٰ بھی میرے سامنے تھا، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ سمجھ کر عرض کیا ہے، لفافہ ہوتا تو مفصل عرض کرتا ظاہر ہے کہ ”دیدی“ میں دینے کو بار بار کہہ رہا ہے، طلاق کا اعادہ نہیں کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایقاع کی تاکید کر رہا ہے، نہ کہ واقع (طلاق) کی تکرار، پس اس صورت میں چند طلاقیں کیونکر واقع ہوں گی؟

رہی یہ بات کہ دیدینا فعل متعدی ہے اس کا مفعول محذوف نکالنا ہے تو فقہ اور اصول فقہ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ”إن أكلت“ اور ”إن أكلت طعاماً“ کے احکام میں فرق ہے، حالانکہ ”أكلت“ متعدی اور اس کا مفعول بہ ”طعاماً“ ہی ہو سکتا ہے، اسی طرح ”أنت طالق“ اور ”أنت طالق طلاقاً“ میں فرق ہے، پس محذوف کو ملفوظ پر قیاس کرنا دشوار ہے، ہاں! اگر اصحابِ فتویٰ کی کوئی روایت اس میں ہو تو بلا کسی تاخیر کے عرض کر دوں گا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، مگر تتبع کے باوجود مجھ کو اس بارہ میں روایت نہیں ملی۔

اعزاز علی عفی عنہ، ۳/ شعبان/ ۱۴۰۷ھ، مسعود احمد عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ: ۳۸۳/۱، ۳۸۴، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی وقوع الطلاق، الفصل

السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمیہ: ۳۸۳/۱، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی وقوع الطلاق، الفصل السابع فی

الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)

استفتاء مع جواب مرسل

مخدوم و حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی!

السلام علیکم!

صورتِ مسئلہ بالا میں مولانا اعزاز علی صاحب نے رجعی طلاق کا حکم دیا ہے، ان پورے فتوؤں کی نقلوں سے آگاہ کر کے آخری رائے معلوم کی تھی، جو جواب آیا اس کی نقل مرسل ہے، اس ناکارہ کو بھی تین طلاق کی وقوع میں تردد ہے، بظاہر ایقاع کی تائید مفہوم ہوتی ہے، اس سلسلہ میں اگر مناسب ہو تو مولانا اعزاز علی صاحب سے خط و کتابت کر کے آخری رائے سے مطلع فرمائیں، یا اگر اختلاف ہو تو احقر کو مطلع فرمائیں۔ جس شخص کا یہ معاملہ ہے، اس کو کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

ابرار الحق ہردوئی، ۳/ رمضان المبارک/ ۶۷ھ، مطابق ۱۱/ جولائی/ ۱۳۸۷ء۔

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج آپ کا دوسرا الفافہ ملا جس میں دیوبند کے جواب کی نقل بھی ہے اور دیوبند سے خط و کتابت کر کے آخری رائے دریافت کی گئی ہے، یہ تو ظاہر ہے کہ کتب متداولہ مقدمہ معتبرہ کی نقل نہ یہاں کے فتویٰ میں ہے نہ دیوبند کے، اسی بناء پر یہاں کے فتویٰ میں تتمہ امداد الفتاویٰ پر اعتماد کر کے حضرت تھانویؒ کی رائے نقل کر دی گئی تھی، اگر اس سے قوی چیز کوئی ہوتی تو اس پر قناعت کی کیا ضرورت تھی، نوادر کا جزئیہ صریحہ بھی پیش کیا تھا:

”فیہ: ای فی مختصر الجزائیہ أيضاً ولو قالت: ”مرا طلاق کن“ فقال الزوج: ”کردم،

کردم، کردم،“، طلقت ثلاثاً، اھ۔ فتاویٰ مجموع النوادر، قلمی ورق، ص: ۴۷۰۔

جو پہلے فتویٰ میں تھا، اگر آپ دیوبند بھیجتے وقت وہ بھی تحریر کر دیتے اور پھر حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مدظلہ کی رائے دریافت کرتے تو انسب تھا تا کہ جواب میں ردّاً قبولاً اس سے بھی تعرض فرماتے، اب اختلاف دیوبند اور تھانہ بھون کے فتویٰ میں ہوا اور لکھنؤ کا فتویٰ ثانی موید ہے، میری تحریر تو مدعیانہ نہیں، اس لئے مجھے اس خط و کتابت کا حق نہیں، آپ اگر مکرر مراجعت کریں تو مزید معلومات سے مجھے بھی مطلع کریں۔

میری گذشتہ رائے آپ کو پہلے سے معلوم ہے، اس میں حضرت تھانویؒ کی تحریر کی وجہ سے اضمحلال آیا،

اگرچہ کلیۃً بدلی نہیں، مگر حضرت کی رائے کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت نہیں، خاص کر جب کہ نص نہ ہو، مدار صرف رائے پر ہو۔ کانپور کا فتویٰ بھی دیوبند کے فتویٰ کے خلاف تھا۔ دیوبند کے اس فتویٰ میں رجعی کی تصریح نہیں، یہ آپ نے کہاں سے سمجھا کہ رجعی کا حکم دیا ہے، کیا آپ نے نقل میں اختصار کیا ہے، یا چند طلاق کی نفی سے سمجھا ہے۔ فقط۔ والسلام۔

ان سب تحریرات کی نقل مجھے بھی درکار ہے۔

محمود حسن غفرلہ، ۵/۹/۶۷ھ۔

”ایک طلاق دی، ایک طلاق دی، ایک طلاق دی“ سے کتنی طلاق ہوئی؟

سوال [۶۱۳۹]: ایک شخص نے اپنی بیوی کی نا اتفاقی کی وجہ سے چند مرد عورتوں کے مجمع میں اسے یوں کہا کہ ”میں تجھ کو ایک طلاق دی، میں تجھ کو ایک طلاق دی، میں تجھ کو ایک طلاق دی“ اس قسم سے تین چار دفعہ کہا، فوراً اس نے اس محلے کے ایک مولوی شبیر صاحب سے یہ واقعہ اس مجمع میں بیان کیا، مولوی صاحب نے گواہ وغیرہ سے تحقیق کر کے ایک طلاق رجعی کا حکم دیا، پھر اس نے پردیسی دو عالم معتبر کے پاس جا کر اس واقعہ کو بیان کیا مگر وہ دونوں مولوی صاحب نے تین طلاق بائن مغلظہ کا فتویٰ دیا۔

پھر اس نے اس مسئلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان جلسہ کر کے ایک ثالث مولوی صاحب امین کو فیصل (چن) لیا، امین صاحب نے مولوی شبیر سے پوچھا: بھائی! آپ نے طلاق رجعی کا حکم کیوں دیا؟ اس نے اپنی دلیل پیش کی، پھر امین صاحب نے ان دونوں معتبر عالم صاحبان سے پوچھا: بھائی! آپ حضرات نے تین طلاق مغلظہ کا حکم و فتویٰ کس طرح دیا، ان دونوں مولوی صاحبان نے جواب دیا کہ اس نے خود جا کر ہمارے پاس تین طلاق کو بیان کیا، لہذا ہم نے وہ حکم دیا، لیکن طالق اس کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے عندا الواقعہ بھی تین دفعہ تجھ کو میں ایک طلاق دی یا چار دفعہ کہا اور آپ حضرات کے نزدیک بھی اس طرح کہا اور کہتا ہے عندا الواقعہ بھی اور آپ حضرات کے پاس بھی تین طلاق نہیں کہا فقط۔ ”ایک طلاق دی، ایک طلاق دی“۔ کہا۔

امین صاحب دو معتبر مولوی صاحب کا بیان سنتے ہی حیران و پریشان ہوا، چونکہ ادھر کے عالم معتبر حقانی ادھر ایک جاہل جاویدانی، تاہم امین صاحب نے شبیر کے قول اور فتویٰ کو ترجیح دیا اور بہت دعائے خیر دی، چونکہ اس کا جواب واقعہ کے مطابق ہوا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولوی شبیر صاحب اور امین صاحب حق

پر ہیں یا وہ دونوں معتبر عالم صاحبان؟ بینواتوجرا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں قضاء طلاق مغلطہ واقع ہوگئی، اگر شوہر کی نیت یہ تھی کہ پہلے لفظ سے طلاق دے رہا ہوں اور دوسرے تیسرے لفظ کو فقط تاکید و تفہیم کے لئے ذکر کیا اور طلاق کی نیت ہرگز نہیں تھی تو دیانۃً اس کی نیت معتبر ہے، مگر قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائیگی:

”رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عنيت بالأولى الطلاق، وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق ديانة، وفي القضاء طلقت ثلاثاً، كذا في فتاوى قاضیخان. متى كرر لفظ الطلاق بحرف الواو أو بغير حرف الواو يتعدد الطلاق، وإن عني بالثاني الأول، لم يصدق في القضاء“. الفتاوى العالمکیریة: ۱/۳۰۰ (۱)۔ ”کرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التأکید دین، ووقع الكل قضاءً. كذا إذا أطلق -أشبهه-: أى بأن لم ينو استينافاً ولا تأکیداً؛ لأن الأصل عدم التأکید“. درمختار، شامی: ۱/۷۱۰ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۴/۱۱/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۸/۱۱/۶۰ھ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

بیوی کو ”ایک، دو، تین“ کہنا

سوال [۶۱۴۰]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے کچھ اُن بن ہونے پر اس کی مار پیٹ کی، بعدہ یہ کہا کہ ”ایک، دو، تین“۔ اس کے کچھ دیر بعد زید اپنی ماں سے کہنے لگا کہ اس کو اس کے میکہ پہونچا دو، اس کی ماں نے کہا کہ اچھا کل پہونچا دوں گی۔ اس واقعہ کے تین روز گزرنے کے بعد ہندہ کا والد کسی ضرورت سے ہندہ کے گاؤں میں پہونچا تو اس کو وہاں کسی آدمی کی زبانی یہ بات معلوم ہوئی، ہندہ کے والد نے زید کو تخیلہ میں بلا کر گفتگو

(۱) (الفتاوى العالمکیریة: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، قبیل باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۸۹، کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإيقاع العدد،

کی اور پوچھا کہ تم نے ہندہ کو طلاق دیدی تو زید خاموش ہو گیا، پھر اصرار کرنے پر زید نے ”ہاں“ کہا ”بات کلیہ ہے۔“ تو اب حکم شرع کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ”ایک، دو، تین“ اصلۃً طلاق کے لئے موضوع نہیں بلکہ گنتی کے لیے موضوع ہے جس سے طلاق کی گنتی بھی مراد لی جاتی ہے اور غیر طلاق کی بھی اور عامۃً تو اس کا معدود بھی ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی قرینہ مقام کے لحاظ سے صرف ذکر عدد پر کفایت کی جاتی ہے، معدود کو مخاطب بغیر ذکر کئے سمجھ جاتا ہے۔ اور کبھی یہ کسی کام کو پختہ کرنے اور انتہا تک پہنچانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً نیلام کی جب بولی ختم کرنا ہو تو ایک دو تین بول دیتے ہیں، یا کسی کام کو شروع کرنے کے لئے ایک دو تین بول دیتے ہیں۔

پس اگر زید نے اس لفظ ایک دو تین سے یہ مراد لیا ہے کہ میں نے بیوی کو ایک دو تین طلاق دیدی تو طلاق مغلطہ ہو گئی اور ایسا کہنے کے بعد بیوی کو میکہ بھجوا دینا اور خسر کے باصرار دریافت کرنے پر کہ کیا تم نے ہندہ کو طلاق دیدی الخ، یہ کہنا کہ ”ہاں، بات صاف کلیہ ہے“ یہ قرینہ ہے کہ زید کی مراد طلاق ہی ہے بلکہ خسر کو جو کچھ جواب دیکر اقرار کیا اس سے تو مراد واضح ہو گئی:

”لو قال لا مرأته: أنت منی ثلاثاً، قال ابن الفضیل: إذا نوى، يقع. ولو قال: أنت منی ثلاثاً، طلقت إن نوى، أو كان فى مذاكرة الطلاق. (قوله: ثلاث) دل على عدد طلاق مقدر نواه المتكلم، اه“. شامی: ۴/۴۸، قبل طلاق غیر المدخول بها بثلاثة أوراق (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔ حرره العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۴/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۴/۹۰ھ۔

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۷۵، ۲۷۶، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: قول الإمام: إيماني كإيمان جبريل، سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۷، كتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح، رشيدية)

(و كذا فى الفتاوى التاتارخانية: ۳/۲۷۸، كتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترك الإضافة، إدارة القرآن كراچى)

(و كذا فى منحة الخالق على البحر الرائق: ۳/۴۴۱، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشيدية)

”ایک، دو، تین“ سے طلاق

سوال [۶۱۴۱]: ایک شخص اپنی بیوی کو لینے کے لئے اپنی سسرال میں گیا اور جا کر بیوی کو لے جا نے کا تقاضہ کیا، لڑکی کے والدین نے کہا کہ شعبان کا چاند دیکھتے ہی فوراً لیجانا، بہت جدوجہد ہوئی، شوہر مذکور نے کہا کہ اس وقت لے جاؤ نگا ورنہ میں اور کچھ کہہ دوں گا، خسر نے کہا کیا کہے گا کہہ دے، شوہر مذکور نے فوراً کہا: ”ایک دو تین“ نہ جانے طلاق دی، فوراً اپنا تھیلا اور بکس طلب کر کے چلا گیا۔ تو ایسے لفظوں سے طلاق پڑ جاتی ہے یا نہیں؟

جو کچھ احادیث وغیرہ سے ثابت ہے تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔ بینواتو جروا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”ایک، دو، تین“ سے بھی اگر طلاق ہی مراد ہے تو طلاق مغلطہ ہوگئی (۱)، بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا (۲)۔ اگر یہ مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فوراً ابھی بغیر کسی انتظار یا تاخیر کے میں نے طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت تین ماہواری گزرنے سے پہلے اپنی دی ہوئی طلاق واپس لے سکتا ہے (۳)، اگر طلاق واپس نہ لی تو عدت ختم ہونے پر بائنا ہو جائیگی، پھر دونوں کی رضا

(۱) ”لو قال لامرأته: أنت منی ثلاث، قال ابن الفضیل: إذا نوى، يقع. ولو قال: أنت منی ثلاثاً، طلقت إن نوى، أو كان فی مذاکرة الطلاق. (قوله: بثلاث دل) علی عدد مقدر نواه المتکلم.“ (ردالمحتار: ۳/۲۷۵، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول الإمام: إیمانی کایمان جبریل، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)
(و کذا فی التاتارخانیہ: ۳/۲۷۵، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بطریق الإضمار، إدارة القرآن کراچی)
(و کذا فی منحة الخالق علی البحرائق: ۳/۴۴۱، باب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي هو زوال الملك وزوال حل المحلیة أيضاً، حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزواج آخر لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ وسواء طلقها ثلاثاً متفرقاً أو جملة واحدة.“ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۳) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها فی عدتها رضیت بذلك أو لم ترض.“ =

مندی سے دوبارہ نکاح درست ہوگا (۱)۔ طلاق واپس لینے کی بہترین صورت یہ ہے کہ دو گواہوں کے سامنے یہ کہہ دے کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/شعبان/۸۸ھ۔

”طلاق، طلاق، طلاق“ کا حکم

سوال [۶۱۴۲]: زید و عمر سالے بہنوئی ہیں، دونوں کے درمیان خانگی معاملہ میں جھگڑا ہوتا رہا، زید کو بے حد غصہ آ گیا جو جنون کی حد سے گذر گیا، یہاں تک کہ اچھے بُرے کی تمیز باقی نہ رہی اور زید نے کہا: ”تو پھر اچھا طلاق، طلاق، طلاق“۔ زید نے نہ اپنی بیوی کو مخاطب کیا، نہ بیوی کا نام لے کر کہا اور نہ ”دیا“ کا لفظ کہا، پس طلاق تین بار کہا، زید کی بیوی عمر کی دور کے رشتہ کی بھانجی ہوتی ہے۔ مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صحیح ہے کہ شوہر نے نہ بیوی کا نام لے کر کہا اور نہ ”دیا“ کا لفظ کہا بس تین مرتبہ کہا ہے، لیکن طلاق اپنی

= (الفتاویٰ العالمیہ: ۴۷۰/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳۹۴/۲، باب الرجعة، شرکتہ علمیہ ملتان)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۴۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۱) ”والثانی: الطلقة الواحدة البائنة، والثنتان البائنتان، ویختلف حکم کل واحد من النوعین.....

فإن کانا حرین، فالحکم الأصلی لمادون الثلاث من الواحدة البائنة والثنتین البائنتین هو نقصان عدد الطلاق، وزوال الملک أيضاً، حتی لا یجوز لہ وطؤها إلا بنکاح جدید“۔ (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴،

کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) ”فالسنی أن یراجعها بالقول، ویشهد علی رجعتها شاهدین، ویعلمہما بذلك“۔ (الفتاویٰ

العالمیہ: ۴۶۸/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۵۹۴/۳، کتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۵۰، ۱۵۱، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳۹۱/۴، کتاب الطلاق، فصل فی بیان ما هیۃ الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

بیوی ہی کو دی جاتی ہے کسی غیر کو نہیں اور یہاں تو بیوی کا تذکرہ بھی ہے اور اس کی برائی سن کر اس سے متاثر ہو کر طلاق دی ہے، طلاق کے لئے نہ ”دیا“ کی ضرورت نہ ”دی“ کی، نہ بیوی کو خطاب کی، نہ اس کا نام لینے کی، بغیر ان سب باتوں کے بھی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اور دیتا ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے (۱)۔ اور تین مرتبہ کہنے سے طلاق مغلظہ ہو جاتی ہے، اب بغیر حلالہ کے اس کو رکھنا درست نہیں، اس کو چاہئے کہ عدت گزار کر دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے (۲)۔

خانگی جھگڑے میں غصہ آ ہی جاتا ہے اور بحالت غصہ ناشائستہ الفاظ بھی زبان سے نکل جاتے ہیں، بڑوں کا احترام بھی ختم ہو جاتا ہے، چھوٹوں پر شفقت بھی باقی نہیں رہتی، کسی پر دست درازی کی بھی نوبت آ جاتی ہے، ان چیزوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کو جنون ہو گیا۔ فقط۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۱۳۸۵ھ۔

ایضاً

سوال [۶۱۴۳]: میری (محمد ہارون) شادی اختر علی کی دختر سے ہوئی ہے، صفدر علی میرا حقیقی سالہا ہے، صفدر علی کی شادی شیخ عالم کی دختر سے بعوض دین مہر گیارہ سو روپے اور ایک اشرفی پر ہوئی ہے، میں بحیثیت گواہ کے مندرجہ ذیل بیان دیتا ہوں کہ: ”یہ شوہر کام کرنے کھیت پر گیا تھا، صفدر علی کی بیوی قمر النساء کہتی ہے کہ جب وہ دوپہر کے وقت گھر آئے تو ان کی بیوی قمر النساء کھانا لائی تو دال صبح کی پکی ہوئی تھی، اس پر انھوں نے کہا کہ دال باسی ہے، محمد ہارون مذکور نے کہا کہ یہ دال صبح کی پکی ہوئی ہے۔ اس کے بعد قمر النساء چلی گئی، اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد صفدر علی نے میرے سامنے لفظ ”طلاق، طلاق، طلاق“ کہا، لہذا آیا بیوی قمر النساء کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(۱) ”ولا يلزم كون الإضافة صريحة في كلام لما في البحر: لو قال: طالق، فقليل له من عنيت؟ فقال:

امراتي، طلقت امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما يحلف بطلاقها، لا بطلاق غيرها“.

(رد المحتار: ۳/۲۲۸، کتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: سن بوش، يقع به الرجعي، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۲، باب الطلاق، رشيدية)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”ایک دو تین“ سے طلاق)۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

آدمی طلاق اپنی بیوی کو ہی دیا کرتا ہے، کبھی صراحۃً اس کی طرف نسبت کر دیتا ہے مثلاً: یہ کہ میں نے اپنی بیوی ہی کو طلاق دی ہے، کبھی نہ بیوی کی طرف صراحۃً نسبت کرتا ہے، نہ اپنی طرف طلاق دینے کو منسوب کرتا ہے، بلکہ صرف ”طلاق دی، یا طلاق“ کہہ دیتا ہے اور تصور یہی ہوتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیوی کو طلاق کہہ کر پکارتا ہے تو اس سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ ہاں! اگر کوئی شخص یہ لفظ کہے کہ ”طلاق دیدی“ اور اس کا تصور یہ نہ ہو کہ میں نے اپنی بیوی کو دیدی بلکہ تصور یہ ہو کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو شرعاً اس کی نیت معتبر ہوگی (۱)۔ اور اس کا قول قسم کے ساتھ صحیح مانا جائے گا (۲)۔

”صريحه ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك وأنت طالق ومطلقة، قيد بخطأ بها؛ لأنه لو قال: إن خرجت يقع طلاق، أو: لا تخرجي إلا بإذني، فإني حلفت بالطلاق، فخرجت، لم يقع لتركه إلا ضافة إليها، اهـ.“ درمختار۔ ”(قوله: لتركه الإضافة): أي المعنوية، فإنها الشرط والخطاب من الإضافة المعنوية، وكذا الإشارة نحو: هذه طالق، وكذا نحو: هذه طالق، وكذا نحو: امرأتی طالق وزینب طالق، اهـ۔

ولا يلزم كون الإضافة صريحة في كلام لما في البحر: لو قال: طالق، فقبل له: من عنيت؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته. لو قال: امرأة طالق، أو قال: طلقت امرأة ثلاثاً، وقال: لم أعن امرأتی، يصدق. ويفهم منه أنه لو لم يقل ذلك، تطلق امرأته؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما

(۱) ”رجل قال: طلقت امرأة، أو قال: امرأة طالق، ثم قال: لم أعن امرأتی، يصدق.“ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۵۸/۱، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۶۵/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۲۸۰/۳، إيقاع الطلاق بطريق الإضمار وترك الإضافة، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”وفی کل موضع یصدق الزوج علی نفسی النية یصدق مع اليمين.“ (الفتاویٰ التاتاریخانیة:

۳۲۵/۳، نوع آخر فی بیان حکم الکناية، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی فتح القدیر: ۷۳/۴، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها، اھ“۔ ردالمختار: ۲/۵۹۰ (۱)۔

لہذا صورت مسئلہ میں بیوی نے کھانا سامنے لا کر رکھا، دال کی صورت دیکھ کر شوہر کو غصہ آیا، ظاہر ہے کہ وہ غصہ بیوی ہی پر تھا کسی اور پر نہیں، اس ہی غصہ سے متاثر ہو کر تین مرتبہ طلاق کہا ہے، وہ بھی ظاہر ہے کہ بیوی ہی کو کہا، نہ کسی اور کو طلاق دی ہے، نہ دے سکتا ہے، نہ کسی کی طلاق کا واقعہ نقل کر رہا ہے، لہذا بیوی پر تین طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہو گئی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۵ھ۔

جواب صحیح ہے، اگر واقعہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا سوال میں مذکور ہے تو تین طلاقیں واقع ہونے میں شبہ نہیں۔

بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن، نائب مفتی۔

”جیسے ایک مرتبہ کہا، ویسے ہی تین مرتبہ، ہزار مرتبہ“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۱۴۴]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کسی بات پر بگڑتے ہوئے یہ کہا کہ ”میں نے تم کو طلاق دی، تم جاؤ اپنے گھر“۔ اس کے جواب میں ہندہ نے یہ کہا کہ جب تک چار پانچ نہ آ جائیں گے، میں نہ جاؤں گی، اس پر زید اپنی ایک عزیزہ کے گھر گیا اور اپنی عزیزہ کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ: ”میرے مکان پر چلو اور میری بیوی کو میرے گھر سے بھج دو، میں اس کو طلاق دے آیا ہوں اور قصہ ختم کر آیا ہوں“ اس پر زید سے پوچھا کہ تو نے کیا کہا؟ اس پر زید نے کہا کہ ”میں نے یہ کہا: تجھ کو طلاق دیا“۔ جس پر اس کی عزیزہ نے کہا کہ ایک مرتبہ طلاق دینے سے نہیں ہوئی، جا اپنے گھر۔

اب اس کا جواب جو زید دیتا ہے اس میں اختلاف ہے، زید کہتا ہے کہ میں نے اپنی عزیزہ کے اس فقرہ پر ”ایک مرتبہ طلاق دینے سے نہیں ہوئی جا اپنے گھر بیٹھ“۔ یہ کہا کہ ”تین چار دفعہ کی ضرورت ہے“۔ بس صرف اتنا کہا اور ہندہ اور ورثائے ہندہ یہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی عزیزہ سے یہ کہا کہ: ”جیسے ایک مرتبہ کہا، ویسے ہی تین

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۴۷، ۲۴۸، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب: سنن بوش، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۴۲، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

مرتبہ، ویسے ہی ہزار مرتبہ۔ اس اختلاف بیان پر خاندانِ عزیزہ کے دو مردوں نے اپنی عزیزہ سے جا کر دریافت کیا کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ اس پر اس عزیزہ نے ورثائے ہندہ کی، تائید کی اس پر ان عزیزان نے زید کو اس عزیزہ کے مکان پر بلایا اور عزیزہ کے بیان کو زید کی موجودگی میں دہرایا۔

دریافت کیا کہ تین اشخاص جو وہاں پر موجود تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے انہی الفاظوں میں کہنے کا اقرار کیا جو عزیزہ نے نقل کیا ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ زید کی بیوی کو طلاق واحدہ رجعی واقع ہوگی یا بائنہ یا طلاق مغلظہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں ایک طلاق رجعی تو بالیقین واقع ہوگئی بلفظ صریح (۱) اور بلفظ ”تم جاؤ اپنے گھر“ سے اگر طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر نیت نہ کی تو واقع نہیں ہوئی (۲)۔ ہندہ جن الفاظ کو زید کی طرف منسوب کرتی ہے اور زید اس کا منکر ہے وہ اس امر میں صریح نہیں کہ زید نے تین مرتبہ

(۱) ”(صریحہ مالم يستعمل إلا فيه) ولو بالفارسیة (کطلقتک، وأنت طالق، و مطلقۃ، يقع بها واحدة رجعیة)“۔ (الدر المختار: ۳/۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر: ۳/۳، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۲۶۰، کتاب الطلاق، الفصل الرابع فیما يرجع إلى صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”وفی شرح الطحاوی: وأما مدلولات الطلاق فهو مثل قوله: اذهبی والحقی بأهلك، وحبلک علی غاربک، لا سبیل لی علیک إذا نوى الطلاق بهذه الألفاظ يقع بائناً، وإن نوى الثلاث كان ثلاثاً وإن قال: لم أرد به الطلاق، أو لم تحضره النية، لا يكون طلاقاً“۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۱۵، کنایات، إدارة القرآن)

”وروی أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تزوج امرأة، فرأى فی کثحها بياضاً، فقال لها: ”الحقی بأهلك“۔ وهذا من ألفاظ کنایات“۔ (بدائع الصنائع: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، فصل فی ألفاظ کنایة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲/۳۵۸، کتاب الطلاق، باب کنایات، رشیدیہ)

طلاق دی ہے یا تین کا اقرار کیا ہے، لہذا اگر ان الفاظ کے کہنے کا شرعی ثبوت ہو یا کم از کم دو عادل مرد یا ایک مرد و عورتیں گواہ موجود ہوں جن کے سامنے یہ الفاظ کہے ہوں تب بھی ان الفاظ سے نین طلاق واقع ہونے کے لئے نیت کی ضرورت ہے اور زید جب کہ ان الفاظ ہی کا منکر ہے تو نیت کا درجہ بہت مؤخر ہے، اس کا علم زید ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۰/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/رمضان/۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/رمضان/۶۲ھ۔

سو طلاق

سوال [۶۱۴۵]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ ”دنیا تو ایک دفعہ طلاق دیتی ہے اور میں سو دفعہ طلاق دیتا ہوں“۔ ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور کیسی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
محمد صدیق دتوی مغل، غلام عباس۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان الفاظ سے بیوی کو طلاق دینے کے لئے خطاب کیا ہے اور یہ الفاظ حال کے لئے مستعمل ہوتے ہیں تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہو گئیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ذیقعدہ/۵۷ھ۔

(۱) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”ویقع بها: أى بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصریح..... أى مثل ما سید کرہ من نحو: کونی طالقاً، وأطلقى، ویامطلقة - بالتشديد-، وكذا المضارع إذا غلب في الحال مثل أطلقک“۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۳۹، کتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر: ۴/۷، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، مصطفى البابی الحلبي مصر)

”لأن المضارع حقيقة في الحال مجاز في الاستقبال كما هو أحد المذاهب، قيل: بالقلب، =

سات طلاق کا حکم

سوال [۶۱۴۶]: ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے ایک مجلس میں بحالت غصہ کہا کہ ”تو میرے اوپر ساتھ طلاق سے حرام، تو میرے اوپر سات طلاق سے حرام، تو میرے اوپر سات طلاق سے حرام“۔ اس شخص مذکور کے لئے مطلقہ، مسلک حنفیہ کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں تین طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہو گئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا حرام ہے: ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية، اهـ“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۱/۴۷۳ (۱)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

سات طلاق

سوال [۶۱۴۷]: ایک شخص مسمی زید نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو کہا کہ ”فلاں شخص مسمی بکر کی بیٹی ہندہ (بکر زید کا سر، بکر کی بیٹی ہندہ زید کی زوجہ ہے) حرام ہے“۔ پھر دو گواہوں کے روبرو یہ بھی اقرار کیا کہ ”میں

= وقيل: مشترك بينهما، وعلى الاشتراك يرجع هنا إلى إرادة الحال بقريئة كونه إخباراً عن أمر قائم في الحال وقد منّا أنه لو تعورف، جاز، و مقتضاه أن يقع به هنا؛ لأنه إنشاء لا إخبار“۔ (رد المحتار: ۳/۳۱۹، کتاب الطلاق، باب تفويض الطلاق، سعيد)

- (۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۷۳، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشیدیہ)
(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳/۴۰۳، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیہ، بیروت)
(و کذا فی النہر الفائق: ۲/۴۲۱، ۴۲۲، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشیدیہ)
(و کذا فی فتح القدیر: ۴/۱۷۷، کتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مصطفى البابي الحلبي مصر)
(و کذا فی الدر المختار: ۳/۴۱۰، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

نے اپنی زوجہ ہندہ کو سات طلاق“۔ کہا اب نادم اور مستفتی ہے کہ کیا ہندہ واقعی مجھ پر حرام ہوگئی؟ اب دوبارہ رجوع کی بھی کوئی صورت ہے؟ بینوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئلہ میں زید کی زوجہ ہندہ پر شرعاً طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی (۱)، اب رجوع یا تجدیدِ نکاح کافی نہیں، اگر دوبارہ ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے حلالہ ضروری ہے، یعنی عدت گزار کر ہندہ کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ شریعت کے موافق نکاح کر لے اور وہ شخص ہندہ سے جماع کرنے کے بعد اگر طلاق دیدے یا مرجائے تو پھر بعد عدت ہندہ کا نکاح زید سے درست ہوگا، بغیر اس کے درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایک طلاق کے بعد پھر تین طلاق

سوال [۶۱۴۸]: زید آوارہ اور بد معاش ہے، ہندہ زوجہ کو مارتا پیٹتا ہے، ایک مرتبہ غصہ میں کہا کہ ”تو رنڈی ہے، رنڈی میں نے تجھے طلاق دیدی ہے“۔ اس کے بعد چاقو لے کر دوڑا، ہندہ جان بچا کر اپنے باپ کے گھر آگئی، عرصہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ میں اچھی طرح رکھوں گا، اس کے بعد گالی گلوچ کرنے لگا اور پھر کہا کہ ”میں تجھے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں“۔ پس تین بار کہہ کر چلا گیا۔ لہذا اب میں دوسری شادی کر سکتی ہوں یا نہیں؟

(۱) ”رجل قال لامرأته: ”ہزار طلاق تو بکی کردم“، قالو: يقع الثلاث، كأنه قال: طلقك ثلاثاً بدفعه واحدة“.

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۵۴/۱، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۷۵/۳، کتاب الطلاق، فیما یرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۸۰/۱، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ

الفارسیہ، رشیدیہ)

(۲) (تقدیم تخریجہ تحت المسئلة السابقة)

الجواب حامداً ومصلحاً:

پہلی دفعہ ایک طلاق دی تھی تو اس وقت واقع ہو گئی تھی، پھر اگر رجوع نہیں کیا تو اس وقت سے تین حیض ختم ہونے پر عدت ختم ہو گئی، اگر پہلی طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کر لیا تھا یعنی زبان سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اپنی طلاق واپس لے لی، یا کوئی ایسا کام کر لیا تھا جو شوہر بیوی کیا کرتے ہیں تو رجعت صحیح ہو گئی (۱)۔ اس کے بعد جب دوسری دفعہ تین طلاق دیدی تو تعلق زوجیت بالکل ختم ہو گیا، اس کے بعد تین حیض گزرنے پر آپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا شرعاً حق حاصل ہو گیا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند۔

غیر مدخول کو تین طلاق

مع جواب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

سوال [۶۱۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) ”ہی استدامة القائمة في العدة، وتصح في العدة إن لم يطلق ثلاثاً ولو لم ترض، برأجعتك أو راجعت امرأتی، وبما يوجب حرمة المصاهرة“۔ (البحر الرائق: ۸۲/۴، ۸۵، کتاب الطلاق، باب الرجعة، رشیدیہ)

”(إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض. والرجعة إما أن تكون بالقول مثل: (أن يقول: راجعتك، أو) بالفعل مثل أن يطأها أو يلمسها أو يقبلها بشهوة“۔ (اللباب في شرح الكتاب: ۱۸۰/۲، کتاب الطلاق، کتاب الرجعة، ایچ ایم سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳۹۵/۴، کتاب الطلاق، فصل فی رکن الرجعة، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی الدر المختار: ۳۹۸/۳، ۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۲) ”وأما حكمه فوقع الفرقة بانقضاء العدة في الرجعي، وبدونه في البائن و زوال حل المناكحة متى تم ثلاثاً، كذا في محيط السرخسی“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۸/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق: ۴۲۰/۲، ۴۲۱، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، امدادیہ ملتان)

(و کذا فی فتح القدير: ۱۷۷/۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

ایک شخص محمد تسلیم کا نکاح بیوی عمرانہ نابالغہ سے ہوا تھا، اب عمرانہ خاتون موصوفہ بالغہ ہے، اس کی رخصتی کی تیاری ہو رہی تھی، اس اثناء میں محمد تسلیم کا نکاح جو کہ معمولی پڑھا لکھا ہے اسی گاؤں کے ایک آدمی مسمی عبد السلام نے خفیہ طور سے رات کے ۱۲،۱۱ بجے چار آدمی جمع ہو کر اپنے ایک رشتہ دار عورت مسماۃ عمہ خاتون سے مہر فاطمی پر لڑکی کی عدم موجودگی میں کرادیا اور یہ اس میں طے کیا کہ اس نکاح کا اعلان جب تک پہلی بیوی عمرانہ خاتون موصوفہ کی رخصتی نہ ہو جائے، نہ کیا جائے۔ یہ چاروں نوجوان تھے، ان ہی چاروں میں ایک قاضی بن گیا، دو گواہ ہوئے اور ایک نوشاہ۔

اس نکاح کے بعد محمد تسلیم اور اس کی اس نئی منکوحہ بیوی کے درمیان یکجائی (خلوت صحیحہ) بھی ہوئی، لیکن دو چار روز کے بعد یہ بات ظاہر ہو گئی، ظاہر ہونے پر محمد تسلیم کے والد اور ان کے رشتہ دار اور پہلی بیوی عمرانہ خاتون موصوفہ کے والدین پر بہت اثر پڑا، بالخصوص تسلیم کے والد تسلیم سے بہت ناراض تھے، اس بات کی تحقیق شروع ہوئی۔ اس ثانی نکاح کے بعد جب بات ظاہر ہو گئی تو عبد السلام مذکور کو جس نے یہ سازش کر کے یہ نکاح کرایا تھا پریشانی لاحق ہوئی، تب اس نے ایک شرط نامہ لکھ کر جس میں نکاح کی تاریخ ڈلوا کر محمد تسلیم سے دستخط کرا لیا، اس کے بعد ان تمام حالات کی بنا پر محمد تسلیم کو احساس ہوا، تب اپنے والد کو اور چند سمجھدار رشتہ داروں کو بلکہ دوسرے گاؤں میں ایک رشتہ دار کے یہاں جمع ہوئے۔ محمد تسلیم اپنے والد کے سامنے اور تمام رشتہ داروں کے سامنے بہت نادم تھا، اس لئے کہ عمہ خاتون کے متعلق محمد تسلیم کو یہ بات تحقیقی طور پر معلوم ہوئی کہ وہ بدچلن ہے۔

اب محمد تسلیم کو اصرار تھا کہ پہلی بیوی عمرانہ خاتون نکاح میں رہ جائے اور دوسری بیوی عمہ خاتون پر طلاق پڑ جائے، چنانچہ محمد تسلیم کو یہ بھی کہا گیا کہ اس شرط نامہ کی رو سے جس پر تم نے دستخط کیا ہے پہلی بیوی عمرانہ خاتون کا زوجیت میں رہنا مشکل ہے اس لئے اگر ثانی بیوی عمہ خاتون ہی تم کو پسند ہے تو پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو طلاق دیدو، اور دوسری کو اپنی زوجیت میں رکھ لو، اس پر محمد تسلیم دو تین آدمیوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد ایک تحریر لکھ کر چند گواہوں کے دستخط کے ساتھ اپنے والد اور چند دوسرے رشتہ دار جو دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے بھجوا دیا، جس میں عمہ خاتون کو طلاق دیا تھا، دونوں تحریری شرائط نامہ اور طلاق استفتاء ہذا کے ساتھ منسلک ہیں۔

(الف) اب سوال یہ ہے کہ دوسری بیوی عمہ خاتون کے طلاق نامہ منسلک ہذا سے پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو جس کی رخصتی یا کسی قسم کی یکجائی اپنے شوہر سے نہیں ہوئی ہے، طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کس قسم کی طلاق پڑی؟

(ب) پہلی بیوی عمرانہ خاتون کو کوئی صورت زوجیت میں رکھنے کی ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا۔
المستفتی: محمد طیب، ساکن موضع چلمل، پوسٹ بارابلٹر، ضلع بھاگلپور، ۲۱/مارچ/۱۹۶۸ھ۔
الجواب نمبر: ۴۶۲۷: تحریری طلاق نامہ کے بموجب عمہ خاتون بنت عبدالرشید پر تین طلاق ہو گئی ہیں، اب بلا حلالہ محمد تسلیم کا اس سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا، اور شرائط نامہ نکاح ثانی کے بموجب حاجی انیس احمد کی چھوٹی صاحبزادی کو ایک طلاق ہوئی، اس سے نکاح ہو سکتا ہے، بلا نکاح رجعت نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد الفقیر محمد میاں۔

مہر

۷/محرم الحرام ۱۳۸۸ھ، ۱۶/اپریل ۱۹۶۸ء

نقل شرائط نامہ نکاح ثانی

”میں محمد تسلیم پسر شیخ اسعد علی، ساکن پورا نین، تھانہ بنسی، ضلع بھاگل پور اقرار کرتا ہوں کہ حسب ذیل شرائط پر عمل کروں گا: میری دوسری شادی جو عمہ خاتون بنت شیخ عبدالرشید عظمت پور کے ساتھ ہوئی، اگر ہم دوسری بیوی کے ساتھ کسی قسم کی بدعنوانی سے پیش آؤں یا بے حرمتی کروں، مثلاً کسی کے دوبارہ بہکانے سے یا راضی خوشی سے بھی طلاق دوں تو پہلی بیوی یعنی حاجی انیس احمد صاحب کی چھوٹی صاحبزادی کو طلاق مغضظہ ہو جائے اوپر لکھے ہوئے شرطوں کا میں اقرار کرتا ہوں، یہ مضمون پڑھ کر سمجھ بوجھ لیا۔“

محمد تسلیم احمد، ساکن پورا نین، بقلم خاص، ۸/۲/۶۸ھ۔

نقل طلاق نامہ

”میں محمد تسلیم احمد ولد شیخ اسعد علی، پورا نین، تھانہ بانکا، ضلع بھاگلپور اس بات کو تحریر میں لانے کیلئے مجبور ہوں کہ بی بی عمہ خاتون بنت عبدالرشید، ساکن عظمت پور، تھانہ بانکا، ضلع بھاگلپور جس کی شادی میرے ساتھ

عبدالسلام ساکن پورائن والے نے بہت ہی چا پلوسی دھوکا دہی سے مجھ کو غفلت میں رکھ کر میرے ساتھ کرایا، اب جب کہ ہم پر یہ راز کھلتا ہے کہ شادی سے قبل لڑکی موصوفہ کا چال چلن نہایت خراب ہے اور ناقابلِ برداشت ہے اور شادی کے بعد بھی اس کے خراب چال چلن کی جانکاری وثبوت ہم کو ملے ہیں، ایسی حالت میں نہایت ہی لاچار و مجبور ہو کر اس کے چال چلن خراب ہونے کی بنا پر تین طلاقِ مغلظہ دیا۔

محمد تسلیم احمد، ۲۰/فروری/۶۸ء۔

”محمد تسلیم نے یہ تحریر ہمارے سامنے لکھی ہے“: دستخط گواہ: محمد مظہر حسین، محمد صدیق حسن، محمد طیب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر دو منسلکہ طلاق نامے دیکھے: ایک تجیز ہے دوسرے میں تعلیق ہے اور دونوں میں طلاقِ مغلظہ کا لفظ مذکور ہے، لہذا دونوں پر طلاقِ مغلظہ ہوگئی، طلاقِ مغلظہ کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے، بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اس مسئلہ کے لئے فقہاء کی عبارت پیش کرتا ہوں، یہ فتویٰ بھیج دیں جہاں سے اس کے خلاف آپ کے پاس جواب آیا ہے، پھر جو کچھ وہ تحریر فرماویں اس سے مطلع کریں:

”قال لزوجه غير المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، لما تقرر أنه منى ذكر العدد كان الوقوع به، وما قيل من أنه لا يقع لنزول الآية في الموطوءة باطلٌ محضٌ. منشأه الغفلة عما تقرر أن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب. وحمله في غرر الأذكار على كونها متفرقة، فلا يقع إلا الأولى، وإن فرق بانء بالأولى، ولم تقع الثانية، بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل“. در مختار بحذف يسير۔

”(قوله: وما قيل) رد على ما نقله في شرح المجمع عن كتاب المشكلات، وأقره عليه حيث قال: وفي المشكلات: من طلق امرأته الغير مدخول بها ثلاثاً، فله أن يتزوجها بلا تحليل، وأما قوله تعالى: ﴿فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ ففي حق المدخول بها، اهـ. ووجه الرد: أنه مخالف للمذهب؛ لأنه إما أن يريد عدم وقوع الثلاث عليها، بل تقع واحدة كما هو قول الحسن وغيره، وقد علمت رده، أو يريد أنه لا يقع شئ أصلاً، وعبرة الشارح تحتمل الوجهين، لكن كلام الدرر يعين الأول. أو يريد وقوع الثلاث مع عدم

اشتراط المحلل.

وقد بالغ الحقق ابن الهمام في رده حيث قال في باب آخر الرجعة: لا فرق في ذلك: أي اشتراط المحلل بين كون المطلقة مدخولاً بها أولاً، لصريح إطلاق النص، وقد وقع في بعض الكتب أن غير المدخول بها تحل بلا زوج، وهو زلة عظيمة مصادمة للنص والإجماع، لا يحل لمسلم رآه أن ينقله فضلاً عن أن يعتبره؛ لأن في نقله إشاعته، وعند ذلك يفتح باب الشيطان في تخفيف الأمر فيه، ولا يخفى أن مثله مما لا يسوغ الاجتهاد فيه لفوات شرطه من عدم مخالفته الكتاب والإجماع - نعوذ بالله من الزيغ والضلال - والأمر فيه من ضروريات الدين لا يبعد إكفار مخالفه. كذا في رد المحتار: ۲/۶۲۵ (۱) - فقط والله تعالى أعلم.

حرره العبد محمود غفر له، دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۸۸ھ.

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۷/۸۸ھ.

غیر مدخولہ پر تین طلاق

سوال [۶۱۵۰]: ایک شخص نے اپنی زوجہ صغیرہ غیر مدخول بہا کو کہا کہ ”میں تجھے ایک، دو، تین طلاق مغلظہ دیتا ہوں“ یا اپنی زوجہ مذکورہ سے یوں کہا کہ ”میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں“۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں مذکورہ بالا صورتوں میں تینوں طلاق یکساں واقع ہوں گی یا نہیں؟ اگر ہوں گی تو بدون تحلیل کے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ یا صغیرہ و کبیرہ، مدخول بہا و غیر مدخول بہا کے درمیان تین طلاق کے بعد تحلیل و عدم تحلیل میں کوئی فرق نہیں ہے؟ نیز یہ امر بھی واضح ہو کہ صورت اولیٰ میں اعداد کا ذکر مقدم ہے اور طلاق کا ذکر بعد کو ہے، یہ صورت تفریق کی ہے یا اجماع کی؟ بینوا بالدلیل توجروا بالأجر الجزیل۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی: پہلی صورت میں اس لئے کہ طلاق صرف ایک دو تین سے

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۸۴، ۲۸۵، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۷۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، دار الکتب

واقع نہیں ہوئی جب تک کہ اس کے ساتھ لفظ ”طلاق“ ذکر نہ کیا ہو اور جب لفظ طلاق ذکر کیا تو اس کا تعلق مجموعہ ایک دو تین سے ہوگا اور لفظ ”مغالطہ“ اس کے لئے صفت کاشفہ بنے گی: ”لو قال: ”اگر فلانہ بزنی کنم، از من بیک طلاق، و دو طلاق، و سه طلاق“۔ فتزوجها، تطلق واحدة. و لو قال: ”بیکے، و دو، و سه طلاق“ ثم تزوجها، يقع الثلاث“۔ خلاصۃ الفتاوی (۱)۔

اس عبارت میں دو مسئلے ہیں: اول میں ہر عدد کے ساتھ معدود کو ذکر کیا ہے، لہذا نکاح کے بعد فوراً ایک طلاق واقع ہوگئی اور غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے دوسری اور تیسری کے لئے محل نہیں رہی۔ دوسرے مسئلہ میں عدد کو پہلے ذکر کیا ہے اور طلاق کو بعد میں، لہذا وقوع طلاق کے وقت تمام اعداد اپنے معدود کے ساتھ منضم ہو کر مجموعہ تین طلاقیں واقع ہوں گی اور دوسری صورت میں تین طلاق کا واقع ہونا بالکل ظاہر ہے:

”طلق غیر المدخول بها ثلاثاً، وقعن، سواء قال: أوقعت عليك ثلاث تطليقات، أو: أنت طالق ثلاثاً“۔ البحر: ۲۹۱/۳ (۲)۔

مطلقہ ثلاث کے بلا تحلیل حلال نہ ہونے میں صغیرہ و کبیرہ مدخولہ و غیر مدخولہ میں کوئی فرق نہیں:

”لا ينكح مبانته بالبينونة الغليظة، أطلقه فشمّل ما إذا كان قبل الدخول أو بعده، كما صرح به في الأصل، و شمل ما إذا طلقها أزواج: كل زوج ثلاثاً قبل الدخول، فتزوجت بآخر، فدخل بها، تحل للكل. وأشار بالوطء إلى أن المرأة لا بد أن يوطأ مثلها، أما إذا كانت صغيرة“

(۱) (خلاصۃ الفتاوی: ۸۷/۲، کتاب الطلاق، الجنس الخامس فی العدد، امجد اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۲۹۰/۳، کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإيقاع العدد، الخ إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷۳/۳، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) (البحر الرائق، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول: ۵۰۷/۳، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷۱/۳، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(و کذا فی الاختیار لتعلیل المختار: ۱۷۱/۲، ۱۷۲، کتاب الطلاق، حکم من طلق امرأته قبل الدخول

ثلاثاً، مکتبہ حقانیہ پشاور)

ولا يوطأ مثلها، لا تحل للأول بهذا (الوطء)“۔ بحر بحذف كثير (۱)۔

”والشرط التيقن بوقوع الوطء في المحل المتيقن به، فلو كانت صغيرة لا يوطأ مثلها، لم تحل للأول، وإلا حلت: أي بأن كانت صغيرة يوطأ مثلها، حلت للأول بوجود الشرط، وهو الوطء في محله المتيقن الموجب للغسل“۔ در مختار و شامی: ۸۳۳/۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۸/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۴/شعبان/۵۷ھ۔

رخصتی سے پہلے تین طلاق کا حکم

استفتاء [۶۱۵۱]: یہ کہ ایک مسلمان مسمیٰ عبدالکریم کا نکاح ہوا موضع واہ میں، ابھی رخصتی نہیں ہوئی، عرصہ ایک سال کا گزر گیا ہے، اس کے بعد بوجہ ناراضگی کے وہ رشتہ چھوڑ کر دوسری جگہ وہ رشتہ کے واسطے گیا، آگے لڑکی والوں نے سوال کیا کہ تمہارا نکاح آگے موضع واہ میں ہوا ہے جب تک تم ان کو طلاق نہ دو، ہم تم کو رشتہ کیسے دے سکتے ہیں؟ اس پر عبدالکریم نے دوسری شادی کی خاطر کہا کہ ”پہلی الہی بخش کی لڑکی فیروز جہاں جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے، عرصہ ایک سال کا ہوا ہے جس کے ساتھ میں آباد نہیں ہوا، اس کو میں طلاق کرتا ہوں، روبرو گواہوں کے اپنی خوشی سے طلاق کرتا ہوں“۔

اس کے بعد دوسری شادی ہوئی اور کچھ عرصہ بعد اس کے ساتھ بھی ناچاتی ہوئی اور پھر عرصہ نو ماہ کے بعد وہاں موضع واہ میں الہی بخش کے پاس گیا کہ مجھے رشتہ دو، انہوں نے کہا تم ہماری لڑکی فیروز جہاں کو طلاق دے چکے ہو، اس پر وہ انکاری ہوا، لڑکی کے باپ نے گواہوں کو بلوایا اور مدعی بھی موجود تھا، قاضی مولوی صاحب کے روبرو گواہوں نے قسمیں کھائیں اور گواہی دی کہ عبدالکریم نے الہی بخش کی لڑکی فیروز جہاں کو ہمارے روبرو تین بار طلاق کی ہے، اس پر قاضی مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ صحیح طلاق ہو گئی ہے۔

(۱) (البحر الرائق: ۹۴/۴، ۹۵، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۴۱۲/۳، باب الرجعة، مطلب فی حيلة إسقاط عدة المحلل، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴۱۱/۴، فصل فیما لو کان النکاح الثانی صحیحاً، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے بعد پھر اس مولوی صاحب نے دوسرا نکاح باندھ دیا ہے اور کہتے ہیں کہ پہلے نکاح کی طلاق ہو گئی ہے، دوسرا نکاح اس واسطے کیا ہے، اگر آبادی نہ ہوئی ہو اور فریقین راضی ہوں تو دوسرا نکاح ہو سکتا ہے، اب وہ عبدالکریم اور فیروز جہاں آباد ہیں۔ فتویٰ دیجئے کہ بغیر حلالہ جائز ہے کہ نہیں؟ یہاں کے مولوی صاحب دیانت دار نہیں ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے صحبت نہ کی ہو، اگر اس کو تین لفظوں سے طلاق دے تو اس کو ایک ہی طلاق ہوتی ہے، دوسری اور تیسری نہیں ہوتی، مثلاً اس طرح کہے کہ ”میں نے طلاق دی، میں نے طلاق دی“ تو اس طرح کہنے سے صرف ایک ہی طلاق ہوگی اور دوبارہ نکاح بغیر حلالہ کے صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر ایک لفظ سے تین طلاق دی، مثلاً اس طرح کہے کہ ”میں نے تین طلاق دیں“ تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوگا:

”إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقعن، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة، وذلك مثل أن يقول: أنت طالق، طالق، طالق، اهد.“ عالمگیری: ۱/۳۷۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی الھند، ۲۰/۱/۶۱ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

غیر مدخولہ کو تین طلاق کا حکم

سوال [۶۱۵۲]: کن کن شخصوں کے تین طلاق دینے سے ایک ہی طلاق پڑتی ہے؟

ظاہر خان، نائب مدرس مدرسہ مہنوں، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۳۶ء۔

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ: ۱/۳۷۳، کتاب الطلاق، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۷۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی رد المحتار علی الدر المختار: ۳/۲۸۳، ۲۸۶، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص غیر مدخولہ کو طلاق تین لفظ سے دے گا، اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی: ”طلق غیر الموطوءة

ثلثاً، وقعن. وإن فرق، بانت بواحدة، اھ“. زیلعی: ۲/۲۱۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عنہما اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، ۶/جمادی الاولیٰ/۵۵ھ۔

تین طلاق کو ایک تصور کرنا

سوال [۶۱۵۳]: زید کے پاس ایک تحریر لائی گئی جس میں طلاق نامہ لکھا تھا، زید نے طلاق نامہ کی

اس عبارت: ”اپنے تن پر حرام کیا، حرام کیا، حرام کیا“ تھوڑے وقفہ کے بعد پڑھ کر دستخط کر دیئے، مگر اس کے معنی اور انجام سے قطعاً ناواقف تھا۔ زید ذی عزت آدمی ہے، موجودہ صورت میں اسے جانی خطرہ ہے، عورت کو جدا کر دینے میں اسے ایک ایسی مصیبت کے درپیش ہونے کا یقین ہے جس سے اسے خسارہ عظیم ہو کر رہے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فداہ اُبی و اُمی کے زمانہ سعادت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم طلاقِ ثلاثہ بیک الفاظ واقع کر کے اس سے مراد ایک طلاق لیتے تھے اور شریعتِ مطہرہ کا فرمان بھی ایسا تھا جس کا عملدرآمد حضرت امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو سال اولِ خلافت تک رہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی نیت کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے طلاقِ ثلاثہ بیک الفاظ بولنے پر تین طلاقیں واقع ہو جانے کا فتویٰ دے دیا، جس پر آج تک امتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعمیل کر رہی ہے اور تاقیامت کرتی رہے گی۔

موجودہ صورت میں زید اپنی عزت کی پائیداری اور آنے والی مصیبت کے دفعیہ کی خاطر اجماعِ امت پر عمل نہ کرتے ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمول پر عمل کرنا چاہے اور طلاقِ ثلاثہ متذکرہ بالا الفاظ سے دی ہوئی ایک طلاق مراد لے کر عورت کو حلال جانے تو کیا عند اللہ اس سے مؤاخذہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

بندہ فقیر اللہ، مدرس مدرسہ نظامیہ محمود گڑھ سند یافتہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اجماع امت کے خلاف کرنا قطعاً حرام ہے (۱)، اگر زید مقلد ہے تو اس کو اپنے امام کے خلاف کرنا درست نہیں، اگر وہ خود مجتہد ہے کہ احادیث سے مسائل کا استنباط کر سکتا ہے تو اس کو کسی مقلد سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چونکہ سائل نے نفس مسئلہ کا حکم دریافت نہیں کیا کہ اس صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوئی ہے یا نہیں، بلکہ اس کو اپنے ذہن میں طلاق مغلظہ قرار دے کر (جس کی ذمہ داری خود سائل پر ہے) یہ دریافت کیا ہے کہ اجماع امت کے خلاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے اس کا جواب دے دیا گیا اور نفس مسئلہ کا جواب نہیں دیا گیا کہ طلاق مغلظہ واقع ہوئی بھی یا نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۳/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۴/ربیع الثانی/۵۸ھ۔

تین طلاق کا ایک ہونا

سوال [۶۱۵۲]: ایک حدیث میری نظر سے گزری جس کا ترجمہ لکھتا ہوں جس سے اصل حدیث کا پتہ آپ کو معلوم ہو جائے گا: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دو سال تک بھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی ہے جس میں شرع کی طرف سے ان کے لئے ڈھیل منظور رکھی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ حکم جاری کر دیں تو مناسب ہے، پس انہوں نے جاری کر دیا“ (مسلم) (۲)۔

۱۔۔۔۔۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاقوں کا وقوع بآن واحد ایک جلسہ میں عہد نبوی میں

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى، ويتبع غير سبيل المؤمنين، نوله ما

تولى، ونصله جهنم﴾. (سورة النساء: ۱۱۵)

”وهذه الآية دليل على حرمة مخالفة الإجماع؛ لأنه رتب الوعيد على المشاققة واتباع غير

سبيل المؤمنين فظهر أن كل واحد منهما سبب للوعيد، فثبت أن اتباع غير سبيلهم محرم،

فثبت أن اتباع سبيلهم واجب“۔ (التفسير المظهری: ۲/۲۳۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۲) (الصحيح لمسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث: ۱/۴۷۷، قدیمی)

نہیں ہوتا تھا بلکہ تین طلاقیں ایک دفعہ دیتے تھے تو ایک ہی گنی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی مصلحت کی وجہ سے اس حکم میں اپنے زمانہ میں تبدیلی کر دی، مگر حکم نبوی برقرار رہنا چاہیے، کیوں کہ دنیا بھر میں سوائے پیغمبر علیہ السلام کے کسی کو منصب شریعت نہیں، مگر اب عمل اس پر نہیں بلکہ تین طلاق ایک جلسہ میں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ اس واقعہ پر روشنی ڈالئے۔

۲..... اب اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے یا لکھے کہ ”میں نے تجھ کو طلاق مغلظہ دی“ اور بعد کو یہ کہے کہ میرے نزدیک تین طلاقیں یک دم واقع نہیں ہوتیں، بلکہ الگ الگ طہر میں دینے سے وقوع ہوتا ہے، میں نے مغلظہ بہ نیت واحدہ کہا تھا، مجھے رجعت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس کا یہ کہنا صحیح مانا جاویگا اور رجعت ہو سکے گی، یا یہ کہ صرف مغلظہ کہنے سے تینوں طلاقوں کا وقوع ہوگا، رجعت ناممکن ہے؟

ایوب سیتا پوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲،۱..... طلاق کی حنفیہ کے نزدیک تین قسمیں ہیں:

اول: رجعی، جس میں عدت کے اندر رجعت کا حق رہتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضا مندی سے نکاح درست ہوتا ہے (۱)۔

ثانی: بائن، جس میں رجعت کا حق نہیں رہتا، البتہ خواہ عدت میں خواہ بعد عدت نکاح درست ہے (۲)۔

ثالث: مغلظہ، جس میں نہ رجعت کا حق رہتا ہے نہ نکاح درست ہوتا ہے، بلکہ اگر نکاح کرنا چاہے تو

(۱) ”أما الطلاق الرجعی: فالحكم الأصلي له هو نقصان العدد، فأما زوال الملك وحل الوطاء، فليس بحكم أصلي له لازم، حتى لا يثبت للحال، وإنما يثبت في الثاني بعد انقضاء العدة. فإن طلقها ولم يراجعها، بل تركها حتى انقضت عدتها، بانت.“ (بدائع الصنائع: ۳/۳۸۷، كتاب الطلاق، فصل في حكم الطلاق، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) ”وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها بالإجماع.“ (تنوير الأبصار: ۳/۴۰۹، كتاب الطلاق، باب الرجعة، سعيد)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۷۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

بغیر حلالہ کے نکاح نہیں ہو سکتا، اسی قسمِ ثالث کے متعلق یہاں گفتگو مقصود ہے۔

طلاقِ مغلظہ دینے کی یہاں مختلف صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ مغلظہ کے لفظ بولے یا لکھے جیسا کہ سوالِ ثانی میں مذکور ہے، اس صورتِ مغلظہ کا لفظ صراحۃً موجود ہونے کی وجہ سے کوئی دوسرا احتمال ہی نہیں، بلاشبہ طلاقِ مغلظہ ہو جائے گی اور نیت کو کچھ دخل نہ ہوگا۔

ایک صورت یہ ہے کہ اس طرح کہے کہ ”میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی“ اس صورت میں بھی بلا تامل تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو جائے گی، خواہ نیت کچھ ہی ہو، اس کا اعتبار نہ ہوگا (۱)۔

ایک صورت یہ ہے کہ اس طرح کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو ”طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی“۔ اس صورت میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ صرف پہلے لفظ سے طلاق کی نیت کی ہے، دوسرا اور تیسرا لفظ تاکید کے لئے کہہ دیا ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ تینوں الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے۔ ان دو احتمالات میں سے جب تک صاف طور پر نیت کا علم نہ ہوتا تھا اور کوئی شخص کہتا تھا کہ میری مراد احتمالِ اول ہے تو خیر القرون میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ابتدائی دور میں دو سال تک اس کی نیت کا اعتبار کر کے اس کو ایک ہی طلاق قرار دیتے تھے، مگر بعد میں طلاق کا وقوع زیادہ ہونے لگا۔

نیز دیانت میں کمی آئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قسم کے دوسرے احتمال کو قضاء متعین فرما دیا (۲) سو یہ تشریح نہیں بلکہ الفاظِ طلاق کے دو احتمالات میں سے اپنے تجربہ بہ نیز حالتِ زمانہ کے متغیر ہو جانے کی

(۱) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۱، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۶۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی العشرون، مسائل المتعلقة بنکاح المحلل وما یصل به، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”وقد أثبتنا النقل عن أكثرهم صريحاً بإيقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف، فماذا بعد الحق إلا الضلال، وعن هذا قلنا: لو حکم حاکم بأن الثلاث بفم واحد واحدة، لم ینفذ حکمه وعدم مخالف لعمر فی إمضائه وظاهر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ، فتأویله أن قول الرجل: أنت طالق، =

بناءً پر قضاء ایک احتمال کو فرمانا ہے اور دیانۃ احتمال اول بھی جیسا کہ پہلے معتبر تھا آج بھی معتبر ہے، کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے (۱)۔ حدیث کا محمل حنفیہ نے اسی صورت کو بیان فرمایا ہے۔

تین طلاق ایک مجلس میں دینے سے حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے یعنی ایسا کرنا گناہ ہے، تاہم اگر کوئی دے گا تو واقع ہو جائے گی اور گنہ گار ہوگا (۲)، جیسا کہ کوئی کسی کا چاقو چھین کر کوئی جہ نور ذبح کرے تو ایسا کرنا گناہ ہے لیکن ذبیحہ حلال ہے، ظہار بھی اسی قسم سے ہے کہ ممنوع ہے مگر اس پر حکم مرتب ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۲/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/۵۸ھ۔

بیوی کو تیسری طلاق میں شبہ ہونے کی صورت میں نکاح میں رکھنا

سوال [۶۱۵۵]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، بعد میں بیوی چاہتی ہے کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہوں اور وہ شخص بھی اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے جس کی وہ بیوی تھی، اور طلاق کے متعلق دونوں شوہر و بیوی کہتے ہیں کہ د. طلاق کے بارے میں تو یاد ہے، مگر تیسری طلاق کے بارے میں مغالطہ ہے کہ دی

= أنت طالق، أنت طالق، كان واحدة في الزمن الأول لقصدهم التأكيد في ذلك الزمان، ثم صاروا يقصدون التجديد، فالزمهم عمر رضي الله عنه ذلك لعلمه بقصدهم“. (فتح القدير: ۳/۴۷۱، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) ”رجل قال لامرأته: أنت طالق، أنت طالق، أنت طالق، فقال: عني بالاولى الطلاق وبالثانية والثالثة إفهامها، صدق ديانۃ“. (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۵۵، ۳۵۶، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار: ۳/۲۹۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) ”أسند عبدالرزاق عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالى عنه أن أباه طلق امرأته ألف تطليقة، فانطلق عبادة، فسأله رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”بانت بثلاث في معصية الله، وبقي تسعمائة وسبع وتسعون عدواناً وظلماً، إن شاء عذبه وإن شاء غفرله“۔ (فتح القدير: ۳/۴۷۰)

كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

ہے یا کہ نہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس واقعہ کو چھ سات ماہ ہو چکے ہیں، اب وہ عورت نکاح میں آسکتی ہے

یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر غالب گمان یہی ہے کہ صرف دو طلاقیں دی ہیں، تیسری طلاق کا غالب گمان نہیں، شک کے درجہ میں ہے اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کے سامنے طلاق دی ہو تو اب دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، لیکن اگر غالب گمان تیسری کا بھی ہے تو اب بغیر حلالہ کے نکاح سے پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۹۵ھ۔

تین طلاق ایک نہیں بلکہ تین ہیں

سوال [۶۱۵۶]: ایک آدمی نے جس نے رات کو بدرجہ مجبوری یعنی بیوی کی بیماری کی وجہ سے اختلاط کیا ہو، صبح کو بیوی نے کچھ سخت جملے کہہ دیئے ہوں اور غصہ میں آ کر انتہائی جنون میں شوہر سے بغیر ارادہ نکل گیا ہو کہ ”میں نے طلاق دی، تین طلاق دی، طلاق دی“ اور بعد میں کہا ہو ”نہیں دی“۔ غصہ اترتے ہی قرآن میں سورہ طلاق دیکھ کر رجعت بھی کر لی ہو جس میں لکھا ہے کہ طلاق تین بار کر کے دودو گواہ بنا لو، تین طہر میں دو اور ایک دفعہ میں تین بار کہا تو وہ ایک کے حکم میں ہوگی۔ ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

۱..... جب کہ ان کے دو لڑکی ہیں جن کو نہ اکیلا باپ پال سکتا ہے نہ ماں۔

(۱) ”ولو شک أطلق واحدة أو أكثر، بنی علی الأقل“۔ (الدر المختار)۔

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”(قوله: بنی علی الأقل) أى كما ذكره الإسبيجاني، إلا أن يستيقن بالأكثر أو يكون أكبر ظنه. وعن الإمام الثاني: إذا كان لا يدري أثلاث أم أقل، يتحري. وإن استويا عمل بأشد ذلك عليه“۔ (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۳/۲۸۳، سعيد)

”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق،

الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة وما يتصل به: ۱/۴۶۹، رشيدية)

۲..... جب کہ میاں بیوی الگ نہ رہنا چاہتے ہوں۔

۳..... شوہر قرآن کی قسم کھا کر کہتا ہو کہ یہ جملہ بلا ارادہ نکل گیا ہے۔

۴..... جب کہ شوہر نے ناپاک حالت میں تین بار کہا ہو۔

۵..... جب کہ ایک مرد اور ایک عورت نے سنا ہو اور بیوی کو صبح کو مہینہ شروع ہو گیا۔

۶..... جب کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے ایسے ہی مسئلہ پر فرمایا تھا کہ رجعت کر لے اور لوگوں کے ٹوکنے پر فرمایا تھا کہ کیا میرے ہوتے ہوئے بھی دین کے ٹکڑے کر دو گے۔ اوپر کی باتوں سے یہ نہ سمجھا جائے کہ راستہ دکھلایا جا رہا ہے، آپ سے گزارش ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کہنا کہ ”قرآن پاک میں لکھا ہے کہ طلاق تین بار کر کے دو، دو گواہ بنا لو، تین طہر میں دو، اور اگر ایک دفعہ میں تین بار کہا ہو تو وہ ایک طلاق کے حکم میں ہوگی“۔ اگر یہ لاعلمی اور کم فہمی کی وجہ سے ہے تو نہایت جسارت ہے، بے علم اور کم فہم آدمی کو ہرگز ہرگز اس کا حق نہیں ہے کہ قرآن پاک کا خود مطالعہ کر کے اس سے مسائل نکالے، اس سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوگا، اس کو توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر علم و فہم کے باوجود اس بات کو قرآن پاک کی طرف منسوب کیا ہے تو بہ انتہائی خطرناک ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے اوپر افتراء اور بہتان ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افترى على الله كذباً﴾۔ الآية (۱)۔

قرآن پاک میں یہ کہیں نہیں ہے بلکہ تین مرتبہ صاف الفاظ سے طلاق دینے سے طلاق مغلط ہو جاتی ہے۔

۱-۶..... لڑکیاں ہوں یا لڑکے، زیادہ ہوں یا کم، پرورش کرنے والا اکیلا باپ ہو یا کئی افراد ہوں،

میاں بیوی الگ رہنا چاہتے ہوں یا نہ چاہتے ہوں، شوہر قسم کھا کر کہے یا بغیر قسم کے کہے، بیوی جواب دے یا نہ دے، شوہر ناپاک ہو یا پاک ہو، صبح کو بیوی کا مہینہ شروع ہو جاوے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے، بچوں کی پرورش یکجائیت پر منحصر ہو یا نہ ہو۔

ان جملہ امور سے تین طلاق پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ان سب کے باوجود واقع ہونے والی طلاق واقع ہو کر رہتی ہے، یہ طلاق واقع ہونے سے مانع نہیں جب کہ شوہر کو خود یا دہنہیں کہ کتنی مرتبہ لفظ ”طلاق“ دی کہا ہے اور ایک مرد اور ایک عورت نے تین مرتبہ یہ لفظ سنا ہے اور بیوی نے خود بھی سنا ہے (۱) تو بیوی کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ شوہر کو اپنے اوپر قابو دے، بلکہ اس سے بچنے اور علیحدہ رہنے کی ہر ممکن تدبیر کو اختیار کرے ورنہ وہ حرام کاری میں گرفتار ہوگی۔

قرآن پاک میں اتنا مذکور ہے کہ دو طلاق دیکر روکنے (رجعت کرنے) کا اختیار حاصل ہے، تیسری طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ حلال نہیں ہو سکتی (۲)۔ بخاری شریف میں امراءہ رفاعہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کو شوہر اول کی طرف دوبارہ لوٹنے کی اجازت نہیں عطا فرمائی گئی ہے، جب تک شوہر ثانی سے ہمبستر نہ ہو جائے (۳)۔

تین طلاق کو ائمہ اربعہ: امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے تین ہی قرار دیا

(۱) ”والمرأة كالقاضي إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا يحل لها تمكينه“۔ (رد المحتار: ۳/۱۵۱، کتاب

الطلاق، باب الصريح، مطلب الصريح نوعان: رجعي و بائن، سعید)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۴۴۸، كتاب الطلاق، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۳/۴۱، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمية بیروت)

(۲) قال الله تعالى ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان فإن طلقها، فلا تحل له من

بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾۔ (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

قال الحصاص: ”قد ذكرت في معناه وجوه: أحدها: أنه بيان للطلاق الذي ثبت معه الرجعة

..... الآية تدل على وقوع الثلاث معاً مع كونه منهيّاً عنها“۔ (أحكام القرآن للحصاص: ۱/۵۱۶،

۵۲۷، قديمی)

(۳) ”عن ابن شهاب قال: أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله تعالى عنها أخبرته أن امرأة رفاعة

القرظي جاءت إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إن رفاعة طلقني فبئت

طلاقي، وإنني نكحت بعده عبد الرحمن بن الزبير القرظي، وإنما معه مثل الهدبة، قال رسول الله صلى

الله تعالى عليه وسلم: ”لعلك تريدین أن ترجعی إلى رفاعة، لا حتى يذوق عسيلتك و تذوقی

عسيلته“۔ (صحيح البخاری: ۱/۷۹۱، كتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث، الخ، قديمی)

ہے، کسی کے نزدیک بھی وہ ایک طلاق نہیں ہے، اس پر تمام اہل حق کا اجماع ہے (۱)۔ البتہ روافض کے نزدیک تین طلاق واقع نہیں ہوگی۔ جب کہ شوہر نے ایسی حالت میں تین مرتبہ طلاق دی ہے کہ اس کا ارادہ بھی نہیں تھا اور اس کو یاد بھی نہیں کہ غصہ میں کتنی مرتبہ طلاق دی ہے تو یہ بحث بھی پیدا نہیں ہوگی، ایک مرتبہ طلاق کی نیت سے کہا اور دوسری تیسری مرتبہ کہنے سے محض تاکید کی نیت تھی۔

اس مسئلہ پر مستقل رسائل بھی تصنیف کئے گئے ہیں، ان میں تفصیلی دلائل مذکور ہیں، اگر کسی روایت سے تین طلاق کے بعد حق رجعت باقی رہنے کا شبہ بھی ہو سکتا ہے تو اس کو بھی حل کر کے سد باب کر دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۸ھ۔

تین طلاق دے کر معافی مانگنا

سوال [۶۱۵]: زید اور اس کے والد اور بیوی میں تکرار ہو رہی تھی، زید نے اپنے والد سے کہا کہ آپ خاموش رہیں ورنہ پچھتانا پڑیگا، بات بڑھتی ہی گئی، زید نے اپنی بیوی کو تین مرتبہ تین آواز سے طلاق دے دی، اس کے بعد زید کا خط آیا، اب بیوی سے معافی چاہتا ہے اور اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہے۔ ایسی صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں طلاق مغلطہ ہوگئی (۲)، اب معافی مانگنے سے وہ حلال نہیں ہوگی، بغیر حلالہ کے تعلق

(۱) ”وذهب جمهور الصحابة والتابعين و من بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث“.

(رد المحتار: ۳/۲۳۳، کتاب الطلاق، سعید)

”وذهب جماهير العلماء من التابعين و من بعدهم، منهم: الأوزاعي والنخعي والثوري و أبو حنيفة وأصحابه والشافعي وأصحابه وأحمد وأصحابه وإسحاق وأبو ثور و أبو عبيدة و آخرون كثيرون على أن من طلق امرأته ثلاثاً، وقعن، ولكنه يأنم“، (عمدة القاری شرح البخاری: ۲۰/۲۳۳، کتاب الطلاق، باب من أجاز طلاق الثلاث لقوله تعالى اه، مطبع أمين دمج بيروت)

(۲) ”وإذا قال لامرأته: أنت طالق، وطالق، وطالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً“ =

زوجیت قائم کرنے کی کوئی صورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۹۷ھ۔



= (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۵۵، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۳/۲۹۳، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۲۸۸، کتاب الطلاق، نوع آخر فی تکرار الطلاق وإیقاع العدد ومایتصل بہ، إدارة القرآن کراچی)

(۱) قال الله تعالى ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (البقرة: ۲۳۰)

”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً

صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۷۳، کتاب الطلاق، فصل

فیما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة،

دارالکتب العلمیہ، بیروت)

باب الطلاق بالفاظ الکناية

(الفاظ کنايہ سے طلاق دینے کا بیان)

”مجھ پر برخواست“ یا ”نکاح سے برخواست“ کہنے کا حکم

سوال [۶۱۵۸]: ایک شخص اپنی بیوی سے اپنے گھر چلنے کو کہتا ہے کہ چلو، بیوی کہتی ہے بہتر ہے وہ چلنے کا سامان کرتی ہے، مگر اس کا باپ روکتا ہے کہ میری لڑکی کی طبیعت اچھی نہیں ہے دو تین روز نہیں جاسکتی، جس وقت طبیعت اچھی ہو جائے گی لے جانا۔ اس پر یہ دوسرے شخص سے یہ کہتا ہے کہ میری بیوی سے کہہ دو کہ: ”وہ مجھ پر برخواست“ یا ”نکاح سے برخواست، لڑکی والوں سے کہہ دو کہ وہ اس لڑکی کا نکاح کہیں اور کر لیں۔“ اس واقعہ سے تقریباً دو ماہ گزرتے ہیں۔ اب آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر اپنی غلطی پر نادم ہو تو کیا حکم ہے اور اگر غلطی کا اقرار نہ کرے تو کیا حکم ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ لفظ: ”لڑکی والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح کہیں اور کر لیں“ اگر شوہر نے بہ نیت طلاق کہا ہے تو طلاق واقع ہوگئی، اگر ایک کی نیت کی ہے تو ایک ہوئی اگر تین کی نیت کی ہے تو تین ہو گئیں۔ اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی: ”ولو قال: تزوجی و نوی الطلاق، أو الثلاث، صح. وإن لم ينو شيئاً، لا يقع، كذا في الغياثية، اهـ.“ فتاویٰ عالمگیری: ۱/۳۷۶ (۱)۔ اور یہ لفظ کہ ”میری بیوی سے کہہ دو کہ وہ مجھ سے برخاست یا نکاح سے برخواست“ اگر اسی طرح شک اور تردد کے ساتھ کہا ہے اور طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق نہیں ہوئی، اگر بلا تردد کے پہلا لفظ کہا ہے یعنی ”مجھ سے برخاست“ تو اس

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۶/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۳۱۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۷۸، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سے وقوع طلاق نیت پر موقوف ہے، اگر دوسرا لفظ کہا ہے تو طلاق واقع ہوگئی:

”وإذا قال: لها أبرئتك عن الزوجية، فيقع الطلاق من غير نية في حالة الغضب وغيره، كذا في الذخيرة. في مجموع النوازل: امرأة قالت: لزوجها أنا بريئة منك، فقال الزوج: أنا بريء منك أيضاً، فقالت: انظر ما ذا تقول، فقال: ما نويت الطلاق، لا يقع الطلاق لعدم النية، كذا في المحيط“. وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶ (۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفرلہ۔

حکم قول الزوج: ”فلانة على حرام“ وطرحه ثلاثة مدر

سوال [۲۱۵۹]: ما قولكم أيها العلماء العظام والفضلاء الكرام في حق رجل قال لامرأته في حالة الغضب بغير نية الثلاثة و بغير حضورها: ”فلانة بنت فلانة على حرام“ و يطرح ثلاثة مدر في المرة الأولى، حتى يقرر هذه الكلمة ثلاثة مرار، أوقعت الطلاق البينة أم المغلظة؟ يجوز نكاح الرجل المذكور بالتحليل أو بغير التحليل؟ بينوا مع عبارات الكتب بالشرح والتفصيل؟

الجواب حامداً ومصلياً:

إن قال هذه الكلمة ثلاث مرات، بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة؛ لأن البائن لا يلحق البائن، كما صرح في الدر المختار: ۲/ ۷۲۶ (۲)۔ وإن قال مرة ونوى بها الثلاث، وقعن،

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۷۶، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(۲) ”يحتمل رداً نحو خلية برية حرام“۔ (الدر المختار)۔ ”من حرم الشئ بالضم - حراماً امتنع..... وسيأتى وقوع البائن به بلانية في زماننا للتعارف“۔ (رد المحتار: ۳/ ۲۹۸، كتاب الطلاق، باب الكنايات)

” (أنت على حرام) والفتوى على أنه يقع الطلاق البائن وإن لم ينو، لغلبة استعمال هذا اللفظة في هذه البلاد“۔ (التاتارخانية: ۳/ ۳۰۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، نوع منه في قوله ”أنت حرام على“، إدارة القرآن كراچی) ==

وإن نوى بها واحدة تقع واحدة، وإن نوى بها ظهاراً كان ظهاراً، وإن إيلاءً كان إيلاءً:

”قال لامرأته: أنت على حرام ونحو ذلك كانت معي في الحرام إيلاءً إن نوى التحريم أولم ينو شيئاً، وظهاراً إن نوى، وهدراً إن نوى الكذب ديانةً. وأما قضاءً فإيلاءً، قهستانی. وتطبيقاً بئنة إن نوى الطلاق، وثلاث إن نواها. ويفتي بأنه طلاق بائن وإن لم ينو لغلبة العرف، ولذا لا يحلفه إلا الرجال، اهـ.“ درمختار: ۲/ ۸۵۴ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود غفرلہ۔

میں نے فائل (یعنی آخری فیصلہ دے دیا) کر دیا کہنا

سوال [۶۱۶۰]: زید کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ زید کی بیوی اپنے میکے میں چلی گئی، عورت کے لواحقین نے شوہر کو کہلا بھیجا کہ اگر زید اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کل کیا دینا، آج دیدے، اس کہنے پر زید نے سخت غیظ و غضب میں کہلا بھیجا کہ ”ایسی بیوی میرے کوئی کام کی نہیں“ اور اس قسم کی بہت سی باتیں جھگڑے کی ہوئیں اور معاملہ الجھن میں پڑ گیا، تاہم زید کے احباء نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی، اور اس کا غصہ فرو کرنے کی تدبیریں کیں، لیکن غصہ بجائے کم ہونے کے اور بھڑکتا گیا اور یہاں تک لکھ دیا کہ ”میں کسی طرح بھی اس عورت کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوں، اپنی خواہشات نفسانی تو ہر جگہ پوری کر سکتا ہوں، اس سے اچھی تو بازاری عورتیں ہوتی ہیں، کیونکہ میرے گھر سے چلی گئی، اب میں نہیں رکھ سکتا۔“

= (و کذا فی البحر الرائق: ۳/ ۵۲۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات فی الطلاق، رشیدیہ)

”ولا يلحق البائنُ البائنُ“. (الدر المختار: ۳/ ۳۰۸، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۸۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/ ۵۳۱، کتاب الطلاق، باب الکنايات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار: ۳/ ۳۳۳، ۳۳۴، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۲۸۵، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الإیلاء، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر: ۲/ ۲۰۷، ۲۰۸، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، مصطفى البابی الحلبي مصر)

ان تمام باتوں کے بعد زید اس طیش کی حالت میں طلاق نامہ لکھوانے کے واسطے قاضی کے پاس پہنچ گیا، مگر وہاں سے اس کے دوست سمجھا بجھا کر واپس لے آئے۔ ایک شخص کے یہ دریافت کرنے پر کہ قاضی کے پاس گئے تھے کیا ہوا، جواب دیا کہ ”میں نے فائل کر دیا“ (یعنی آخری فیصلہ کر دیا)۔ اسی طرح ہر دوست کے الگ الگ سمجھانے پر بھی ہر دوست کو ہر بار یہی جواب دیتا رہا کہ ”مجھ کو کسی حالت میں نہیں چاہئے، اب سونے کی بھی بن کر آئے یا ہیرے کی، نہیں رکھوں گا“۔

جب کہ یہ سب باتیں ہو رہی تھیں تو زید کی بیوی حاملہ تھی، ان جوابات کے بعد اس کے بچہ ہوا، اب عورت کو ماں باپ اس کے شوہر کے گھر بھیجنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں زید اس کو اپنے گھر رکھ سکتا ہے یا نہیں اور عورت کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کیسی؟ براہ کرم ذرا صاف صاف مع حوالہ کتب فقہیہ مفصل تشریح فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تمام بیان میں زید کی جانب سے طلاق کا صریح لفظ کوئی نہیں نقل کیا گیا، اگر زید نے قاضی سے یہ کہا ہے کہ طلاق نامہ میری زوجہ کے لئے لکھ دو تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، اگرچہ تحریر طلاق نامہ کی نوبت نہ آئی ہو: ”ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی کان، إقراراً بالطلاق وإن لم یکتب، اهـ“ درمختار (۱)۔

اگر طلاق کی کوئی صفت بائنہ یا مغلظہ ذکر نہیں کی تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ”آخری فیصلہ کر دیا“ کا اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق مغلظہ دیدی تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق بائن دے دی تو طلاق بائن واقع ہوگئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ میں اس کو اب کبھی نہیں بلاؤں گا (اگرچہ طلاق بھی نہیں دی) تو اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا (۲)۔

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیۃ: ۳/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) ”ویقع بباقيها: أي باقي ألفاظ الكنايات المذكورة البائن إن نواها، أو الشنتين وثلاث إن نواه“.

(الدر المختار: ۳/۳۰۳، ۳۰۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۴، ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

اگر قاضی کے پاس جا کر طلاق نامہ لکھنے کو نہیں کہا بلکہ اس سے پہلے ہی دوست اس کو واپس لے آئے تو پھر محض طلاق نامہ لکھوانے کی نیت سے قاضی کے پاس جانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی، طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے اندر رجعت درست ہوتی ہے (۱)، بعد عدت تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے (۲)۔ طلاق مغلظہ میں حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے یعنی اگر پھر طرفین رضامند ہو جائیں تو عدت گزرنے کے بعد عورت کسی اور شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دے یا مرجائے تو پھر اس کی عدت ختم کر کے پہلے شوہر سے نکاح درست ہو جاتا ہے اس سے قبل درست نہیں ہوتا (۳)۔ اور جس عورت کو حالت حمل میں طلاق دی گئی ہو اس کی عدت وضع حمل ہے (۴)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو رجعتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض.“ (الفتاوى العالمگیریة: ۴۷۰/۱، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة و فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الهدایة: ۳۹۴/۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، شركة علمیه ملتان)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۴۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع.“ (الدرا المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۴۰۹/۳، سعید)

(۳) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً فی الحرة وثنتين فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ویدخل بها، ثم یطلقها أو یموت عنها.“ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۴۷۲/۱، ۴۷۳، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرا المختار علی تنویر الأبصار: ۴۰۹/۳، ۴۱۱، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۶۰۳/۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث و العشرون فی مسائل المتعلقة بنکاح المحلل، إدارة القرآن کراچی)

(۴) ”و[العدة] فی حق الحامل وضع حملها.“ (الدرا المختار: ۵۱۱/۳، کتاب الطلاق، باب العدة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۵۲۸/۱، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۵۵/۴، کتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون فی العدة، إدارة القرآن کراچی)

”اگر گھر سے نکل جائے گی تو فارغی دے دوں گا“ اور پھر ”فارغی فارغی فارغی“ کہنا
 سوال [۶۱۶۱]: زید اور اس کی بیوی میں جھگڑا ہوا بیوی گھر سے نکل کر جانے لگی تو زید نے کہا کہ
 ”اگر گھر سے نکل کر جائے گی تو میں تجھے فارغی دیدوں گا“، اس کے باوجود بیوی گھر سے نکل گئی۔ دوسرے دن
 وہ اپنے شوہر کے گھر آئی، زید نے کہا کہ تم چلی گئی تھیں اب کیوں آئی ہو، اس بات پر بیوی نے کہا کہ ابھی تم نے
 فارغی کہاں دی تو زید نے کہا: ”اچھا! جا، فارغی، فارغی، فارغی“۔ اس صورت میں اس کی بیوی پر طلاق پڑی
 کہ نہیں، اگر پڑی تو کونسی؟ اور کونسا ایسا طریقہ ہے کہ زید اور اس کی بیوی دونوں ازدواجی زندگی بسر کر سکیں؟
 الجواب حامداً و مصلیاً:

بہ نیت طلاق ایسا کہنے سے طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، ایک طلاق بائن کے بعد دوسری طلاق بائن
 واقع نہیں ہوتی (۲)، درمختار میں اس کی تصریح موجود ہے، لہذا طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست
 ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا بعد عدت (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
 حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”وما یصلح جواباً و شتماً، خلیۃ، بریۃ، بتۃ، بتلۃ، بائن، حرام..... ففی حالۃ الرضا لا یقع الطلاق
 فی الألفاظ کلھا إلا بالنیۃ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳/۴۷۳، ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی
 الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۳/۲۹۸، ۳۰۱، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)
 (و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، نوع فی قوله: ”خلیۃ“:
 ۳/۳۱۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”و لا یلحق البائن البائن“۔ (الدرالمختار: ۳/۳۰۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)
 (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)
 (و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۴، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دار الکتب العلمیۃ بیروت)
 (۳) ”و ینکح مبانتہ بمادون الثلاث فی العدة و بعدها“۔ (البحر الرائق: ۳/۹۴، کتاب الطلاق، فصل
 فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

”میاں بیوی کا رشتہ نہیں بلکہ بھائی اور بہن کا رشتہ“ کہنے کا حکم

سوال [۶۱۶۲]: زید نے ذیل کے تین خطوط مختلف مواقع میں لکھے جب کہ زوجہ زید (خالدہ) حاملہ تھی: پہلا خط وضع حمل سے پہلے آیا اور بعد وضع حمل ایک خط حقیقی ماموں کو اور ایک خط خالدہ کو موصول ہوا، اب حقیقی ماموں کو دوسرا خط ملنے پر صورت حال معلوم کرنے کے لئے زید کے پاس گئے، تحقیق کرنے پر اپنے حقیقی چچا کے سامنے زبانی طور پر ماموں سے بولا کہ ”جو ہونا تھا ہو گیا“، تو زید کے چچا نے کہا کہ اگر کچھ گنجائش ہو تو نکالیں تو اس بات پر زید نے کہا کہ ”کیا میں زنا کروں“۔

ذیل کی تحریر اور بالا کی طرز تحریر سے کیا خالدہ پر طلاق ہو گئی، اگر طلاق واقع ہو گئی ہے تو کونسی طلاق واقع ہوگی؟ پھر بعد کی تحریر میں حکم ظہار کی بو آتی ہے امید ہے کہ مدلل و مبرہن فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں گے۔

خط نمبر ۱: مورخہ ۲۰/ دسمبر/ ۱۹۷۰ء بنام زوجہ (خالدہ) قبل وضع حمل:

”یہ میں آپ کو بالکل آخری موقع دے رہا ہوں اور یاد رکھ کر کہ یہ بالکل آخری موقع ہے، اس کے بعد بھی آپ نے ایسا ہی کیا تو آپ اور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے“۔

خط نمبر ۲: مورخہ ۲۵/ مارچ/ ۱۹۷۱ء، بنام حقیقی ماموں بعد وضع حمل۔

”سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آپ ضرور بالضرور، ۲۷/ مارچ کو حیدر آباد شریف لائیں، کیونکہ بے انتہا ضروری مسئلہ درپیش ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے سلطانہ خالدہ سے مکمل جدائی اختیار کر لی ہے اور کاغذ بھی لکھ چکا ہوں، آپ کے آتے ہی بتلا کر بھیج دوں گا، اگر آپ نہ آئے تو ایک ہفتہ اور انتظار کر کے بھیج دوں گا“۔

خط نمبر ۳: مورخہ ۱۵/ اپریل/ ۱۹۷۱ء بنام زوجہ بعد وضع حمل:

”یہ خط میں آپ کو پرانے ناطے سے نہیں بلکہ ایک بھائی کے ناطے لکھ رہا ہوں، چند روز قبل تک آپ کا اور میرا رشتہ شوہر اور بیوی کا تھا، مگر آج یہ رشتہ باقی نہیں ہے، بلکہ بھائی اور بہن کا رشتہ بن گیا ہے، ہو سکتا ہے کہ اللہ پاک کو یہی منظور تھا، دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ اور مجھ میں اتنی کشیدگی کیوں بڑھی تھی اور نتیجہ یہ نکلا۔

اگر معلوم ہو تو اچھا ہے ورنہ کوئی بات نہیں، جو کچھ ہوا، وہ اچانک قدرتی طور پر ہوا ہے۔ اگر آپ اب

بھی میرے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی تو تمام پرانی باتوں کو بھول کر اور صرف میری ہو کر رہو تو ابھی بتلا رہا ہوں کہ اب بھی میں تیار ہوں کہ میں آپ کو اپنا بنالوں، مگر شرط یہ ہوگی کہ تمام پرانی چیزوں اور میری ناپسند چیزوں کو چھوڑنا ہوگا۔ اگر اپنی زبان سے مجھے قبول کرتی ہیں تب ہی یہ چیز ممکن ہے ورنہ نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ انشاء اللہ میرا ارادہ ایک اور شادی کرنے کا ہے، آپ کو اس میں کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہیئے، اس کے ساتھ آپ کو بھی مل جل کر بہن بن کر زندگی گزارنا ہوگا۔ امید کہ آپ کو اس قسم کا اعتراض نہ ہوگا۔

اگر آپ اوپر لکھی ہوئی دونوں باتوں کو منظور کرتی ہیں یعنی اپنی زبان سے قبول کرتی ہیں کہ مجھے اپنا شوہر تسلیم کرنے کو تیار ہیں، اور میری دوسری شادی پر اعتراض نہیں تو مجھے سوچ کر ایک ہفتہ میں جواب دو۔ اس تعلق سے آپ اچھی طرح سوچ لو، بعد میں مجھے الزام نہیں، اس لئے کہ میں نے کھول کر لکھ دیا ہے، اگر آپ راضی ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ خدا حافظ۔

میں آپ کے مہر کی رقم ایک سال کے اندر واپس کر دوں گا۔ ایک نشانی میری اور آپ کے پیار کی دنیا میں ہے جو میں اسے آ کر لے جاؤں گا۔“

مذکورہ بالا تحریر اور زبانی طور پر الفاظ کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ شرعی سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے ایسا لکھا ہے اور طلاق کی نیت سے لکھا ہے تو جیسا کہ قرآن سے ظاہر ہوتا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)۔ ظہار نہیں ہوا، طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کا اختیار حاصل ہے حلالہ کی

(۱) ”ولو قال: لا نکاح بینی و بینک. و ذکر الصدر الشہید فی واقعاتہ أنه إذا نوی الطلاق، يقع.“

(الفتاویٰ التاتارخانیۃ، کتاب الطلاق، الکنایات: ۳/۳۲۱، إدارة القرآن کراچی)

”وفی الفتاوی: لم یبق بینی و بینک عمل، و نوی، يقع، کذا فی فتاوی قاضیخان.“ (الفتاویٰ

العالمگیریۃ: ۳۷۶/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاوی قاضی خان: ۴۶۸/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیہ)

ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۹۱ھ۔

الفاظ کنایہ کہنے سے طلاق

سوال [۶۱۶۳]: زید نے اپنی بیوی حمیدہ خاتون پر خانگی نزاعات کے زیر بحث چند ایسے فقرے

استعمال کئے جس سے طلاق کا احتمال ہے۔ مثلاً زید نے کہا کہ میں تجھے رکھنا نہیں چاہتا، تو میری بیوی ہونے کے لائق نہیں، تو اپنے میکہ چلی جا، اب میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں، یا مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں، بروقت حمیدہ باپ کے گھر ہے اور اپنے کو مطلقہ تصور کر رہی ہے۔ اب زید اپنے کہے ہوئے الفاظ واپس لے رہا ہے کہ میں نے ایسے الفاظ استعمال نہیں کیا ہے کہ جس سے حمیدہ اپنے آپ کو مطلقہ تصور کر رہی ہے گو کہ مجمع عام میں مندرجہ الفاظ زید نے کہے ہیں جس کے شاہد خصوصاً لڑکی کے باپ کے علاوہ دو آدمی اور ہیں۔

زید سے چند مخصوص لوگوں نے کہا کہ حمیدہ کا اور تمہارا تعلق اچھا نہیں ہے لہذا تم قطع تعلق کر لو۔ زید نے قطعی اور آخری یہی جواب دیا کہ میں کسی قیمت پر طلاق نامہ اور قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ میں اپنی دوسری شادی کروں گا۔ اس کو اور اس کے گھر والوں کو پریشان کرتا رہوں گا۔ لڑکی کے باپ نے بذریعہ عدالت یہ تصفیہ چاہا لیکن اس میں بھی کوئی کامیابی کی صورت نہیں آئی۔ یعنی زید نے شاید یہ کہا ہے کہ میں عدالتی سمن بر عدالت حاضر نہیں ہوں گا۔ مجھے خود کشی کرنی ہے۔

جواب طلب یہ ہے کہ پیرا گراف نمبر ۱ کے مستعملہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ مع اقسام طلاق تحریر فرمائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر عدالتی کارروائی پر زید عدالت پر حاضر نہیں ہوتا تو اس کی عدم

(۱) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعدها نقضائها"۔ (الفتاویٰ

العالمکیریہ: ۴/۳۷۳، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة و ما يتصل به، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۶۰۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث والعشرون فی مسائل المتعلقة

بنکاح المحلل و ما يتصل به، إدارة القرآن کراچی)

موجودگی میں مجسٹریٹ یا منصف حمیدہ کے موافق فسخ نکاح کا حکم دیدے تو ایسی صورت میں وہ طلاق از روئے مسئلہ جائز ہوگی یا نہیں؟ اور کیا حمیدہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ زید خلع پر بھی رضا مند نہیں ہے، ان تمام صورتوں کے پیش نظر حمیدہ کو اپنے آپ کو مطلقہ تصور کرنا کیونکہ زید نے متعدد بار ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ کیسا ہے؟ نیز حمیدہ کی رہائی کس قدر ممکن ہے؟ ان دونوں کے اوقات بسر کی کوئی اچھی صورت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے نقل کردہ جملوں میں صریح طلاق کا کوئی ذکر نہیں ہے البتہ طلاق کنائی کے الفاظ ضرور ہیں مگر وہ ایسے ہیں کہ اس سے طلاق واقع ہونے کا مدار زید کی نیت پر ہے۔ اگر زید نے بہ نیت طلاق یہ الفاظ کہے ہیں تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگی (۱)، جس کا حکم یہ ہے کہ شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہا، لیکن طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے (۲)۔

اگر بیوی رضا مند ہو تو بعد عدت اس کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار ہے۔ اگر زید نے بہ نیت طلاق وہ الفاظ نہیں کہے تو ان سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، بدستور نکاح قائم ہے۔ نیت کے بارے میں شوہر ہی کا قول معتبر ہوگا (۳)۔

اگر زید حقوق زوجیت ادا نہیں کرتا اور بیوی پریشان ہے اور اس کے گزارے کی کوئی صورت نہیں تو مجبوراً حاکم مسلم باختیار کی عدالت سے یا شرعی پنچایت سے تفریق حاصل کر سکتی ہے۔ حاکم کا مسلمان ہونا

(۱) "ولو قال لامراته: لست لی بامراته نوبت الطلاق، يقع الطلاق، وفي الفتاوی: لم یبق بینی

وبینک عمل، ونوی، يقع." (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۲۹۸، الفصل الخامس فی الکناہات)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۹۸، کتاب الطلاق، باب الکناہات)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، فصل فی الکناہات والمدلولات)

(۲) (راجع، ص: ۵۰۷، رقم الحاشیة: ۱)

(۳) "ففي حالة الرضا لا يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع

اليمين." (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۳۷۵، فصل فی الکتابات)

(و کذا فی التاتارخانیة: ۳/۳۲۵، باب الکناہات)

ضروری ہے۔ اگر بیوی کی شکایت شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جن کی بناء پر حق تفریق حاصل ہو اور عدالت کے طلب کرنے پر بھی شوہر حاضر نہ ہو تو ثبوت شرعی پر اس کی عدم حاضری کی صورت میں بھی تفریق کی جاسکتی ہے۔ اس کی پوری تفصیل ”الحیلۃ الناجزۃ“ میں درج ہے (۱)۔ اگر شوہر تو حقوق زوجیت ادا کرتا ہے مگر بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور طلاق لے کر دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ایسا کرنا شرعاً نہایت مذموم فعل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱/۸۸ھ۔

”تم وہیں جاؤ جہاں سے آئی ہو، ایسی عورتوں کو طلاق جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں، ایک، دو، تین“ کہنا

سوال [۶۱۶۲]: بعد سلام مسنون آنکہ میرا نکاح مطابق شرع شریف ہمراہ مسماۃ خاتون دختر شیخ عبدالغنی سے عرصہ تقریباً ساٹھ آٹھ سال ہوئے ہوا تھا اور اس وقت سے وہ آج تک بطور زوجہ میرے گھر میں آباد رہی، زوجین باہمی نفاق کے ودیگر معاملات بد سے بدتر ہو کر زہر خورانی و ایک دوسرے کے مارنے تک پہنچ گئے، پنچایت ہو کر میرے سسرال والوں کا میرے گھر اور میرا ان کے گھر جانا بند ہو گیا، لیکن میری بیوی میرے پاس رہی۔

اب کل بوقت شب میری عدم موجودگی میں میری اہلیہ بلا اجازت میری اپنے تایا زاد بھائی کے گھر کا بہانہ کر کے اپنے والدین کے گھر پہنچی، اتفاق سے میں بھی آٹھ نو بجے رات کو گھر آ گیا، میں نے جب ہر دو

(۱) ”زوجہ متعنت کو سخت مجبوری کی وجہ سے تفریق کا حق ملتا ہے، مجبوری کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے اور نہ خود عورت حفظ آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر سے علیحدہ رہنے میں ابتلائے معصیت کا قوی اندیشہ ہو۔ اور صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے۔ اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ہو تو اس کے خاوند سے کہا جائے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دو! ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا جو شرعاً اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کر دے اور اس میں کسی مدت کے انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں ہے۔“ (حیلۃ ناجزۃ، ص: ۳۷، ۳۸، حکم زوجہ متعنت، دارالاشاعت)

اہلیہ کو گھر پر موجود نہ پایا تو اپنی بیوی کے تایا کے گھر جا کر دریافت کیا کہ میرے گھر سے یہاں آئی ہیں، لیکن اس کے تایا زاد بھائی مسمیٰ محمد مطلوب اور اس کی تائی نے انکار کیا کہ یہاں پر کوئی نہیں آیا۔

راستہ میں میں نے اس کے باپ کے گھر سے جو میں نے اپنی بیوی کی آواز سنی تو نوکر کو جو اس کے ہمراہ تھا آواز دی، نوکر مع چھوٹی بچی کے باہر آیا، میں نے بچی کو لے لیا اور نوکر سے کہا کہ گھوڑی باندھ دو، عقب سے میرا لڑکا عمر چھ سات سال آیا میں نے اس کو زبانی کہلا بھیجا کہ تم اپنی ہر دو والدہ کو کہہ دینا کہ اس وقت میرے پاس نہ آنا، بجائے اس کے میری ہر دو اہلیہ مع میری خوش دامن مع اپنے لڑکے اور بھتیجے اور تین دیگر لڑکوں کے پہونچی۔

محمد مطلوب میری اہلیہ کا برادر تایا زاد بھی ہمراہ تھا، اس طرح ان کا بطور حمایت ہمراہ آنے سے اس وقت مجھے رنج ہوا، کیونکہ میرے اور ان کے معاملے بدترین درجہ سے تجاوز کئے ہوئے تھے۔ ان کے پہونچنے پر میں نے پہلے دوسری بیوی کے دو لہجے بطور تنبیہ ماری اور کہا کہ تُو ان کے ہمراہ کیوں گئی، وہ تیرے کیا لگتے ہیں جب کہ وہ میری جان کے دشمن ہیں، پھر مسماۃ خاتون دختر عبدالغنی کے دو تھپڑ مار کر کہا کہ ”تم وہیں جاؤ جہاں سے آئی ہو، خود تو گئی ہمراہ دوسری کو بھی لے گئی“ اور بحالت غصہ سختی سے کہا کہ ”ایسی عورتوں کو میری طرف سے طلاق ہے جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں اپنے گھر جاؤ“۔

اسی عرصہ میں دوسرے اعزہ آ گئے، وہ سمجھانے لگے، میں نے کہہ دیا: ”میرا ان کا فیصلہ ہو چکا ایک دو تین“۔ اس کے بعد قاضی صاحب کو بلا لیا گیا، قاضی صاحب نے سب معاملہ سن کر کہا کہ چونکہ سب کا مفہوم ایک ہی ہے طلاق ہو چکی، نہ تم اب اس کو رکھ سکتے ہو اور نہ ہم چھوڑ سکتے ہیں۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ اس صورت میں:

۱..... کیا مسماۃ خاتون کو طلاق شرعی ہو چکی یا دیگر صورت ہوگی؟

۲..... کیا اس صورت میں وہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور وہ نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... تمام عبارت سوال میں ایک جگہ تو لفظ طلاق صراحۃً مذکور ہے کہ ”ایسی عورتوں کو میری طرف سے

طلاق ہے کہ جو میرے کہنے کے خلاف عمل کریں“، شوہر کے کہنے کے خلاف کرنے سے شرعاً اس لفظ سے ایک

طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس سے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار حاصل رہتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہوتا ہے۔ دوسرا لفظ ”اپنے اپنے گھر جاؤ“ یہ کنایہ ہے، پس اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے دوسری طلاق، طلاق بائن واقع ہوگی، اس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہے، رجعت کا حق باقی نہیں رہا۔ اور اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی:

”صریحہ: ما لم يستعمل إلا فيه كطلقتك وأنت طالق و مطلقة، ويقع بها واحدة

رجعية، وإن نوى خلافها أو لم ينو شيئاً“۔ تنویر (۱)۔

”وما يصلح جواباً ورداً، لا غير: أخرجى، اذهى، اغربى، قومى، تقنعى، استترى،

تخمرى. وما يصلح جواباً وشتماً: خلية..... وفى حالة الغضب يصدق فى جميع ذلك

لا احتمال الرد والسب، إلا فيما يصلح للطلاق، ولا يصلح للرد والشتم..... اهـ۔

والحق أبو يوسف رحمه الله تعالى بخلية وبرية وبتة وبائن و حرام أربعة أخرى

ذكرها السرخسى فى المبسوط، وقاضى خان فى الجامع الصغير، وآخرون، وهى: لا سبيل لى

عليك، لا ملك لى عليك، خليت سبيلك، فارقتك. ولا رواية فى: خرجت من ملكى. قالوا: هو

بمنزلة: خليت سبيلك. وفى الينايع: ألحق أبو يوسف رحمه الله تعالى بالخمسة ستة أخرى، و

هى الأربعة المقدمة، وزاد: خالعتك، والحقى بأهلك..... وانتقلى واثقلقى كالحقنى. وفى

البرزازية: وفى الحقى برفقتك يقع إذا نوى، كذا فى البحر الرائق“. عالم گیرى: ۱/۳۷۵ (۲)۔

(۱) (الدر المختار: ۳/۲۴۷، ۲۵۰، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(و كذا فى تبیین الحقائق: ۳/۳۹، ۴۰، كتاب الطلاق، باب الطلاق، دار الكتب العلمیه بیروت)

(و كذا فى الفتاوى العالمكیریة: ۱/۳۵۴، كتاب الطلاق، الفصل الأول فى الطلاق الصريح، رشیدیہ)

(۲) (الفتاوى العالمكیریة: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشیدیہ)

(و كذا فى فتح القدير: ۴/۶۴، كتاب الطلاق، فصل فى الطلاق قبل الدخول، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و كذا فى البحر الرائق: ۳/۵۲۴، ۵۲۵، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشیدیہ)

”والبائن يلحق الصريح“. تنویر (۱)۔

آگے چل کر سوال میں درج ہے ”میرا ان کا فیصلہ ہو چکا، ایک، دو، تین“۔ سوال کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بیوی کے لئے نہیں کہی گئی بلکہ بیوی کے رشتہ داروں کے لئے (جن سے کہ شوہر کو اذیت پہونچی ہے) کہی گئی ہے، نیز یہاں لفظ طلاق بھی مذکور نہیں، اس لئے اس لفظ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ اگر شوہر کی نیت بیوی کو طلاق دینا ہے اور اسی نیت سے یہ لفظ کہا ہے اور مراد ایک طلاق دو طلاق تین طلاق ہے تو جس بیوی کو کہا ہے اس کو طلاق واقع ہو کر مغلطہ ہو گئی ہے۔ ایک سوال اس کے خلاف بھی آیا ہے اس سوال کے مطابق اس پر جواب تحریر کر دیا ہے۔ حقیقت حال اللہ کو معلوم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱۰/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبداللطیف۔

”میں نے آزادی کی، میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں“ کا حکم

سوال [۶۱۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دی، یا یہ کہا کہ ”تجھ کو میں نے آزادی کی“ یا یہ کہا کہ ”میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں“۔ غرض کہ تینوں لفظوں میں سے کوئی سا لفظ اس نے کہا تو عورت کو طلاق پڑ گئی یا نہیں، اب عورت کے لئے کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صریح لفظ سے طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہو گئی، نیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور لفظ ”میں نے آزادی کی“ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح ہے اس سے بھی بلا نیت ایک طلاق رجعی واقعی ہو جاتی ہے (۲)، اس لفظ سے اور

(۱) (الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۴، باب الکنايات، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۳۱، باب الکنايات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”سرحتک وهو ”رہا کردم“؛ لأنه صار صریحاً فی العرف علی ما صرح به نجم الزاہدی الخوارزمی فی شرح القدوری فإن سرحتک کنایۃ، لکنہ فی عرف الفرس غلب استعمالہ فی =

صریح لفظ سے ایک یا دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر رجعت جائز ہے (۱) اور بعد عدت تراضی طرفین سے نکاح درست ہے (۲) اور تین مرتبہ کہنے کے بعد بلا حلالہ کے رکھنا درست نہیں (۳)۔

اور لفظ ”میرا تیرا کچھ واسطہ نہیں“ کنایات میں سے ہے، پس اگر اس سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی، اس کا حکم یہ ہے کہ تراضی طرفین سے نکاح درست ہے، بلا نکاح رکھنا درست نہیں اور حلالہ کی ضرورت نہیں، بعد عدت عورت دوسرے سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر اس لفظ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی: ”وفی الفتاوی: لم یبق ینی و بینک عمل، ونوی، یقع، کذا فی العتابة“۔ عالم گیری: ۲/۳۹۴ (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۲/۵۴ھ۔

صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/صفر/۵۴ھ۔

= الصریح، فإذا قال: ”رہا کردم“: ای سرحتک یقع به الرجعی مع أن أصله کنایة أيضاً، وما ذلک إلا لأنه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق“۔ (ردالمحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)
(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)
(۱) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في العدة، رضیت بذلك أو لم ترض“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۰، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)
(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۴۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیة بیروت)
(وکذا فی الدر المختار: ۳/۳۹۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)
(۲) ”وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۳/۴۰۹، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۷۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)
(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، دارالکتب العلمیة بیروت)
(۳) قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾۔ (البقرة: ۲۳۰)
(۴) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)
(وکذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق للزلیعی: ۳/۸۰، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیة، بیروت)

”تم کو جہاں چاہے شادی کرلو، وہ میرے نام سے چوڑی توڑ پھوڑے، مجھ کو اب کوئی سروکار نہیں“

سوال [۶۱۶۶]: نظام الدین نے اپنی اہلیہ کا ایک سال سے نفقہ بند رکھا ہے اور اشارہ و کنایہ کے ساتھ خسر اور بیوی کے نام سے بہت ناراض ہو کر تاکید مزید کے ساتھ اس طرح خط لکھ دیا کہ ”تم اور تمہاری لڑکی سمجھتے ہیں کہ وہ زلیخا سے زیادہ خوبصورت ہے، تم کو جہاں ملے وہاں شادی کرلو، ایک سال کے اندر ہی شادی کرنے کی کوشش کریں کہ خوشحالی سے زندگی گزر جائے“، وغیرہ جیسے الفاظ ہیں اور اسی گاؤں کے مولوی عبدالحمید صاحب جو معتبر آدمی ہیں، ایک مرتبہ نظام الدین اور مولوی صاحب موصوف سے اس لڑکی کے بارے میں کچھ بات چیت ہو رہی تھی، نظام الدین نے اثنائے گفتگو میں مولوی صاحب موصوف سے کہا کہ آپ اس لڑکی سے یعنی بیوی سے کہہ دیں کہ ”وہ میرے نام سے چوڑی توڑ پھوڑ لیں، مجھ کو اب کوئی سروکار نہیں ہے“۔

چوڑی پھوڑنے کا محاورہ بغیر شوہر کے رہنا ہوتا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم: ۴/۳۱۰، ۳۱۱، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند نیز حوالہ کتب معتبر درج ہے کہ طلاق رجعی ہوگئی، نیت کرے یا نہ کرے (۱)، فتاویٰ ہذا پر کچھ جاہل لوگ چنیں چناں کرتے ہیں۔ صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

شوہر کی طرف سے کوئی صریح لفظ طلاق تحریر میں نقل نہیں کیا گیا، جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ کنایہ ہیں، اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی، بعد عدت عورت کو دوسری جگہ نکاح کا حق

(۱) ”سوال: ہاجرہ کے شوہر نے ہاجرہ کے ساتھ بدسلوکی کی، ہاجرہ کے دریافت کرنے پر کہا کہ ”جاؤ تم کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں اور نہ مجھ کو تم سے“۔ ہاجرہ اپنے میکہ چلی آئی اور دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، شوہر اول آمادہ فساد و تکرار ہے۔ اس صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

”الجواب: اگر شوہر نے یہ لفظ کہ ”جاؤ تم کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں، الخ“ بہ نیت طلاق کہا ہو تو اس کی زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگئی، لیکن اگر شوہر بہ نیت طلاق کہنے سے انکار کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور بدون طلاق شوہر اول کے دوسرا نکاح ہاجرہ کا درست نہ ہوگا۔ فقط“۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹/۳۶۰، کتاب الطلاق،، باب چہارم کنایات، سروکار نہیں کا جملہ طلاق کی نیت سے کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں، مکتہ امدادیہ ملتان)

حاصل ہے (۱)، درمختار وغیرہ میں ہے کہ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۴ھ۔

”اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ میں طلاق دے کر جا رہا ہوں“
سوال [۶۱۶]: صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید کی شادی ہندہ سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ہوئی، زید آزاد منش ثابت ہوا، شروع ہی سے رنجش شروع ہو گئیں۔ کچھ عرصہ قبل ہندہ اپنے میکے آئی ہوئی تھی، بغرض ملاقات زید آیا اور حسب سابق رنجش شروع ہو گئی، زید نے ہندہ کو ساتھ لے جانا چاہا مگر ہندہ ان حالات میں جانے کو تیار نہیں ہوئی کہ مار پٹائی تک نوبت آ گئی تھی، اس پر زید یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ”میں یہاں سے جا رہا ہوں، تُو میرے لئے مرچکی، میں تمہارے لئے مرچکا، اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ، میں تیری کوئی خبر نہیں لوں گا، میں طلاق دے کر جا رہا ہوں، میرے جانے کے بعد تم عدت میں بیٹھ جانا“۔
جب تنازعہ ہوا، ہندہ چار ماہ کی حاملہ تھی، وہ خاوند کے جانے کے بعد غسلاخانہ میں گر گئی اور خاوند کے جانے کے چھٹے روز اسپتال میں اسقاط ہو گیا۔

۱..... مذکورہ بالا عبارت سے طلاق رجعی ہوئی یا بائن؟

(۱) قال الله تعالى: ﴿وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ، فَلَبِغْنَ أَجْلَهُنَّ، فَلَا تَعْضِلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضُوا بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ الآية (سورة البقرة: ۲۳۲)

”فإذا انقضت العدة قبل الرجعة، فقد بطل حق الرجعة، وبانت المرأة منه، وهو خاطب من الخطاب يتزوجها برضاها إن اتفقا على ذلك“۔ (المبسوط للسرخسي: ۱۶/۲، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مكتبه حبيبيه، كوئٹہ)

(و كذا في بدائع الصنائع: ۳۹۶/۳، فصل في شرائط جواز الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”ويقع بباقيها أى باقى الفاظ الكنايات المذكورة..... البائن إن نواها.....“

قال ابن عابدين رحمه الله: قوله: (البائن) بالرفع فاعل ”يقع“ فى قوله: ”ويقع بباقيها“۔
(ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الكنايات، مطلب: لا اعتبار بالأعراب هنا: ۳۰۲/۳، ۳۰۳، سعيد)
”تطلق واحدة رجعية فى اعتدى واستبرئى رحمك وأنت واحدة فلا يقع فى هذه الثلاثة إلا واحدة رجعية ولو نوى ثلاثاً، أو ثنتين، وفى غيرها بائنة“۔ (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل السادس فى الكنايات: ۳۷۵/۱، رشيدية)

اسقاط سے انقضائے عدت اور حالات جنین

سوال [۶۱۶۸]: ۲..... زید کی شادی ہندہ سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ہوئی، زید آزاد منش ثابت ہوا، شروع ہی سے رنجشیں شروع ہو گئیں..... زید نے ہندہ کو ساتھ لے جانا چاہا لیکن ہندہ ان حالات میں جانے کو تیار نہیں ہوئی کہ مار پٹائی تک نوبت آگئی تھی، اس پر زید یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا: ”میں یہاں سے جا رہا ہوں، تو میرے لئے مرچکی، میں تمہارے لئے مرچکا، اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ، میں تیری کوئی خبر نہیں لوں گا، میں طلاق دے کر جا رہا ہوں، میرے جانے کے بعد تم عدت میں بیٹھ جانا“۔ جب تنازعہ ہوا ہندہ چار ماہ کی حاملہ تھی، وہ خاوند کے جانے کے بعد غسلخانہ میں گر گئی اور خاوند کے جانے کے چھٹے روز اسپتال میں اسقاط ہو گیا۔ اس اسقاط سے عدت پوری ہوگئی یا نہیں؟

۳..... اگر عدت پوری نہیں ہوئی تو خاوند کو بغیر بیوی کی مرضی کے رجعت کا حق ہے یا نہیں؟

۴..... تکوین حمل میں ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ”پہلے ماہ میں یہ کیفیت ہوتی ہے، دوسرے ماہ میں لمبائی جنین تقریباً ۴/۱۱ انچ وزن ایک گرام، سر آنکھ کان ہاتھ پیر کے نشانات اور ریڑھ کے سرے الگ الگ نشانات ظاہر کرتے ہیں۔ تیسرے ماہ لمبائی ۳/۱۱ انچ، وزن ۳/۱۱ گرام انگلیوں کے نشان معلوم ہونے لگتے ہیں، چوتھے ماہ لمبائی ۶/۱۱ انچ، وزن ۵/۱۱ انس، اعضائے تناسل زنانہ مردانہ پہنچانے جاسکتے ہیں، پانچویں ماہ جنین کی لمبائی ۹/۱۱ انچ، وزن ڈیڑھ یا (.....) سر پر بال انگلیوں میں (.....) نکلنے لگتے ہیں اور اسی طرح نویں ماہ تک تفصیل درج ہے۔ (کچھ روایات کنز العمال: ۱۱۰/۱) پر لکھی احقر نے دیکھی جس کے نمونے اسپتال جے جے کے میوزیم میں ہر ماہ کے جنین شیشوں میں رکھے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں“۔ کتاب علم القبالت از حکیم محمد عبد المتین خاں، ص: ۳۷۔

تو کیا ان اطباء کی تحقیق جنین کے نشوونما میں قابل قبول ہے؟ یہ سب اسلئے لکھا ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ: ۱۲۷/۲،

۱۵۹/۳، اور فتاویٰ اہلادیہ: ۵۱۳/۴، ۵۱۴، کی عبارت سے مجھے پورا اطمینان نہیں ہوا۔ تو تفصیل عرض کر دیں۔

نیز طلاق کے معاملہ کو سننے والے ہندہ، ہندہ کی بڑی بہن اور اس بڑی بہن کا خاوند ہے۔ بصدد احترام

جواب ارسال کرنے کی درخواست ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً:

..... زید کے الفاظ ”اب میرا تجھ سے کوئی رابطہ نہیں رہا، ہمیشہ اپنے ماں باپ کے گھر رہ“ یہ کنایات طلاق ہیں، اگر طلاق کی نیت سے کہے جائیں تو طلاق بائن ہوتی ہے (۱)۔ ان الفاظ کے بعد صریح طلاق کا بولنا یہ قرینہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کے لئے کہے گئے ہیں، لہذا ان سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوئی، پھر صریح لفظ طلاق بولا، اس میں نیت کی بھی حاجت نہیں، اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی، وہ بھی بائن ہی ہوئی، کیونکہ بائن کے بعد رجعی کا محل نہیں رہا:

”الصريح يلحق الصريح و يلحق البائن، اهـ“۔ درمختار۔ ”(قوله: و يلحق البائن) کما لو قال لها: أنت بائن، أو خالعتها على مال ثم قال: أنت طالق، أو هذه طالق، بحر عن البزازیه. وإذا لحق الصريح البائن كان بائناً؛ لأن البينونة السابقة عليه تمنع الرجعة، كما في الخلاصة، اهـ“۔ شامی: ۳۶۹/۲ مختصراً (۲)۔ اب رجعت کا حق نہیں رہا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
املاہ بلسانہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۳/۱۴۰۶ھ۔

- (۱) ”وفی الفتاوی: لم یبق بینی و بینک عمل، و نوى الطلاق، یقع، کذا فی العتابة“۔ (الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۶/۱، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)
(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۶۸/۱، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)
(و کذا فی البحر الرائق: ۵۲۸/۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، رشیدیہ)
(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۰۶/۳، کتاب الطلاق، مطلب: الصريح يلحق الصريح، رشیدیہ)
(و کذا فی خلاصة الفتاوی: ۸۷/۲، کتاب الطلاق، جنس آخر فی البائن والرجعی، رشیدیہ)
(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۷۳/۳، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق على المبانة، إدارة القرآن کراچی)
(۳) ”هی استدامة الملك القائم فی العدة..... إن لم یطلق بائناً“۔ (الدر المختار)۔ ”هذا بیان لشرط الرجعة، ولها شروط خمس..... و لا کنایة یقع بها بائن“۔ (رد المختار: ۳۹۷/۳، باب العدة، سعید)
(و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۴۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دارالکتب العلمیة بیروت)
(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، کتاب الطلاق، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیة، بیروت)

۴،۳،۲..... اگر سقط میں بعض خلقت ظاہر ہوگئی تھی جو کہ عامۃً چار ماہ میں ظاہر ہو جاتی ہے تو عدت

پوری ہوگئی:

”ظہر بعض خلقه كيد أو رجل أو أصبع أو ظفر أو شعر، ولا يستبين خلقه إلا بعد مائة وعشرين يوماً (ولد) حكماً (فتصير) المرأة (به نساء.....ھ) وتنقضي به العدة. فإن لم يظهر له شيء فليس بشيء، ھ۱“. درمختار۔

قال الشامي: ”(قوله: ولا يستبين خلقه، الخ) ”في بعض الروايات: الصحيح ”إذ أمر بالنطفة ثنتان وأربعون ليلة، بعث الله إليها ملكاً، فصورها، وخلق سمعها وبصرها وجلدها“. وأيضاً هو موافق لما ذكره الأطباء، فقد ذكر الشيخ داؤد في تذكرته: أنه يتحول عظاماً مخططة في اثنين وثلاثين يوماً إلى خمسين، ثم يجتذب الغذاء ويكتسى اللحم..... والنامية ويكون كالنبات إلى نحو المائة، ثم يكون كالحيوان النائم إلى عشرين بعدها، فتنفخ فيه الروح الحقيقة الإنسانية، ھ. ملخصاً۔

نعم نقل بعضهم أنه اتفق العلماء على أن نفخ الروح لا يكون إلا بعد أربعة أشهر: أي عقبها كما صرح به جماعة. وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه بعد أربعة أشهر وعشرة أيام. وبه أخذ أحمد رحمه الله تعالى، ولا ينافي ذلك ظهور الخلق قبل ذلك؛ لأن نفخ الروح إنما يكون بعد الخلق. وتمام الكلام في ذلك مبسوط في الشرح الحديث الرابع من الأربعين النووية، فراجع، ھ“. رد المحتار: ۱/۲۰، باب الحيض (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

آملہ بلسانہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۱۴۰۶ھ۔

(۱) (التنوير مع الدر المختار: ۱/۳۰۲، باب الحيض مطلب: أحوال السقط وأحكامه، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمية: ۱/۵۲۹، الباب الثالث عشر في العدة، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۱/۳۹۳، الفصل التاسع في الحيض، قسم آخر في معرفة أول

وقت النفاس ومما يتصل بهذا القسم من السقط، إدارة القرآن كراچی)

”میری طرف سے آزاد ہو، جس سے چاہو شادی کرلو“

سوال [۶۱۶۹]: زید نے اپنی بیوی کو جلد رخصت کرنے کے لئے ایک پرچہ لکھا، تاکہ میکہ والے رخصت کرنے میں جلدی کریں، اس میں کچھ جملے ایسے استعمال کئے ہیں کہ بعض لوگ اس کو طلاق و تفویض اور بعض طلاق کنایہ کہتے ہیں، حالانکہ زید نے کوئی طلاق کی نیت نہیں کی ہے۔ جملے حسب ذیل ہیں:

۱..... ”تم دوسروں کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو میری طرف سے آزاد ہو، جس سے چاہو شادی کرلو“ (۱)۔

”میری طرف دیکھنا حرام ہے“

سوال [۶۱۷۰]: ۲..... ”ایک مہینہ میں تمہیں میری طرف دیکھنا حرام ہے، کیونکہ میں تمہارا کون ہوں گا“۔

۳..... ”اب میں خود نہ رکھنے کے لئے منظور کرتا ہوں“۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- اگر عورت نے دوسرے سے شادی کرنے کی خواہش کی تو اس پر طلاق بائن ہوگی ورنہ نہیں۔ جملہ نمبر: ۳، ۲ سے نہ تفویض طلاق ہوئی نہ کنایہ طلاق ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

(۱) ”وفی القنیۃ: اذہبی و تزوجی، تقع واحدة بلانیۃ“۔ (البدرا المختار)۔ ”لو قال: اذہبی فتزوجی، وقال:

لم أنو الطلاق، لا يقع شیء“۔ (رد المحتار: ۳/۳۱۴، قبیل باب التفویض، سعید)

”وإذا أضافه (أی الطلاق) إلى الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقاً..... وإن كنت تحببني

بقلبک، فأنت طالق، فقالت: أحبک وهی کاذبة، طلقت قضاءً و دیانةً عند أبی حنیفة و أبی یوسف

رحمهما اللہ تعالیٰ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۲۰، ۲۲۳، کتاب الطلاق، الفصل الثالث فی تعلیق

الطلاق بکلمة ”إن و إذا“ وغیرهما، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴/۴۴، کتاب الطلاق، باب التعلیق، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۲۱، کتاب الطلاق، باب التعلیق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

”میرا تجھ سے تعلق نہیں ہے، نہ تو میری زوجہ ہے، تیرا میرا نکاح نہیں ہو سکتا، میں اپنی عورت کو نہیں چاہتا، میری طرف سے آزاد ہے“

سوال [۶۱۷۱]: بیان مدعیہ زوجہ:

”مجھے خبر ملی کہ میرا خاوند آیا ہوا ہے تو میں بچوں اور اپنی والدہ کو ساتھ لے کر اس کے پاس گئی اور آہ وزاری کر کے اس کو گھر میں لے آئی، پھر گھر میں وہ مجبور کرتا تھا، میں نے اس سے کہا کہ تو میرے ساتھ گزران کیوں نہیں کرتا، اس کی کیا وجہ ہے، تو مجھے اپنا ارادہ بتا۔ تو اس نے جواب دیا کہ ”میرا تجھ سے تعلق نہیں ہے اور نہ تو میری زوجہ ہے، تیرا میرا نکاح نہیں ہو سکتا، کیوں کہ تو شیعہ ہے اور میں سنی، تم مجھ پر حرام ہو اور میں اس دن سے جب کہ تیری والدہ کے گھر سے پھاڑ توڑ گیا تھا تو قطعاً کر کے گیا تھا، کیوں کہ میں اہل سنت والجماعت ہوں اور پابند شرع شریف ہوں اور نہ تیرے ساتھ میں گزارہ کرتا ہوں اور نہ تو میری زوجہ ہے“۔

اس کے بعد اس کے ماموں وغیرہ نے کہا کہ تو اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھ اور گھر میں اپنے بچوں کے پاس آیا کر، کیوں کہ انہوں نے مجھ کو بھیجا ہے، اس نے پہلے ہم کو جواب دیا کہ یہ میری زوجہ نہیں ہے یہ اپنے ماموں کی زوجہ ہے۔

اس سے کہا گیا کہ عورت خاوند میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور صلح بھی ہوتی رہتی ہے، تیرے چھوٹے بچے ہیں، تو ان کو خرچ وغیرہ تو دے تو اس نے جواب دیا کہ ”میں اپنی عورت کو نہیں چاہتا“ تو اس سے کہا کہ اگر تو عورت کا خرچ نہیں دیتا تو اپنے معصوم بچوں کا تو خرچہ دے تو اس نے کلمہ پڑھ کر کہہ دیا ”کہ نہ میرا دل اس زوجہ کو رکھنا چاہتا ہے اور نہ میں اس کے گھر جاؤں گا اور نہ خرچ وغیرہ دوں گا، میری طرف سے آزاد ہے، جد ہر اس کا دل چاہے جاسکتی ہے“۔

اس سے کہا گیا: اگر تو ایسا نہیں چاہتا تو چل شرع شریف اور شریعت پر چل کر فیصلہ کرتے ہیں کیوں کہ تو چند دفعہ شریعت کے خلاف الفاظ کہہ چکا ہے، اس نے کہا کہ اگر تم شریعت پر جاؤ تمہاری مرضی، اگر عدالت پر جاؤ

تمہاری مرضی، میری وہی بات ہے کہ یہ مجھ سے آزاد ہے اور میں اسے آباد کرنا نہیں چاہتا اس کے بعد یہ تمام سامان گھراٹھا کر چلا گیا۔

یہ بیان شہزادہ زوجہ الہی بخش کے ہیں۔

بیان خادم حسین:

”آپ کوشش کریں کیوں کہ آپ کا شاگرد ہے، آپ کی بات مان لے گا، میں نے چند آدمی کے سامنے اس سے کہا کہ چلو صلح کرادوں، اس نے کہا: کہ استاد چاہے مجھے قتل کر دو، یا بازار میں فروخت کر دو، میں اس سے صلح نہیں کروں گا، میں نے تو اس سے قطع تعلق کر لیا ہے۔“

یہ الفاظ زوجہ اور شاہد کے بیان ہیں۔ کیا یہ الفاظ طلاق کنایہ کے ہیں یا نہیں، کیا اس سے طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر الہی بخش کو ان الفاظ کا اقرار ہے، یا یہ گواہ جن کے سامنے یہ الفاظ کہے ہیں شرعاً معتبر اور ثقہ ہیں تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، عدت کے بعد عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/۳/۵۹ھ۔
صحیح: عبداللطیف غفرلہ، ۷/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

(۱) ”ولو قال لامرأته: لست لی بامرأة..... قال: نویت الطلاق، يقع الطلاق. وفي الفتاوی: لم یبق بینی و بینک عمل، و نوی، يقع. إذا قال الرجل لامرأته: أنت علی حرام - ذلك فی غیر حال مذاکرۃ الطلاق - إن نوی به الطلاق کان طلاقاً بائناً، وإن نوی ثلاثاً فثلاث.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۵/۱، ۳۷۶، ۳۷۳، باب الکنایات، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۹۸/۳، ۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۲۶۸/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیہ)

”عورت کو آزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام ہے“

سوال [۶۱۷۲]: گواہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے شوہر سے کہا کہ تم اپنی عورت کو کیوں آباد نہیں کرتے اور بچوں کا خرچ کیوں نہیں دیتے؟ اس نے گواہوں کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ ”میں عورت کو آزاد کر چکا ہوں، قطعی کر چکا ہوں، مجھ پر حرام ہے“۔ اب قابل دریافت یہ ہے کہ کیا یہ الفاظ کنایہ ہیں؟

پھر تحقیقی فیصلہ سننے کے لئے پیش ہوئے، خاوند نے جب فیصلہ سننے کے لئے ان گواہوں کے بیان سے تو منکر ہو گیا، ان الفاظ کے صادر ہونے کا بھی منکر ہے اور عورت پر طلاق واقع ہونے کا انکار ان لفظوں سے کرتا ہے، فقط انکار کرتا ہے اور ان الفاظ سے نیت بھی کچھ بیان نہیں کرتا، اور الفاظ کی اطلاع گواہوں کو دینے سے بھی انکار کرتا ہے، ان میں سے دو گواہ تو مستور الحال قابل سماعت ہیں اور مشہور الفسق ہیں مثبت نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک عورت کا ماموں ہے۔

کتاب عینی شرح کنز تیسری جلد مطبوعہ نول کشور، کتاب الشهادات، باب اختلاف الشہود، ص: ۲۴۴ (۱) میں جو مسئلہ تحریر ہے کہ نکاح کے دعویٰ میں اگر عورت کے شہود اختلاف کریں تو دعویٰ رد ہے کیونکہ اس کا دعویٰ مہر ہے، نکاح کے دعویٰ میں اگر خاوند کے گواہ آپس میں اختلاف کریں تو خاوند کا دعویٰ رد ہے۔ اب وقوع طلاق بائن بالفاظ مذکورہ بالا گواہوں نے بیان کئے ہیں۔ کیا یہ مترادف ہم معنی ہیں، ان سے طلاق بائن واقع

(۱) ”ولو قال لامرأته: لست لی بامرأة..... قال: نویت الطلاق، يقع الطلاق. وفي الفتاوی: لم یبق بینی و بینک عمل، ونوی، يقع. إذا قال الرجل لامرأته: أنت علی حرام - ذلک فی غیر حال مذاکرۃ الطلاق - إن نوى به الطلاق، كان طلاقاً بائناً، وإن نوى ثلاثاً ثلاثاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۵/۱، ۳۷۶، ۳۷۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، باب الإیلاء، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۹۸/۳، ۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۳۶۸/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

”وأما النکاح، فإن كان الزوج يدعی والمرأة منكرة، واختلف الشاهدان فی المهر، لا تقبل الشهادة. وإن كانت المرأة هی المدعية، فهذا دعوی المال عند أبی حنیفة رحمة الله، حتی لو ادعت النکاح بألف وخمسائة واختلف الشاهدان، فالنکاح جائز بألف عند أبی حنیفة رحمه الله“۔ (رمز الحقائق علی کنز الدقائق: ۸۷/۲، باب الاختلاف فی الشهادة، إدارة القرآن کراچی)

ہوگی؟ یا ان سے اختلاف سمجھا جائے گا اور شہادت رد ہوگی اور عورت پر ان الفاظ سے طلاق بائن واقع نہ ہوگی، یا ہو جائے گی؟ جواب سے جلد سرفراز فرمائیں۔

راقم: ابوالخیر عبداللہ عفا اللہ عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ گواہوں کا اختلاف مؤثر نہیں کیوں کہ ایک وقت کے کہے ہوئے الفاظ کی شہادت نہیں دے رہے ہیں، لہذا اس اختلاف کی وجہ سے شہادت رد نہیں کی جاسکتی (۱)۔

نمبر ۱: ”عورت کو آزاد کر چکا ہوں“ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح ہے، اس لفظ سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ جس جگہ یہ عرف نہ ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا:

”سَرَحْتُكَ كُنَايَةً، لَكِنَّهُ فِي عَرَفِ الْفَرَسِ غَلَبَ اسْتِعْمَالُهُ فِي الصَّرِيحِ، فَإِذَا قَالَ: ”رَهَا كَرْدَمَ“: أَيْ سَرَحْتُكَ، يَقَعُ بِهِ الرَّجْعِيُّ مَعَ أَنْ أَصْلَهُ كُنَايَةٌ أَيْضاً، وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِأَنَّهُ غَلَبَ فِي عَرَفِ الْفَرَسِ اسْتِعْمَالُهُ فِي الطَّلَاقِ، وَقَدَّمَ أَنْ الصَّرِيحَ مَالَهُ يَسْتَعْمَلُ إِلَّا فِي الطَّلَاقِ مِنْ أَيْ لُغَةٍ كَانَتْ، أَه“۔ رد المحتار: ۷۱۷/۲ (۲)۔

نمبر ۲: ”قطع کر چکا ہوں“ یہ کنایہ ہے، اس میں نیت کی ضرورت ہے، سبب دلالتِ حال سے نیت کا

(۱) ”قد ذکر فی الشرح المحال علیہ مسائل لا یضر فیہا اختلاف الشاہدین الحادیہ والعشرون: قال لامرأته: إن کَلَمْتُ فلاناً، فأنت طالق، فشهد أحدهما أنها کَلَمَتْهُ غَدَوَةً، والآخر عَشِيَّةً، طَلَقْتُ؛ لأنَّ الكلامَ یُتکرَّر، فیمکن أنها کَلَمَتْهُ فی الوقتین“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۴/۵۷۵، ۴/۷۷۷، کتاب الوقف، فصل فیما یتعلق بوقف الأولاد من الدرر وغیرها، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۰۷/۱، ۵۰۸، کتاب الشہادات، الباب الثامن: الاختلاف بین الشاہدین، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۲۸۷/۵، کتاب الشہادات، نوع فی اختلافہما، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار: ۲۹۹/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۵/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(وکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۲۹۹/۲، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

ظہور ہو جاتا ہے اور بوقت نیت اس لفظ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے:

”بائن، ومُرادُ فُہا کِبْتَةٌ وبتلّة، اھ۔“ درمختار۔ ”(قوله: بائن) من بان الشئ: انفصل أى منفصلة من وصلة النکاح أو عن الخیر، (قوله: کِبْتَة) من البت بمعنى القطع، فيحتمل ما احتمله البائن، أو بتلّة من البتل، وهو الانقطاع، اھ۔“ شامی: ۲/۷۱۸ (۱)۔

نمبر ۳: ”مجھ پر حرام ہے“ یہ لفظ اگرچہ اپنے لفظ کے اعتبار سے کنایہ ہے مگر دلالت عرف کی بناء پر اس سے بلانیت طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے، لیکن بائنہ کے بعد بائنہ واقع نہیں ہوا کرتی، پس دوسرے لفظ سے وقوع طلاق کی تقدیر پر اس سے طلاق واقع نہ ہوگی (۲)۔

”(قوله: حرام) وسیأتی وقوع البائن به بلانیه فی زماننا للتعارف، لافرق فی ذلك بین محرمة وحرمتك، سواء قال: علیّ، أولاً، وإن كان الحرام فی الأصل کنایةً یقع بها البائن؛ لأنه لما غلب استعماله فی الطلاق، لم یبق کنایةً، ولذا لم يتوقف علی النية أو دلالة الحال المتعارف به إيقاع البائن لا الرجعی. إذا طلقها تطليقةً بائنةً، ثم قال لها فی عدتها: أنت علیّ حرام وهو یرید به الطلاق، لم یقع علیها شیء؛ لأنه صادق فی قوله: هی علیّ حرام، وهی منی بائن، اھ: أى لأنه یمکن جعل الثانی خبراً عن الأول، اھ۔“ الدر المختار وشامی مختصراً (۳)۔

صورت مسئلہ میں نکاح میں کوئی اختلاف ہی نہیں، نفس نکاح زوجین کو مسلم ہے، اختلاف تطلیق میں ہے۔ شہادت فاسق پر حکم کرنا لازم نہیں ہوتا، لیکن اگر حاکم حکم کر دے گا تو وہ نافذ ہو جائے گا: ”أن القاضی

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۰۰، کتاب الطلاق، باب الکنایات، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۷۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۱۴، ۳۱۵، کتاب الطلاق، الکنایات، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”ولا یلحق البائن البائن“۔ (الدر المختار: ۳/۳۰۸، باب الکنایات، سعید)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۸، کتاب الطلاق، باب الکنایات، مطلب: الصریح یریح)

(الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۰۵، کتاب الطلاق، نوع أنت حرام علی، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۲۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)

لو قضی بشهادة الفاسق، یصح عندنا، اه“۔ مجمع الأنهر: ۱۸۸/۲ (۱)۔

اسی طرح رشتہ دار کی شہادت پر حکم کرنے سے بھی نافذ ہو جائے گا: ”إذا قضی بشهادة الأعمی، أو المحدود فی الفذف إذا تاب، أو بشهادة أحد الزوجین مع آخر لصاحبه، أو بشهادة الوالد لولده وعكسه، نفذ حتی لا یجوز للثانی إبطاله، اه“۔ مجمع الأنهر: ۱۹۵/۲ (۲)۔

پس اگر قاضی نے شہادت مذکورہ پر وقوع طلاق کا حکم نافذ کر دیا تو وہ بھی لازم ہو گیا۔ اگر حاکم نے حکم نہیں کیا اور شوہر نے کوئی لفظ صریح یا بمنزلہ صریح نہیں کہا، اسی طرح کوئی کنایہ معنیت یا قائم مقام نیت کے نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ اگر عورت نے خود صریح لفظ یا بمنزلہ صریح سنا، یا اس کو کسی آدمی نے اس کی خبر دی ہے اور عورت کو اس کا یقین ہو گیا تو عورت کے لئے جائز نہیں کہ اس شوہر کو اپنے اوپر قابو دے تا وقتیکہ شرعی طریق پر حلالہ نہ ہو جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ربیع الثانی/۵۹ھ۔
الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

”ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق“

سوال [۶۱۷۳]: صورت: ۱..... ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق دیا۔

۲..... ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، بائن طلاق، بحذف لفظ ”دیا“۔

یقع الطلاق الغلیظ البائن فی ہاتین الصورتین المذکورتین قضاءً، ولا تتعلق الدیانة

(۱) (مجمع الأنهر: ۱۸۸/۲، کتاب الشهادات، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(و کذا فی الباب فی شرح الکتاب: ۱۴۳/۳، کتاب الشهادة، قدیمی)

(۲) (مجمع الأنهر: ۱۹۵/۲، کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل، دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۳) ”والمرأة كالقاضي، لا یحل لها أن تمکنه، إذا سمعت منه ذلك، أو شهد به شاهد عدل عندها“۔

(الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۵۳/۱، کتاب الطلاق، الفصل الأول من الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۵۱/۳، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب الصریح نوعان رجعی وبائن، سعید)

فيهما مطلقاً كمتدل عليه العبارات الفقهية، وظاهر كلام المطلق، فحينئذ تكون الصورة:
 ”ايك طلاق بائن دو طلاق بائن، تين طلاق بائن، ياتين طلاق بائن“ - وهذا سواء أظهر المطلق لفظ:
 ”ديا“ (النسبة الحكمية) أو أخفى؛ لأنها باقية في نيته، ولأن النية المعنوية كافية في باب الطلاق
 في بعض الصور دون اللفظية. وهذا في فهمي، فكيف التحقيق عند حضرتكم في الصورتين
 (المذكورتين)؟“

۳.....ايك طلاق، دو طلاق، تين طلاق بائن ديا۔

۴.....ايك طلاق، دو طلاق، تين طلاق بائن بحذف لفظ ”ديا“۔

هاتان الصورتان أيضاً كالصورتين المذكورتين في وقوع الطلاق الغليظ، ويتعلق لفظ
 ”بائن“ في كلتي الصورتين لكل لفظ طلاق المذكور فيهما بعد بيان الزوج أو قبله، وقضاء و
 ديانة أم كيف الحكم؟

۵.....ايك طلاق، دو طلاق، بائن طلاق ديا۔

۶.....ايك طلاق، دو طلاق، بائن طلاق بحذف لفظ ”ديا“۔

۷.....ايك، دو، تين طلاق بائن، طلاق ديا۔

۸.....ايك، دو، تين طلاق، بائن طلاق بحذفه۔

۹.....ايك، دو، تين بائن طلاق ديا۔

۱۰.....ايك، دو، تين بائن طلاق بحذفه۔

۱۱.....ايك، دو، تين بائن ديا۔

۱۲.....ايك، دو، تين بائن بحذفه۔

وجهوا حكم هذه الصورة مرقومة الصور هل يقع طلاقان بائنان عند بيان الزوج
 بتوصيف لفظ ”بائن“ للطلاقين المذكورين قبله ديانة، والحال أنه أعاد لفظ الطلاق بعد لفظ
 ”بائن“، وهو يشير أنه طلاق ثالث عليحدة، وإلا لَمَا كرره مثلاً. وهذا كما فهمت. وما رأيكم
 الشريف: هل تحملونه على التأكيد والبيان، أم كيف الأمر في نفس الأمر؟ بينوا بالتفصيل

توجروا بالأجر الجزيل من عند ربكم الجليل. وما الحكم في بقية الصور الآتية بالذيل؟ اکتبواھا بالدلائل مع الحد الفاصل:

۱۳.....ایک طلاق، دو طلاق بائن دیا۔

۱۴.....ایک طلاق، دو طلاق بائن بحذف لفظ ”دیا“۔

۱۵.....ایک طلاق بائن طلاق دیا۔

۱۶.....ایک طلاق بائن بحذفہ۔

۱۷.....ایک دو بائن دیا۔

۱۸.....ایک دو بائن بحذفہ۔

صاف طلاق

سوال [۶۱۷۴]: صورت نمبر ۱: ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، صاف طلاق دیا۔

۲.....ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، صاف بحذف النسبة۔

۳.....ایک طلاق، دو طلاق، صاف طلاق دیا۔

۴.....ایک، دو، صاف طلاق دیا۔

۵.....ایک، دو صاف طلاق بحذفہ۔

۶.....ایک، دو، تین صاف طلاق دیا۔

۷.....ایک، دو، تین صاف طلاق بحذفہ۔

۸.....صاف طلاق دیا۔

۹.....صاف طلاق۔

۱۰.....صاف صاف کر دیا۔

فما فتواکم فی مسئلة ”صاف طلاق“ اھو مراد قُتْ بسرْحَتْ أم داخل تحت أذیال

الکنایات؟ کما ھی القاعدة الفقہیة، ولقد غلب فی عرفنا لفظ ”صاف“ عند الطلاق بین العوام،

وھم یستعملونہ موقع الثلاث، وتدل علیہ القرائن والأطوار. أفلا نتذکر ھنہا القاعدة المشھورة

الفقهية: "العرف قاض" عند نقل الفتوى أم لا؟ بينوا بالتشريح مع الحكم الصريح-

(اردو)-

"توطلاق بغير طلاق" (عربي) أنت طالق بغير طلاق، أو أنت مطلقة بغير طلاق. ما قولكم يا أصحاب الإفتاء في هذه الصورة المشهورة في عرفنا ورواجنا بغلبة الاستعمال؟ ألا يقع الطلاق بالنظر إلى تركيب الجملة ههنا؛ لأن فيها إقالة الحقيقة وإبطالها، نبغى لفظ "طلاق" ظاهراً، أم كيف يدور الحكم؟ قد ترددت في هذه المسئلة ووقعت في الشبهات اللفظية والمعنوية. حرروا جواب هذه المسئلة بالبيان الشافي مع الدليل الكافي، وانطباقها على كلمات الكتب المعتمدة المتداولة، واقتباسها على الأمثال والنظائر مع وفور الدلائل والاجتناب عن الطائل، والتوجه إلى سؤال السائل! توجروا بالعاجل - فقط والسلام -

المستفتي: ابراهيم خليل غفر له الرب الجليل باسمه تعالى-

الجواب حامداً ومصلياً:

- ١..... تقع المغلظة (١) - ٢..... تقع المغلظة كما كتبتم - ٣..... تقع المغلظة -
- ٤..... تقع المغلظة كما في صورتين الأوليين، سواء كان تعلق البائن بكل من الطلقات الثلاث أو بالمجموع (٢) - ٥..... تقع المغلظة، إلا أن يقول الزوج: إني أردت أن أجعل الرجعتين بلفظ "بأن طلاق ديا" بائنين، فيعتبر قوله بالحلف (٣) - ٦..... حكمه حكم الخامس - ٧..... تقع

(١) "وإذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق و طالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً".

(الفتاوى العالمية: ٣٥٥/١، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ٢٩٣/٣، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ٢٨٢/٣، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد،

الخ، إدارة القرآن كراچی)

(٢) تقدم تخريجها في الحاشية السابقة

(٣) "طلقها واحدة بعد الدخول، فجعلها ثلاثاً، صح، كما لو طلقها رجعيّاً، فجعله قبل الرجعة بائناً أو

ثلاثاً". (التنوير مع الدر المختار: ٣٠٥/٣، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

المغلظة (۱)، إلا أن يكون العرف أن يذكر قبل الطلاق لفظ "أيك، دو، تین" للتنبيه والإيقاظ، فيقع البائن -

۸..... حكمه حكم السابع - ۹..... حكمه حكم السابع - ۱۰..... حكمه حكم السابع - ۱۱..... حكمه حكم السابع - ۱۲..... حكمه حكم السابع - ۱۳..... حكمه حكم الخامس - ۱۴..... حكمه حكم الخامس - ۱۵..... تقع الطلقتان البائنتان (۲)، إلا أن يقول: إني أردت أن أجعل الرجعى بائناً بلفظ "بائن طلاق دیا" (۳) - ۱۶..... هذه طلقة واحدة بائنة (۴) - ۱۷..... تقع الطلقتان البائنتان. ۱۸..... حكمه حكم السابع عشر.

۱..... تقع المغلظة - ۲..... تقع المغلظة (۵) - ۳..... تقع المغلظة، إلا أن يقول: إني

(۱) "ولو قال: أنت بثلاث، وقعت ثلاث إن نوى. ولو قال: لم أنو، لا يصدق إذا كان في حال مذاكرة الطلاق، وإلا صدق". (الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(۲) "والطلاق البائن يلحق الطلاق الصريح بأن قال لها: أنت طالق، ثم قال لها: أنت بائن، تقع طلقة أخرى" (الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيديه) (وكذا في الدر المختار: ۳۰۶/۳، باب الكنايات، سعيد)

(وكذا في كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۵۳۱/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(۳) "طلقها واحدة بعد الدخول، فجعلها ثلاثاً، صح، كما لو طلقها رجعيّاً، فجعله قبل الرجعة بائناً أو ثلاثاً". (التنوير مع الدر المختار: ۳۰۵/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۴) "أنت طالق بائن أو ألبته أو أفحش الطلاق أو طلاق الشيطان فهي واحدة بائنة إن لم ينو ثلاثاً". (البحر الرائق: ۴۹۹/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۷۶/۳، ۲۷۷، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

(۵) "وإذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق و طالق، ولم يعلّقه بالشرط، إن كانت مدخولة، طلقت ثلاثاً".

(الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۸۲/۳، كتاب الطلاق، نوع آخر في تكرار الطلاق وإيقاع العدد، =

أردت بلفظ ”صاف طلاق دیا“، أنه طلاق صريح، ليس فيه كناية، فيصدق باليمين فتقع الطلقتان (۱)۔ ۴..... تقع الطلقتان۔ ۵..... تقع الطلقتان (۲)۔ ۶..... تقع المغلظة۔ ۷..... تقع المغلظة (۳)۔

۸..... هذه طلقة واحدة۔ ۹..... هذه طلقة واحدة۔ ۱۰..... هذه طلقة واحدة (۴)۔
فی عرفنا لفظ ”صاف“ لا يستعمل موقع الثلاث، بل يستعمل فی مقابل کنایہ، أما عرفکم فأنتم أعلم به، والعرف فی الشرع له اعتبار لذا علیه الحكم قد یدار۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم۔

حرره العبد محمود غفرلہ المبتلى بأمانۃ الإفتاء بدار العلوم دیوبند۔

”تو مجھ پر حرام ہے، میرے گھر سے نکل جاؤ“

سوال [۶۱۷۵]: ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی خانگی معاملات کی تکرار پر غصہ کی حالت میں یوں کہہ

= الخ، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”رجل قال لامرأته بعد الدخول بها: أنت طالق، طالق، تقع ثنتان؛ لأنه لا يمكن أن يجعل تكراراً للأول؛ لأن الأول إيقاع شرعاً، فيجعل هذا عطفًا بإدراج حرف العطف“۔ (الفتاوى التاتارخانية: ۲۸۸/۳، كتاب الطلاق، فصل في تكرار الطلاق و إيقاع العدد الخ، إدارة القرآن کراچی)
(و كذا في الفتاوى العالمية: ۳۵۵/۱، كتاب الطلاق، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدیه)
(و كذا في الدر المختار: ۲۹۳/۳، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، سعيد)

(۲) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۲)

(۴) ”فالصريح قوله: أنت طالق و مطلقة و طلقتك، فهذا يقع به الطلاق الرجعي، ولا يفتقر إلى النية“۔ (الفتاوى التاتارخانية: ۲۶۰/۳، كتاب الطلاق، الفصل الاول فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(و كذا في الفتاوى العالمية: ۳۵۳/۱، الفصل الأول في الطلاق الصريح، رشيدیه)

(و كذا في الدر المختار: ۲۴۷/۳، ۲۴۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

دیا کہ ”تو مجھ پر حرام ہے اور میرے گھر سے نکل جاؤ، اپنے باپ کے یہاں چلی جاؤ“۔ اس کے بعد زوجہ مذکورہ دو ماہ شوہر کے پاس رہی اور صحبت بھی بدستور سابقہ ہوتی رہی۔ دو ماہ بعد زوجہ مذکورہ برضا مندی شوہر اپنے باپ کے یہاں پہنچی، اس نے یہ واقعہ تکرار مع ان الفاظ کے جو اوپر تحریر ہے اپنے والدین سے بیان کیا، یہ سن کر والدین نے لڑکی کو شوہر کے ہمراہ اب تک نہیں بھیجا اور کہتے ہیں طلاق پڑ گئی، اس تکرار کو جو شوہر سے ہوئی تھی پانچ ماہ ہو گئی۔ پس شرعاً صورت مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ اگر طلاق پڑ گئی تو جواز کی کیا صورت ہے؟

عبد الغفور، عبدالعزیز سوداگران بزازہ مزنگ، مین بازار لاہور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں ایک طلاق پڑ گئی اور وہ بائن پڑی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے: ”وإن كان الحرام في الأصل كناية يقع بها البائن؛ لأنه لما غلب استعماله في الطلاق، لم يبق كناية، ولذا لم يتوقف على النية أو دلالة الحال، الخ“۔ شامی: ۲/۷۱۷ (۱)۔
”والبائن يلحق الصريح لا البائن“۔ تنویر (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۴/۱۲/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف غفرلہ، ۲۸/ذی الحجہ/۵۳ھ۔

”تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے“ کا حکم

سوال [۶۱۷۶]: زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو بحالت غصہ بہ نیت طلاق تین مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳/۳۰۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، نوع فی قوله: أنت حرام، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۲۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۳۰۸، کتاب الطلاق، باب الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریة: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دار الکتب العلمیة بیروت)

”تو مجھ پر حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے اور اپنا مہر لے اور جا“۔ تو طلاق بائن ہوگی یا مغلظہ اور کیا کسی مفتی صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ پہلے لفظ سے بائن ہو کر محل طلاق نہیں رہی، اس لئے مغلظہ نہ ہوگی، صرف بائن ہوگی؟ بدلیل فتاویٰ عالمگیری کہ: ”البائن لا يلحق البائن“ (۱) اور بہشتی زیور کے یہ الفاظ کہ ”طلاق صریح ہو یا بالکناية اگر تین ہوں تو تین ہی مغلظہ ہونے پر دال ہیں“، طبیعت متزلزل ہے، تشفی فرمائیے اگر مواقع کا اختلاف ہو تو تحریر فرمائیے۔

شمشیر خان کمیٹی فیض باغ لاہور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”الصريح يلحق الصريح و يلحق البائن بشرط العدة، والبائن يلحق الصريح“ (۲)۔
 ”الصريح ما لا يحتاج إلى نية، بائناً كان الواقع به أو رجعياً. لا يلحق البائن البائن، اھ۔“
 درمختار (۳)۔ قال الشامي: تحت (قوله: الصريح ما لا يحتاج إلى نية): ”ولا يرد أنت على حرام على المفتي به من عدم توقفه على النية مع أنه لا يلحق البائن ولا يلحقه البائن لكونه بائناً، لما أن عدم توقفه على النية أمرٌ عرض له لا بحسب أصل وضعه، اھ۔“ رد المحتار: ۷۴۵/۲، باب الكنايات (۴)۔

(۱) ”ولا يلحق البائن البائن“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(۲) (رد المحتار مع الدر المختار: ۳۰۶/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(و كذا في تبين الحقائق: ۸۳/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (الدر المختار: ۳۰۸/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۷/۱، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدية)

(و كذا في تبين الحقائق: ۸۳/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) (رد المحتار: ۳۰۶/۳، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

عبارات منقولہ سے چند امور معلوم ہوئے: اول یہ کہ صریح وہ ہے جس میں نیت کی احتیاج نہ ہو، عام اس سے کہ طلاق اس سے جمعی واقع ہو یا بائن۔ دوم یہ کہ بائن کے بعد بائن واقع نہیں ہوتی۔ سوم یہ کہ ”أنت علی حرام“ (تو مجھ پر حرام ہے) سے بلا نیت مفتی بہ قول پر طلاق واقع ہو جاتی ہے تو گویا یہ لفظ صریح ہوا اور صریح سے صریح لاحق ہو ہی جاتی ہے اور تین مرتبہ کہنے سے مغلطہ ہو جاتی ہے، تو صورت مسئلہ میں مغلطہ ہو جانی چاہئے۔ ”تو مجھ پر حرام ہے“ سے نہ بائن کے بعد طلاق واقع ہوتی ہے نہ اس کے بعد بائن ہوتی ہے، کیوں کہ اس کا نیت پر موقوف نہ رہنا بلا نیت طلاق واقع ہو جانا اصل وضع کی وجہ سے نہیں بلکہ عارض کی وجہ سے ہے، لہذا صورت مسئلہ میں طلاق مغلطہ نہیں ہوئی، بائن ہی ہوئی ہے۔

بہشتی زیور کے جو الفاظ آپ نے نقل کئے ہیں، وہ مجھے نہیں ملے، کس باب میں ہیں؟ البتہ چوتھے حصہ کے ص: ۲۱، تیرہویں باب، تین طلاق دینے کا بیان، مسئلہ نمبر: ۱ کے اخیر میں یہ الفاظ ہیں: ”صاف لفظوں میں تین طلاقیں دی ہوں یا گول لفظوں میں، سب کا ایک ہی حکم ہے“ (۱)۔ اگر آپ کی مراد یہی الفاظ ہیں تو اس کا حاشیہ بھی دیکھئے لکھا ہے: ”بشرطیکہ تینوں طلاقیں واقع ہو گئی ہوں، ایک مرتبہ طلاق بائن دی پھر نکاح کر لیا اس کے بعد دوسری مرتبہ طلاق بائن دی پھر نکاح کر لیا پھر تیسری مرتبہ طلاق بائن دی اب نکاح بھی جائز نہیں“۔ اختری بہشتی زیور (۲)، اب امید ہے کہ کوئی تردد باقی نہ رہے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱۰/۵۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، ۱۸/شوال المکرم/۵۸ھ۔

”فلانة بنت فلان علی حرام“ کا حکم

سوال [۶۱۷۷]: ما قولکم أيہا العلما العظام والفضلاء الکرام فی حق رجل قال

لامرأته فی حالة الغضب بغیر نية الثلاثة و بغیر حضورها: ”فلانة بنت فلان علی حرام“ و یطرح ثلاثة مدر فی المرة الأولى حتی یقرأ هذه الكلمة ثلاثة مرار، أوقعت الطلاق البائنة أم المغلظة؟ أیجوز نکاح الرجل المذكور بالتحلیل أو بغیر تحلیل؟ بینوا مع عبارات الكتب بالشرح

(۱) (بہشتی زیور، حصہ چہارم، باب سیزدہم، ص: ۲۹۲، دار الإشاعت کراچی)

(۲) (بہشتی زیور، المصدر السابق)

والتفصیل توجراو بالأجر الجزیل ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

”إن قال هذه الكلمة ثلاث مرات، بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة؛ لأن البائن لا يلحق البائن كما صرح في الدر المختار: ۲/۷۲۶ (۱)۔ وإن قالها مرة ونوى بها الثلاثة، وقعن، وإن نوى بها واحدة، تقع واحدة، وإن نوى بها ظهاراً كان ظهاراً، وإن نوى إيلاء كان إيلاء: وفي الدر المختار: ”قال لامرأته: أنت علي حرام، ونحو ذلك كأنت معي في الحرام إيلاء، وإن نوى التحريم أو لم ينو شيئاً، وظهاراً إن نواه، وهدر إن نوى الكذب، وذاديانة، وأما قضاء فإيلاء، قهستاني. وتطبيقه بآئنة إن نوى الطلاق، وثلاث إن نواها، ويفتي بأنه طلاق بائن، وإن لم ينو لغلبة العرف، ولذا لا يحلف به إلا الرجال، اهـ.“
در مختار: ۲/۸۵۸ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف غفرلہ، ۱۱/۲/۶۳ھ۔

”اگر فلاں کام نہ کروں تو مجھ پر میری منکوحہ فلاں حرام ہوگئی“

سوال [۶۱۷۸]: مسمی یسین تحریر کر کے دیتا ہے کہ ”میں فلاں تاریخ تک مسمی قمر کے مبلغات جو میرے ذمہ واجب الاداء ہیں ادا نہ کروں تو مجھ پر میری منکوحہ مسماں راجی حرام ہوگئی“۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسمی یسین نے وہ مبلغات وقت مقررہ پر شخص مذکور کو ادا نہیں کئے تو اب کیا مسمی یسین پر اس کی منکوحہ مسماں راجی حرام ہوگی؟ فقط۔

(۱) (ردالمحتار مع الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۲۷۷، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق علی المبانة، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الدر المختار: ۳/۴۳۳-۴۳۵، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۸۵، کتاب الطلاق، الباب السابع فی الإیلاء، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسمیٰ یسین اپنی تحریر کا مقرر ہے یا اس پر دلیل شرعی موجود ہے اور تاریخ مذکورہ پر اس نے مبلغ مذکور کو ادا نہیں کیا تو اس کی منکوحہ پر اس تحریر کی وجہ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مسمیٰ یسین اور مسماۃ راجی دونوں رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے: ”أفتی المتأخرون فی: أنت علی حرام، بأنه طلاق بائن للعرف بلانیه، الخ“۔ شامی، ص: ۶۶۸ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، ۳/۹/۵۹ھ۔

”تم ہمارے لئے حرام، حرام“ کے بعد پھر ”تم کو چھوڑ دیا، چھوڑ دیا“ کا حکم

سوال [۶۱۷۹]: زید نے اپنی بیوی کو غصہ میں آ کر کہا کہ ”تم ہمارے لئے حرام، حرام“۔ ایک بار نہیں بار بار، پانچ، سات بار کہا اور کہا کہ ”تم کو چھوڑ دیا، چھوڑ دیا“۔ لیکن لفظ طلاق ایک دفعہ بھی نہیں کہا۔ وہاں پر دو چار آدمی تھے وہ لوگ گواہی دیتے ہیں کہ طلاق کا لفظ ایک دفعہ بھی زبان سے نہیں کہا ہے۔ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ اور اگر ہوگی تو کونسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ”حرام“ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۲)، پھر ”چھوڑ دیا چھوڑ دیا“ سے دو طلاق اور واقع ہو کر

= (و کذا فی فتح القدیر: ۲/۲۰۷، ۲۰۸، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۱) ”والفتویٰ علی قول المتأخرین بانحرافه: أى الطلاق البائن، عاماً کان أو خاصاً“ (رد المحتار:

۳/۲۵۲، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحر: إن الصریح یحتاج فی وقوعه دیانۃ إلی

النیۃ، سعید)

”أنت علی حرام) والفتویٰ علی أنه یقع الطلاق البائن وإن لم ینو لغلبة استعمال هذه اللفظة

فی هذه البلاد“۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۳۰۵، أنت علی حرام، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”أنت علی حرام ألف مرة، تقع واحدة“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله: تقع واحدة“ و وجهه أنه عبارة عن

تکریر هذا اللفظ ألف مرة، وهو لو کرره، لایقع إلا الأول؛ لأن البائن لا یلحق البائن“۔ (رد المحتار

علی الدر المختار: ۳/۳۳۸، باب الإیلاء، سعید) =

مغلظہ ہوگئی (۱)۔ اب بالکل پردہ میں رہ کر عدت گزارے، پھر بعد عدت دوسرے آدمی سے نکاح کر لے۔ زید کو نہ رجعت کا حق رہا نہ بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی گنجائش رہی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۸/۱۳۹۶ھ۔

حلال (جماع) کو حرام کرنے سے طلاق۔

سوال [۶۱۸۰]: بیوی نے کہا ”میں نے اس کام (جماع) کی قسم کھا رکھی ہے“ مرد نے کہا کہ ”اگر تم نے قسم کھا رکھی ہے تو میں نے بھی یہ کام حرام کر لیا ہے“۔ مرد کہتا ہے کہ میں نے غصہ میں ایسا کہہ دیا تھا، میری نیت طلاق کی نہ تھی۔ مطلع فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ یحییٰ منعقد ہوگئی، اب اگر جماع کرے گا تو کفارہ یمین

= (و کذا فی الفتاویٰ البزازیة: ۱۸۹/۳، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۱۱۵/۳، کتاب الطلاق، باب الإیلاء، رشیدیہ)

(۱) ”ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال: ”رہا کردم“: أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية“۔ (رد المحتار: ۲۹۹/۳، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۷۹/۱، الباب الثانی، الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۲۵/۳، فصل فی شرط النية فی الکناية، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإمساكٌ بمعروفٍ أو تسريحٌ بإحسان..... فإن طلقها، فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية۔ (البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

”وإن كان الطلاق ثلثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الهداية: ۳۹۹/۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علمیه)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۴۷۳/۱، الباب السادس فی الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة وما

یتصل به، رشیدیہ)

لازم ہوگا۔ عورت نے چونکہ قسم کھا رکھی ہے تو جماع کی صورت میں تو اس کے ذمہ بھی مستقل کفارہ لازم ہوگا۔ اگر اس طرح کہتا: ”میں نے عورت کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے“ تو طلاق واقع ہو جاتی (۱): ”تحریم الحلال یمین، اھ۔ درمختار: ۳/۹۶ (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۱/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲/۱/۶۳ھ۔

(۱) ”ومن الألفاظ المستعملة: الطلاق يلزمني، والحرام يلزمني، وعلى الطلاق، وعلى الحرام، فيقع بلانية للعرف“۔ (الدرالمختار) وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ”كذلك فوجب اعتباره صريحاً كما أفتى المتأخرون في أنت على حرام بأنه طلاق بائن للعرف بلانية مع أن المنصوص عليه عند المتقدمين توقفه على النية“۔ (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح، مطلب: في قول البحر: إن الصريح يحتاج في وقوعه ديانة إلى النية: ۳/۲۵۲، سعيد)

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: ”كل حل على حرام، أو أنت على حرام، أو حلال الله على حرام، حيث قال المتأخرون: وقع بائناً بلانية لغلبة الاستعمال بالعرف“۔ (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۴۴۰، رشيدية)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب الطلاق، الفصل الخامس في الكنايات: ۳/۳۷۱، رشيدية)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الأيمان: ۳/۷۳۰، سعيد)

قال العلامة القرطبي رحمه الله تعالى: ”تحت قوله تعالى: ﴿قد فرض الله لكم﴾ وأبو حنيفة رحمه الله تعالى يراه يميناً في كل شيء، ويعتبر الانتفاع المقصود فيما يحرمه، فإذا حرم طعاماً، فقد حلف على أكله“۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي (سورة التحريم: ۲): ۱۸/۱۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

قال العلامة الآلوسی رحمه الله تعالى: ”الحلال على حرام..... قال أبوبكر وعمر وزيد وابن مسعود وابن عباس وعائشة وابن المسيب وعطاء طاؤس وسليمان بن يسار وابن جبير وقتادة والحسن والأوزاعي وأبو ثور رضوان الله تعالى عليهم أجمعين وجماعة: هو يمين يكفرها“۔ (تفسير روح المعاني (سورة التحريم: ۲): ۲۸/۱۴۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قال العلامة محمود بن احمد رحمه الله تعالى: ”وكذلك هذا الحكم في جانب المرأة إذا =

”اگر ہمبستری کروں تو حرام کروں“ کا حکم

سوال [۶۱۸۱]: ایک شخص کو ڈاکٹروں نے علاج کے سلسلہ میں ہمبستری کرنے سے منع کیا کہ کم از کم فائدہ ہونے کے لئے چالیس دن ہمبستر نہ ہونا، اس شخص نے ہمبستری سے بچنے کے لئے اپنی بیوی سے کہا کہ ”اگر میں تجھ سے ہمبستری چالیس دن سے پہلے کروں تو حرام کروں“۔ اور یہ الفاظ کئی بار کہے، لیکن وہ اپنے نفس پر قابو نہ پا کر چالیس دن کے اندر ہی جماع کر بیٹھا، اور جب ایک مرتبہ کر لیا تو اس نے سوچا کہ اب بار بار کرنے میں کیا حرج ہے، لہذا بار بار کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس شخص پر کیا جرم عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ ”اگر میں تجھ سے ہمبستری کروں، چالیس دن سے پہلے تو حرام کروں“۔ اس کے بعد چالیس دن سے پہلے ہمبستری کر لی، تو اس کے ذمہ قسم کا کفارہ لازم ہوگا (۱)، وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر ہو کر کھانا کھلائے، یا ان کو پہننے کے کپڑے دے، اتنی استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے، ایک دفعہ ہمبستری کرنے کا یہ کفارہ ہے، اس کے بعد ہمبستری کرنے پر کوئی کفارہ نہیں، قسم ختم ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۹۲ھ۔

= قالت لزوجها: أنت على حرام، أو قالت: أنا عليك حرام، كان يميناً، ولزمها الكفارة“۔ (المحيط

البرهانی، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات: ۳/۳۷۱، رشیدیہ)

(۱) چونکہ حلال کو اپنے اوپر حرام کرنا یمین کے حکم میں ہے، اس لئے اس شخص پر بصورت عدم وفائے یمین قسم کا کفارہ لازم ہے:

”لأن تحريم الحلال يمين“۔ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۱۹، کتاب

الطلاق، باب التعليق، فصل فی تحريم الحلال، رشیدیہ)

(۲) ”(وکفارتہ) (تحریر رقبة أو إطعام عشرة مساکین) (أو کسوتهم بما) يصلح

للأوساط و ينتفع به فوق ثلاثة أشهر، ویستر عامة البدن) (وإن عجز عنها) کلها (وقت الأداء)

عندنا (صام ثلاثة أيام ولاء)“۔ (الدر المختار: ۳/۷۲۵ تا ۷۲۷، کتاب الأیمان، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة: ۱/۲۶۵، کتاب الأیمان، نوع آخر فی الکفارة، رشیدیہ)

(وکذا فی الهدایة: ۲/۴۸۱، کتاب الأیمان، فصل الکفارة، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

”تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے“ کہنے سے طلاق

سوال [۶۱۸۲]: زید نے اپنی منکوحہ سے کہا کہ ”تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے، کسی عالم سے پوچھ لے۔“ جس سے منکوحہ نے پردہ شروع کر دیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ زید اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ طلاق دے چکا ہے، لیکن ایک صاحب کے سمجھانے سے اس کی منکوحہ نے اپنے تعلقات باقی رکھے۔ اب جملہ ماقبل کہ ”تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے“ کسی عالم سے پوچھ لے، طلاق ماقبل پر دلالت کرتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی؟ اور کیا اس صورت حال کے پیش نظر کوئی ایسی صورت ہے جس سے تعلقات باقی رکھے جائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جملہ سے کہ ”تجھ پر میرے گھر کا کھانا حرام ہے“ کوئی طلاق نہیں ہوئی، نہ یہ کسی ماقبل کی طلاق پر دلالت کرتا ہے، جب کہ اس پہلی طلاق کے بعد رجعت ہو کر تعلق زوجیت باقی رہا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کو نکاح ثانی کی اجازت سے طلاق کا حکم

سوال [۶۱۸۳]: محمد رضی کی شادی ماہ جنوری/۳۹ء کو مسماۃ زہرہ بیگم بنت عبداللہ شاہ سے ہوئی تھی، مگر رخصت نہیں ہوئی تھی، اتفاق وقت محمد رضی مذکور کا اس کی ہمشیرہ و مادر سے کسی خانگی معاملہ پر باہم جھگڑا و فساد ہوا اور اسی فساد کے دوران میں جب کہ اس کو سخت غصہ آ رہا تھا اور بہت زیادہ بدحواس تھا، اس نے اسی بدحواسی کے عالم میں مورخہ ۱۱/نومبر/۳۹ء کو مضمون مندرجہ ذیل کا خط بذریعہ ڈاک اپنے خسر کے نام میرٹھ سے شہر لاہور روانہ کر دیا۔

(۱) ”الرجعة استدامة الملك، ألا ترى أنه سمى إمساكاً وهو الإبقاء“۔ (الهداية، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۴/۲، شركة علمیه)

”هی استدامة الملك القائم بلا عوض مادامت فی العدة“۔ (الدر المختار مع رد المحتار،

کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳۹۷/۳، سعید)

(و کذا فی مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۷۹/۲، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

اس کے بعد اس کے خسر نے پدر محمد رضی کے نام لاہور سے میرٹھ مضمون مندرجہ ذیل کا خط روانہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ تمہارے لڑکے نے میری لڑکی کو کس بنا قصور پر بلا وجہ طلاق دیدی، اور یہ طلاق دینا تمہارے علم میں ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں پدر محمد رضی نے تحریر کر دیا کہ جو کچھ معاملہ گزرا ہے، وہ میرے علم سے قطعی باہر ہے۔

مضمون کارڈ محمد رضی نسبت طلاق

”مسٹر عبداللہ شاہ صاحب! تم کو معلوم ہے کہ میں نے تم کو اور تمہارے تمام رشتہ داروں کو اس شادی کے معاملہ میں دیکھ لیا ہے، جو کام بھی ہوتے ہیں منجانب اللہ ہوا کرتے ہیں، اس لئے میں اپنی دنیا و آخرت نہیں خراب کرنا چاہتا ہوں، تم اگرچہ اس وقت ناراض رہے، یہ تمہاری مرضی، تمہارا سب سامان میرے مکان پر رکھا ہے جس وقت تمہاری مرضی ہو سب سامان بخوشی اکریجائکتے ہو اور میں تمہارے خیال کے مطابق اور اپنے اوپر سے اس بارگراں کو خیر باد کہتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں۔“ جس جگہ تمہاری مرضی ہو، اپنی لڑکی کی دوسری شادی فوراً کر دو، اور اس کو بھی میری طرف سے اجازت ہے، وہ شادی کر سکتی ہے، میری طرف سے اس کو مطلقاً طور سے طلاق ہے۔“

الجواب حامداً ومصلیاً۔

اگر کارڈ کا مضمون محمد رضی کا ہے اور وہ اس کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) اس لئے کہ اس تحریر میں طلاق کے لئے تین الفاظ: ایک ”جس جگہ تمہاری مرضی ہو، اپنی لڑکی کی دوسری شادی فوراً کر دو“ دوسرا ”اور اس کو بھی میری طرف سے اجازت ہے وہ شادی کر سکتی ہے“ یہ دونوں لفظ کنایات

(۱) ”رجل استکتاب من رجل اخر الى امرأته کتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه و طواه و ختم و

کتب فی عنوانه و بعث به الى امرأته، فأتتها الكتاب و أقر الزوج أنه کتابه، فإن الطلاق يقع علیها“.

(الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۱، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابه، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیة: ۳/۳۸۰، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن، کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابه، قبیل باب الصریح، سعید)

طلاق سے ہیں اور طلاق ہی کے لئے استعمال کئے گئے ہیں (۱)، تیسرا لفظ صریح طلاق کا ہے۔ پہلے لفظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، چونکہ رخصت نہیں ہوئی اس لئے دوسرے تیسرے لفظ کا محل باقی نہیں رہا، پس دوسرا اور تیسرا لفظ بیکار گیا۔ اب طرفین اگر رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے، رخصت سے قبل طلاق واقع ہونے کی وجہ سے عدت واجب نہیں:

”وإذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقع عليها. وإن فرق الطلاق، بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة، اهـ.“ عالم گیری: ۳۹۱/۲ (۲)۔ ”أربع من النساء لا عدة عليهن: المطلقة قبل الدخول.“ عالم گیری: ۵۵۰/۲ (۳)۔

ہاں! اگر پہلے لفظ سے تین طلاق کی نیت کی ہے تو تین واقع ہو کر مغلطہ ہوگئی، اب بغیر حلالہ کے درست نہیں: ”ولو قال: تزوجي، ونوى الطلاق أو الثلاث، صح، وإن لم ينو شيئاً، لم يقع، كذا في العتابة، اهـ.“ فتاویٰ عالم گیری: ۳۹۵/۲ (۴)۔

(۱) ”وفى القنية: اذهبى وتزوجي، تقع واحدة بلا نية.“ (الدرالمختار). ”لو قال: اذهبى فتزوجي، وقال: لم أنو الطلاق، لا يقع شيء.“ (ردالمحتار: ۳۱۴/۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، قبیل التفویض، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۶/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۶۸/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۳/۱، کتاب الطلاق، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، رشیدیہ)

(و کذا فی الدرالمختار: ۲۸۳/۳، ۲۸۶، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۹۸/۴، فصل فیما یرجع إلی المرأة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۵۲۶/۱، کتاب الطلاق، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴۱۴/۴، فصل فیما یتعلق بتوابع الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۵۷/۴، الفصل الثامن والعشرون فی العدة، إدارة القرآن کراچی)

(۴) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۶/۱، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳۱۴/۳، باب الکنايات، قبیل التفویض، سعید)

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اب کسی اور شخص سے زہرہ بیگم کا نکاح کیا جائے اور وہ شخص صحبت کرنے کے بعد طلاق دے یا مر جائے تو پھر عدت گزار کر محمد رضی سے نکاح ہو سکے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۱۰/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/شوال/۵۸ھ۔

”آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا“ سے طلاق

سوال [۶۱۸۴]: نقل خط عظمت علی جو کہ ہندی میں ہے

جناب صوفی صاحب!

السلام علیکم عرض ہے!

اور بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا وہ اچھا نہیں کیا اور میں بہت غلط آدمی نکلا، میں مجبور ہوں، اب میں کچھ نہیں کر سکتا، اور یہ خط میں نے بمبئی سے ڈالا ہے۔ میں کل کو بمبئی سے پانچ سال کے لئے امریکہ جا رہا ہوں، تاکہ میں یہاں کے طوفان سے بچ سکوں، اب اگر آپ کو پانچ سال روکنا ہو اور پیسوں کو بھی پانچ سال روکنا ہو تو روکنا، ورنہ ”میری طرف سے اجازت ہے، آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا“ اور میرا خدا جانتا ہے میں نہیں چاہتا کہ کسی کی زندگی خراب کی جائے۔ آپ کی لڑکی شریف لڑکے کے لائق ہے، میں بہت غلط انسان ہوں۔ آپ گھر والوں سے لے لینا میرے نام سے، اگر آپ نے ناش کی تو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، میں کل یہاں سے روانہ ہی ہو جاؤں گا، آپ ناش کریں تو گھر والوں کے نام اور مجھ جیسے بے وقوف کی ہو سکے تو غلطی معاف کر دینا۔

عظمت علی۔

زبانی طلاق بھی بموجودگی لڑکی دے چکا ہے۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

شوہر کے خط کے ترجمہ میں یہ لفظ ہے ”آپ اپنی لڑکی کی شادی کہیں کر دینا“ خط کے سیاق و سباق سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نیت اس لفظ سے طلاق کی ہے اس لئے اس لفظ سے ایک طلاق بائن ہوگئی (۱)، نیز جب کہ اس نے زبانی بھی طلاق دیدی ہے تو اب اس میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

”تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو“ سے طلاق

سوال [۶۱۸۵]: تقریباً سولہ سال قبل جب کہ میری عمر تقریباً چھ سال کی تھی، میرے والد نے میرا عقد کر دیا تھا، آج تقریباً پانچ سال ہوئے شوہر نے اپنا دوسرا عقد کر لیا اور آج تک جب سے نکاح ہوا، میں باپ کے گھر رہتی ہوں، میں شوہر کے یہاں نہیں گئی، شوہر مجھ سے ہمیشہ بے تعلق رہا، اور آج ایک یا دو بچوں کا باپ بن گیا ہے۔ جب دوسرا عقد کر رہا تھا تو میں نے اپنے والد وغیرہ کو بھیج کر عقد ثانی کی رکاوٹ کی، تو یہ جواب دیا کہ ”میں اپنا عقد دوسرا کر رہا ہوں، تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو“۔ میرے والد وغیرہ جو بچوں کے ہمراہ گئے تھے یہ جواب سن کر واپس آ گئے اور ایک ایک سال کے وقفہ کے بعد کئی بار گئے، لیکن انہوں نے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کی۔

لہذا علمائے دین سے درخواست ہے کہ نہ تو میں جانا پسند کروں اور نہ ہی میری اتنی ہمت ہے کہ اپنی زندگی بغیر کسی شوہر کے گزار سکوں، مجھے اندیشہ ہے کہ میں باعفت نہ رہ سکوں اور نہ ہی میرا کوئی وسیلہ ہے۔ میرے والد نہایت غریب ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً فاقے نوش رہتے ہیں۔ اور بلوغت کے بعد سے میری زندگی بہت تلخ ہوگئی، لہذا میں درخواست کرتی ہوں کہ میرا نکاح فسخ کیا جائے، میں مظلوم ہوں میری مدد کی جائے۔ چھ گواہوں کے دستخط بھی سوال پر موجود ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہیں کہ ”میں اپنا عقد کر رہا ہوں، تم اپنی لڑکی کا دوسرا عقد کرلو“

(۱) ”و بابتغی الأزواج، تقع واحدة بآنة إن نواها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۵/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی کنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق: ۳۶۰/۲، کتاب الطلاق، باب کنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیہ: ۱۹۷/۱، کتاب الطلاق، نوع آخر: اذہبی و تزوجی، رشیدیہ)

تو اس سے بھی طلاق ہوگئی، کسی جدید فیصلہ کی ضرورت نہیں، اگر شوہریوں کہے کہ میں نے طلاق کی نیت سے یہ نہیں کہا تب کسی دوسری تدبیر کی ضرورت ہوگی (۱)، پھر اس وقت شرعی کمیٹی کے ذریعہ فیصلہ کرا لینا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

”جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو“ سے طلاق

سوال [۶۱۸۶]: شوہر نے اپنے خسر کو خط میں لکھا: ”آپ کی لڑکیوں کی کوئی قدر نہیں ہوگی خانپور میں، مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ اتنے خراب آدمی ہیں، حنیف تو گیسو پور آنے گائیں، بس اتنے دن کا ہی رشتہ تھا، میری طبیعت بالکل بھگئی گیسو پور سے“۔

دوسرے خط میں لکھا: ”اب جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو، آپ کی لڑکیوں کی یہاں پر قدر نہیں ہوگی“۔

ہماری برادری میں جب کسی کو طلاق کی نیت ہوتی ہے اور رشتہ داری کو ختم کرنا مقصود ہوتا ہے تو وہ ایسے ہی الفاظ اور جملہ بولتا ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ہماری رشتہ داری ختم ہوگئی۔ لہذا مذکورہ خط کی وجہ سے طلاق ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کونسی؟

الجواب، حامداً و مصلیاً:

جملہ اخیر ”اب جہاں آپ کی لڑکیوں کی قدر ہو وہاں کرو“ کا مطلب اگر یہ ہے کہ جہاں ان کی قدر ہو وہاں ان کا نکاح کرو اور بہ نیت طلاق یہ جملہ لکھا ہے تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگی (۲)، اگر طرفین رضامند

(۱) ”و بابتغی الأزواج تقع واحدة بائنة إن نواها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۵/۱، کتاب الطلاق،

الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی النہر الفائق: ۳۶۰/۲، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة: ۱۹۷/۱، کتاب الطلاق، نوع آخر: اذْهَبْ وَ تَزَوَّجْ، رشیدیہ)

(۲) (راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً)

ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ بھی طلاق کی نیت سے نہیں کہا تو اس سے بھی طلاق نہیں ہوئی، بقیہ کوئی جملہ ایسا نہیں جس سے طلاق کا حکم کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

”دوسرا رشتہ قائم کرنے کی اجازت“ سے طلاق

سوال [۶۱۸۷]: قمر جہاں کا عقد مسمیٰ اظہر الدین سے ہوا تھا، اظہر الدین نے بخط ہندی ایک خط

اپنے خسر کو لکھا ہے، اس سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

نقل خط:

”جناب چچا صاحب! آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کی بیٹی قمر جہاں کا

گزر میرے ساتھ نہیں ہو سکتا، اس لئے آپ لوگوں سے عرض کرتا ہوں کہ ”آپ لوگوں کو

دوسرا رشتہ قائم کرنے میں شوق سے اجازت دیتا ہوں“۔

اور بہت سی گھریلو باتیں لکھی ہیں۔ مندرجہ بالا خط کے جز سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اظہر الدین سے دریافت کیا جائے اس نے یہ تحریر لکھی ہے یا نہیں، پھر اگر لکھی ہے تو اس کا مطلب یہ

ہے کہ اس نے اپنا تعلق نکاح قمر جہاں سے ختم کر دیا اور دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیدی، یا کچھ اور مطلب

ہے؟ اگر وہ یہ کہے کہ: ہاں میں نے یہ تحریر لکھی ہے (۱) میرا مطلب یہی ہے تو تحریر کے وقت قمر جہاں پر طلاق بائن

(۱) قال العلامة محمد امین ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ: ”وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه، ولم

یملہ بنفسه، لایقع الطلاق ما لم یقرّ أنه کتابه“۔ (ردالمحتار علی الدر المختار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق،

الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ) =

واقع ہوگئی (۱)، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے ورنہ بعد عدت قمر جہاں دوسرے شخص سے نکاح کی حقدار ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۸ھ۔

”اب تجھ کو اجازت ہے، میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لینا“ سے طلاق

سوال [۶۱۸۸]: منکھ مسماة زيب النساء بنت رحم الہی میرا نکاح بوجہ لاعلمی ایک شخص سے ہو گیا تھا کہ وہ ڈاکو تھا، اس سلسلہ میں اس کو بیس سال کی سزا ہوگئی تھی جس کو عرصہ سات سال ہو گیا، جس وقت اس کو سزا ہوئی اس وقت اس نے مجھ سے یہ الفاظ کہے تھے کہ ”اب تجھ کو میری طرف سے اجازت ہے کہ میرے چھوٹے بھائی سے نکاح کر لینا“ لہذا اس کے فرمان کے بموجب بیٹھی رہی، مگر اس کے چھوٹے بھائی نے میری طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اپنا دوسری جگہ نکاح کر لیا۔ یہ میرا بیان حلفیہ ہے، اگر میں جھوٹ بولوں تو اس گناہ کی میں مرتکب ہوں گی، اس لئے درخواست ہے کہ میں اس وقت دو حادثوں کے درمیان مبتلا ہوں: ایک تو میں نوعمر خوف گناہ، دوسرے فاقہ مستی، لہذا اگر شریعت مطہرہ مجھ کو اجازت دیدے تو میں اپنا نکاح ثانی کر کے اطمینان سے زندگی بسر کر لوں۔

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو آپ کو دوسری جگہ شرعاً نکاح کی اجازت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۵ھ۔

= (و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(۱) ”ولو قال لها: اذْهَبِيْ فتنزّوجی، تقع واحدة إذا نوى، فإن نوى الثلاث، تقع الثلاث“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریۃ: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۰۴، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریۃ: ۱/۴۷۲، کتاب الطلاق، الباب السادس فی الرجعة الخ، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۳۷، ۴۳۸، کتاب الطلاق، باب الرجعة، دار إحياء التراث العربی بیروت)

(۳) ”و بابتغی الأزواج تقع واحدة بائنة إن نواها، ولو قال لها: اذْهَبِيْ فتنزّوجی، تقع واحدة إذا=

”تو میری ماں ہے، مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں، تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا“

سوال [۶۱۸۹]: ایک شخص نے اپنی بیوی کے سامنے سے قرآن شریف پڑھتے ہوئے اٹھا کر بہت

بے ادبی سے دوسری جگہ ڈال دیا اور یہ کہا کہ ایسا قرآن اور نماز پڑھنے سے کیا فائدہ سب بیکار ہے اور پھر یہ کہا ”تو میری ماں ہے، مجھ کو تجھ سے کوئی کام نہیں، تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا“۔ اس کے بعد وہ شخص خود اپنی بیوی کو اس کے ماں باپ کے یہاں چھوڑ گیا، عرصہ ایک سال کا ہوا کوئی خبر نہ لی، اب اس کے واسطے شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن کریم کی بے ادبی کرنا سخت ترین گناہ ہے، اس سے ایمان جاتا رہتا ہے (۱)۔ جب اس نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ ”مجھ کو تیرے سے کوئی کام نہیں، تو اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جا“ تو اس سے طلاق کی نیت کی یا نہیں، اگر طلاق کی نیت سے یہ کہا تب تو طلاق واقع ہوگئی (۲) اور بعد عدت عورت کو نکاح ثانی درست ہے۔ اگر طلاق کی نیت نہیں کی تو طلاق نہیں ہوئی، اب عورت کو چاہئے کہ حاکم مسلم یا اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش

= نوی، فہان نوی الثلاث تقع الثلاث“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳/۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیہ)
(۱) ”وفی الفتح: من هزل بلفظ کفر، ارتد“۔ (الدرالمختار)۔ ”لأن التصديق وإن كان موجوداً حقيقة لكنه زائل حکماً؛ لأن الشارع جعل بعض المعاصی أمارۃ علی عدم وجوده کالهلل المذكور، وکما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً فی قاذورة، فإنه یکفر“۔ (ردالمحتار: ۴/۲۲۲، باب المرتد، سعید)
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۵/۳۲۲، کتاب الکراهیۃ، الباب الخامس فی آداب المسجد، رشیدیہ)

(۲) ”إذهبى إلى جهنم، يقع إن نوی، خلاصة. و کذا إذهبى عنى وفسخت النکاح“۔ (الدرالمختار: ۳/۱۲، باب الکنایات، قبیل تفویض الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۶، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات، رشیدیہ)

کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم مسلم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اس پر شوہر کوئی صورت اختیار کرے تو خیر ورنہ حاکم مسلم باختیار تفریق کر دے، پھر بعد عدت عورت کو نکاح ثانی جائز ہے۔ اور بہتر تو یہ ہے کہ شوہر سے کسی طرح طلاق حاصل کر لی جائے یا خلع کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/۸/۶۱ھ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۵/شعبان/۶۱ھ۔

لفظ ”نکاح سے الگ کرنے“ سے طلاق

سوال [۶۱۹۰]: ایک شخص اپنی بیوی کو اس کے پس غیبت میں اپنے احباب کے سامنے یہ کہا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے الگ کر دی“ اس شخص نے یہ الفاظ دو مرتبہ کہے۔ تو کیا ان جملوں سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور کیا فریقین باہمی رضامندی سے عدت کے اندر یا بعد عدت تجدید نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کر لیں تو یہ نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے تو اس سے طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) اور اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح شرعاً درست ہے (۲)، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۸۸ھ۔

(۱) ”لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال وهي: بائن، بته، بتلة، حرام، خلية، بريئة، يحتمل

النسبة إلى الشر: أي بريئة من حسن الخلق و يحتمل أن أنت بريئة من النكاح“. (البحر الرائق:

۵۱۸/۳، ۵۲۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۸/۳، باب الکنایات، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۶/۳، ۲۹۸، باب الکنایات، سعید)

(۲) ”وینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة و بعدها بالإجماع“. (الدر المختار: ۳۰۹/۳، کتاب =

”عورت کو اپنے سے الگ کرتا ہوں“ سے طلاق

سوال [۶۱۹۱]: مسئلہ ذیل میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے: زید نے پنچایت کے روبرو یہ کہا کہ ”اس عورت کو میں اپنے سے پنچوں کے سامنے الگ کرتا ہوں، اپنے سے الگ کرنا چاہتا ہوں“۔ اور اس کی بیوی اس مکان میں جس میں لوگ جمع تھے نہ تھی، بلکہ محلہ میں پڑوسی کے مکان میں تھی، بعدہ اس عورت کو بلایا گیا، جب وہ عورت حاضر ہوگئی تو بکر نے عورت کو غلط خبر دی کہ تیرے خاوند نے تجھ کو طلاق دیدی ہے۔ کیا بکر کے غلط خبر دینے سے یہ مندرجہ بالا الفاظ سے طلاق ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ فقط۔

مرسلہ: عزیز بیگ، محلہ لوہان سرائے، مورخہ ۱۴/ مارچ/ ۳۹۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

”الگ کرنا چاہتا ہوں“ ارادہ اور خواہش کا اظہار ہے، اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ”اپنی عورت کو پنچوں کے سامنے اپنے سے الگ کرتا ہوں“ یہ کنایاتِ طلاق سے ہے، اگر بہ نیتِ طلاق یہ الفاظ زید نے کہے ہیں تو ان سے ایک طلاقِ بائنہ واقع ہوگی ورنہ نہیں (۱)۔ جس طرح صیغہ ماضی سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اسی طرح صیغہ حال سے بھی ہو جاتی ہے، کما صرح به فی الہندیۃ والدر المختار (۲)۔

غلط خبر دینے سے کچھ نہیں ہوتا، تاوقتیکہ شوہر اقرار نہ کرے، یا اس کے پاس گواہ موجود نہ ہوں، البتہ اگر

= الطلاق، باب الرجعة، سعید

(و کذا فی البحر الرائق: ۹۴/۴، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی فتح القدیر: ۱۷۶/۴، فصل فیما تحل به المطلقة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(۱) ”ففي حال مذاكرة يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين لو قال في حال مذاكرة الطلاق: باينتک أو أبنتک أو أبنت منک فقالت:

اخترت نفسي، يقع الطلاق“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۵/۱، کتاب الطلاق، باب کنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۳۶/۴، کتاب الطلاق، فصل فی الکناية فی الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۲) ”و يقع بها: أي بهذه الألفاظ وما بمعناها من الصريح، و كذا المضارع إذا غلب في الحال مثل

أطلقک، كما فی البحر“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۴۸/۳، کتاب الطلاق، باب الصريح

مطلب: سن بوش، يقع به الرجعی، سعید)

عورت کو ایک عادل شخص خبر دے کہ تیرے شوہر نے طلاق دیدی ہے اور عورت کو اس کے صدق کا یقین یا غلبہ ظن ہے تو عورت کو یہ ہی سمجھنا چاہئے کہ طلاق دیدی ہے، لیکن اگر شوہر انکار کر دے تو قضاء طلاق ثابت نہ ہوگی۔ صورت مسئلہ میں اگر زید نے صیغہ حال بہ نیت طلاق بولا ہے اور اس کی خبر بکرنے دی ہے تو یہ خبر غلط نہیں بلکہ صحیح ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۷/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/محرم/۵۸ھ۔

لفظ ”میں نے الگ کر دی“ سے طلاق

سوال [۶۱۹۲]: ہندہ کا نکاح محمد احمد سے ہوا مگر جب وہ نالائق نکلا تو محمد احمد پر طلاق کے لئے زور دیا گیا، جب اس کو سختی سے کہا گیا تو اس نے کہا کہ ”میں نے آپ کے کہنے سے اس کو الگ کر دی، میں اپنے گھر چلا جاؤں گا“۔ چلتے وقت اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے یہ زبردستی ہے۔ تو اس طرح طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد احمد نے جو الفاظ کہے ہیں کہ ”میں نے آپ کے کہنے سے اس کو الگ کر دی“ اگر یہ بہ نیت طلاق کہے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۲)، اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح بھی درست ہو سکتا ہے (۳)۔ اگر

(۱) ”لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریہ: ۳۸۴/۱، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ، رشیدیہ)

(۲) ”لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال وهی: بائن، بته، بتله، حرام، خلیہ، بریئہ یحتمل النسبة

إلى الشر: أي بریئہ من حسن الخلق ویحتمل: أن أنت بریئہ من النکاح“۔ (البحر الرائق:

۵۱۸/۳، ۵۲۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۷۸/۳، باب الکنایات، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۶/۳، ۲۹۸، باب الکنایات، سعید)

(۳) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ

العالمکیریہ: ۴۷۲/۱، الباب السادس فی الرجعة الخ، رشیدیہ) =

بہ نیت طلاق نہیں کہے تو طلاق نہیں ہوئی بدستور نکاح قائم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۸/۶/۸۷ھ۔

”زوجیت سے الگ کرتا ہوں“ سے طلاق

سوال [۶۱۹۳]: یونس بنام محترمہ افروز جہاں بیگم دختر اعجاز احمد شہر میرٹھ بذریعہ تحریر ہذا آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ سے شرع کی وجہ سے میرا اور آپ کا بطور شوہر اور بیوی کے رہنا ممکن نہیں ہے، لہذا بذریعہ تحریر ہذا میں آپ کو طلاق بائن کے ذریعہ اپنی زوجیت سے تاریخ امروز میں الگ کرتا ہوں، آج سے میرا اور آپ کا تعلق شوہر اور بیوی کا نہیں رہا۔ نیز آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ میں نے آپ کا دین مہر مبلغ دو ہزار پانچ سو روپیہ حساب ڈاکٹر ایل ایچ زبیری صاحب کے پاس جمع کرا دیا ہے، آپ ہمارے سب ہی زیورات جو آپ کے پاس ہیں واپس کر دیں اور جب چاہیں ڈاکٹر صاحب موصوف سے اپنا دین مہر مذکورہ بذریعہ رسید وصول کر لیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کو اس تحریر کا اقرار ہے اور اس نے اس کو پڑھ کر یاسن کر اس پر دستخط کئے ہیں تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے خواہ عدت میں کیا جائے یا بعد

= (و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۳۷، ۴۳۸، باب الرجعة، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(۱) ”إذا قال لها: أبرأتک عن الزوجية، يقع الطلاق من غیر نية“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۶، باب کنایات، رشیدیہ)

”رجل استکتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه و طواه و ختم و كتب فی عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها و أقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع علیها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۳۸۰، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن، کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب فی الطلاق بالكتابة، قبیل التفویض، سعید)

عدت، حلالہ کی ضرورت نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۷/۸۷ھ۔

”تو میرے نکاح سے باہر ہے“ یہ کنائی طلاق ہے

الاستفتاء [۶۱۹۴]: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ”تو میرے نکاح سے باہر ہے، اگر تو

میرے گھر رہے گی تو تجھ کو بے نکاحی کہوں گا“۔ یہ الفاظ غصہ کی حالت میں کہے، بیوی کے الفاظ ”میں نہیں رہنا

چاہتی“ کے جواب میں کہے گئے۔ کیا شوہر کے یہ الفاظ کنایات میں شمار ہوں گے یا طلاق صریح میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! یہ الفاظ کنایات طلاق میں سے ہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند۔

”بیوی کو نہیں رکھنی“ سے طلاق

سوال [۶۱۹۵]: بیوی کا والد لڑکے سے کہتا ہے کہ اگر تجھے ہماری لڑکی رکھنی نہیں ہے تو ہم اپنی لڑکی

کو لے جائیں گے، اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے کہ ”نہیں رکھنی“۔ کچھ وقت کے بعد ایک دوسرا شخص لڑکے

سے کہتا ہے کہ کچھ اور سوچ سمجھ لو، اس کے جواب میں لڑکا کہتا ہے کہ ”میں نے تو کہہ دیا: رکھنی نہیں“۔ اس طرح

کئی مرتبہ ہوتا ہے۔ کیا مذکورہ الفاظ سے طلاق واقع ہو جائے گی؟ اگر ہو جائے گی تو کون سی واقع ہوگی رجعی یا

بائن؟ اور لڑکے کا قول ”کہہ دیا رکھنی نہیں“ یہ پہلے کلام کی تقریر ہے یا اس سے دوسرا حکم ثابت ہوگا؟

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”لفظ میں نے الگ کر دی“ سے طلاق)۔

(۲) ”لو قال: أنا برىء من نكاحك، يقع الطلاق إذناوى“۔ (الفتاوى العالمكيريّة: ۳/۷۶، كتاب

الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات، رشيدية)

(و كذا فى فتاوى قاضى خان: ۱/۲۸، كتاب الطلاق، فصل فى الكنايات والمدلولات، رشيدية)

(و كذا فى رد المحتار ۳/۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

الجواب حامداً ومصلحاً:

اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، پھر دوسری اور تیسری دفعہ کہنے سے کوئی جدید طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۴۰۶ھ۔

”میں بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۱۹۶]: زید اور بکر دونوں خاندانی بھائی ہیں، زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر کے لڑکے سے کیا جب کہ لڑکی کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی اور لڑکے کی عمر آٹھ سال کی تھی، نکاح کو دس سال کا عرصہ ہو گیا۔ اب

(۱) یہ الفاظ کنایات طلاق میں سے نہیں ہیں: ”إذا قال: لا أريدك أو لا أحبک أو لا أشتھیک أو لا رغبة لی فیک، فإنه لا يقع وإن نوى، فی قول أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)
(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة بهامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۱۹۸، الثانی فی الکنايات وفيه أجناس، نوع آخر فی المتفرقة، رشیدیہ)

(و کذا فی ردالمحتار: ۳/۲۹۶، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)
(۲) ”لا تطلق بها إلا بنیته أو دلالة الحال: أى لا تطلق بالکنايات إلا بأحد هذين الأمرين؛ لأن ألفاظ الکنايات غیر مختصة بالطلاق، بل تحتمله و غیره، فلا بد من المرجح“۔ (تبیین الحقائق: ۳/۷۵، باب الکنايات، دارالکتب العلمیة بیروت)

(و کذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۹۶، ۲۹۷، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)
(و کذا فی بدائع الصنائع: ۴/۲۳۳، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات فی الطلاق، دارالکتب العلمیة، بیروت)
”البائن لا يلحق البائن“۔ (الدرالمختار: ۳/۳۰۸، سعید)

”ولا يلحق البائنُ البائنُ بأن قال لها: أنت بائن، ثم قال لها: أنت بائن لا يقع إلا طلاقاً واحداً“۔

(الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیة بیروت)

جب کہ لڑکی کی عمر ۱۱ سال کی ہوگئی اور لڑکے کی عمر ۱۸ سال کی ہوگئی تو لڑکے نے اب لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینے سے انکار کر دیا اور بکر یعنی لڑکے کے والد نے بھی زید یعنی لڑکی کے والد سے کہہ دیا کہ اپنی لڑکی کا عقد کسی دوسری جگہ کر لو۔ جب کہ لڑکی کے والد یعنی زید نے دوسری جگہ لڑکی کے عقد کے متعلق تقریباً طے کر لیا تو پھر لڑکا اور اس کا باپ یعنی بکر دونوں زید کی لڑکی کو زوجیت میں رکھنے کے متعلق کھڑے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ الفاظ جو اوپر مذکور ہیں نہیں کہے۔ اب شریعت مطہرہ کا فیصلہ درکار ہے۔

اکرام الحق، محلہ مولوی صاحبان، قصبہ کاندھلہ، ضلع مظفرنگر، یوپی۔

التنقیح

لڑکے نے کیا الفاظ کہے، بعینہ وہ الفاظ لکھئے اور جو الفاظ بھی کہے ہیں ان پر شرعی شہادت موجود ہے یا نہیں۔ لڑکے کے والد کے کہے ہوئے الفاظ لکھنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر لڑکے نے اپنے والد کو اپنے حق زوجیت کے انقطاع کا وکیل بنا دیا ہے تو پھر والد کے الفاظ کی ضرورت ہے۔ اس تنقیح پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔

ازدارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ربیع الثانی/۵۸ھ۔

جواب تنقیح

آپ نے لڑکے کے الفاظ دریافت کئے ہیں، لہذا وہ بعینہ نقل کئے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ ”میں اس (لڑکی) کو اپنے یہاں نہیں رکھنا چاہتا، اگر والد بغیر میری منشا کے رخصتی کریں گے تو میں گھر چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں گا۔“ ویسے تو یہ الفاظ تقریباً دس بارہ مسلمانوں کے سامنے کہے گئے جس میں سے دو آدمی صوم و صلوة کے بھی پابند ہیں، مزید اطمینان کے لئے ان دو شخصوں سے پھر دریافت کر لیا گیا کہ آیا یہ الفاظ اس لڑکے نے اس وقت کہے تھے یا نہیں؟ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں یہ الفاظ کہے گئے۔ فی الحال وہ لڑکا اپنے ان سابق الفاظ سے منحرف ہے اور اب لڑکی کو اپنی زوجیت میں لینے کے لئے تیار ہے۔

اکرام الحق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا ان الفاظ کا اقرار بھی کرے تب بھی شرعاً ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوئی (۱) بلکہ بدستور نکاح قائم اور باقی ہے، لہذا جب تک لڑکا طلاق نہ دے لڑکی کا نکاح دوسری جگہ درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۴/۵۸ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۰/ربیع الثانی/۵۸ھ۔
”میں نہیں رکھتا“ سے طلاق

سوال [۶۱۹۷]: ایک شخص اپنی بیوی کو بحالت غصہ دو مرتبہ یہ کہہ چکا ہے کہ ”میں تجھے نہیں رکھتا“ کیا اس پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اس عورت کو وہ مرد اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہمارے امام صاحب نے یہ بتایا ہے کہ اس عورت کا نکاح اسی مرد سے دوبارہ ہو تب اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے۔
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنا ہی کہا ہے تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوتی، نکاح قائم ہے، اس عورت کو رکھنا درست ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۹۰ھ۔

(۱) الفاظ مذکورہ کنایات طلاق نہیں ہیں (کما سیأتی تخریجہ تحت الحاشیة رقمہا: ۳)

(۲) ”و رکنہ لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۳) ”إذا قال: لا أريدك أو لا أحبك أو لا أشتئیک أو لا رغبة لی فیک، فبأنه لا يقع وإن نوى، فی قول أبی حنیفة رحمه الله تعالى“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ) =

”میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں“ سے طلاق

سوال [۶۱۹۸]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک مجلس میں یہ کہا کہ ”میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں“ اس بات کے پانچ گواہ ہیں، مگر پنچایت میں زید اس بات کا انکار کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے بیوی سے کہا ہو اور اس کو اقرار بھی ہو کہ اس نے اس طرح کہا ہے کہ ”میں تمہیں رکھنا نہیں چاہتا ہوں“ یا میں نہیں رکھوں گا“ تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہوئی کیونکہ یہ خواہش کا اظہار ہے یا وعدہ ہے اس سے طلاق نہیں ہوتی:

”قالت لزوجها: ”من باتو نمی باشم“، فقال الزوج: ”مباش“ فقالت: طلاق بدست تو است، مرا طلاق کن“ فقال الزوج: ”طلاق می کنم، طلاق می کنم“ وكذا ثلاثاً، طلقت ثلاثاً، بخلاف قوله: ”کنم“؛ لأنه استقبال، فلم يكن تحقيقاً بالتشكيك. وفي المحيط: لو قال بالعربية: أطلق، لا يكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فيكون طلاقاً. فتاوى عالمگیری: ۲/۶۶ (۱)۔ ”قال لامرأته: اذهبي إلى بيت أمك، فقالت: ”طلاق ده، تا بروم“ فقال: ”توبرو، من طلاق دما دم فرستم“ قال: لا تطلق؛ لأنه وعد، كذا في الخلاصة. عالمگیری: ۱/۳۸۴ (۲)۔

= (و كذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمية: ۳/۹۸، الثاني في الكنايات وفيه أجناس، نوع آخر في المتفرقة، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار: ۳/۲۹۶، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(۱) (الفتاوى العالمية: ۱۰/۳۸۴، الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية، رشيدية)

(۲) (الفتاوى العالمية، المصدر السابق)

(و كذا في خلاصة الفتاوى: ۲/۸۰، كتاب الطلاق، الفصل الأول في صريح الطلاق، جنس آخر في

الفاظ الطلاق، امجد اكيڈمی لاہور)

(و كذا في الفتاوى البزازية بهامش الفتاوى العالمية: ۳/۱۷۶، كتاب الطلاق، نوع آخر في الفاظه،

الفصل الأول في صريح الطلاق، رشيدية)

جب صریح طلاق کا یہ حال ہے تو الفاظ مذکورہ تو نہ صریح طلاق کے ہیں نہ کنایہ طلاق کے، اس لئے کوئی

تردد نہ کریں، نکاح بدستور قائم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۹۰ھ۔

”اب ہم نہیں رکھیں گے“ سے طلاق

سوال [۶۱۹۹]: میں اپنے اہل و عیال کا برابر خیال رکھتا ہوں، لیکن اس کے باوجود اپنی بیوی سے

قطع تعلق کر بیٹھا ہوں اور میں نے اپنی زبان سے یہ بھی کہہ دیا کہ ”میں اب کبھی نہیں رکھوں گا“۔

ایسا ہوا کہ ہمارے گھر میں کچھ پریشانی اچانک آ پڑی تھی، اسی اثناء میں ہمارے خسر صاحب آئے اور

کہنے لگے کہ ”ہم اپنی لڑکی رخصت کرا کر لیجائیں گے“ مگر ہمارے والد صاحب کا کہنا تھا کہ ابھی تو ہم پر مصیبت

آن پڑی ہے، مگر ہمارے خسر صاحب بضد تھے تو ہم نے غصہ میں آ کر کہہ دیا کہ ”اب ہم نہیں رکھیں گے“ مگر

ہمارے والد صاحب رخصتی کرا کر لے آئے ہیں، ہم نے طلاق کا نام نہیں لیا تھا۔ تو کیا اس طرح طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر آدمی دل میں سوچ لے کہ بیوی سے تعلق نہیں رکھوں گا اور کچھ مدت تک عملی طور پر اس سے الگ

رہے اور زبان سے یا تحریر سے طلاق نہ دے تو اس سے طلاق نہیں ہوتی (۱) اور نکاح ختم نہیں ہوتا۔ ”اب ہم نہیں

رکھیں گے“ یہ طلاق کا لفظ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۶/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۶/۱۳۹۰ھ۔

(۱) ”لو أجرى الطلاق على قلبه و حرّك لسانه من غير تلفظ يُسمع، لا يقع“۔ (مراقی الفلاح شرح نور

الإيضاح: ص: ۲۱۹، شروط الصلوة، قدیمی)

”عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”إن الله عز وجل

تجاوز لأمتي عما حدثت به أنفسها ما لم تعمل أو تتكلم به“۔ (الصحيح لمسلم: ۷/۸، کتاب الإیمان، قدیمی)

(۲) ”و ركنه لفظ مخصوص، هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية“۔ (رد المحتار مع =

”میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے“ سے طلاق

سوال [۶۲۰۰]: مسماۃ ہندہ کو اس کے شوہر نے مارا پیٹا اور گھر سے باہر نکال دیا اور کہا کہ ”میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے، تیری مرضی آئے سو کر“۔ اب ہندہ کا دوسری جگہ نکاح درست ہے یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے ایسا کہا ہے کہ ”میرا تیرا کوئی رشتہ نہیں ہے، تیری مرضی آئے سو کر“ تو اس سے طلاق بائنہ ہوگئی (۱)، اس کے بعد عدت تین ماہواری گزار کر دوسری جگہ عورت کو نکاح کرنا جائز ہے (۲)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۳/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= الدر المختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، الباب الأول، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”ولو قال لها: لا نکاح بینی و بینک، أو قال: لم یبق بینی و بینک نکاح، يقع الطلاق إذا نوى“.

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۱۹۶، کتاب الطلاق، الثانی فی

الکنايات، نوع آخر فی انکار النکاح، رشیدیہ)

(۲) ”إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً، أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق، وهي حرة

ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمةً أو کتابیةً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۲۶،

الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۲۱۷، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار علی رد المحتار: ۳/۵۰۳، ۵۰۴، کتاب الطلاق، باب العدة، سعید)

”مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکہ چلی جا“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۰۱]: زید کا نکاح ہندہ سے ڈیڑھ سال ہوئے ہوا، میاں بیوی میں گھریلو باتوں پر بحث ہو جاتی تھی، جو کچھ جھگڑے کی صورت اختیار کرتی تھی، زید سخت مزاج تھا، جلد غصہ آ جاتا تھا اور بحالت غصہ یہ الفاظ کہہ دیتا کہ ”مجھے تیری ضرورت نہیں، تو میکہ چلی جا“، میکہ اسی بستی اور اسی محلہ میں ہے۔ ایک دن کسی بات پر بات ہوئی اور اس کو یہی الفاظ کہہ کر میکہ میں بھیج دیتا ہے۔ ایک مرتبہ ہندہ کے والد نے زید کو بھی سمجھایا مگر یہی کہا کہ ”مجھے برداشت نہیں، لڑکی کو سنبھالو، مجھے ضرورت نہیں“۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے، ایک دو مرتبہ اپنے سر سے بھی اس قسم کے الفاظ کہے۔ تو ان حالات پر یہ منکوحہ رہی یا نہیں، اگر نہیں رہی تو واپسی کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ کہ ”مجھے تیری ضرورت نہیں“ نہ صریح طلاق کا لفظ ہے اور نہ کنایہ کا، اس سے طلاق نہیں ہوتی: ”و لو قال: لا حاجة لي فيك، ينوي الطلاق، فليس بطلاق، اه“۔ فتاویٰ عالمگیری: ۲/۳۹۳ (۱)۔ لیکن اگر بیوی کو طلاق کی نیت سے یہ کہا ہے کہ ”تو میکہ چلی جا“ تو اس سے طلاق ہوگئی۔ اور طلاق کی نیت سے اگر نہیں کہا تو طلاق نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۷ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۸۷ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۱۷، باب الکنايات، نوع فی قوله: خلیة وأشباهها، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”اذہبی إلی جہنم، یقع إن نوى، خلاصة، و کذا: اذہبی عنی، وفسخت النکاح“۔ (الدر المختار:

۳/۳۱۴، باب الکنايات، قبیل تفویض الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

”ہمارے گھر سے نکل جا“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۰۲]: ہندہ کا اپنے شوہر سے کسی امر میں جھگڑا ہوا، شوہر نے مارا پیٹا، گالی دی اور کہا کہ ”ہمارے گھر سے نکل جاؤ“۔ ہندہ گھر چلی آئی شوہر نے کہلا بھیجا کہ ”اب میرے یہاں نہ آئے“ مگر دوسرے دن ہندہ کے والد ہندہ کو شوہر کے گھر پہنچانے گئے، شوہر نے پھر کہا ”ہمارے گھر سے نکل جاؤ“ اور باپ کے سامنے مارنے لگا اور کہا ”حرام زادی، تم کو کل ہی گھر سے نکال دیا، پھر کیوں آئی؟“ داماد نے سر کو پھر گالی دی اور کہا کہ تمہارے یہاں میں لینے نہیں گیا تھا، یہ پھر کیوں آئی۔ صورت مسئلہ میں طلاق ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کون سی ہوئی؟ اور دوبارہ شوہر کے گھر جانے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چونکہ شوہر کے لفظ ”ہمارے گھر سے نکل جاؤ“ بولتے وقت مذاکرہ طلاق موجود ہے، اس لئے ایک طلاق بائن ہوگئی، عدت کے بعد لڑکی دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے، پہلے شوہر کے پاس جانے کے لئے تجدید نکاح کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ سید ابوالخیر القاسمی، ۲/۵/۸۷ھ۔

مہر امارت شرعیہ بہار دارالافتاء خانقاہ رحمانی مونگیر۔

دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ فتویٰ صحیح ہے اور ہندہ کو طلاق بائن ہوگئی؟ جب کہ دیکھ رہے ہیں کہ استفتاء کے اندر کہیں طلاق کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ کسی طرح شوہر کی نیت کا حال معلوم ہو رہا ہے، بلکہ میرا تو اندازہ ہے کہ شوہر کا ہندہ کو دوسرے دن باپ کے ساتھ آنے پر دوبارہ مار پیٹ کرنا کچھ اور ہی ثابت کر رہا ہے یعنی لڑکا بیوی گردان کر زود و کوکب کر رہا ہے اور لڑکی بھی تسلیم کر رہی ہے، اس لئے قوم کی طرف رجوع کر رہا ہوں، وضاحت سے فرمائیں۔ نیز مذاکرہ طلاق سے کیا مراد ہے؟

نیازمند اختر جمیل بہار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کا یہ لفظ کہ ”ہمارے گھر سے نکل جاؤ“، کنایات طلاق کی اس قسم کا لفظ ہے جس میں رضا، غضب،

مذاکرہ طلاق تینوں حالتوں میں وقوع طلاق کے لئے نیت کی حاجت ہوتی ہے، بلا نیت طلاق نہیں ہوتی ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے ردالمحتار: ۲/۴۶۶ (۱) میں نقشہ دیا ہے۔ نیز بحر: ۳/۳۰۲ میں ہے ”و حاصل مافی الخانیة: أن من الکنايات ثلاثة عشر لا يعتبر فيها دلالة الحال ولا تقع إلا بالنية: حبلك علی غاربك، تقنعی، تخمری، استتری، قومی، اخرجی، اذهبی، الخ“ (۲)۔

پھر اگر شوہر نے بہ نیت طلاق ایسا کہا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی، جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح درست ہے (۳)۔ اگر شوہر نے طلاق کی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، بدستور نکاح قائم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غنی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۷ھ۔

کنایہ طلاق ”جہاں چاہے بھیج دو“ سے طلاق

سوال [۶۲۰۳]: ایک لڑکی کی شادی ہوئی، مگر بعد رخصتی کے اس کا خاوند لڑکی کو لیکر سسرال گیا اور رہنے لگا، چند دن بطور مہمان کے رکھا، مگر جب عرصہ کئی ماہ کا گزر گیا تو لڑکی کے والدین نے کہا کہ بھائی! یوں بیکار پڑنے سے کیا ہوتا ہے، کچھ کرنا بھی چاہئے، آخر خرچ کرنے کو کہاں سے آئے، لڑکے نے جواب دیا کہ ”اگر

(۱) نقشہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (ردالمحتار: ۳/۳۰۲، باب الکنايات، سعید)

(۲) (البحر الرائق: ۳/۵۲۶، باب الکنايات فی الطلاق، رشیدیہ)

”أما النوع الأول فهو كل لفظ يستعمل فی الطلاق ويستعمل فی غیره نحو قوله: أنت بائن، أنت علی حرام..... أنت حرة، قومی، اخرجی..... وإذا احتملت هذه الألفاظ الطلاق وغير الطلاق، فقد استتر المراد منها عند السامع، فافتقرت إلى النية لتعيين المراد“. (بدائع الصنائع: ۲۳۲/۲، ۲۳۴، کتاب الطلاق، فصل فی الکناية فی الطلاق، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) ”وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوج فی العدة وبعد انقضائها“. (الفتاویٰ العالمگیریہ:

۴/۲۷۲، الباب السادس فی الرجعة الخ، رشیدیہ)

(و کذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۳۷، ۴۳۸، باب الرجعة، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

تم ہمارا دونوں کا خرچ برداشت کر سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ تمہیں اختیار ہے، میں تو تمہاری لڑکی کو جب ہی رکھ سکتا ہوں جب کہ تم ہم دونوں کا خرچ برداشت کرو، لہذا وہ یہ سن کر چپ ہو گئے اس لئے کہ شاید کچھ سمجھ میں آ جائے، یہاں تک کہ چار سال تک کچھ نہیں کہا، بلکہ ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔

انہوں نے پھر کہا کہ بھائی! اب تو تم بجائے دو کے تین ہو گئے ہو، اب تو کچھ کام کرو، مگر پھر یہی جواب دیا کہ کما کر کھانا بسرے بس کا کام نہیں ہے ”تمہیں اپنی لڑکی کا اختیار ہے، جہاں چاہے بھیج دو، میں کہہ چلا“۔ لہذا اس کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر شوہر نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے ہیں تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی (۱)، جس کا حکم یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے، خواہ عدت میں کریں یا بعد عدت کے (۲)، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکی رضامند نہ ہو تو وہ بعد عدت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

تنبیہ: نیت کے بارے میں شوہر کا قول معتبر ہوگا (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

”ہم سے کوئی تعلق نہیں، جہاں چاہے جا“ سے طلاق

سوال [۶۲۰۴]: ایک شخص مسمی رسول میاں ولد ظہور میاں اپنی عورت مسماة نظیراً کو اپنے مکان سے

(۱) ”رجل قال لامرأته: أربعة طرق عليك مفتوحة، لا يقع بهذا، وإن نوى، إلا إذا قال: خذی أی طریق

شئت، لا يقع بدون انية“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی

الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ”ہمارے گھر سے نکل جا، سے طلاق“۔)

(۳) ”والقول قول الزوج فی ترک النية مع اليمين فی باب الکنايات“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة:

۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانية: ۳/۳۲۵، نوع آخر فی حکم الکنايات، إدارة القرآن کراچی)

غریب میاں چودہری رحیم بخش وغیرہم گواہان کے سامنے اس کا سارا زیور نکال کر اس کے میکے لے کر آیا اور کہلایا کہ ”ہم سے اس سے کوئی مطلب نہیں، اس کی طبیعت جہاں چاہے جائے، ہم سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔“ عرصہ دراز ہوا کہ مسمیٰ مذکور نے اپنی تو دوسری شادی کر لی، اب یہ مسماۃ اس سے طلاق چاہتی ہے کہ باقاعدہ ہم کو چھوڑ دو، وہ کہتا ہے کہ ”چھوڑ تو دیا ہے، تجھ کو ہم نہیں رکھیں گے، جہاں طبیعت چاہے چلی جاؤ، جس کو ہم نے نکال دیا ہے اس کو پھر نہیں رکھ سکتے۔“ فقط۔

محمد سلیمان، موضع تاج الدین پور، ضلع فیض آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

الفاظ مذکورہ کنایات طلاق سے ہیں، پس اگر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی:

”وفی الفتاوی: لم یبق بینی و بینک عمل، نوی، یقع، کذا فی العتابة. ولو قال لها: اذهبی ائی طریق شئت، لایقع بدون النية، وإن کان فی حال مذاکرة الطلاق.“ عالمگیری: ۲/۲۹۴ (۱)۔

اور مسماۃ کے سوال طلاق پر یہ کہنا کہ ”چھوڑ تو دیا ہے، تجھ کو ہم نہیں رکھیں گے، جہاں طبیعت چاہے چلی جاؤ، جس کو ہم نے نکال دیا ہے اس کو ہم نہیں رکھ سکتے“ یہ بظاہر قرینہ ہے اس پر کہ بہ نیت طلاق اولاً الفاظ مذکورہ فی سوال کہے ہیں (۲) اور اگر بہ نیت طلاق الفاظ ”ہم سے اس کے کوئی مطلب نہیں“ وغیرہ نہیں کہے اور سوال طلاق کے جواب میں ”چھوڑ تو دیا ہے“ وغیرہ سے اقرار و اخبار طلاق مقصود نہیں بلکہ انشاء طلاق مقصود ہے تو اس سے دو غلاق واقع ہو گئیں: ایک صریح، دوسری کنایہ اور پہلی صورت میں صرف کنایہ ہی ہوئی، بہر کیف طلاق واقع ہوگئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۷/۵۵ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ) =

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۳/۳۲۵، نوع آخر فی قوله "خليفة" وأشباهها، إدارة القرآن کراچی)
 (۲) "عربی فتاویٰ میں لفظ "سرحتک" "میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے" کو الفاظ کنیۃ میں شمار کیا گیا ہے:
 (کما فی رد المحتار، کتاب الطلاق، باب کنایات، مطلب لا اعتبار بالإعراب هنا: ۳/۳۰۰، سعید)
 (و کذا فی بدائع الصنائع، کتاب الطلاق، فصل فی کنایۃ فی الطلاق: ۲/۲۳۴، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب کنایات فی الطلاق: ۳/۵۲۴، رشیدیہ)
 (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل الخامس فی کنایات: ۱/۳۷۵، رشیدیہ)

اردو فتاویٰ میں فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۹/۴۲۸، امدادیہ ملتان، اور عزیز الفتاویٰ: ۲/۵۷۰، میں اسے لفظ کنیۃ شمار کیا گیا ہے اور یہی رائے مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب کی ہے، البتہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس لفظ کو بوجہ عرف عام صریح رجعی قرار دیا ہے اور یہی رائے حضرت مفتی صاحب کی ہے۔ بہشتی زیور، حصہ چہارم: ص: ۲۹۱، اور امداد الفتاویٰ: ۲/۴۳۵، اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحب نے فتاویٰ رحیمیہ: ۷/۴۰۹، میں اس کو طلاق صریح قرار دیا ہے، جب کہ فتاویٰ حقانیہ میں اسے کنایات میں شمار کیا گیا ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ کی بھی ایک رائے اس کے طلاق صریح ہونے کی ہے، جیسا کہ رد المحتار: ۳/۲۹۹، باب الکنایات میں ہے۔ (مرتب: فضل مولیٰ ابن القاضی فضل خالق)
 (و کذا فی امداد الفتاویٰ: ۲/۴۷۳، إدارة تالیفات)

"بخلاف فارسیۃ قولہ: سرحتک، وهو "رہا کردم"؛ لأنه صار صریحاً فی العرف، علی ما صرح بہ نجم الزاہدی الخوارزمی فی شرح القدوری ثم فرق بینہ و بین سرحتک، فإن سرحتک کنایۃ، لکنہ فی عرف الفرس غلب استعمالہ فی الصریح، فإذا قال: "رہا کردم"؛ أي سرحتک، يقع بہ الرجعی، مع أن أصلہ کنایۃ أيضاً، و ما ذاک إلا لأنه غلب فی عرف الفرس استعمالہ فی الطلاق، و قد مر أن الصریح ما لم يستعمل إلا فی الطلاق من أي لغة كانت، اھ۔" (رد المحتار: ۳/۲۹۹، کتاب الطلاق، باب کنایات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ، رشیدیہ)
 (و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۲/۲۹۹، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

”ہمارے گھر سے چلی جاؤ“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۰۵]: زید نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ ”تم ہمارے گھر سے چلی جاؤ“ اور وہ منکوحہ زید اپنے خاوند کے کہنے پر ماں باپ کے گھر چلی گئی، اس عرصہ کو تقریباً دس گیارہ سال گزر گئے۔ کیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، اگر واقع ہوگئی تو کونسی؟ کیونکہ زید نے مذکورہ مدت میں اپنی منکوحہ کو بالکل طلب نہیں کیا، اگر طلاق نہیں پڑی تو کیا وجہ؟ بینوا تو جروا۔ مدلل مبرہن ہو۔

العارض: شاہ نواز خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ مذکورہ کنایات طلاق سے ہے، پس اگر بہ نیت طلاق یہ لفظ کہا ہے تو شرعاً ایک طلاق بائن واقع ہوگئی اگر بہ نیت طلاق یہ لفظ نہیں کہا تو طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/رمضان/۱۳۵۵ھ۔

”ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا“ سے طلاق

سوال [۶۲۰۶]: واقعہ یوں ہے کہ ہم اور ہماری جٹھانی اور دونوں نند کہیں بیٹھنے گئے تھے اور ساس گھر میں تھیں، ان سے پوچھ کر گئے تھے، جب ہمارے جیٹھ اور ہمارے شوہر دوکان پر سے گھر میں کوئی سامان وغیرہ لینے آئے تو ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں گئیں ہیں، ساس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ بیٹھنے گئی ہیں تو ہمارے جیٹھ اپنی بیوی پر غصہ ہوئے، اور ہمارے شوہر ہمارے اوپر غصہ ہوئے، اسی غصہ میں ہمارے شوہر نے کہہ دیا کہ ”اپنی بھتیجی کو یہاں سے لے جاؤ، ہم نے طلاق دیدی“، تو ہماری پھوپھی یعنی ساس ان کے اوپر بہت غصہ

(۱) ”کنايتہ ما لم یوضع له و احتمله وغیرہ، لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال فنحو: أخرجی

واذهبى و قومى: أى من هذا المكان لينقطع الشر، فيكون رداً، أو لأنه طلقها، فيكون جواباً“.

(الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۶/۳، ۲۹۸، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۷۸/۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۳۷۴/۱، ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

ہوئیں اور روپیٹ کر رہ گئیں۔

جب ہم سب لوگ گھر میں آئے، انہوں نے سب بتلایا کہ یہ کہا اور یہ کہا، لیکن یہ نہیں بتلایا کہ ایک بار طلاق کا نام بھی لیا، جب کہ جیٹھ نے جیٹھانی کو بتایا کہ ہمارے چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کو ایک بار اس طرح کہا کہ ”ہم نے طلاق دے دی“۔ جب دوسرا روز ہوا تو میری جیٹھانی نے ہم سے کہا کہ کل یہ بات اس کے منہ سے نکلی، جب ہم نے ساس سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں۔ پھر دس پندرہ روز کے بعد اپنے آپ ہی بہت غصہ چڑھا، اسی غصہ میں جکتے جکتے دوبارہ پھر یہ بات ان کے منہ سے نکلی کہ ”جا! تو یہاں سے نکل جا، ایک منٹ بھی تو میرے گھر میں نہیں رہ سکتی، ہم نے تجھے طلاق دے دی“۔ تو پھر ہم اس گھر سے ساس کو لے کر نکل گئے، بڑی ساس کے یہاں چلی گئیں۔ ہم نے گھر آنے سے انکار کر دیا کہ ہم اب گھر میں نہیں آئیں گی، مگر سر نے سمجھا کہ ہم کو پھر گھر ہی میں رکھ لیا۔

پھر پندرہ بیس روز کے بعد ہم کو ساس وغیرہ سیر دکھانے ساتھ میں گئی تھیں، وہاں سے واپس ہونے کے بعد وہ اپنی ماں سے کہنے لگے کہ آپ اس کو لے کر کیوں گئیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم ساس ہیں کیا ہمارا کوئی حق نہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حق نہیں، اس میں بات بڑھتے بڑھتے بہت کافی بات بڑھ گئی، اس غصہ میں آ کر پھر تیسری مرتبہ کہا: ”جاؤ تو پھر اپنی بھتیجی کو یہاں سے لے جاؤ، ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا۔ ان تینوں طلاقوں کے درمیان میں ہمارے شوہر سے میرا تعلق کسی قسم کا نہیں ہوا۔ شادی ہونے کے بعد دو تین مہینہ ٹھیک رہے، اس کے بعد ہم کو طلاق دلوانے کے لئے کسی نے بڑے بڑے کرتب کئے، چار ماہ ان کا دماغ خراب رہا، اسی چار ماہ کے درمیان میں تینوں طلاقیں دیں۔ ہمارے ساس سر نے کرتبوں کا اتار کیا۔ اس کے بعد ان کا دماغ بالکل صحیح ہو گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں مجھے طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوگئی تو اب میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی اور دوسری طلاق تو صاف ظاہر ہے، کیونکہ صریح لفظ طلاق کا ہے (۱)، البتہ تیسری دفعہ یہ لفظ کہا

(۱) ”الطلاق الصریح یلحق الطلاق الصریح بأن قال: أنت طالق، وقعت طلاقاً، ثم قال: أنت طالق، تقع“

ہے ”ہمارے ساتھ نکاح ٹوٹ گیا“ یہ صریح لفظ نہیں، بلکہ کنایہ ہے (۱)، شوہر سے دریافت کیا جائے، وہ اگر یہ کہے کہ ہاں طلاق کی نیت سے کہا ہے، جیسا کہ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے تو اس لفظ سے تیسری طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی (۲)، اب شوہر سے پردہ میں رہ کر آپ اپنی عدت پوری کریں۔ عدت تین ماہواری ہے، اگر حمل ہو تو بچہ پیدا ہونے پر عدت ختم ہوگئی (۳)۔ بعد عدت دوسری جگہ اپنا نکاح کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۱۳۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۸/۱۳۹۰ھ۔

= أخرى. (الفتاویٰ العالمکیرية، الفصل الخامس فی الکناہیات: ۱/۳۷۷، رشیدیہ)

”الصریح مالا یحتاج إلى نية، بئناً کان الواقع به أو رجعیاً“. (الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب

الطلاق، باب الکناہیات، مطلب: الصریح یلحق الصریح والبائن، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر: ۳/۵۴، باب إیقاع الطلاق، مصطفى البابی الحبلی مصر)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۳/۲۲۲، فصل فی شرط النية فی الکناہية، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۱) ”أو قال: لم یبق بینی و بینک نکاح، یقع الطلاق إذا نوى“. (الفتاویٰ العالمکیرية: ۱/۳۷۵،

الفصل الخامس فی الکناہیات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، فصل فی الکناہیات والمدلولات، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۳۱۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکناہیات)

(۲) ”والطلاق البائن یلحق الطلاق الصریح بأن قال لها: أنت طالق، ثم قال لها: أنت بائن، تقع طلقة

أخرى“. (الفتاویٰ العالمکیرية: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکناہیات، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکناہیات، سعید)

(و کذا فی النهر الفائق: ۲/۳۶۳، کتاب الطلاق، باب الکناہیات، رشیدیہ)

(۳) ”إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بینهما بغير طلاق، وهی حرة

ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمةً أو کتابیةً، کذا فی السراج الوهاج.....

وعدة الحامل أن تضع حملها، کذا فی الکافی“. (الفتاویٰ العالمکیرية: ۱/۵۲۶، ۵۲۸، الباب الثالث =

”میں نے کوئی شادی نہیں کی“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۰۷]: مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ شوہر دوسری عورت سے شادی کر چکا تھا، مگر مقدمہ کے دوران اس نے یہ تحریر لکھ دی کہ ”میں نے کوئی شادی نہیں کی اور میرے پاس کوئی دوسری عورت موجود نہیں ہے“ اور بیان بھی دیا۔ ایسی صورت میں عقد باقی رہا یا نہیں؟ اور زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کا یہ بیان کہ ”میں نے کوئی شادی نہیں کی اور میرے پاس کوئی دوسری عورت نہیں ہے“ اگر خلاف واقعہ ہے تو جھوٹ ہے، مگر اس سے طلاق نہیں ہوئی، نہ نکاح ٹوٹا، وہ بیوی اس کے لئے حلال ہے جو ایسا کہتے وقت اس کے نکاح میں تھی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۱۳۹۱ھ۔

انکار نکاح سے طلاق

سوال [۶۲۰۸]: زید منکوح تھا، مگر دوسری جگہ اس نے چند معتبر آدمیوں کے سامنے قسم کھا کر یہ کہہ دیا کہ ”میرا نکاح کسی سے نہیں ہوا“۔ اور وہ اپنی بیوی کو اپنے یہاں بلاتا بھی نہیں، نہ اس سے کسی قسم کے تعلقات رکھتا ہے۔ آیا ایسی صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہو چکی یا نہیں؟
احقر بوعلی اثر سنسار پوری۔

= عشر فی العدة، رشیدیہ

(و کذا فی الدر المختار: ۵۰۵/۳، باب العدة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیة بہامش الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۵۶/۳ - ۲۵۷، الثامن فی العدة، رشیدیہ)

(۱) ”لستُ لک بزواج، أولست لی بامراة، أو قالت: لست لی بزواج، فقال: صدقت، طلاق إن نواه

خلافالهما والواکد بالقسم، أو سئل أک امرأة؟ فقال: لاتطلق اتفاقاً، وإن نوى؛ لأن اليمين والسوال قرینتا

ادارة النفی فیہما“۔ (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح: ۲۸۲/۳ - ۲۸۳، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۳۷۵/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض اتنا کہنے سے طلاق نہیں ہوئی: ”وإن قال: لم أتزوجك، ونوى الطلاق، لا يقع الطلاق بالإجماع، كذا في البدائع. ولو قال: مالي امرأة، لا يقع وإن نوى. وكذا لو قال: على حجة إن كانت لي امرأة. وهذا بالإجماع ذكره الإمام السرخسی فی شرحه، والشیخ الإمام نجم الدین فی شرح الشافعی، كذا فی الخلاصة، اهـ“. الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵ (۱)۔

صورت مسئلہ میں عورت کو چاہیے کہ اگر شوہر حقوق ادا نہیں کرتا تو کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرے، خواہ مہر معاف کر کے خواہ کسی اور طرح (۲)۔ اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم مسلم باختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور وہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا، اس پر حاکم شوہر کو بلا کر کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ پھر اگر شوہر کسی صورت کو اختیار کرے تو بہتر ورنہ حاکم مسلم باختیار خود تفریق کر دے (۳)۔ اس کے بعد عدت طلاق گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

”وکذلك إذا قال: لم يكن بيننا نكاح، أو قال: لم أتزوجك، ونوى الطلاق، لا يقع بالإجماع“. (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۳/۳۲۱، کتاب الطلاق، نوع آخر فی قوله: لست لي بامرأة، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) ”وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها. وفي الزاد: وإذا فعل ذلك، وقع بالخلع تطليقة بائنة، ولزمها المال“. (الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۳/۵۳، فصل فی الخلع، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۸۸، الباب الثامن فی الخلع وما فی حکمہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۸۲، باب الخلع، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۳) ”قال فی غرر الأذکار: ثم اعلم أن مشائخنا استحسنوا أن ينصب القاضي الحنفي نائباً من مذهبه =

”یہ عورت بہنوئی کی ہے، مجھ سے کوئی مطلب نہیں“ سے طلاق

سوال [۶۲۰۹]: شوہر نے اپنی زوج کو بوجہ تکرار کہا کہ ”یہ عورت بہنوئی کی ہے، میری نہیں، مجھ سے کوئی مطلب نہیں، کوئی مطلب نہیں، کوئی مطلب نہیں، یہ اپنے گھر جاوے، ہم اپنے گھر“۔ اب لڑکی شوہر کے یہاں جانا نہیں چاہتی کہتی ہے کہ میں خودکشی کر لوں گی مگر جاؤں گی نہیں، لڑکا بد معاش ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے جو الفاظ سوال میں نقل کئے گئے ہیں، ان میں کوئی لفظ صریح طلاق کا نہیں ہے، بلکہ کنایہ کے الفاظ ہیں، اگر شوہر نے کہتے وقت طلاق کی نیت کی تھی تو طلاق بائن واقع ہوگئی (۱) اور اب اس کے ساتھ رہنے کا حق نہیں رہا، دونوں رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح کر لیا جائے (۲)۔ اگر طلاق کی نیت سے شوہر نے یہ الفاظ نہیں کہے تو کوئی طلاق نہیں ہوئی اسی کے ساتھ رہنا چاہئے یا پھر اس سے مہر کے عوض طلاق لے لی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۴/۹۱ھ۔

= لتفريق بينهما إذا كان الزوج حاضراً، وأبى عن الطلاق؛ لأن دفع الحاجة الدائمة لا يتيسر بالاستدانة؛ إذ الظاهر أنها لا تجد من يقرضها وغنى الزوج مالاً أمر متوهم، فالتفريق ضروري إذا طلبته“ (ردالمحتار: ۳/۵۹۰، باب النفقة، مطلب في فسخ النكاح بالعجز عن النفقة، سعيد)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة السابقة)

(۲) ”وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة و بعد انقضائها“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۲، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيدية)

(و كذا في الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعيد)

(و كذا في تبين الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) ”إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى نفسه منه بالمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة، ولزمها المال“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۸۸، الباب الثامن في

الخلع وما في حكمه، رشيدية)

”میرا تیرا تعلق ختم“ سے طلاق

سوال [۶۲۱۰]: زید کا نکاح ہندہ سے ہوا، ہندہ نے اپنی سسرال کا ماحول نہایت گندہ دیکھا، ہندہ کی سسرال میں پردہ، گھونگھٹ اور شرم و حیا کا طریقہ بالکل پسند نہیں ہے اور اسلامی طور و طریق کو بہت ہی کراہت سے دیکھتے ہیں، نیز ہندہ کے شوہر اور ساس سر ہندہ کو کھلی بے حیائی، بے شرمی اور بے پردگی پر آمادہ کرتے ہیں، بے شرمی اور بے حیائی کیساتھ ساتھ ہندہ سے ازدواجی تعلقات کی تاک جھانک میں لگے رہتے ہیں۔ جب ہندہ اپنے شوہر سے ساس سسر کی اس کھلی بے حیائی اور بے شرمی کا ذکر کرتی ہے تو وہ ان باتوں پر بالکل برا نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے بابو جی (باپ) جس طرح تم سے خوش رہنا چاہیں، تم ان کی بات مانو اور تم ان کے ماحول میں رہو۔

ہندہ ہر طرح گھریلو خدمت انجام دے سکتی ہے مگر یہ بے شرمی، بے حیائی اور بے پردگی کی باتیں ہرگز نہیں مان سکتی، یہ خدمت صرف شوہر کے لئے مخصوص ہے، سسر اور غیروں کے لئے نہیں ہے۔ چونکہ ہندہ کے سسر کی عادت نہایت خراب ہے اور مزاج میں چا پلوسی اور بے شرمی بہت زیادہ ہے، اس لئے ہندہ کو ہر دم اپنی پاکدامنی اور عفت و عصمت کا خوف لگا رہتا ہے۔ ہندہ جب سسرال میں ایسی ویسی بے شرمی و بے حیائی کی باتیں نہیں مانتی تو ساس سسر لعن طعن کرتے ہیں، گالی گلوچ کرتے ہیں، بد مزاج منہ چڑھی بتلاتے ہیں، خاندان کو کوستے ہیں، طرح طرح کی سختیاں کرتے ہیں اور تکلیفیں پہونچاتے ہیں، انتہائی بدکلامی بدلحاظی سے پیش آتے ہیں، یوں ہوتے ہوتے دس مہینہ بیت گئے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ ہندہ کی والدہ جا کر ہندہ کو میکے لے آئی۔ کچھ دن بعد ہندہ کا شوہر ہندہ کے پاس آیا اور باہم باتوں باتوں میں نفرت کر کے ہندہ کو یہ کہہ دیا کہ ”جا، آج سے میرا تیرا تعلق ختم، میں ابھی گھر جا کر تیرا مہر پانچ ہزار روپیہ بھیجتا ہوں اور تیرا نکاح بھی نہیں ہونے دوں گا“۔ پھر ہندہ کا سسر بھی ہندہ کے والد سے ملا اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد کہا کہ ہندہ کو بھیجنا ہے تو فوراً بھیج دو ورنہ اپنی بیٹی کو طاق میں بٹھا کر رکھو، ہم تحریری طلاق نہیں دیں گے اور یاد رکھو! ہم ہندہ کو سڑا سڑا کر ماریں گے اور ہم تم کو نیچا دکھا کر رہیں گے اور ہندہ سے اور تم سے

= (و کذا فی تبیین الحقائق: ۱۸۴/۳، باب الخلع، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الہدایۃ: ۴۰۴/۲، کتاب الطلاق، باب الخلع، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

اپنے گھر پر ناک رگڑوا دیں گے، وغیرہ وغیرہ۔ ہندہ ہرگز ہرگز اس گھر میں جانا نہیں چاہتی۔

اس کے بعد ہندہ کے ساس سر ہندہ پر چڑھایا ہوا اپنا زیور بھی لے گئے اور بڑی بدکلامی سے پیش آئے۔ اب ہندہ کے سر ہندہ کو پولیس کے ذریعہ نکال کر لیجانے کی فکر میں ہیں، بہت سے لوگوں نے میرے سر وغیرہ کو پولیس تھانوں میں گھومتے پھرتے دیکھا ہے، تھانوں سے کئی دفعہ میرے والد کو بلانے کا ٹیلیفون بھی آچکا ہے۔ اب اس مضمون سے جو شرعی حکم ہندہ کے لئے نکلتا ہے اس کا جواب فتویٰ چاہتی ہوں، اگر طلاق پڑ گئی ہے تو فہماور نہ ہندہ کے آزاد ہونے کی قانونی شرعی صورت مفصل عام فہم لفظوں میں فرمادیتے، عین نوازش ہوگی۔ شاہدہ بیگم، شہر میرٹھ، ۲۴/ اگست/ ۶۸ء۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر ہندہ کو اس کے شوہر نے بہ نیت طلاق یہ کہا کہ ”جا، آج سے میرا تیرا تعلق ختم“ جیسا کہ مہر بھیجنے کے ذکر سے بھی معلوم ہوتا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی (۱)۔ وقت طلاق سے تین حیض گزرنے پر دوسری جگہ نکاح کی اجازت ہوگی (۲)، اگر حمل ہو تو وضع حمل سے عدت پوری ہو جائے گی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۸۸ھ۔

(۱) ”وفی الفتاوی: لم یبق بیسی و بینک عمل، و نوی الطلاق، یقع، کذا فی العتابیۃ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۶/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۶۸/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۵۲۸/۳، کتاب الطلاق، باب الکنایات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بینہما بغير طلاق و ہی حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمةً أو کتابیة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۵۰۴/۳، ۵۰۵، کتاب الطلاق، باب العدة، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۲۳۸/۳، باب العدة، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) ”و [العدة] فی حق الحامل مطلقاً و وضع حملها“۔ (الدر المختار: ۵۱۱/۳، باب العدة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۵۲۸/۱، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۲۶/۳، باب العدة، رشیدیہ)

”تعلق زوجیت نہیں“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۱۱]: عبد اللہ نے ایک نابالغ لڑکی فاطمہ سے بغیر اب و جد کے دوسرے ولی کے ذریعہ سے نکاح کر لیا، تھا وہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد شوہر کی عادات و اخلاق پسند نہ ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ صاحبہ کے گھر آ گئی، تقریباً دو ہفتہ کے بعد عبد اللہ نے فاطمہ کو بلایا، اس وقت فاطمہ بولی کہ ”تمہارے اخلاق و عادات مجھے پسند نہیں ہیں، میں تمہارے ہمراہ رہنے کو راضی نہیں ہوں، اس لئے مجھے طلاق دیدو“، عبد اللہ نے کہا ”جس طرح تو مجھے پسند نہیں کرتی، میں بھی تجھے اسی طرح پسند نہیں کروں گا، تم اپنی اماں کے گھر رہو، میں دوسری شادی کر لیتا ہوں“، فاطمہ بولی ”بہر حال مجھے جدائی کر دو“، اس وقت عبد اللہ نے کہا کہ ”مجھے تو ضرورت نہیں ہے، تم اپنی والدہ کے گھر رہو، آج سے تمہارے اور ہمارے درمیان زوج و زوجہ کا کوئی تعلق نہیں ہے“۔

اتنا کہہ کر عبد اللہ واپس چلا گیا اور دوسری شادی بھی کر لی، اب پانچ سال ہو گئے۔ حنفی مذہب کے مطابق کیا عورت مطلقہ ہو گئی یا نہیں؟ مرد سے مہر طلب کر سکتی ہے یا نہیں، اس کی عدت گزارنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نابالغہ کا نکاح جب کہ ولی ابعداً نے کیا تھا تو وہ ولی اقرب کی اجازت پر موقوف تھا، اگر ولی اقرب نے رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو گیا تھا، اگر رد نہیں کیا تھا بلکہ اجازت دے دی تھی تو وہ جائز ہو گیا تھا (۱)۔ جب کہ عبد اللہ نے سوال طلاق کے جواب میں کہا کہ ”تم اپنی ماں کے گھر پر رہو، آج سے تمہارے اور میرے درمیان میں زوج و زوجہ کا کوئی علاقہ نہیں ہے“ تو ظاہر ہے کہ یہ بہ نیت طلاق ہی کہا ہے تو شرعاً اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو گئی۔ اگر خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت آ چکی ہے تو عورت پورے مہر کی حقدار ہے، ورنہ نصف مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے، پورے کا مطالبہ نہیں کر سکتی:

(۱) ”وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب، فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته“.

(التنویر مع الدر المختار: ۸۱/۳، کتاب النکاح، باب الولی)

(و کذا فی الهدایة: ۳۱۹/۲، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۲۸۵/۱، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیہ)

”لو قال: لم يبق بيني وبينك عمل“ (۱)۔ ”أو أنا برىء من نكاحك أو ابعدي عني، ونوى الطلاق، يقع“ (۲)۔ ”ويجب نصفه بطلاق قبل وطئ، أو خلوة“۔ درمختار (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ کیم شعبان۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

”تعلق نہیں“ سے طلاق

سوال [۶۲۱۲]: ایک جوان عورت جس کا شوہر عرصہ چھ سال سے گھر سے باہر رہتا ہے اور بیکار ہے بیوی کو میکہ چھوڑ رکھا ہے، نہ نان و نفقہ کی خبر لیتا ہے، نہ اپنے گھر لاتا ہے، نہ ہی شوہر کے والدین بلاتے ہیں۔ جب وہ کبھی گھر آتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو کیوں نہیں بلاتا؟ تو کہتا ہے کہ ”میں اس کو نہیں رکھنا چاہتا اور نہ ساری عمر اس سے تعلق رکھوں گا، نہ میرے پاس اس کے لئے نان و نفقہ کا خرچہ ہے“۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب تم اسے نہیں رکھ سکتے اور نہ تم خرچ دے سکتے ہو، نہ تمہارے والدین تو وہ اپنا کیسے گزارہ کرے؟ وہ کہتا ہے ”جب مجھے اس سے مدت سے تعلق نہیں، نہ آئندہ رکھوں گا، میرے سے جہنم میں جائے“۔

اس پر لوگوں نے کہا تو پھر طلاق دیدے وہ کہیں اپنا نکاح کر لے گی تو کہتا ہے ”اور طلاق کیسی ہو، میری طرف سے تو اس کو طلاق ہی سی ہے“۔ عورت مذکورہ کے والدین غریب ہیں، اس کا خرچ نہیں اٹھا سکتے۔ اس صورت میں عورت مذکورہ اپنا نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۱) (الفتاویٰ العالمیہ: ۳/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(۲) (رد المحتار: ۳/۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۳/۸۰ باب الکنايات، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۳) (الدر المختار: ۳/۱۰۲، ۱۰۴، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمیہ: ۳/۳۰۳، ۳۰۴، الفصل الثانی فیما یتأكد به المهر والمتعة، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۵۳۸، ۵۳۹، کتاب النکاح، باب المهر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر بنیت طلاق شوہر نے وہ الفاظ کہے ہیں جو کہ سوال میں مذکور ہیں جیسا کہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے تو بعد عدت اس کی بیوی کو نکاحِ ثانی کی اجازت ہے، اگر کچھ شک ہو تو مزید توثیق کے لئے دوبارہ اس سے دریافت کر لیا جائے کہ یہ دوسرا نکاح کرے یا نہیں، تمہاری بیوی تو نہیں رہی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غنی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

”مجھے لڑکی نہیں چاہئے“ سے طلاق

سوال [۶۲۱۳]: ایک نیک شریف لڑکی کی شادی چار سال قبل ہوئی تھی، لڑکا بدچلن، جواری، شرابی نکلا، بلکہ جب تیسری بار لڑکی سسرال گئی تو کچھ غیر مردوں کے ساتھ اس کے شوہر نے اس کو تنہا جانے کے لئے کہا تو لڑکی نے منع کر دیا، اس پر مار پیٹ کی، اس نے اس لڑکی کو بیچنا چاہا، جب اس کے والدین کو پتہ ہوا تو لڑکی کو اپنے گھر لے آئے، اب اپنے والدین کے یہاں ہے۔ زبانی اس کا شوہر چھوڑنے کے لئے کئی بار کہہ چکا ہے کہ ”مجھے لڑکی نہیں چاہئے“۔ جب اس کے باپ نے تحریری طلاق مانگی تو ہزار روپیہ مانگتا ہے، باپ نہایت غریب آدمی ہے۔ اندیشہ ہے کہ کوئی خلافِ شرع قدم نہ اٹھ جائے۔ ایسی حالت میں اس کا باپ نکاحِ ثانی کر سکتا ہے یا نہیں، جب کہ عدالت نے نکاح کرنے کا فیصلہ دیدیا ہے؟ مطلع کریں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

صرف اس لفظ سے کہ ”مجھے لڑکی نہیں چاہئے“ کوئی طلاق نہیں ہوئی (۲)، اگر یہ لفظ کہا ہو کہ ”میں نے

(۱) ”وفی الفتاوی: لم یبق بینی و بینک عمل، و نوى الطلاق یقع، کذا فی العتابیۃ“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریۃ: ۳۷۶/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۶۸/۱، فصل فی الکنایات والمدلولات، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”و رکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء“۔ (الدر المختار)۔ ”قوله: و رکنہ لفظ مخصوص (هو

ما جعل دلالة علی معنی الطلاق من صریح أو کنایۃ“۔ (رد المحتار: ۲۳۰/۳، کتاب الطلاق مطلب:

طلاق الدور، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۱۰/۳، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۱۰/۴، فصل فی رکن الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تو طلاق ہوگئی“ (۱)، پھر اگر اس نے رجعت نہ کی ہو تو بعد عدت تین ماہواری لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کر دینا درست ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۴ھ۔

خسر کو لکھا ”دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے“

سوال [۶۲۱۴]: اگر کوئی داماد اپنے خسر صاحب کو یہ لکھ کر خط بھیجے کہ ”آپ کی جو دولت ہے اس دولت کا نصف حصہ اپنی لڑکی کے نام لکھ دیں، اگر نہ دیویں تو ۱/۲۶ جیٹھ سے دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کرے۔ مگر یہ خط صرف خسر کو ہمت دلانے کے لئے لکھا، کوئی نیت نہیں کی۔ داماد کا خط پا کر خسر نے بھائی کے پاس ایک خط بھیجا کہ ”میں کچھ نہیں دوں گا“۔ اس کے بعد شوہر نے بیوی کو سسرال بھیج دیا، مگر مذکورہ تاریخ سے پہلے شوہر نے غلط فہمی سے ایک نکاح پڑھایا اور بیوی کے ساتھ وطی بھی کی، اور وہ بیوی ابھی سسرال میں ہے، داماد وہاں چشم پوشی سے جا نہیں سکتا، اور خسر بھی لکھ کر نہیں دیتے، اس لئے داماد وہاں نہیں جاتا ہے۔

اس واقعہ کو ڈھائی مہینہ گزر گیا ہے۔ ایک دوسرا آدمی داماد کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے آیا، رات میں توبہ کرائی، داماد سے بیوی کے پاس محبت کا ایک خط بھی لکھوایا، لیکن داماد حصہ نہ دینے کی وجہ سے سسرال بھی

(۱) ”ثم فرق بينه وبين سرحتك، فإن سرحتك كناية، لكنه في عرف الفرس غلب استعماله في الصريح، فإذا قال ”رہا کردم“: أي سرحتك، يقع به الرجعي مع أن أصله كناية أيضاً، وما ذاك إلا لأنه غلب في عرف الفرس استعماله في الطلاق“۔ (رد المحتار: ۳/۲۹۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۵۲۴، كتاب الطلاق، باب الكنايات في الطلاق، رشيدية)

(۲) ”إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعيّاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق و هي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية“۔ (الفتاوى العالمكيرية:

۱/۵۲۶، الباب الثالث عشر في العدة، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار: ۳/۵۰۴، باب العدة، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق: ۳/۲۱۷، باب العدة، رشيدية)

نہیں جاتا اور بیوی کو بھی نہیں لاتا۔ تو اس صورت میں شرعاً طلاق ہوگئی یا نہیں؟ اگر ہوگئی تو کتنی طلاق واقع ہوئی؟
حبیب اللہ، ۲۴ پرگنہ بنگال۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب داماد نے اپنے خسر کو لکھا کہ اگر اپنی بیٹی کو نصف دولت فلاں تاریخ تک نہ دیں تو دوسرے داماد کے لئے عدت شمار کر لیں اور اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہیں ہوئی، دوسری عورت سے نکاح کر لینے کی وجہ سے بھی پہلی بیوی کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے اگر یہ خط لکھا ہے تو طلاق ہوگی (۱)، پھر جب تین ماہواری بھی گزر گئی تو نکاح بالکل ہی ختم ہو کر وہ عورت بالکل اجنبی بن گئی، البتہ اگر دونوں رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۴ھ۔

”میری طرف سے بالکل ختم ہے“ سے طلاق

سوال [۶۲۱۵]: زید نے چار مسلمانوں اور ایک پولیس کے سامنے یہ کہا کہ ”میں اپنی بیوی کو رکھنا نہیں چاہتا ہوں اور میری طرف سے بالکل ختم ہے“۔ ان چار میں سے ایک شخص نے پوچھا کیا تمہاری طرف سے طلاق ہوگئی، اس پر زید نے خاموشی اختیار کی، پولیس مین نے کہا کہ کیا تو اپنی طرف سے بالکل ختم کر چکا ہے؟ اس بات پر زید نے ہاں میں گردن ہلا دی، اس پر سوال کیا کہ کیا اس میں ابھی کچھ گنجائش ہے؟ تب زید نے کہا کوئی

(۱) ”وتقع رجعية بقوله: اعتدى، واستبرئى رحمك، وأنت واحدة وإن نوى أكثر..... فلا يرد وقوع

الرجعى ببعض الكنايات.“ (الدر المختار). ”(قوله: بقوله: اعتدى)؛ لأنه من باب الإضمار: أى ذلتك

فاعتدى، أو اعتدى؛ لأنى طلقك.“ (رد المحتار: ۳/۳۰۲، كتاب الطلاق، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۵، كتاب الطلاق، الفصل الخامس فى الكنايات، رشيدية)

(و كذا فى البحر الرائق: ۳/۵۱۹، كتاب الطلاق، باب الكنايات فى الطلاق، رشيدية)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها فى العدة و بعد انقضائها.“ (الفتاوى

العالمكيرية: ۱/۴۷۲، الباب السادس فى الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا فى البحر الرائق: ۳/۹۴، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا فى الهداية: ۲/۳۹۹، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة، مكتبه شركة علميه)

گنجائش نہیں ہے، پھر سوال کیا گیا کہ پھر تو تمہاری طرف سے طلاق ہوگئی، یہ سن کر زید خاموش رہا، کسی قسم کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ اگر واقع ہوگئی تو کون سی رجعی یا بائن یا مغلظہ؟ اور اس کے تصفیہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید سے دریافت کر لیا جائے اگر وہ کہے کہ میں نے رشتہ نکاح کو ختم نہیں کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے میل جول کو بند کیا ہے طلاق نہیں دی، اسی وجہ سے جب اس سے طلاق کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے خاموشی اختیار کی اقرار طلاق نہیں کیا۔ اب فیصلہ کی صورت یہی ہے کہ زید سے ہی دریافت کیا جائے، جو کچھ وہ طلاق کے متعلق بتائے اس کو لکھ کر پھر مسئلہ معلوم کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ۔

لفظ ”فانسل کر دیا“ سے طلاق

سوال [۶۲۱۶]: زید کا اس کی بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ زید کی بیوی اپنے میکے چلی گئی۔ عورت کے لواحقین نے اس کے شوہر کو کہلا بھیجا کہ اگر زید اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو کل کیا دینا آج دیدے، اس کہنے پر زید نے سخت غیظ و غضب میں آکر کہلا بھیجا کہ ”ایسی بیوی میرے کوئی کام کی نہیں“ اور اس قسم کی بہت سی باتیں جھگڑے کی ہوئیں اور معاملہ الجھن میں پڑ گیا۔ تاہم زید کے احباء نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی اور اس کا غصہ فرو کرنے کی تدبیریں کیں، لیکن غصہ بجائے کم ہونے کے اور بھڑکتا رہا۔ اور یہاں تک لکھ دیا کہ ”میں کسی طرح بھی اس عورت کو رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوں، اپنی خواہشات نفسانی تو ہر جگہ پوری کر سکتا ہوں، اس سے اچھی تو بازاری عورتیں ہوتی ہیں، کیونکہ میرے گھر سے چلی گئی، اب میں نہیں رکھ سکتا۔“

ان تمام باتوں کے بعد زید اسی طیش کی حالت میں طلاق نامہ لکھوانے کے واسطے قاضی کے پاس پہنچ

(۱) ”وفی الفتاوی: لم یبق بینی و بینک عمل، ونوی الطلاق، یقع“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۶/۱،

الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۶۸/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة: ۳۲۱/۳، الفصل الخامس فی الکنايات، إدارة القرآن کراچی)

گئے، مگر وہاں سے اس کے دوست اس کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئے۔ ایک شخص کے دریافت کرنے پر کہ قاضی کے پاس گئے تھے کیا ہوا جواب دیا کہ ”میں نے فائل کر دیا“ (یعنی آخری فیصلہ)۔ اسی طرح ہر دوست کے الگ الگ سمجھانے پر بھی ہر دوست کو ہر بار یہی جواب دیتا رہا کہ ”مجھ کو کسی حالت میں نہیں چاہیے، اب سونے کی بھی بن کر آئے یا ہیرے کی، نہیں رکھوں گا“۔

جب یہ سب باتیں ہو رہی تھیں تو زید کی بیوی حاملہ تھی، زید کے ان جوابات کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا۔ اب عورت کے ماں باپ اس کے شوہر کے پاس بھیجنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں زید اس کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور عورت کو طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کیسی؟ براہ کرم ذرا صاف صاف مع حوالہ کتب فقہیہ مفصل تشریح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تمام بیان میں زید کی جانب سے طلاق کا صریح لفظ کوئی نہیں نقل کیا گیا، اگر زید نے قاضی سے یہ کہا ہے کہ طلاق نامہ میری زوجہ کے لئے لکھ دو تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی اگرچہ تحریر طلاق نامہ کی نوبت نہ آئی ہو: ”ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان إقراراً بالطلاق. وإن لم یکتب، اه.“ رد المحتار: ۲/۶۶۴ (۱)۔

اگر طلاق کی کوئی صفت بائنہ یا مغلظہ ذکر نہیں کی تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی ”آخری فیصلہ کر دیا“ کا اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق بائن دیدی تو اس سے طلاق بائن واقع ہوئی۔ اگر یہ مطلب ہے کہ طلاق مغلظہ دیدی تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اگر یہ مطلب ہے کہ میں اس کو اب کبھی نہیں بلاؤں گا (اگرچہ طلاق بھی نہی دی) تو اس لفظ سے کچھ نہیں ہوا (۲)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۳/۳۷۹، کتاب الطلاق، إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۴۱، باب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) ”ففی حالة الرضا لا یقع الطلاق فی الألفاظ کلها إلا بالنیة، والقول قول الزوج فی ترک النیة مع

الیمین.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ) =

اگر قاضی کے پاس جا کر طلاق نامہ لکھنے کے لئے نہیں کہا بلکہ اس سے پہلے ہی دوست اس کو واپس لے آئے تو پھر طلاق نامہ لکھوانے کی نیت سے قاضی کے پاس جانے سے طلاق واقع نہیں ہوئی۔ طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے اندر رجعت درست ہوتی ہے (۱)۔ بعد عدت تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے اور طلاق بائن میں رجعت کافی نہیں بلکہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے عدت میں بھی اور بعد عدت بھی (۲)۔

طلاق مغلظہ میں حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے یعنی اگر پھر طرفین رضامند ہو جائیں تو عدت گزرنے کے بعد عورت کسی اور شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دے یا مرجائے تو پھر اس کی عدت ختم کر کے پہلے شوہر سے نکاح درست ہوتا ہے (۳)۔ اس سے قبل درست نہیں ہوتا اور جس عورت کو حالت

= ”قال رحمه الله: وفي غيرها: أي في غير الثلاثه المذكورة: (اعتدى، استبرئى رحمك، أنت واحدة) تقع واحدة بائنة إن نوى واحدة، أو ثنتين، وإن نوى ثلاثاً فثلاث“۔ (تبيين الحقائق: ۷۷/۳، باب الكنايات، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) ”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو رجعتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۰/۱، الباب السادس في الرجعة، رشيدية)

(و كذا في الهداية: ۳۹۴/۲، باب الرجعة، شركت علميه ملتان)

(و كذا في تبين الحقائق: ۱۴۹/۳، باب الرجعة، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاوى

العالمكيرية: ۴۷۲/۱، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا في البحر الرائق: ۹۴/۴، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا في الدر المختار: ۴۰۹/۳، باب الرجعة، سعيد)

(۳) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة، وثنتين في الأمة، لم تحل له، حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً

صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۳/۱، الباب السادس في

الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا في الدر المختار على تنوير الأبصار: ۴۰۹/۳، ۴۱۱، باب الرجعة، سعيد)

(و كذا في كنز الدقائق مع البحر الرائق: ۹۴/۴، ۹۷، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

حمل میں طلاق دی گئی ہو اس کی عدت وضع حمل ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۳ھ۔

”فیصلہ کر دیا“ سے طلاق

سوال [۶۲۱۷]: زید نے اپنی بیوی کو بوجہ شک اور لوگوں کے کہنے سے بہتان لگایا اور کہا کہ ”وہیں جا کر رہو، میں تم کو رکھنا نہیں چاہتا“ اور نکال دیا، عورت دوسرے مکان پر شام تک بیٹھی رہی، مگر پھر مسلمانوں نے ملا دیا، عورت پھر شوہر کے پاس رہنے لگی۔ چند روز کے بعد پھر جھگڑا ہوا اور شوہر نے کہا کہ ”میرا دل تم سے رجوع نہیں اور میری جائیداد اور بچوں پر تمہارا کوئی حق نہیں، تم رہو یا نہ رہو“۔ تب عورت نے کہا کہ ”مجھ پر بھی تمہارا کوئی حق نہیں، تم میرا فیصلہ کر دو“ اس وقت مرد کہتا ہے کہ ”میری طرف سے فیصلہ ہے، اب تمہاری غرض ہو یا نہ ہو“۔

اس وقت عورت نکل کر بکر کے یہاں چلی گئی اور عرصہ چھ سال سے اس کے یہاں رہتی ہے، زید شوہر صریح الفاظ کے ساتھ طلاق نہیں دیتا ہے۔ کیا مذکورہ لفظوں سے طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے مذکورہ الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس کی بیوی پر طلاق بائن پڑ گئی اور زید کے نکاح سے بالکل نکل گئی، عدت کے گزرنے کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے:

”کنايتہ ما لم یوضع له: أي الطلاق واحتمله وغیرہ، فالکنايات لا تطلق بها قضاءً إلا

(۱) ”وعدة الحامل أن تضع حملها، کذا فی الکافی“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۲۶، الباب الثالث

عشر فی العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۵۰۴، ۵۰۵، باب العدة، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۲۸، باب العدة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

بنية أو دلالة الحال“. درمختار علی هامش شامی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود وغفر له، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/...../۸۸ھ

”جا! میں نے جھگڑا صاف کر دیا“ سے طلاق

سوال [۶۲۱۸]: زید اور اس کی بیوی میں تنازع ہوا اور غصہ میں بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ ”میرا جھگڑا صاف کر دو“، شوہر نے کہا کہ ”جا، میں نے جھگڑا صاف کر دیا، تو اپنے باپ کے یہاں چلی جا“ یہ لفظ دو مرتبہ کہے اور اپنے کام میں لگ گئی۔ اگلے روز عورت کے ماں باپ اس کو اپنے گھر لے گئے، لیکن عورت کہتی رہی کہ مجھ کو کچھ نہیں کہا، لیکن مرد سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ طلاق یا آزادی کا لفظ نہیں آیا، یہی آیا کہ ”میں نے جھگڑا صاف کر دیا“ دو مرتبہ کہا۔ اور عورت حمل سے ہے، دن پورے ہو گئے۔
اب فرمائیے کہ وہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟ یا کفارہ ہوا؟ اب اپنے ماں باپ کے یہاں سے عورت کہتی ہے کہ مجھ کو تین دفعہ کہا اور دو گواہ کہتے ہیں کہ نہیں، دو مرتبہ کہا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر نے جو لفظ کہا ہے وہ صریح طلاق نہیں، اگر طلاق کی نیت سے کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی (۲)، دو دفعہ کہا ہو یا تین دفعہ سب کا یہی حکم ہے (۳)۔ طلاق حالت حمل میں بھی ہو جاتی ہے (۴)۔ اگر

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۹۶/۳، ۲۹۷، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۵۱۹/۳، باب الکنايات فی الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳۷۳/۲، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

(۲) ”وبقیۃ الکنايات إذا نوى بها الطلاق، كانت واحدةً بائنةً، وإن نوى ثلثاً كان ثلاثاً..... وهذا مثل

قوله..... والحقى بأهلك..... واخرجى واذهبى وقومى الخ.“ (الہدایۃ: ۳۷۴/۲، کتاب

الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، شرکۃ علمیہ، ملتان)

(و کذا فی الدر المختار: ۲۹۸/۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(۳) ”ولا يلحق البائنُ البائنُ“. (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۷/۱، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۸۴/۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳۰۸/۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(۴) ”وطلاق الحامل يجوز عقیب الجماع“. (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۴۹/۱، الباب الأول، رشیدیہ) =

طلاق کی نیت سے نہیں کہا تو کوئی طلاق نہیں، نکاح بدستور قائم ہے، نیت کے بارے میں شوہر کا قول مع قسم معتبر ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۹۲ھ۔

لفظ ”استغفی“ سے طلاق

سوال [۶۲۱۹]: زید اپنی سرال کو جاتا ہے، وہاں پر سالے کے بارے میں تنازعہ ہوتا ہے، بات بڑھ جاتی ہے، اس وقت بیوی موجود نہیں تھی، ساس نے کہا کہ تم کہاں کے شریف ہو؟ میری لڑکی کو تمہارے بھائی بند تکالیف دیتے ہیں تو اس پر زید نے کہا کہ ”میں اگر اصل کا ہونگا تو تمہاری لڑکی کو یہیں بھیج جاؤں گا“ اس کے بعد زید وہاں سے چلا گیا۔ بعدہ دو ایک آدمیوں نے طعنہ کے طور پر کہا کہ اگر تم اصل کے ہو تو دوسری شادی کر لینا، تو زید نے کہا کہ ”اگر ہم اصل کے ہوں گے تو یہی کر جائیں گے اور دوسری شادی کر لیں گے“ اور دو مرتبہ کہا کہ ”استغفی استغفی“۔ لہذا ان الفاظ سے زید کی بیوی نکاح سے نکل گئی یا رہ گئی؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کے الفاظ منقولہ میں سے کوئی لفظ ایسا نہیں جس کے معنی طلاق کے ہوں، یا طلاق کے لئے ہمارے عرف میں بولا جاتا ہو، یا طلاق کا اس میں ایسا احتمال ہو جو معتبر ہو (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

= (و کذا فی الدر المختار: ۲۳۲/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۱۸۷/۴، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”و فی کل موضع یصدق الزوج علی نفی النیۃ إنما یصدق مع الیمین؛ لأنه أُمین فی الإخبار عما فی ضمیرہ، والقول قول الأُمین مع الیمین“۔ (فتح القدیر: ۷۳/۴، فصل فی الطلاق قبل الدخول، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(۲) ”ورکنہ لفظ مخصوص هو ما جعل دلالةً علی معنی الطلاق من صریح أو کنایۃ“۔ (الدر المختار مع

رد المختار: ۲۳۰/۳، کتاب الطلاق مطلب: طلاق الدور، سعید) =

”میں اور شادی کروں گا، تم میری پسند نہیں، تمہارا باپ تم کو اور خصم کرا دے“ کا حکم

سوال [۶۲۲۰]: ایک شخص نے اپنی بیوی کو یہ الفاظ کہے کہ ”میں اور شادی کروں گا، تم میری پسند نہیں ہو، تم کو نہیں رکھتا، تمہارا باپ تم کو اور خصم کرا دے“ (۱) اور اسی وقت بوقت تکرار باہم زد و کوب کر کے اپنے برادر خورد کے ساتھ اس کے والد کے گھر بھیج دیا۔ از روئے شرع شریف اس عورت پر طلاق بائن واقع ہوگئی یا نہیں؟

محمد صدیق، محافظ دفتر اجلاس خاص ریاست، ۴/ صفر/ ۱۳۵۷ھ۔

الجواب هو الموفق للصواب حامداً ومصلياً:

الفاظ مذکورہ میں کوئی لفظ صریح طلاق کا نہیں اور ہمارے عرف میں کنایہ بھی ان میں سے مستقلاً کوئی لفظ طلاق کے لئے مستعمل نہیں (۲)۔ البتہ مجموعہ الفاظ میں طلاق کا احتمال ضرور ہے، خاص کر پہلے دو لفظوں کے بعد تیسرے لفظ کا ذکر کرنا اور پھر اس پر چوتھے کو مرتب کرنا، پس اگر تیسرا یا چوتھا لفظ وہاں کے عرف میں طلاق کے لئے مستعمل ہے تو نیت کرنے سے طلاق بائنہ واقع ہوگئی اور جتنی نیت کی اتنی واقع ہوئی، لہذا بعد عدت نکاح درست ہوگا۔

اگر عورت کو کہا جائے کہ ”تم اور خصم کر لو“ تو اس سے بصورت نیت وقوع طلاق کا حکم فقہاء نے بھی تحریر کیا ہے:

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۴۸/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق: ۲۰/۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”خصم کرنا: خاوند کر لینا، اپنا بیاہ کر لینا“۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۹۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ”ورکنہ لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة“۔ (الدر المختار مع

رد المختار: ۲۳۰/۳، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق: ۲۰/۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

”إذا قال: لا أريدك، أو لا أحبک، أو لا أشتھیک، أو لا رغبة لی فیک، فإنه لا يقع وإن نوى

فی قول أبی حنیفة رحمہ اللہ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۵/۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی

الکنايات، رشیدیہ)

”وباتغی الأزواج تقع واحدةً بائنة إن نواها، وثنتين وثلاث إن نواها، اه“۔ الفتاویٰ العالمگیریہ، ص: ۶۹، (۱)۔

صورتِ مسئلہ میں خصم کرنے کی نسبت باپ کی جانب ہے، اس کو فقہاء نے نہیں لکھا، مگر اس میں احتمالِ طلاق ضرور ہے گو صرف احتمال بھی کافی نہیں، کما صرح به الشامی فی أول باب کنایات: ”ما ذکره فی تعريف الکناية ليس على إطلاقه، بل هو مقيد بلفظ يصح خطابها به، ويصلح لإنشاء الطلاق الذي أصره، أولًا إخبار بأنه أوقعه، كأنك حرام، إذ يحتمل؛ لأنني طلقك أو حرام الصحبة، وكذا بقية الألفاظ. وليس لفظ اليمين كذلك؛ إذ لا يصح بأن يخاطبها ”بأنت يمين“ فضلاً عن إرادة إنشاء الطلاق به، أو الإخبار بأنه أوقعه، حتى لو قال: أنت يمين؛ لأنني طلقك، لا يصح، فليس كل ما احتمل الطلاق من كناية، بل بهذين القيدین لابد من ثالث، هو كون اللفظ مسبباً عن الطلاق، وناشئاً عنه كالحرمة في أنت حرام۔

ونقل فی البحر: ۳/۳۰۳ (۲) عدم الوقوع بلا أحبک، لأشتهيك، لارغبة لی فيک، وإن نوى. ووجهه أن معانى هذه الألفاظ ليست ناشئة عن الطلاق؛ لأن الغالب الندم بعده، فتنشأ المحبة والاشتواء والرغبة بخلاف الحرمة، فإذا لم يقع بهذه الألفاظ مع احتمال أن يكون المراد: لأنني طلقك، ففي لفظ اليمين بالأولى“۔ ردالمحتار: ۲/۷۱۲ (۳)۔

بلکہ عورت کو خطاب کی صحت اور انشاء طلاق یا اخبار طلاق کی صلاحیت لفظ میں ضروری ہے، نیز اس لفظ کا ناشی عن الطلاق ہونا بھی ضروری ہے اور یہ سب چیزیں گو پہلے اور دوسرے لفظ میں موجود نہیں، مگر تیسرے اور چوتھے لفظ میں ضرور موجود ہیں، اس لئے ان دونوں میں طلاق کا احتمال بہ نسبت پہلے دونوں کے زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/صفر/۵۷ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/صفر/۱۳۵۷ھ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۵۷۱، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی کنایات، رشیدیہ)

(۲) (البحر الرائق: ۳/۵۲۸، باب کنایات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۳) (ردالمحتار: ۳/۲۹۶، باب کنایات، سعید)

لفظ ”جواب“ سے طلاق

سوال [۶۲۲۱]: شوہر اپنی بیوی کو برابر مار پیٹ لگاتا تھا، لڑکی کی والدہ نے داماد سے کہا کیوں مارتے ہو؟ تو لڑکا بولا (گالی دیکر) ”کیا آپ جواب چاہتے ہیں“ لڑکی کی والدہ بولی جو آپ کی طبیعت ہے کر دیجئے تو لڑکا گالی دے کر چار مرتبہ بولا: ”لو جواب، لو جواب، لو جواب، لو جواب“۔ لڑکی وہاں موجود نہیں تھی۔ امید ہے کہ شرعی حکم سے جلد آگاہ کریں گے۔

پھلواری شریف کا جواب

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں شخص مذکور کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی، اگر دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہوں تو دوبارہ نکاح کر کے ساتھ رہ سکتے ہیں خواہ عدت کے اندر ہو یا بعد عدت۔ فقط واللہ اعلم۔

دارالافتاء امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ بہار، ۲۴/ جمادی الثانیہ/ ۱۴۰۶ھ۔

سوال: ایک استفتاء کا جواب جو امارت شرعیہ بہار نے دیا ہے، کیا سوال کے مطابق جواب درست ہے جو اس میں منسلک ہے؟ چونکہ اس کو لے کر آپس میں شدید اختلاف ہو رہا ہے، لہذا جلد جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اختلاف کی تفصیل معلوم ہو تو اس کے متعلق کچھ لکھا جائے، اگر یہ لفظ ”لو جواب“ طلاق کے لئے بھی مستعمل ہے اور اسی نیت سے شوہر نے یہ لفظ کہا ہے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگئی (۱)، کیونکہ لفظ کناہ سے طلاق

(۱) ”کناہ ما لم یوضع له و احتمله وغیرہ، لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال ویقع بباقيها: أى

باقی ألفاظ الكنايات المذكورة البائن إن نواها“۔ (الدر المختار: ۲۹۶/۳، ۳۰۳، کتاب الطلاق، باب

الکنايات، سعید)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۵/۳، ۷۷، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۳۴/۴، کتاب الطلاق، فصل فی الکناية فی الطلاق، سعید)

بائن ہوتی ہے اور اس کو مکرر بولنے سے دوسری طلاق نہیں ہوئی: ”البائن لا يلحق البائن“۔ درمختار (۱)۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ لفظ بیوی کے حق میں بولا ہو یعنی بیوی کو طلاق دینا ہی مقصود ہو۔ فقط واللہ اعلم۔

املاء العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

”جواب دیا، جواب دیا، جواب دیا“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۲۲]: زید نے بحالت غضب اپنی زوجہ سے کہا کہ ”میں نے تجھ کو جواب دیا، جواب دیا،

جواب دیا“۔ یہ لفظ تین چار بار کہا۔ تو کیا اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی؟ یا کون سی طلاق ہوگی؟

الجواب: صورت مسئلہ میں اس کی بیوی پر ایک بائن طلاق واقع ہوگئی، اگر بیوی رضا مند ہو تو

دوبارہ نکاح درست ہے۔

احمد علی سعید دارالعلوم دیوبند۔

اس جواب میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا جس سے ہم لوگوں کو اطمینان ہوتا، فتاویٰ امدادیہ کی اس

عبارت کو مد نظر رکھتے ہوئے تین طلاق متعین ہیں اور یہاں تین نہیں۔

سوال: میرے شوہر زید نے بحالت غضب مجھ کو یہ لفظ کہا کہ ”اگر شام تک میرے گھر نہ آئی تو میری

طرف سے جواب ہے الخ“۔ اس سوال کے جواب میں تتمہ جلد ثانی فتاویٰ امدادیہ میں لکھا ہے کہ: ”یہ لفظ کہ

”میری طرف سے جواب ہے“ عرفاً کنایہ ہے طلاق سے، جیسا کہ اہل زبان سے مخفی نہیں اور یہ کنایہ کے اقسام

میں سے وہ قسم ہے جس میں رد اور سب کا احتمال نہیں، بلکہ محض جواب میں مستعمل ہے اور یہ بھی ظاہر ہے اور اس

قسم کا حکم یہ ہے کہ صرف حالت رضا میں نیت شرط ہے، دلالت حال یعنی غضب اور مذاکرہ میں شرط نہیں، کما

صرح بہ الفقہاء۔

اور صورت مسئلہ میں دلالت حال متحقق ہے، پس اگر واقعہ اس طرح ہے تو حکم یہ ہے کہ طلاق واقع

ہوگئی اور چونکہ اس لفظ کو اہل عرف قطعی فیصلہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور قطعی فیصلہ کا اثر ہے تحریم، اور و

(۱) (الدر المختار: ۳/۸۰، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

مخصوص ہے بائن کے ساتھ، اس لئے طلاق بائن ہوگئی، کما حقہ علامہ الشامی تحت قول الدر المختار (۱)۔

پس اگر یہ بیان واقع میں صحیح ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی، اور تم کو شوہر کے ساتھ مقام و تمکین جائز نہیں، باقی اگر برضا مندی تجدید نکاح کرلو تو جائز ہے کیونکہ طلاق تین نہیں ہیں۔ فقط (۲)۔
کیا تین بار ”جواب دیا، جواب دیا“ کہنے سے بھی طلاق بائن ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں کے جواب میں اختصار تھا، حضرت تھانویؒ کے جواب میں تفصیل ہے، خلاصہ ہر دو جواب کا ایک ہی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ لفظ عرفاً کنایہ طلاق ہے، جب کہ بیوی کے حق میں بولا جائے، اس سے طلاق بائن ہوگی (۳)۔ اب رہ گئی یہ بات کہ اس لفظ کے تین دفعہ بولنے پر بھی تین طلاق کیوں نہیں ہوئی تو اس کی وجہ درمختار میں موجود ہے: ”البائن لا يلحق البائن، اھ“ (۴)، جب ایک طلاق بائن واقع ہو جائے تو اس کے بعد طلاق بائن لاحق نہیں ہوتی، لفظ ”کنایہ“ کو مکرر کہنے سے بھی ایک ہی طلاق رہتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۱۳۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۵/۱۳۹۲ھ۔

(۱) ”والحاصل أنه لما تعورف به الطلاق، صار معناه تحريم الزوجة، وتحريمها لا يكون إلا بالباين“.

(ردالمحتار: ۳/۳۰۰، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعيد)

(۲) (امداد الفتاوی: ۲/۴۴۴، کتاب الطلاق، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۳) ”والکنايات لا تطلق بها إلا بنية أو دلالة الحال، وهي حالة مذاكرة الطلاق والغضب“.

(المختار: ۳/۲۹۷، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعيد)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲/۲۱۶، فصل فی شرط النية فی الکناية، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۱۹، کتاب الطلاق، باب الکنايات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۴) (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۳/۳۰۸، سعيد)

(و کذا فی فتح القدير، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۴/۷۴، مصطفى البابی الحلبي مصر)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب الکنايات: ۳/۵۳۴، رشیدیہ)

”اپنا مہر لے لے“ سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۲۳]: ایک شخص نے اپنی بیوی سے جھگڑا کرنے کے بعد یہ کہا کہ ”تو اپنا مہر لے لے“، عورت نے کہا کہ میں مہر تو نہیں لیتی، میری اس میں کیا خطا ہے اور چل کھانا کھالے، مرد نے کہا کہ میں نہیں کھاتا، اتنے میں چند لوگ آئے اور پکڑ کر اس کے مکان پر لے گئے اور کھانا کھلا دیا اور پھر وہ دونوں آپس میں رضامند ہو گئے، آیا اس سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صرف یہی الفاظ کہے ہیں، اور کوئی دوسرا لفظ ایسا نہیں کہا جس سے طلاق واقع ہو سکے تو شرعاً ان الفاظ کے کہنے سے جو سوال میں مذکور ہیں طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ یہ نہ صریح ہیں نہ کنایہ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔
حررہ العبد محمد عثیٰ عنہ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، جواب صحیح ہے: سعید احمد، ۴/۳/۵۲ھ۔

زیورات تار کرواپس کرنے سے آزاد سمجھنا

سوال [۶۲۲۴]: محمد یوسف کی اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی ہو گئی، عرصہ دو سال کے بعد ناراضگی کی حالت میں جو زیورات دولہا کی طرف سے لڑکی کو دیئے گئے تھے، شوہر اپنی بیوی کے تن سے اتروا کر سر کو دینے لگا کہ ”اپنا زیور سنبھالو، میرا تمہارا کوئی رشتہ نہیں، کب ڈھول باجا ہوا اور کب گیت گال ہوئی“۔ لہذا اس کہنے سے محمد یوسف کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ رواج ہے کہ ناچ رنگ نہ ہوا اگر شادی میں، تو زیورات تار کرواپس کرنے سے بیوی کو شوہر سے آزاد سمجھتے ہیں۔ لہذا جناب والا شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

(۱) ”ورکنہ لفظ مخصوص هو ما جعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أو كناية وأراد اللفظ ولو حكماً ليدخل الكتابة المستبينة وبه ظهر أن من تشاجر مع زوجته فأعطاه ثلاثاً أحجار ينوي الطلاق ولم يذكر لفظاً لا صريحاً ولا كناية، لا يقع عليه“. (الدر المختار مع رد المحتار:

۲۳۰/۳، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، سعید)

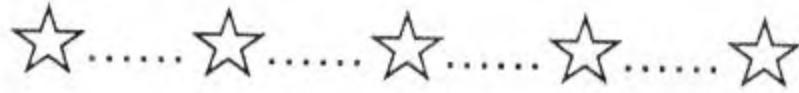
(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۲۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق للزیلعی: ۲۰/۳، کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو مذکورہ نکاح شرعاً محمد یوسف کے ایسا کرنے اور کہنے سے ختم نہیں ہوا، بلکہ قائم ہے۔ محمد یوسف نے جو کچھ کہا اور کیا، بے عملی اور ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ باجہ خود ہی ممنوع ہے (۱)، اس کے نہ ہونے سے نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۱۳۹۴ھ۔



(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا، وَلَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾ (سورة لقمان: ۶) ”الآیۃ، عطف بذکر حال الأشقیاء الذین أعرضوا عن الانتفاع بسماع کلام اللہ وأقبلوا علی استعمال المزامیر والغناء بالألحان وآلات الطرب، کما قال ابن سعود فی قوله تعالیٰ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾: قال: هو واللہ الغناء“۔ (تفسیر ابن کثیر: (سورة لقمان: ۶-۷): ۵۸۳/۳، مکتبہ دار الفیحاء)

(و کذا فی تفسیر روح المعانی، (سورة لقمان: ۶): ۷۸/۲۱، دار إحياء التراث العربی بیروت)
 ”(قوله: و کره کل لهو) واستماعه كالرفص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زی الکفار“۔
 (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۳۹۵/۶، سعید)

باب الطلاق بالکتابۃ

(تحریری طلاق کا بیان)

تحریری طلاق کا حکم

سوال [۶۲۲۵]: ایک شخص ہے اور طلاق نامہ اپنی بیوی کو لکھ رہا ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہہ رہا، آیا یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

واقع ہو جائے گی: ”کتب الطلاق، إن مستیناً علی نحو لوح، وقع إن نوی مطلقاً“۔
درمختار۔ ”(قوله: مستیناً) بأن کان علی وجه یمکن فهمه وقراءته، وإلا فلا یقع. (قوله: وقع
إن نوی) هذا فی المکتوب علی غیر وجه الرسم والرسالة. (قوله: مطلقاً) سواء نوی أم لم ینو.“
طحطاوی علی الدر: ۱۱۱/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ۔

طلاق بالکتابۃ

سوال [۶۲۲۶]: ایک شخص کا نکاح ہوتا ہے رخصتی نہیں ہوئی، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہ شخص اپنی منکوحہ کو آزاد کر دیتا ہے جس کو ایک سال کے قریب ہوتا ہے، جب کہ لڑکی کے ورثاء اس کی شادی دوسری جگہ

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ۱۱۱/۲، کتاب الطلاق، دار المعرفۃ بیروت)

”الکتابۃ علی نوعین إن كانت مرسومة، یقع الطلاق، نوی أولم ینو.“ (الفتاویٰ

العالمکیریۃ: ۳۷۸/۱، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۳۷۱/۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

کرنے کو تیار ہے، تو وہ شخص کہتا ہے کہ مجھ سے زبردستی آزاد کر دیا ہے، حالانکہ طلاق نامہ باقاعدہ لکھا ہوا ہے اور محرر کے رجسٹر پر باقاعدہ نشان انگوٹھا اور دستخط ہے۔ اب یہ فرمائیے کہ وہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

نوٹ: اصلی طلاق نامہ ہمراہ بھی ہے، ٹکٹ ایک آنہ کا برائے جواب ارسال ہے۔

پتہ یہ ہے: محمد اختر ایجنٹ محلہ مولویان، قصبہ سنہن سپور ضلع بجنور۔

نقل اصل طلاق نامہ

”من کہ عبدالرشید ولد حاجی ننھے، قوم شیخ، ساکن موضع قاضی پورا، تحصیل امروہہ، ضلع مرا آباد کا ہوں، جو کہ مسماۃ فاطمہ دختر عبدالمجید، قوم شیخ، ساکن سنہن سپور، ضلع بجنور سے میرا نکاح ہوا تھا، اور ہنوز رخصتی نہیں ہوئی تھی اور اس درمیان میں باہم کچھ مناقشات پیچیدہ پڑ گئے جس کی وجہ سے یہ رشتہ قائم رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا ہے، اور نیز میرے رشتہ دار بھی اس رشتے کو قائم رکھنا نہیں چاہتے۔

بغرض رفع نزاع دوران دیشی میں اپنی منکوحہ کو تین طلاق مسنون طریقہ پردے کر آزاد کرتا ہوں اور بعد انقضائے عدت کے اختیار رہے گا کہ جہاں چاہے وہ اپنا نکاح کرے، یا اس کے وارثان کرادیویں، آئندہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں رہا اور یہ طلاق نامہ لکھ دیا کہ سند ہو۔“

المرقوم: ۲۱/ دسمبر/ ۱۹۳۷ء، بقلم انتظار حسین وثیقہ نویس تحریر ہو کر درج رجسٹر ۲۸۰ ہوا، گواہ: العبد

(.....) گواہ: العبد (.....)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو الفاظ طلاق نامہ میں لکھے ہیں اگر ان کو زبان سے بھی ادا کیا ہے تو طلاق بہر صورت واقع ہو گئی خواہ خوشی سے کہے ہو خواہ زبردستی کہلائے گئے ہوں (۱)۔ اور اگر زبان سے ادا نہیں کئے بلکہ صرف لکھ کر دیئے ہیں یا

(۱) ”ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ ولو مکرهاً وسکران وأخرس بإشارته“۔ (تبیین الحقائق، ۳/۳۴،

کتاب الطلاق، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۵۳، کتاب الطلاق، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ) =

خود لکھ کر بھی نہیں دیئے بلکہ دوسرے کے لکھے ہوئے طلاق نامہ پر دستخط کیے ہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ طلاق نامہ ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خوشی سے یعنی بغیر کسی کے جبر و اکراہ کے لکھ کر دیئے ہیں یا دستخط کئے ہیں تو طلاق واقع ہوگئی (۱)۔ اور اگر دوسرے کے جبر و اکراہ سے لکھ کر دیئے ہیں یا دستخط کیے ہیں تو طلاق واقع نہیں ہوئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ

طلاق نامہ امانت رکھ دیا

سوال [۶۲۲۷]: ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ: چہ میفرماینند علمائے دین دریں مسئلہ کہ: شخصے گفت: من زوجہ خود بتلفظ ہیچ نوع طلاق نہ دادہ ام، مگر در طلاق نامہ بانام زوجہ سہ طلاق نوشتہ، نیز شخصے امانت دادہ بودم. بعدہ آن شخص طلاق نامہ را نزد پدر زوجہ ارسال نمایند، پس مطلق اقرار می نماید کہ حق است کہ من برائے ترسانیدن آن کتابت دادہ ام نہ بنیت طلاق، و در کتابت لفظ ”ترسانیدن“ و آگاہی نمودن

= (و کذا فی الدر المختار: ۳/۲۳۵، کتاب الطلاق، سعید)

(۱) ”وإن كانت مرسومة، يقع الطلاق نوى أو لم ينو. ثم المرسومة لا تخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق“. (رد المحتار: ۳/۲۳۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۸، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(۲) ”رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان، بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة ههنا“. (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۲، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۹، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۳۸۰، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن، کراچی)

مذکور نیست، فقط زبانی گفت۔ پس بصورتِ مذکورہ زوجہٗ او مطلقہ مغلظہ گردد یا نہ؟
بینوا توجروا۔

طلاق نامہ کا ترجمہ:

”کاتب، محمد عصمت علی پسر پٹھان علی، ساکن خود یار ٹیک، باشندہ خود یار ٹیک
کے محمد روشن علی صاحب کی لڑکی مسماۃ اطالین خاتون سے میں نے نکاح کیا تھا، اب میرے
ساتھ مخالفت ہونے کی وجہ سے زیور و مہربابت کل دوسو دس تولہ میں نے نصف ادا کر کے اور
نصف رعایت لے کر بموجودگی چند شاہدین طلاق دیا ہوں، اب تم کو دوسری جگہ جا کر دوسرا
شوہر اختیار کرنے میں کچھ کسی قسم کی رکاوٹ نہیں۔ اس زوجہ سے میری ایک لڑکی ہوئی، اس
لڑکی کیلئے خورد و نوش بابت ایک سال کا خرچہ دیا گیا۔ اس اقرار پر میں نے طلاق نامہ
لکھ دیا۔ فقط۔

کاتب: محمد عصمت علی پسر پٹھان علی ساکن خود یار ٹیک۔

شوہر کا بیان:

زوجہ ہمیشہ اپنے ماں باپ کے مکان جاتے وقت زوج کے گھر سے روپیہ پیسہ
چوری کر کے لے جایا کرتی تھی، چند مرتبہ پکڑی گئی تو زوج نے زوجہ کو کہا کہ تم اپنے ناشائستہ
حرکت سے باز آؤ، اور آئندہ کیلئے اپنے اخلاق درست کرو، اس طرح مال و اسباب چوری
مت کرو۔ باوجود اس کے وہ زوجہ بار بار چوری کیا کرتی تھی، کئی دفعہ لوگوں کے سامنے بھی
پکڑی گئی، پھر بھی زوجہ مخالفت کرتے ہوئے بلا اجازت زوج اپنے باپ کے یہاں چلی گئی
تھی۔

زوج نے تنبیہ کرنے میں بہت کوشش کی تب بھی باز نہیں آئی، اس لئے اس کو
ڈرانے کی غرض سے زوج نے زوجہ کا نام لے کر ایک کاغذ میں تین طلاق لکھ کر ایک شخص
کے پاس رکھ دیا، لیکن یہ طلاق نامہ زوج نے زوجہ کے والد کو کبھی نہیں دیا، بلکہ دوسرے شخص
کے پاس بغرض تنبیہ رکھ دیا اور کہا کہ اگر میری زوجہ میری بات کی مخالفت یا چوری کرے تو

میں اپنی زبان سے اس کو طلاق دوں گا، اب تک میں نے اپنی زبان سے طلاق نہیں دی، سب ڈرانے کی غرض سے ایک کاغذ میں لکھ کر امانت رکھی۔“

۱..... نیز طلاق نامہ میں زیور اور مہر کی رعایت کے متعلق لکھا ہوا ہے، لیکن رعایت یا معاف کی بابت کبھی بات چیت نہیں ہوئی۔

۲..... مذکور طلاق نامہ میں بموجودگی شاہدین لکھا ہوا ہے، لیکن حقیقت میں کسی شاہد کے سامنے طلاق نامہ لکھا نہیں گیا، بلکہ پوشیدگی کے طور سے طلاق نامہ لکھا گیا۔ نیز خورد و نوش کے متعلق طلاق نامہ میں لکھا ہوا ہے، لیکن خورد و نوش کی بابت خرچہ نہیں دیا گیا۔ یہ واقعہ بالکل ٹھیک ہے، مخفی نہ رہے کہ زوج نے اپنی زبان سے طلاق نہیں دی، صرف لکھ دی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق نامہ بتحریر بنگلہ نوشتہ آید، ومن تحریر بنگلہ خواندن نمی توانم، شخصہ دیگر ترجمہ اش نموده است، حسبِ آن جواب می نویسم:

حکم شرعی در صورتِ مسئلہ آن ست کہ برزنش سہ طلاق واقع شدہ مغلط گردید، اکنوں بغیر حلالہ نکاح بدان روانیست. برائے طلاق بزبان گفتن لازم نیست، بنوشتن ہم طلاق واقع می شود. وبہ نیتِ طلاق ہم گفتن یا نوشتن ضرور نیست، بلا نیت یا بنیتِ دیگر سوائے طلاق ہم طلاق واقع می شود، خواہ نیتِ ترسانیدن داشته باشد، خواہ مذاح وغیرہ: ”وإن كانت (الکتابۃ) مرسومة، يقع، نوی أولم ینو“. عالمگیری: ۷۱/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۸/۱، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۷۱/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۶/۳، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل الصریح، سعید)

”وکذا التکلم بالطلاق لیس بشرط، فیکع الطلاق بالکتابۃ المتبینه وبالإشارة المفهومة من الآخرس؛ لأن الکتابۃ المتبینه تقوم مقام اللفظ“. (بدائع الصنائع: ۲۱۵/۴، کتاب الطلاق، فصل فی =

طلاق بالکتابت

سوال [۶۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید نے اپنے بھانجے خالد سے کہا کہ میری بھانجی ہندہ کا نکاح عمرو اور بکر کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں تیری زبردستی اور جبر سے ہو تو تین طلاق پڑے گی اور اس مضمون کی ایک تحریر بھی تم کو لکھنی پڑے گی، اس پر خالد نے کہا کہ میں ایسی تحریر لکھ دوں گا۔ اس کے بعد زید نے ایک تحریر کسی شخص سے اس مضمون کے لکھوائے کہ ”میں اپنی بہن کا نکاح زبردستی سے یا خوشی سے عمرو اور بکر کے قبیلوں میں کروں تب بھی میری بیوی کو تین طلاق ہوگی“۔ اور اس تحریر کو لکھوا کر بھانجے مذکور خالد سے کہا کہ اس پر دستخط کر دے، خالد نے بلا کچھ کہے اور بغیر تحریر مذکور کو پڑھے اس پر دستخط کر دیئے، اب صورت مذکورہ بالا میں امور مستفسرہ حسب ذیل ہیں:

۱..... اس قسم کی تحریر کے بعد اگر ہندہ خود اپنی خوشی سے عمرو اور بکر کے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ سے نکاح کرے تو خالد کی بیوی پر طلاق ہوگی یا نہیں؟

۲..... اس قسم کی تحریر پر دستخط کرنے سے جس کو دستخط کرنے والے نے پڑھا بھی نہ ہو طلاق واقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۳..... اگر واقع ہو جاتی ہے اور ایسی تحریر شرعاً معتبر ہو تو کیا ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ ہندہ عمرو، بکر کے قبیلوں میں نکاح کرے تو اس کی بھانج پر طلاق واقع نہ ہو؟

۴..... اس قسم کی تحریر لکھوانا اور بغیر پڑھائے دستخط کرا لینا اور مخصوص قبیلوں میں شادی کر دینے سے روک دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

حاجی محمد اسماعیل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اگر خالد نے مضمون تحریر پر اطلاع پا کر دستخط کیے ہیں اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے تب تو یہ تحریر شرعاً معتبر ہے یعنی وقوع شرط کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی:

”رجل استکتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه

وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها“. عالمگیری: ۳۹۸/۲ (۱)۔

اگر خالد کو اس مضمون پر اطلاع نہیں ہوئی بلکہ کوئی دوسری تحریر سمجھ کر دھوکہ سے اس پر دستخط کر دیے اور اس کے مضمون کا اقرار کرتا ہے تو یہ تحریر کا عدم ہے، جیسا کہ کسی دوسرے کی تحریر سے اس کی بیوی پر طلاق نہیں ہوتی اسی طرح اس تحریر سے بھی نہ ہوگی:

”وكذلك كل كتاب لم يكتبه بخطه، ولم يمله بنفسه، لا يقع به الطلاق إذا لم يقر أنه كتابه، كذا في المحيط، اهـ“ (۲)۔

اسی طرح اگر مضمون پر مطلع ہو کر مگر باکراہ شرعی دستخط کیے ہیں، تب بھی طلاق نہ ہوگی:

”رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته“۔ قاضی خان: ۳۵/۲ (۳)۔

۳.....۱، ۲ سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ تحریر شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اگر معتبر ہے تو پھر ایسی صورت جس سے ہندہ عمرو، بکر کے قبیلوں میں سے کسی میں نکاح کر لے تو اس کی بھانج پر طلاق نہ پڑے یہ ہے کہ: ہندہ اور خالد کے علاوہ کوئی تیسرا شخص جو کہ فضولی ہوگا، ہندہ کا نکاح کر دے اگر کوئی اور مانع شرعی موجود نہ ہو، پھر ہندہ اور

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتار خانیۃ: ۳۸۰/۳، إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلب: الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلب: الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی التاتار خانیۃ: ۳۸۱/۳، إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (فتاویٰ قاضی خان: ۴۷۲/۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتار خانیۃ: ۳۸۰/۳، إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

خالد زبان سے کچھ نہ کہے، بلکہ ہندہ کے پاس مہر وغیرہ بھیج دے اور ہندہ اس پر قبضہ کر لے تو یہ نکاح صحیح ہو گیا اور ہندہ کی بھانج پر طلاق نہیں پڑی:

”حلف لا یتزوج، فالحیلة أن یزوجه فضولی، ویجیز بالفعل، وکذا لا یتزوج. ولو حلف لا یزوجه ابنته، فزوجها فضولی، وأجازہ الأب، لم یحنث. قال الحموی، ص: ۴۲۰: ”فی جامع الفتاوی: روی هشام فیمن حلف: لا یزوج ابنته، فأمر غیره، فزوجها، حنث. وإن زوجها غیره، فأجاز بالفعل، لا یحنث، وإنما لم یحنث بالإجازة بالفعل..... والإجازة بالفعل: کبعث المهر وشيئ منہ، والمراد الوصول إليها“ (۱)۔

۴..... بلا وجہ شرعی دھوکہ دینا جائز نہیں، مخصوص قبیلوں میں شادی نہ کرنا اور اپنی عزیزوں کو شادی سے روکنا اگر ان کے اندر تقویٰ نہ ہونے یا کسی دوسری قباحت شرعی فسق و فجور و بدعت وغیرہ کی وجہ سے ہے تب تو مستحسن ہے، اگر دنیاوی وجہ سے ہے تب بھی جائز ہے اور ان کی دینداری کی وجہ سے ہے تو جائز نہیں۔ فی الدر المختار: ۱/۱۹۵ (۲)۔

”وتعتبر (أی الکفاءة) فی العرب والعجم دیانة: أی تقوی، فلیس فاسق کفو الصالحة“۔ واللہ اعلم۔

حرره العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، بندہ عبدالرحمن عفی عنہ، ۱۳۵۲ھ۔

(۱) (الأشباه والنظائر مع شرحه غمز عیون البصائر للحموی: ۲/۲۲۹، ۲۳۰، الفن الخامس،

السادس فی النکاح، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية کراچی)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۳۴۵، باب التعليق، مطلب: التعليق المراد به المجازاة دون الشرط، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمگیریة: ۱/۴۱۹، الفصل الثانی فی التعليق بکلمة: ”کل وکلما“، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار: ۳/۸۸، ۸۹، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمگیریة: ۱/۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءة، رشیدیہ)

(وکذا فی اللباب فی شرح الکتاب: ۲/۱۴۸، کتاب النکاح، قدیمی)

تحریری طلاق

سوال [۶۲۲۹]: زید بعد نماز تراویح مکان پر آ کر لیٹ گیا، بعد ازاں ہندہ لڑکے کو لے کر آئی، اور زید کے پلنگ پر لٹا دیا، لڑکا رونے لگا، زید نیند سے بیدار ہو گیا، زید نے ہندہ سے کہا کہ لڑکے کو دیکھو، بہت پریشان کیے ہوئے ہے۔

زید نے لڑکے کو خاموش کرنے کی کوشش کی، لیکن لڑکا خاموش نہ ہوا۔ اس کے بعد زید نے ہندہ کو بلایا اور لڑکے کو لے جانے کیلئے کہا اور کہا کہ خاموش نہیں ہوتا، اس پر ہندہ نے کہا کہ آپ کو دیکھنا ہوگا، زید نے متعدد بار لے جانے کو کہا جس پر ہندہ نے یہی کہا کہ آپ ہی کو دیکھنا ہوگا، اس پر زید نے کہا لڑکے کو لے جاؤ، اس نے انکار کیا۔ زید نیند کے غلبہ کی وجہ سے غصہ ہوا اور طمانچہ مارا اور چار پائی سے اتار دیا، اس کے بعد ہندہ خوب روئی اور لڑکا سو گیا۔

جب صبح ہوئی یعنی تقریباً ۹ بجے زید بازار جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ ہندہ نے زید کا دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ میری فرصت کر کے جاؤ، زید نے کہا کہ رات کے گزرے ہوئے واقعہ کو مت یاد کرو، یہ بے کار بات ہے، لیکن وہ نہ مانی۔ زید نے کہا اپنے والدین کو بلاؤ، ان کی موجودگی میں اچھی ہے، ہندہ نے کہا کہ بغیر فرصت جانا مشکل ہے، زید بازار جانا چاہتا ہے، ہندہ نے دامن نہیں چھوڑا اور فرصت کا تقاضا کرتی رہی اور کہا کہ مہر معاف کرتی ہوں، طلاق دیدو، زید نے پڑوسن عورت سے پوچھا کہ ہندہ کیا کہہ رہی ہے؟ پڑوسن عورت نے کہا کہ وہ ہندہ کہتی ہے کہ میں مہر معاف کرتی ہوں طلاق دیدو۔

اس کے بعد زید نے یہ مضمون لکھا: ”میں نے بغیر اپنے والدین کی اجازت اپنی بیوی کو طلاق دیا۔“ ۴۳/۹/۲ء، زید نے یہ مضمون ہندہ کو دیا۔ اس کے بعد ہندہ نے کہا کہ میں منہ دکھاتی، میں چھڑا لیتی ہوں، اس نے دیدیا اور کہا کہ تمہاری چیز ہے لے لو، لینے کے بعد ہندہ نے کہا کہ لڑکے کیلئے کیا کہتے ہو؟ زید نے کہا تمہاری خوشی، تم لے جاؤ یا چھوڑ دو، ہندہ لڑکا لے گئی۔

(نوٹ) ہندہ حالت حمل میں ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں طلاق واقع ہوئی تو طلاق کی کونسی قسم؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے جو الفاظ لکھ دیئے ہیں، اگر وہ بیوی کے سامنے نہیں لکھے یا لکھ کر اس کو سنا دیئے تو ان سے طلاق رجعی واقع ہوئی ہے (۱)۔ اس کا حکم یہ ہے کہ عدت میں رجعت درست ہے (۲) اور بعد عدت برضائے طرفین دوبارہ نکاح درست ہے (۳)۔ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے (۴)۔ اگر طلاق اس شرط پر دی کہ ہندہ مہر معاف کر دے اور مہر کے معافی کو طلاق کا عوض قرار دیا ہے تو طلاق بائن ہوئی (۵)، اسی صورت میں شوہر کو رجعت کا

(۱) ”ثم إن كتب على الوجه المرسوم ولم يعلقه بشرط بأن كتب: أما بعد! يا فلانة فأنت طالق، وقع الطلاق عقيب كتابة لفظ ”الطلاق“ بلا فصل، لما ذكرنا أن كتابة قوله: ”أنت طالق“ على طريق المخاطبة بمنزلة التلطف بها“۔ (بدائع الصنائع: ۳/۲۴۰، فصل في النوع الثاني، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۸، فصل الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(۲) ”وتصح الرجعة إن لم يطلق الزوج امرأته الحرة ثلاثاً بغير رضاها ومن شرائطها أن تكون المرأة في العدة“۔ (تبیین الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دار الكتب العلمية، بيروت)

”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطلقيتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض، كذا في الهداية“۔ (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۴۷۰، باب الرجعة، رشيدية)

(۳) ”(وينكح مبانته) بمادون الثلاث (في العدة وبعدها): أي بعد انقضائها“۔ (النهر الفائق: ۲/۴۲۰، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا في التاتارخانية: ۳/۶۰۲، كتاب الطلاق، مسائل الرجعة، إدارة القرآن كراچی)

(۴) ”وأما عدة الحمل، فهي بقية مدة الحمل، قلت أو كثرت لقوله تعالى: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾“۔ (بدائع الصنائع: ۴/۴۲۳، ۴۳۰، فصل في مقادير العدة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في فتح القدير: ۴/۳۰۷، ۳۱۰، باب العدة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۵) ”أبو سليمان عن أبي يوسف: إذا أبرأت المرأة زوجها عما لها عليه على أن يطلقها، ففعل، جاز ذلك، فجازت البراءة، وكان الطلاق بائناً“۔ (التاتارخانية: ۳/۴۵۳، إيقاع الطلاق بالمال، إدارة القرآن كراچی)

(و كذا في فتاوى قاضی خان: ۱/۵۳۸، فصل في الخلع بلفظ البيع والشراء، رشيدية)

اختیار نہیں، البتہ اگر طرفین رضا مند ہو جائیں تو دوبارہ نکاح صحیح ہے، خواہ عدت میں کرے یا بعد عدت۔ یہ سب کچھ اس وقت ہے کہ زید کو اپنی تحریر کا اقرار ہو، اگر زید انکار کر دے اور کہہ دے کہ یہ تحریر میں نے نہیں لکھی تو کسی قسم کی طلاق نہ ہوگی جب تک وہ اس امر کا شرعی ثبوت نہ ہو کہ یہ تحریر زید کی ہے، کذا فی الہندیۃ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/شوال/۱۳۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، ۱۷/شوال/۶۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۰/۱۳۶۲ھ

ایضاً

سوال [۶۲۳۰]: زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو بنیت طلاق لکھ کر یہ تحریر دی کہ: ”اب میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں“۔ ایک مولوی صاحب نے کہہ دیا کہ اس سے طلاق بائن پڑ گئی اور دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے، ان ہی مولوی صاحب نے ہندہ کی رضامندی سے زید کے باپ اور ماں اور بہن کی موجودگی میں زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح کر دیا، اس پر ہندہ کے ماموں نے کہا کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ ہندہ بالغ ہے پہلے ہی سے۔ تو ہندہ کا نکاح ثانی درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی کے سامنے تحریر لکھ کر طلاق دی جائے اور زبان سے نہ کہا جائے تو طلاق ہی واقع نہیں ہوتی (۲)، بیوی کی عدم موجودگی میں لکھ کر بھیجنے سے طلاق ہو جاتی ہے، پہلا نکاح جس کے ساتھ ہوا تھا، اس کے

(۱) ”کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه، لایقع الطلاق إذا لم یقر أنه کتابہ“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳/۹۷، طلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فی التاتار خانیۃ: ۳/۳۸۰، فصل: إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) مذکورہ صورت میں زید کی تحریر مستبین غیر مرسوم کے قبیل سے ہے، جس میں نیت کا اعتبار کیا جائے گا، زید نے چونکہ بنیت طلاق تحریر لکھ کر دی ہے، اس لئے ایک طلاق بائن واقع ہو گئی۔ باقی حضرت مفتی صاحب نے جو عدم وقوع طلاق کا فتویٰ دیا ہے، الاشباہ کی عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ الاشباہ میں ہے: ”وظاہران المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر“ لیکن اس کے بارے میں علامہ رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قوله ”وظاہره ان المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر“ لم یظهر وجه ظهوره من عبارة الاشباہ۔ (تقریرات الرافعی: ۶/۳۵۵، سعید)

ساتھ دوسرا نکاح ہوا۔ اور لڑکی بالغہ ہے، تو دوبارہ نکاح کیلئے باپ کی اجازت لازم نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱/۱۳۸۸ھ۔

دستخط کے بغیر تحریری طلاق

سوال [۶۲۳۱]: رحیم الدین کی لڑکی صفیہ ہے، رحیم الدین نے اپنی لڑکی صفیہ کی بکر کے لڑکے کریم کے ساتھ شادی کر دی۔ چند روز کے بعد صفیہ اور کریم کے درمیان مخاصمت ہوئی، اس بنا پر رحیم الدین صفیہ کو گھر لایا۔ تھوڑے دنوں کے بعد رحیم الدین ایک طلاق نامہ لایا اور کہا میں صفیہ کا طلاق نامہ لایا ہوں۔ ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ رحیم الدین نے انتقال کیا۔ رحیم الدین جو طلاق نامہ لایا، اس میں کریم کے تحریری دستخط نہیں تھے، بلکہ رنگوں کی سیاہی سے ٹیپ تھی۔ جب صفیہ کی عدت ختم ہو گئی تو ناکح نے کریم کو بلایا جو صفیہ کا شوہر تھا تو کریم نے کہا کہ میں نے واللہ! صفیہ کو طلاق نہیں دی، بلکہ میں اس روز گھر ہی میں نہ تھا، اگر طلاق نامہ صحیح ہوتا تو طلاق نامہ میں میرے ہاتھ کے تو میرے دستخط ہوتے، اس لئے کہ میں لکھنا جانتا ہوں۔

تو اسی بنا پر صفیہ کی ماں کریم سے طلاق لینے کیلئے اس کو اپنے گاؤں کے پریزیڈنٹ صاحب کے پاس لائی، پریزیڈنٹ نے طلاق نامہ مانگا اور دیکھ کر کریم سے پوچھا کہ کیا تم نے رحیم الدین کی لڑکی صفیہ سے شادی کی، اس نے کہا: ہاں، کہا: کیا تم نے اپنی زوجہ صفیہ کو طلاق دی؟ کریم نے کہا: نہیں، کہا: اگر تم نے طلاق نہیں دی تو طلاق نامہ میں یہ کس کا ٹیپ ہے؟ کریم نے کہا: حضور! میں لکھنا پڑھنا جانتا ہوں..... کہا: کیا تم لکھنا پڑھنا جانتے ہو، اگر جانتے ہو تو میرے سامنے لکھو، کریم نے فوراً ایک کاغذ پر اپنا نام پتہ سب کچھ لکھ دیا۔ اس مشاہدہ پر، پریزیڈنٹ نے اس طلاق نامہ کو جھوٹا ثابت کیا، اور کریم سے طلاق لے لی۔ اب عدت کا کیا فیصلہ ہے؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس تحریر کی رو سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی۔ ”کل کتاب لم یکتبه بخطه، ولم یملہ بنفسه، لایقع الطلاق ما لم یقرّ أنه کتابه، اھ۔“ رد المحتار: ۵۸۹/۲ (۱)۔

(۱) (رد المحتار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

پھر اگر پریزیڈنٹ کے کہنے پر شوہر نے طلاق دیدی ہے تو وہ واقع ہوگئی اور طلاق کے وقت سے زوجہ پر عدت واجب ہے جو کہ تین حیض ہے، اگر زوجہ حاملہ نہ ہو، ورنہ وضع حمل ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۲/۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/صفر/۶۷ھ۔

طلاق بذریعہ خطوط مع فتاویٰ دہلی و دیوبند

سوال [۶۲۳۲]: زید نے اپنے خسر کے نام ایک خط لکھا جس کی عبارت حسب ذیل ہے:

بعد ما وجب آنکہ میرا فلاں اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اہلیہ کو لے کر رہ سکوں، میری فطرت ہے کہ میں اکثر و بیشتر دوسروں کی پریشانی اور الجھنوں کو اپنے اوپر اوڑھ لیتا ہوں چہ جائیکہ اپنے اس لائق صدمہ ملامت اور ناکارہ وجود کیلئے دوسروں کو عذاب میں مبتلا کروں، خصوصاً اس ہستی کو جو مجھے اس دنیا میں اس وقت سب سے زیادہ عزیز ہے، لہذا آج بروز جمعرات ۲۳/اپریل کو میری طرف سے طلاق ہے، آپ اس کی شادی کسی اچھی جگہ کر دیں جہاں وہ بقیہ زندگی سکون سے بسر کر سکے۔ فقط۔

اس میں طلاق کے الفاظ کے ساتھ ”بیوی“ کا لفظ نہیں ہے، پہلے سے اس کا ذکر ضرور ہے، لہذا:

۱..... تحریر بالا سے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اور عدد کا ذکر نہیں۔

۲..... ایسی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی یا مطلق سے سوال کی ضرورت ہوگی؟

۳..... صورت اولیٰ میں اس کا اپنی جگہ رجوع کر لینا کافی ہوگا، یا اس رجوع کی اطلاع دینا بھی ضروری

= (و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۳۸۰، فصل فی ایقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۱) ”(وہی فی حق حرۃ، حیض لطلاق) ولور جعیاً..... ثلاث حیض کوامل..... وفی حق الحامل

وضع حملها“۔ (الدر المختار: ۳/۵۰۵، ۵۱۱، باب العدة، سعید)

”فأما عدة الأقراء، فإن كانت المرأة حرة، فعدتها ثلاث قروء، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات

یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾. وأما عدة الحبلی، فهي بقية مدة الحمل، قلت أو كثرت..... لقوله تعالى:

﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾“۔ (بدائع الصنائع: ۲/۴۲۳، ۴۳۰، فصل فی مقادیر

العدة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(و کذا فی فتح القدیر: ۴/۳۰۷، ۳۱۰، باب العدة، مصطفى البابی الحلبي مصر)

ہوگی؟

۴..... اگر بیوی کو اس کی اطلاع فوری نہ کی جائے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... وقوع طلاق کیلئے صراحۃً بیوی کا ذکر، یا اس کا نام ہونا ضروری نہیں، اضافت معنویہ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ بیوی کو طلاق دے رہا ہے وہ کافی ہے اور یہ چیز اس تحریر میں صاف موجود ہے (۱)، اس لئے طلاق واقع ہوگئی۔ رہی یہ بات کہ کتنے طلاق ہوئیں، ایک طلاق تو بلاشبہ واقع ہوگئی، لیکن لفظ ”طلاق“ میں نیت تین کی کی جاسکتی ہے اس لئے محتمل تین کو ہے، اگر نیت تین کی نہیں کی ہے تو ایک طلاق رجعی ہوگئی، ”میری طرف سے طلاق ہے“ یہ لفظ صریح ہے اور صریح سے طلاق رجعی ہوتی ہے (۲)۔

اس کے بعد جو لکھا ہے اس سے بظاہر تفریع اور مشورہ مقصود ہے، انشاءً طلاق مقصود نہیں ہے، لیکن ”شادی کسی اچھی جگہ کر دیں“ کنایات طلاق سے ہے، مگر کنایات طلاق کی اس قسم سے ہے جس میں نیت کی ضرورت ہے، صرف دلالت حال یا مذاکرہ کافی نہیں ہے، کما فی البحر: ۳/۳، ۳۰۳ (۳)۔

(۱) ”ولا یلزم کرن الإضافة صریحةً فی کلامه لما فی البحر: لو قال: طالق، فقیل له: من عنیت؟ فقال: امرأتی، طلقت امرأته.....؛ لأن العادة أن من له امرأة إنما یحلف بطلاقها، لا بطلاق غیرها.“ (ردالمحتار: ۲۴۸/۳، باب الصریح، مطلب: سن بوش، یقع به الرجعی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۴۲/۳، باب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۸/۱، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(۲) ”صریحه مالم یستعمل إلیه کطلقتک، وأنت طالق، ومطلقة، یقع بها: أی بهذه الألفاظ واحده رجعية.“ (الدرالمختار: ۲۴۷/۳، ۲۴۹، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۴/۱، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۶۰/۳، الفصل الرابع فیما یرجع إلی صریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”لا تطلق بها إلابنیة أو دلالة الحال..... وفی غیرها بآننة، وإن نوى ثنتين، و تصح نية الثلاث.

وهی: بائن بته، بتله..... إذهبی، قومی، ابتغی الأزواج: أی إن أمکنک وحل لک، أو ابتغی

الأزواج؛ لأنی طلقک.“ (البحر الرائق: ۵۱۸/۳، ۵۲۵، کتاب الطلاق، باب کنایات، رشیدیہ) =

۲.....نمبر: اسے معلوم ہو گیا کہ ایک طلاق تو قطعاً ہو گئی، باقی احتمال تین طلاق سے دو کے بائن ہونے کا بھی ہے، اس کے لئے فی الحال تو سوال کی ضرورت نہیں ہے، ہاں! اگر شوہر تجدید نکاح یا رجعت کا دعویٰ کرے تو اس وقت اس سے دریافت کر لیا جائے۔

۳.....رجوع اپنی جگہ کر لینا کافی ہے، لیکن قضاء ثبوت کیلئے دو گواہ ضروری ہیں، عورت کو اطلاع دینا ضروری نہیں، دیانۃً گواہ بھی ضروری نہیں ہیں، لیکن اطلاع دینا مسنون ہے:

”والرجعة علی ضربین: سنی، وبدعی، فالسنی أن یراجعها بالقول، ویشہد علی رجعتها ویعلمها، ولو راجعها بالقول ولم یشہد أو أشہد ولم یعلمها، کان مخالفاً للسنة.“
البحر: ۴/۵۱ (۱)۔

۴.....چونکہ یہ خط خسر کے نام ہے اور ظاہر الفاظ سے طلاق رجعی معلوم ہوتی ہے، اس لیے فوری اطلاع کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ معتدہ رجعیہ کیلئے حد نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/۲/۱۳۶۷ھ۔

استفتاء متعلقہ سوال بالا

سوال [۶۲۳۳]: زید نے اپنے خسر کو خط لکھا جس کی عبارت حسب ذیل ہے:

”میرا افلاس اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اہلیہ کو لے کر رہ سکوں، لہذا آج بروز جمعرات،

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۶، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنایات والمدلولات، رشیدیہ)

(۱) (البحر الرائق: ۴/۸۵، باب الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۶۸، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۵۹۴، الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الرجعة، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”لا یجب الحداد علی الصغیرة، والمجنونة الکبیرة، والکتابیة، والمعتدة من نکاح فاسد، والمطلقة

طلاقاً رجعیاً.“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۵۳۴، الباب الرابع عشر فی الحداد، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۵۵۴، باب العدة، فصل فیما یحرم علی المعتدة، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۵۳۲، باب العدة، فصل فی الحداد، سعید)

۲۲/ اپریل کو میری طرف سے طلاق ہے، آپ اس کی شادی کسی اچھی جگہ کر دے جہاں وہ بقیہ زندگی سکون سے بسر کر سکے، اتنا ضرور عرض کروں گا کہ آپ آئندہ ہونے والے داماد سے یہ شرط کر لے لیں۔“

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عبارت بالا میں ایک طلاق واقع ہوئی ہے یا زائد؟ منشاء سوال یہ ہے کہ لفظ نمبر: ۲ جو بمعنی ”تزوجی“ اور نمبر: ۳ جو بمنزل ”ابتغی الأزواج“ ہے، کوئی عمل کریں گے یا نہیں، اگر کریں گے تو نیت کا محتاج ہے یا نہیں؟ فقہاء نے ”تزوجی“ کو ان کنایات میں شمار کیا ہے، جہاں مذکر اہ طلاق کافی نہیں، بلکہ نیت کی ضرورت ہے، کما فی البحر: ۳/۳۰۳ (۱)۔ لیکن یہاں مذکر اہ طلاق نہیں ہے، بلکہ صریح لفظ طلاق پر مرتب ہے اور ”اذہبی وتزوجی“ کو صاحب درمختار نے ”تقع واحدة بلانیة“ لکھا ہے (۲)، شامی نے اس پر تعقب کیا ہے، لیکن وہ تعقب جو ”لأنی طلقک“ کے احتمال سے پیدا کیا ہے یہاں طلاق کی تصریح سے مرتفع ہے اور ”أنت طالق اعتدی“ میں دو طلاقیں واقع کی ہیں۔

۲..... اگر الفاظ بالا سے ایک طلاق واقع ہوئی تو وہ رجعی ہوئی، یا بائنہ؟ لفظ صریح ہے، لیکن علامہ شامی نے بدائع سے جو تحقیق نقل کی ہے اس میں صریح کو ان صورتوں میں بائن قرار دیا ہے:

”مقروناً بعدد الثلاث نصاً أو إشارة، أو موصوفاً بصفة تنبئ عن البینونة، أو تدل علیہا من غیر حرف العطف، أو شبهاً بعدد، أو صفة تدل علیہا، اھ“ (۳)۔

پس عبارت بالا میں لفظ نمبر: ۲ اور نمبر: ۳ کا اقتران بینونت پر دال ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

احقر: محمود الحسن غفرلہ، از سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم، یکشنبہ، ۲۱/۶/۱۳۶۷ھ۔

الجواب: زید کے اس خط سے اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن کا حکم ہوگا، نہ تین طلاقوں یا طلاق

رجعی کا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لدہ دہلی۔

مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ دہلی۔

(۱) (البحر الرائق: ۳/۵۲۵، باب الکنايات فی الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (الدر المختار: ۳/۳۱۴، باب الکنايات، قبیل تفویض الطلاق، سعید)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۵۰، باب الصریح، مطلب الصریح نوعان رجعی وبائن، سعید)

الجواب: منجانب مفتی محمود حسن صاحب

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو اپنی تحریر کا اقرار ہے یا اس پر شرعی شہادت موجود ہے تو صورتِ مسئلہ میں ایک طلاقِ بائن واقع ہوگی (۱)۔ لفظ نمبر: ۱ کا موجب صریح ہونے کی وجہ سے طلاقِ رجعی ہے، لیکن مابعد کے الفاظِ کنایہ نے اس کو بائن بنادیا، گو ان سے مستقلاً وقوع طلاقِ کنایہ ہونے کے سبب سے محتاجِ نیت ہے، مگر مابعد کی صریح طلاق کو بائن بنادینے میں تردد نہیں جیسا کہ عامۃ تشدیدات و تقییداتِ خاصہ صریح کو بائن بنادیتی ہیں:

”ویقع بقوله: أنت طالق بائن، أو ألبتة واحدة بائنة في الكل؛ لأنه وصف الطلاق بما يحتمله، إن لم ينو ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، فيصح لما مر، كما لو نوى بطلاق واحدة، وبنحو بائن أخرى، اهـ.“ درمختار۔ ”(قوله: لأنه وصف الطلاق بما يحتمله) وهو البينونة، فإنه يثبت به البينونة قبل الدخول للحال، وكذا عند ذكر المال، وبعده إذا انقضت العدة، بحر. (قوله: وبنحو بائن): أي من كل كناية قرنت بطلاق، كما في الفتح والبحر.“ : ۳/۳۱۰ (۲)، شامی: ۲/۶۱۸ (۳)۔

”أنت طالق اعتدی“ میں دو طلاق واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلا لفظ صریح ہے، دوسرے لفظ کو بوقتِ ذکر طلاق، طلاق پر حمل کیا جاتا ہے، نیت کی حاجت نہیں ہوتی، اس لئے اس سے رجعی واقع ہوتی ہے،

(۱) ”ولو استكتب من آخر كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه الزوج، وختمه، وعنونه، وبعث به إليها

فأتاها، وقع إن أقر الزوج أنه كتابه.“ (ردالمحتار: ۳/۲۴۷، كتاب الطلاق، قبيل باب الصريح، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الطلاق: ۳/۵۰۰، رشيدية)

(۳) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۲۷۶، ۲۷۸، كتاب الطلاق، باب الصريح، سعيد)

کما صرح به الشامی: ۲/۶۴۴ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۷/۱۳۶۷ھ۔

جواب: منجانب دارالافتاء دار العلوم دیوبند

طلاق تو بلفظ صریح واقع کی گئی ہے، مگر اس کے بعد کوئی ایسا لفظ جس میں اضافت طلاق کی زوجہ کی طرف ہو، نہیں ہے، اگر ہے تو، توکیل بتزوج زوجہ ہے، کیونکہ اپنے خسر کو وکیل بالتزوج بنا دیا ہے، کتب فقہ میں مجھ کو کوئی نظیر نہیں ملی کہ جس میں توکیل بالتزوج کا کوئی حکم بیان کیا گیا ہو۔ ”تزوجی، ابتغی الأزواج“ وغیرہما الفاظ میں بصراحت خطاب زوجہ کو ہے، اس لئے ان الفاظ کے سلسلہ میں تتبع شاید محل تامل ہو مثلاً: ”اغر بی، تقنعی، استتری، تخمیری“ کنایات طلاق میں سے ہیں، عالمگیری: ۱/۳۵۱، فی إيقاع الطلاق (۲)۔ لیکن وکیل بنقل المرأة میں کسی جگہ طلاق کی بحث نہیں دیکھی، یا اگر کوئی شخص کسی سے کہہ دے کہ ”میری بیوی کو دوپٹہ اوڑھادے، یا پردہ میں آوے“ ان الفاظ کو مجتہد طلاق میں نہیں دیکھا، پس میرا خیال ہے کہ ان الفاظ سے نہ طلاق میں کما اثر پڑا، نہ کیفاً۔

ہاں چند ہی روز کے بعد جو اس شخص نے دوسرا خط لکھا ہے کہ ”اب میرا اس سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا“ یہ بے شک ”لم یبق بینی وبينک عمل“ کے معنی میں ہے، مگر یہ کوئی جدید چیز نہیں، بلکہ اس سے پہلی عبارت ”تعلق ختم کر چکا“ پر متفرع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں تعلق ختم کر چکا ہوں اس لئے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ ”تعلق ختم کر چکا“۔ بینونت سابقہ کی خبر ہے نہ کہ انشاء، گویا بینونت ماضیہ کی خبر دے رہا ہے، بناءً علیہ بندہ کے خیال میں ایک طلاق صریح واقع ہوئی تھی، مگر بینونت کی اس خبر سے ایک بائنے بھی واقع

(۱) ”وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الأول فقط، ویقع بالآخرین وإن لم ینو“۔ (الدر المختار)۔ ”بخلاف

الآخرین، فإنها وإن احتملت الطلاق لكنها ماتحتمله المذاکرۃ من الرد والتعبیر، فترجح جانب

الطلاق“۔ (رد المحتار: ۳/۳۰۱، ۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۴، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۶۸، کتاب الطلاق، فصل فی الکنايات والمدلولات، رشیدیہ)

ہوئی یعنی دوبارہ واقع ہو گئیں (۱)۔

مجھ کو روایات فقہیہ سے اس کی تصریح کہیں نہیں ملی، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ فقہی روایات سے سمجھا ہے، اگر آپ کی تحقیق میں اس سے زیادہ کوئی چیز ہو تو بندہ کو بھی مطلع فرمائیں۔

محمد اعزاز علی غفرلہ: ۱۳/ شعبان/ ۱۳۹۷ھ۔

الجواب: صحیح مسعود احمد عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: قضاء والمرأة كالقاضي، سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ شعبان/ ۱۳۶۷ھ۔

ایضاً

بخدمتِ علمائے کرام! شکر اللہ مسامحہم

سوال [۶۲۳۲]: زید کے چند خطوط اپنے خسر کے نام حضرات کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے، جن میں مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مفتی محمود حسن صاحب نے تو پہلے ہی خط پر طلاقِ بائنہ قرار دیا تھا اور مولانا اعزاز علی صاحب اور مفتی سعید احمد صاحب نے دوسرے خط پر طلاقِ بائنہ قرار دیا تھا، فتاویٰ سابقہ ہمرشتہ ہیں۔

اس کے بعد (الف) زید کا تیسرا خط آیا جس میں لکھا کہ ”میں نے دنیا میں سب سے زیادہ محبت دو سے کی، ایک عمرو سے جو مرچکا، دوسرے (زوجہ کے نام کی طرف اشارہ کر کے) سے جو اب میری نہیں۔“ اس کے بعد چوتھا خط آیا جس میں لکھا کہ ”نہ اپنے لئے شادی کی، نہ اپنے لئے چھوڑی، نہ اپنے لئے اختیار کروں گا، فقط۔“

اس کے متعلق یہ امر قابلِ دریافت ہے کہ یہ دونوں لفظ سابقہ طلاق میں کچھ اثر انداز ہونگے یا نہیں؟
(ب) اس کے بعد زید کا پانچواں خط آیا جس میں اس نے لکھا کہ ”میں نے ۲۳/ جون کو (بیوی کے نام

(۱) ”والبائن يلحق الصريح. الصريح مالا يحتاج إلى نية، بئناً كان الواقع به أو رجعياً“. (الدر المختار:

۳/ ۳۰۶، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۸۴، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

کی طرف اشارہ کر کے) رجعت کر لی۔ اس پر زید کے خسر نے اس کو لکھا کہ حسب فتاویٰ علمائے کرام تمہاری طلاق بائنہ تھی، رجعت کا حق نہیں رہا، اس پر زید کا مکتوب حسب ذیل آیا:

تفریق کی صورت حسب ذیل تھی

مثلاً زید خط لکھ رہا ہے کہ ”آج بروز فلاں تاریخ فلاں میری طرف سے ط، ہے“ (ہے، کے فوراً متصل کہتا ہے رجعی اور مجھے حق و اختیار باقی رہے گا رجعت کا، میں چاہوں تو اپنی اہلیہ بنا کر رکھ سکتا ہوں)، مگر یہ لفظ خط میں تحریر نہیں کرتا ہے یہ کہ صرف زبانی دہراتا ہے، بار بار اس کے بعد لکھتا ہے: ”جس سے اور جہاں چاہے شادی کر دو، خدا اس کو آئندہ کی زندگی میں خوش و خرم رکھے“۔ مگر یہ الفاظ لکھتے وقت بھی وہ اپنے الفاظ دہرا رہا ہے کہ ”میری یہ طلاق رجعی ہے، مجھے حق و اختیار باقی رہے گا، رجعت کا میں چاہوں تو اپنی بیوی بنا کر رکھ سکتا ہوں اس کی نیت بھی رجعی کی ہے۔“

کیا ایسی صورت میں بائنہ ہوگی؟ جب کہ زید کی نیت اور قول دونوں رجعی پر مستدل ہیں، کیا نیت اور قول کا اعتبار ہوگا، جبکہ مندرجہ ذیل صورت میں قول معتبر ہے، مثلاً: زید نے تین طلاق دی صریح اور تحریر کی ایک رجعی تو قول پر فتویٰ ہوگا طلاق مغلظہ ہوگی نہ رجعی۔ فقط۔ یہ زید کے خط کی نقل ہے اس کے متعلق علماء کا کیا ارشاد ہے؟

(ج) اگر کوئی شخص بینونت کے الفاظ سے طلاق دے، مثلاً کہے: ”أنت طالق ألبتة“، اور نیت رجعی کی کرے یا زبان سے یہ کہے کہ مجھے رجوع کا حق ہے تو یہ چیز ان الفاظ کو بینونت سے خارج کر دے گی یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) نمبر: اسے یہ بات تو ظاہر ہے کہ زید کے الفاظ طلاق کو بعض علماء نے اولاً ہی طلاق بائن کے الفاظ قرار دیئے اور بعض نے دوسرے خط کی بناء پر، لہذا طلاق بائن ہو گئی، تیسرے خط کے الفاظ ”اب میری نہیں“، طلاق سابقہ پر بلا نیت اثر انداز نہ ہوں گے، کیونکہ یہ الفاظ کنایات سے ہیں، ان میں نیت کا ہونا شرط ہے، مذاکرۃ طلاق کافی نہیں ہے، لہذا یہ الفاظ کہ ”اب میری نہیں“ بلا نیت کے طلاق کیلئے کافی نہیں ہے:

”تطلق بلسی لى امرأة، أو لست لك بزواج إن نوى طلاقاً“. کنز۔ ”یعنی وکان النکاح

ظاہراً، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى؛ لأنها تصلح لإنشاء الطلاق كما تصلح لإنكاره، فيتعين الأول بالنية لا تطلق وإن نوى لكذبه، ودخل في كلامه: ما أنت لي امرأة، وما أنا لك بزوجة، ولا نكاح بيني وبينك“. البحر الرائق: ۳/ ۵۰۳ (۱)۔

(ب) نیت کی صورت میں بشرط بقائے عدت ایک طلاقِ رجعی مزید ہو جائے گی (۲)، صرف الفاظِ صریح میں تو زید کا یہ قول معتبر ہے، لیکن جس وقت طلاق کو الفاظِ بینونت کے ساتھ موصوف کیا جائے، یا الفاظِ کنایہ سے طلاق دی جائے اور دلالتِ حال یا مذاکرہ طلاق موجود ہو تو قضاء اس کا قول معتبر نہ ہوگا (۳)۔ اسی واسطے احقر نے دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کی تصدیق میں قضاء کی قید لگائی تھی۔ زید نے جو مثال ذکر کی ہے وہ منطبق نہیں ہے، زید کے الفاظِ بینونت کے ہیں، وہ مدعی رجعی کا ہے، مثالِ مفروضہ میں اس کا عکس ہے، اگر زید تین طلاق تحریر کرے اور ایک کا دعویٰ کرے تو پھر زید کا قول ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ کنایات میں اگر زوج عدم نیت کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ قضاء معتبر نہ ہوگا، ہاں! اگر قسم کے ساتھ وہ عدم نیت کا اظہار کرے تو معتبر ہوگا:

”والقول له بيمينه في عدم النية، وكفى تحليفها له في منزله، فإن أبي رفعته إلى

(۱) (البحر الرائق: ۳/ ۵۲۸، ۵۳۰، باب الكنايات في الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۸۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۲) ”الصريح يلحق الصريح ويلحق البائن بشرط العدة“۔ (الدر المختار: ۳/ ۳۰۶، کتاب الطلاق، باب

الکنايات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۷۷، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۸۳، کتاب الطلاق، باب الکنايات، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۳) ”وفي حالة مذاكرة الطلاق يقع الطلاق في سائر الأقسام قضاءً، إلا فيما يصلح جواباً ورداً؛ لأنه لا يجعل

طلاقاً“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/ ۳۷۵، کتاب الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/ ۳۰۲، کتاب الطلاق، باب الکنايات، سعید)

(و کذا فی الهدایہ، کتاب الطلاق، باب ایقاع الطلاق: ۲/ ۳۷۳، شرکت علمیہ)

الحاکم، فإن نکل فرق بينهما“۔ درمختار (۱)۔

(ج) ”وإذا وصف الطلاق بضرب من الزيادة والشدة كان بائناً مثل: أن يقول: أنت طالق بائن ألبتة“۔ ہدایہ: ۲/۳۴۹ (۲)۔

زید نے الفاظ شدت سے طلاق کو مذکور کر دیا تو خود اس نے احد المحتملین کو متعین کر دیا، اب اس کا یہ قول خلاف ظاہر ہے، اس لئے معتبر نہ ہوگا۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یو، پی، ۱۲/شوال/۶۷ھ

”اللہ کے واسطے رفاقت، رفاقت، رفاقت طلاق، طلاق، طلاق“ تحریر کرنا

سوال [۶۲۳۵]: ازراہ کرم و عنایت قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

”آج میں اپنے قلم سے بری کرتا ہوں، اس درمیان میں جو مجھ سے غلطی ہوگئی اس کو معاف کر دیں، اللہ کے واسطے رفاقت، رفاقت، رفاقت، طلاق، طلاق، طلاق“۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر سے دریافت کر لیا جائے، اگر وہ اقرار کرے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کیلئے یہ تحریر لکھی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ ہوگئی (۳) اور اب بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہ رہی (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۸۹ھ۔

(۱) (الدرالمختار: ۳/۳۰۰، ۳۰۱، کتاب الطلاق، باب الکنايات، مطلب: لا اعتبار للإعراب هنا، سعید)

(۲) (الهدایة: ۲/۳۶۹، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، شركة علمیه)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۲، الفصل الثالث فی تشبیہ الطلاق، و وصفہ، رشیدیہ)

(۳) ”کتب الطلاق، إن مستیناً علی نحو لوح، وقع إن نوى، وقيل: مطلقاً. ولو علی نحو الماء، فلا مطلقاً“۔ (الدرالمختار)۔ ”وإن كانت مرسومة يقع الطلاق نوى أولم ينو. وثم المرسومة لا تخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق“۔ (ردالمحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۸، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۷۷، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۴) ”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً“ =

تحریری طلاق، لعنت اور مہر

سوال [۶۲۳۶]: زید نے ہندہ کو پانچ روپیہ کے سرکاری اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ کر بذریعہ ڈاک خانہ روانہ کر دیا جب کہ ہندہ طلاق لینے پر راضی نہ تھی۔ ہندہ کی شخصیت پر لعنت کرتے ہوئے طلاق مغلطہ دیدی، ہندہ مجبور ہو گئی۔ کیا لعنت کرنا کسی پر جائز ہے جبکہ وہ اس کا مستحق نہ ہو؟ اگر جائز نہ ہو تو کہنے والے پر کیا حکم عائد ہوگا؟ سرکاری اسٹامپ پر طلاق نامہ لکھ کر دینے سے مہر میں شرعی تلافی ہو سکتی ہے؟ خلاصہ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے طلاق مغلطہ لکھ کر بھیجی ہے اور وہ اس تحریر کا مقرر بھی ہے تو شرعاً طلاق مغلطہ واقع ہو گئی (۱) اس پر جو لعنت لکھی ہے، وہ کسی طرح بھی ہندہ پر نہیں پڑی، بلکہ ہندہ اگر اس کی مستحق نہیں تو وہ لعنت لوٹ کر زید ہی پر پڑی (۲)۔ اور مہر میں اس طلاق کی وجہ سے ہرگز کمی نہ آئے گی، بلکہ مہر پختہ ہو جائے گا، اگر زوجہ معاف

= صحیحاً، ویدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴/۳، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی الہدایۃ: ۳۹۹/۲، باب الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة، شرکۃ علمیہ)

(و کذا فی الدر المختار: ۴۰۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۱) ”رجل استکتاب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب فی عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع علیها“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۴۶۳/۳، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(۲) ”عن أبی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ”إن العبد

إذا لعن شیئاً، صعدت اللعنة إلى السماء، فتغلق أبواب السماء دونها، ثم تهبط إلى الأرض، فتغلق أبوابها دونها، ثم تأخذیمیناً وشمالاً، فإذا لم تجد مساعاً، رجعت إلى الذی لعن، فإن کان لذلك أهلاً، وإلا رجعت إلى قائلها۔ رواه أبو داود“۔ (مشکوۃ المصابیح: ۴۱۲/۲، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان

والغیبة و الشتم، قدیمی)

کردے گی تو معاف ہوگا ورنہ زید کے ذمہ باقی رہے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبداللطیف، ۲۳/محرم/۶۰ھ۔

تحریر سے طلاق

سوال [۶۲۳۷]: میاں بیوی میں تنازع ہو کر بڑھ گیا اور بیوی کو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا اور اپنے خاوند کے یہاں بوجہ خطرہ جان کے نہیں جاتی اور اس کا خاوند اس کو طلاق نہیں دیتا اور نہ خرچ۔ اس قصہ میں پانچ چھ سال گزر گئے اور لڑکی نو جوان ہے، بغیر نکاح کے گزران مشکل ہے۔ اس صورت میں شریعت شریف کیا فیصلہ دیتی ہے کہ جس سے میاں بیوی میں تفریق ہو جائے اور لڑکی کا نکاح کر دیا جائے۔ ایک خط اس کے خاوند نے بند لفافہ بھیجا تھا اور اس نے خود اپنی زبان سے اقرار کیا کہ یہ خط میں نے بھیجا تھا، مگر جب اس پر مہر کا دعویٰ کیا گیا عدالت میں، خط سے منکر ہو گیا۔ نقل خط مع جواب مدرسہ دارالعلوم دیوبند ہمراہ سوال ہذا منسلک ہے، جواب باصواب سے مطلع فرماویں۔ فقط والسلام۔

مرسلہ: بابر از جگادری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خاوند اس تحریر کا اقرار کرتا ہے، یا اس بات کے اوپر کم از کم دو عادل گواہ ہیں کہ یہ تحریر اسی کی ہے، یا اس بات پر گواہ موجود ہیں کہ اس نے اس تحریر کا اقرار کیا ہے تو عورت پر طلاق واقع ہوگئی اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو قضاء طلاق واقع نہ ہوگی (۲)۔ اگر عورت کے سامنے اقرار کیا ہے، یا کم از کم ایک عادل شخص نے

(۱) "وصح حطها لکله وبعضه عنه". (الدر المختار: ۱۱۳/۳، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

"للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أولم يدخل". (الفتاویٰ

العالمگیریہ: ۳۱۶/۱، کتاب النکاح، الفصل العاشر فی الہبۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی البحر الرائق: ۲۶۳/۳، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

(۲) "قال أبو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ: لا بد أن یسأل عنہم فی السر والعلانیۃ فی سائر الحقوق؛

لأن القضاء مبنیٰ علی الحجۃ، وہی شہادۃ العدول، فیتعرف عن العدالۃ، وفیہ صون قضائہ عن البطلان، =

عورت کے سامنے اقرار کی شہادت دی ہے اور عورت کو اس کا اعتبار ہے تو دیانۃ طلاق واقع ہوگئی (۱) اگرچہ قضاء

= وقیل: هذا اختلاف عصر وزمان، والفتویٰ علی قولہما فی هذا الزمان“۔ (الہدایۃ، کتاب الشہادۃ: ۱۵۶/۳ مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: هو عدل): أى وجائز الشہادۃ، قال الکافی: ثم قیل: لابد أن یقول: المعدل هو عدل جائز الشہادۃ“۔ (ردالمحتار، کتاب الشہادات: ۲۶۶/۵، سعید)

”وفیہا فی الشہادۃ بالتسامع: إذا شہد عندک عدلان بخلاف ما سمعته ممن وقع فی قلبک صدقہ لم یسع لک الشہادۃ، إلا إذا علمت یقیناً أنہما کاذبان، وإن شہد عندک عدل بخلاف ما وقع فی قلبک من سماع الخبر لک أن تشہد بالأول إلا أن یقع فی قلبک صدق الواحد فی الأمر الثانی، اھ۔ وینبغی أن یكون الاستشنا آن فی کل شہادۃ، کما لا ینحی۔

الخامس: أن یكون القاضی الذی طلب الشاہد للأداء عنده عدلاً لما فی البزازیۃ: وأجاب خلف بن آیوب رحمہ اللہ تعالیٰ فیمن له شہادۃ فرفعت إلی قاض غیر عدل، له أن یمتنع عن الأداء حتی یشہد عند قاض عدل، اھ۔ (البحر الرائق، کتاب الشہادات: ۹۸/۷، رشیدیہ)

(۱) ”الرابع: أن لا یخبر عدلان ببطلان المشہود به، فلو شہد عند الشاہد عدلان أن المدعی قبض دینہ، أو أن الزوج طلقها ثلاثاً، أو أن المشتري أعتق العبد، أو أن الولی عفا عن القاتل لا یسعه أن یشہد بالدين والنکاح والبیع والقتل وإن کان المخبر واحداً عدلاً لا یسعه ترک الشہادۃ به“۔ (البحر الرائق، کتاب الشہادات: ۹۷/۷، رشیدیہ)

”والحاصل کما فی البحر أن کلاً من الوثائق والقید والعمل إما أن یدکر أو ینوی، فإن ذکر فإما أن یقرن بالعدد أولاً، فإن قرن به وقع بلانیۃ وإلا ففی ذکر العمل وقع قضاءً فقط، وفی لفظی الوثائق والقید لا یقع أصلاً. وإن لم یدکر بل نوى لا یدین فی لفظ العمل ودین فی الوثائق والقید، ویقع قضاءً إلا أن یكون مکرهاً. والمرأة کالقاضی إذا سمعته أو أخبرها عدل، لا یحل لها تمکینه. والفتویٰ علی أنه لیس لها قتله، ولا تقتل نفسها بل تفدی نفسها بمال أو تهرب، کما أنه لیس له قتلها إذا حرمت علیہ، وکلما هرب ردتہ بالسحر. وفی البزازیۃ عن الأوزجندی أنها ترفع الأمر للقاضی، فإن حلت ولا بینة لها، فالإثم علیہ، اھ۔ قلت: أى إذا لم تقدر علی الفداء أو الهرب ولا علی منعه عنها، فلا ینافی ما قبلہ“۔

(ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الصریح، مطلب فی قول البحر: ۲۵۱/۳، سعید)

طلاق کا واقع ہونا شوہر کے اقرار یا دو گواہوں پر موقوف ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ذی الحجہ/۵۷ھ۔

کیا تحریر سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

سوال [۶۲۳۸]: اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بذریعہ تحریر طلاق دیدے تو ہو جاتی ہے یا نہیں، اور اس

میں کیا کچھ اختلاف ہے؟ یہ مسئلہ کس کتاب میں ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحریر سے بھی طلاق ہو جاتی ہے مگر اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے:

”الکتابۃ علی نوعین: مرسومة و غیر مرسومة، ونعنی بالمرسومة أن یکون مصدراً ومعنوئاً مثل ما یکتب إلی غائب. و غیر المرسومة أن لا یکون مصدراً ومعنوئاً، وهو علی وجهین: مستبينة و غیر مستبينة، فالمستبينة: ما یکتب علی الصحيفة والحائط والأرض علی وجه یمکن فهمه وقراءته، و غیر المستبينة ما یکتب علی الهواء والماء والشیء لا یمکن فهمه وقراءته، ففي غیر المستبينة لا یقع الطلاق، وإن نوى، وإن كانت مستبينةً لكنها غیر مرسومة، وإن نوى الطلاق، یقع، وإلا لا. وإن كانت مرسومةً، یقع الطلاق، نوى أو لم ینو، اهـ“. فتاویٰ قاضی خان مصری: ۱/۶۶۱ (۲)، و غیرہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۷/۱۳۶۱ھ۔

(۱) ”والطریق فیما یرجع حقوق العباد المحضنة عبارة عن الدعوى والحجة، وهی إمامیة أو إقرار“.

(رد المحتار، کتاب القضاء، مطلب الحكم الفعلي: ۵/۳۵۳، سعید)

”وما سوى ذلك من الحقوق یقبل فیها شهادة رجلین أو رجل وامرأتین كان الحق مالاً أو غیر

مال، مثل النکاح والطلاق والوكالة والوصية ونحو ذلك“. (الهدایة، کتاب الشهادات: ۳/۱۵۳،

مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان)

(۲) (فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ) =

بدولی سے تحریری طلاق

سوال [۶۲۳۹]: زید اور ہندہ میاں بیوی تھے، دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ چند سال کے بعد دونوں کے سرپرستوں میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ زید نے اپنے والدین کے مجبور کرنے سے نہایت بدولی کے ساتھ ہندہ کو طلاقِ قطعی (تین طلاقیں) دیدی اور ہندہ نے بھی والدین کے جبر کرنے پر زید سے طلاق لے لی، نان نفقہ و مہر معاف کر دیا۔ یہ طلاق نامہ اور نان و نفقہ کی معافی باضابطہ سرکاری اسٹامپ پر تحریر ہوئے اور زید و ہندہ نے اپنے اپنے نشان انگوٹھا لگا دیئے، اس کے چار ماہ بعد زید اور ہندہ کہنے لگے: ہم سے زبردستی طلاق دلائی گئی، ہم میاں بیوی کی طرح رہیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہو گئی، اگر نہیں ہوئی تو کیا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تین طلاق زبانی بھی دی ہے تو طلاقِ مغلطہ واقع ہو گئی، اب بغیر حلالہ کے دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، حلالہ یہ ہے کہ اس تین طلاق کی عدت (تین حیض) ختم ہونے پر ہندہ دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کر لے وہ ہمبستری کرنے کے بعد مر جائے یا طلاق دیدے تو اس کی عدت پوری ہونے کے بعد ہندہ کا زید سے دوبارہ نکاح درست ہو سکتا ہے، اس سے پہلے کوئی صورت نہیں (۱)۔

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۸/۱، کتاب الطلاق، فصل الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی ردالمحتار: ۲۴۷/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فی بدائع الصنائع: ۲۳۹/۴، ۲۴۰، فصل فی النوع الثانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(۱) ”وأما الطلقات الثلاث، فحكمها الأصلي، هو زوال الملك وزوال حل المحلیۃ أيضاً، حتی لا یجوز له نکاحها قبل التزوج بزواج آخر، لقوله عز وجل: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره﴾ (بدائع الصنائع: ۴۰۳/۴، فصل فی حکم الطلاق البائن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

” (ولاتحل الحرة بعد) الطلقات (الثلاث لمطلقها، لقوله تعالى: ﴿فإن طلقها، فلاتحل له من بعد﴾ الآية (ولا الأمة بعد اثنتين إلا بعد وطئ زوج آخر ومضى عدته)“. (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: ۴۳۸/۱، باب الرجعة، بیروت)

(و کذا فی فتح القدير: ۱۷۷/۴، فصل فیما تحل به المطلقة، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اگر تین طلاق زبانی نہیں دی، صرف بڑوں کے اصرار سے بدولی کے ساتھ ان کی دلجوئی اور خاطر داری کیلئے دستخط کیے ہیں تب بھی یہی حکم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

تحریری طلاق کی ایک صورت

سوال [۶۲۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دربارہ طلاق جو کہ بطریق مندرجہ ذیل

بذریعہ تحریر مؤرخہ: یکم/اگست/۱۹۳۸ء، کودی گئی، نقل تحریر:

”بنام فلاں دختر فلاں تمہارے برخلاف کوئی الزام نہیں ہے، چونکہ میں اس نتیجہ پر پہنچ گیا ہوں کہ میں تمہیں خوش نہیں رکھ سکتا اس لئے میں تمہیں بذریعہ اس تحریر کے طلاق دیتا ہوں، تم اور تمہارے والد راضی ہو گئے ہو کہ حق مہر میرے حق میں چھوڑ دیا گیا ہے۔“

مؤرخہ یکم اگست مندرجہ بالا خط کا جواب ۵/اگست کو لڑکی کے باپ کی طرف سے بذریعہ تحریر ملا، ذیل

میں درج ہے:

”راضح رہے کہ میری لڑکی نے مہر معاف نہیں کیا ہے، تمہارا اطلاق نامہ مؤرخہ یکم

اگست موصول ہو چکا ہے۔“

نوٹ: یکم اگست والا خط اس وقت لکھا گیا کہ جب لڑکی خاوند کے پاس موجود نہیں تھی اور لڑکی کا خاوند

اس کو خود بخود بخوشی و خرمی باہمی کے اس کی والدہ کے پاس بغرض تبدیلی آب و ہوا پہنچانے کو اپنے ہمراہ لے لے آیا تھا اور لڑکی اب تک خاوند کے پاس واپس نہیں آئی۔

۱..... آپ فرمائیں آیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کونسی قسم آیا یا حسن یا حسن یا بدعت، اگر طلاق

حسن ہے تو خاوند اب طلاق کو واپس لے سکتا ہے؟ اور لڑکی اگر آنے سے انکار کرے، بذریعہ عدالت اس کو اپنے مکان میں لانے کی چارہ جوئی کر سکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

۲..... لڑکی کا باپ کہاں تک حق بجانب ہے جب کہ وہ طلاق کو تسلیم کرتا ہے لیکن مہر کے چھوڑنے سے

انکاری ہے، حالانکہ طلاق اور مہر کی معافی دونوں ایک ہی خط میں ایک ہی وقت میں لکھے گئے ہیں، دونوں باتوں کا

بیان ایک ہی خط میں اور ایک ہی وقت میں بالکل قرین قیاس ہے اور دونوں کا بیان یعنی طلاق، معافی مہر کا بیک وقت خاوند کی طرف سے حوالہ تحریر کرنا اس امر کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یکم اگست کو جو خط لکھا گیا ہے وہ طرفین کے باہمی فیصلے اور طے شدہ امر کا نتیجہ ہے۔

تنقیحات

- ۱- لڑکی بالغہ ہے یا نابالغہ؟
- ۲- مدخولہ ہے یا غیر مدخولہ؟
- ۳- کیا لڑکی نے اپنے باپ کو طلاق لینے اور مہر معاف کرنے کا وکیل یا مختار بنایا ہے؟
- ۴- طرفین کے باہمی فیصلہ اور طے شدہ امر کو انہی کے الفاظ میں تحریر کیا جائے۔
- ۵- لفظ ”طلاق دیتا ہوں“ کا استعمال حال میں ہے یا مستقبل میں؟ اور اس سے شوہر کی نیت حال کی ہے یا بطور وعدہ استقبال کی؟
- ۶- لفظ مذکورہ سے شوہر نے ایک طلاق کی نیت کی ہے یا زیادہ یعنی دو یا تین کی؟ امور مذکورہ کے جواب پر اصل سوال کا جواب موقوف ہے۔

از دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب:

- ۱- لڑکی بالغہ ہے۔
- ۲- مدخولہ ہے۔
- ۳- معلوم نہیں ہے، لیکن آپ برائے مہربانی (الف) باپ کو مختار اور وکیل کر دینے اور (ب) باپ کو مختار اور وکیل نہ کر دینے دونوں حالت میں جواب مرحمت فرماویں۔
- ۴- طے شدہ امر ضبط و تحریر میں نہیں لایا گیا، ممکن ہے کہ لڑکی کا باپ اس قسم کے گواہ پیدا کرے کہ طلاق زبانی بھی دی گئی تھی اور مہر کا کوئی ذکر نہیں آیا تھا اور نہ لڑکی نے مہر معاف کیا تھا، یہ گواہ ضرور بناوٹی ہوں گے، تحریر کی خط کو مع جھوٹے گواہوں پر آپ فرماویں کہ کہاں تک فوقیت ہوگی؟
- ۵- اس سے دونوں شکلیں نکلتی ہیں یعنی حال اور مستقبل بھی، براہ مہربانی دونوں حالتوں میں

جواب دیں۔

۶۔ شوہر کی نیت تین طلاق کے دینے کی تھی۔

معرفت مولانا منظور احمد صاحب۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شوہر کے یہ الفاظ ”میں تمہیں بذریعہ اس تحریر کے طلاق دیتا ہوں“ بظاہر موجب طلاق ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ حال ہی کیلئے مستعمل ہیں کیونکہ مہر چھوڑ دینے کا ذکر صیغہ ماضی سے کیا ہے، پس اگر حال ہی کا ارادہ کیا ہے تو طلاق واقع ہوگئی۔ یہاں استقبال کا احتمال بھی ضرور ہے، کیونکہ یہ الفاظ بطور وعدہ مستقبل کیلئے بھی مستعمل ہوتے ہیں اور محض وعدہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اگر واقعاً شوہر کی نیت تین طلاق کے دینے کی تھی اور الفاظ مذکورہ سے نیت کر کے تین طلاق بیک لفظ واقع کر چکا ہے تو یہ طلاق رجعی ہوئی یعنی اس میں عدت کے اندر رجعت جائز ہے، اس کی نیت کا شرعاً اعتبار نہیں اور بغیر حلالہ دوبارہ نکاح میں رکھ سکتا ہے اور بعد عدت نکاح درست ہے۔

رہا مہر کی معافی کا قصہ، سو اس کیلئے شوہر کے پاس گواہ ہوں، یا عورت خود اقرار کرے، یا عورت کا باپ وغیرہ۔ جو کہ عورت کی طرف سے مہر معاف کرنے کا وکیل ہو۔ وہ اقرار کرے تب معاف ہوگا، صرف شوہر کی تحریر یکم اگست ۱۹۳۸ء کے الفاظ سے معاف نہیں ہو سکتا، اس لئے تنقیح میں نمبر: ۴، کو دریافت کیا گیا تھا۔ اگر عورت نے اپنے باپ کو مہر معاف کرنے کا وکیل یا مختار نہیں بنایا تو باپ کے معاف کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا:

”وفی المحيط: لوقال بالعربیۃ: أطلق، لایکون طلاقاً، إلا إذا غلب استعمالہ للحال، فیکون طلاقاً۔ عالمگیری: ۲/۷۴ (۱)۔“ صریحہ مالم یستعمل إلا فیہ کطلقتک، وأنت طالق ومطلقة، ویقع بہا واحدة رجعیۃ، وإن نوى خلافها، أولم ینو شیئاً۔ درمختار: ۲/۶۶۳ (۲)۔

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۸۴/۱، الفصل السابع فی الطلاق بأللفاظ الفارسیۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی ردالمحتار: ۲۴۸/۳، باب الصریح، مطلب: سن بوش، یقع بہ الرجعی، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق: ۴۳۹/۳، باب الطلاق، رشیدیہ)

(۲) (تنویر الأبصار مع ردالمحتار: ۲۴۷/۳، ۲۵۰، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۴/۱، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳۹/۳، کتاب الطلاق، باب الطلاق، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

”الرجعة هی استدامة القائم فی العدة، وتصح إن لم یطلق ثلاثاً ولو لم ترض، برأجعتک، أو راجعت امرأتی، وبما یوجب المصاهرة“۔ تبیین الحقائق: ۲/۲۵۱ (۱)۔

”وینکح مبانته فی العدة وبعدها، لا المبانة بالثلاث“۔ زیلعی: ۲/۲۵۷ (۲)۔ ”(وصح حطها) قید بحطها؛ لأن حط أبیها غیر صحیح، فإن كانت صغيرة، فهو باطل، وإن كانت كبيرة، توقف علی إجازتها“۔ بحر: ۳/۱۵۰ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حرره العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۷/۱۳۵۷ھ۔
صحیح: عبداللطیف، ۱۴/رجب/۱۳۵۷ھ۔

طلاق معلق کی تحریر

سوال [۶۲۴۱]: اس تحریر کو عرصہ ایک سال سے زائد ہو چکا ہے، لیکن اس مدت میں طہماسب خاں ولد فیروز الدین قوم راجپوت نے نہ تو تحریر کے مطابق خرچہ روانہ کیا اور نہ ہی کسی قسم کی خبر گیری کی اس صورت میں اس تحریر کے مطابق طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ تحریر بلفظ یہ ہے:

”من کہ طہماسب خان ولد فیروز الدین قوم راجپوت جو کہ مبلغ دو سو روپے کہ نصف جس کے یکصد روپیہ ضرب سکہ گورنمنٹ ہوتے ہیں، بابت خرچہ دو سال سابقہ میری منکوہ مسماۃ غلام فاطمہ کا درپیش ہے، آج کی تاریخ روبرو گواہان بقائمی ہوش و حواس یہ اقرار

(۱) (تبیین الحقائق: ۳/۱۴۹، باب الرجعة، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۴۷۰، فصل فی الرجعة و فیما تحل بہ المطلقة، سعید)

(و کذا فی الہدایۃ: ۲/۳۹۴، کتاب الطلاق، باب الرجعة، شرکت علمیہ، ملتان)

(۲) (تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، فصل فیما تحل بہ المطلقة، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی فتح القدیر: ۴/۱۷۶، فصل فیما تحل بہ المطلقة، مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر)

(۳) (البحر الرائق: ۳/۲۶۳، ۲۶۴، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۱۳، کتاب النکاح، الفصل السابع فی المهر، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۱۱۳، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی حط المهر والإبراء منه، سعید)

نامہ تحریر کرتا ہوں کہ روپیہ مذکورہ دو ماہ تک ادا کر دوں گا اور آج کی تاریخ سے پندرہ روپیہ ماہوار خرچہ اپنی منکوحہ کو روانہ کرتا رہوں گا اور اگر اس اقرار کے بموجب عمل نہ کروں اور وعدہ خلافی کروں تو مسماۃ غلام فاطمہ مجھ سے بموجب تین شرط اسلام کے طلاق ہوگی اور پھر اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق اور کوئی حق اور کوئی دعویٰ نہ ہوگا اور میری منکوحہ کے پاس میرا کوئی زیور، کوئی سامان، کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اس واسطے بقائمی ہوش و حواس رو برو چند اور معتبر گواہان تحریر ہے، تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آوے۔“

العبد: طہماسب خان ولد فیروز الدین راجپوت۔ المرقوم: ۱۰/۱۰/۱۹۴۳ء۔

[❖] نشانی انگوٹھا گواہ سید خان۔ [❖] نشانی انگوٹھا اتر خان ولد شاہ محمد خان۔

تحریر کنندہ: مولوی محمد شفیع امام مسجد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے یہ تحریر نامہ خود تحریر کیا یا دوسرے سے تحریر کرایا اور پھر اس پر دستخط کئے اور وہ اس تحریر کا مقرر ہے (۱)، یا اس تحریر پر شرعی شہادت موجود ہے اور پھر شوہر نے اس کے خلاف کیا اور شرط کے موافق روپیہ نہیں بھیجا یا دیا، تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی، عورت کو بعد عدت نکاح ثانی شرعاً درست ہے: ”إذا أضافه: أي الطلاق إلى شرط، وقع عقيب الشرط، اهـ۔“ ہدایہ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ربیع الأول/۱۳۶۴ھ۔

(۱) ”رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه، وطواه، وختم وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب، وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الهدایہ: ۲/۳۸۵، کتاب الطلاق، باب الأیمان فی الطلاق، شركة علمية، ملتان)

بیوی کی موجودگی میں تحریری طلاق

سوال [۶۲۴۲]: زیہ کی بیوی نے ایک تحریر دکھائی کہ یہ میرے زوج نے دی ہے اور کہا کہ: ”لے لے یہ تیرا طلاق نامہ ہے اور کل میں تجھ کو سب کے سامنے تیرا حساب دیدونگا“۔ اور اس تحریر میں یہ تھا کہ: ”میں اپنی زوجہ ہندہ بنت فلاں کو طلاق بائن دیتا ہوں بغیر کسی جبر و اکراہ کے باہوش و حواس“۔ اور دستخط کر کے دیا اور عورت باہر کی تھی۔ اپنی بیوی کو بولا کہہ کر دیا کہ ”ے، یہ تیرا طلاق نامہ ہے اور کل میں تجھے تیرا مہر و عدت خرچہ لوگوں کے سامنے دیدونگا“۔

بیوی کا بیان طلاق نامہ دینے سے قبل ایک یا آدھ گھنٹہ پیش آیا، وہ بیان کرتی تھی، ایک عالم اور ایک غیر عالم کے سامنے کچھ بات ہوئی اور مجھ سے شوہر نے کہا کہ ”تو گھر سے نکل جا میں نے تجھ کو طلاق دیدی ہے“ لیکن میں نے مذاق سمجھا، پھر دوبارہ کہا اور اسی طریقہ سے سہ بارہ کہا اور مجھ کو باہر نکال دیا۔ پھر میں دونوں عورتوں کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور میرا شوہر آیا اور کہنے لگا کہ ”یہ تیرا طلاق نامہ ہے اور میں تجھ کو کل تیرا حساب پنچ کے سامنے دیدونگا“۔ پھر میں رونے لگی۔ یہ اس کی بیوی کا بیان ہے۔

تھوڑے ہی وقفہ کے بعد اس کی لڑکی آئی، اس سے اس کے والد نے کہا کہ بچی دیکھو جس طرح تمہاری خالہ کو طلاق ہو گئی اور صبر ہو گیا، اسی طرح تمہاری والدہ کو بھی طلاق دیدی، یہ بھی آہستہ آہستہ صبر ہو جائے گا، جو اس کے والد نے سمجھایا تھا، وہی چار پنچ عورتوں کے سامنے بتایا کہ والد صاحب یوں فرما رہے تھے۔

ان حالات کو دیکھ کر ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ طلاق ہو گئی، اور وہ شخص فقط اس تحریر پر فتویٰ منگا کر اُچھلتا ہے اور کو دتا ہے، لہذا یہ بتائیے کہ مفتی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ نیز اسے اپنے طلاق نامہ پر فتویٰ طلب کرنا اور اس کو لے کر کو دنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز وہ شخص علماء اور مفتی پر لعن و طعن کرتا ہے، نیز وہ شخص اپنی بیوی کو واپس اور طلاق نہ لینے کیلئے غیر مقلد بنا اور کہتی ہے کہ میں نے یہ حالت جنون میں کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتاب بمنزلہ عبارت عند الحاجت ہے، اگر آدمی کسی غائب کیلئے لکھے تو وہ معتبر ہے، یا حاضر کیلئے مگر

ایسی حالت میں کہ بول نہ سکے، مثلاً: گونگا یا معتقل اللسان ہے تو وہ بھی معتبر ہے (۱)۔ اگر مکرہاً لکھے تو وہ معتبر نہیں (۲)، اسی طرح حاضر کے حق میں معتبر نہیں جبکہ آخرس یا معتقل اللسان نہ ہو، اس سب کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بیوی کی موجودگی میں محض لکھ کر دینے سے بغیر زبان سے کہے ہوئے طلاق نہ ہوگی (۳)۔ اگر طلاق لکھ کر بیوی کو دیدی اور زبان سے نہیں کہا در آنحالیکہ کہنے سے کوئی مانع نہیں تھا، پھر یہ سمجھ کر کہ اس سے طلاق ہوگئی، کسی سے کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق ہوگئی تو اس کہنے سے بھی طلاق نہیں ہوئی، کیونکہ نہ یہاں ابتداءً ایقاع طلاق ہے نہ کسی طلاق کا اختیار ہے، بلکہ غیر طلاق کو طلاق سمجھ کر اس کا اخبار ہے، البتہ اس اخبار سے خالی الذہن ہو کر کہے کہ میری بیوی کو طلاق ہوگئی ہے تو اس سے ضرور بلا تردد اور تین مرتبہ کہنے سے مغلطہ ہو جائے گی، اگر مذاق میں اقرار کرے یا طلاق کا جھوٹا اقرار کرے تو قضاء واقع ہو جائے گی دیانۃً واقع نہ ہوگی:

”فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته، فكتب، لا تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيم مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا، كذا في خانية“ (۴)۔ ”ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً، وقع قضاءً لاديانۃ، الخ“۔ شامی: ۵۷۹/۲ (۵)۔ وقال في المجلد الخامس (مسائل شتى) بعد تفصيل

(۱) ”(قوله: وأخرس بإشارته): أي ولو كان الزوج أخرس، فإن الطلاق يقع بإشارته؛ لأنها صارت مفهومة، فكانت كالعبارة في الدلالة استحساناً..... وقال بعض المشايخ: إن كان يحسن الكتابة، لا يقع طلاقه بالإشارة، لاندفاع الضرورة بما هو أدل على المراد من الإشارة..... وإنما ذكر إشارته دون كتابته، لما أنها لا تختص به؛ لأن غير الأخرس يقع طلاقه إذا كان مستبيناً“۔ (البحر الرائق: ۴۳۳/۳، كتاب الطلاق، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار على الدر المختار: ۲۴۱/۳، كتاب الطلاق، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۵۴/۱، الباب الأول، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيدية)

(۲) (راجع الحاشية الآتية آنفاً)

(۳) واضح رہے کہ غیر مستبین کتابت سے طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن صورت مسئلہ میں جو تحریر ہے، وہ مستبین مرسوم کے قبیل سے ہے، اسی لئے اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، مزید تفصیل کے لئے اس جلد کا صفحہ نمبر ۵۹۳ حاشیہ نمبر: ۲۔

(۴) (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ العالمکيرية: ۴۷۲/۱، فصل في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۹/۱، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(و كذا في رد المحتار: ۲۳۶/۳، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، رشيدية)

(۵) (رد المحتار: ۲۳۶/۳، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق، سعيد) =

أنواع الكتابة: ”وظاهره أن المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر، الخ“. شامی: ۵/۶۴۵ (۱)۔
 آپ نے جس فتویٰ کا حوالہ دیا ہے، اس نمبر پر وہ نہیں ملا، اصل فتویٰ بھیجیں تو اس پر مکرر غور کیا جاسکتا ہے، بقیہ امور مسئلہ کا جواب حاضر ہے۔ خود غرضی کے لئے واقعات کو بدل کر فتویٰ حاصل کرنا کسی دیانت دار آدمی کا کام نہیں، اور اس طرح حاصل شدہ فتویٰ سے کوئی حرام چیز حلال نہ ہوگی، محض بیوی کی خاطر مسلک تبدیل کرنا نہایت پست قسم کی ذہنیت ہے جس کو کوئی شریف آدمی اختیار نہیں کر سکتا، اس طرح تو دین کو کھلونا بنا لیا جائے گا۔ أعاذنا اللہ منہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

لفظ کناہ سے تحریری طلاق

سوال [۶۲۴۳]: ایک بوڑھا پشاور کی حافظ بتلائے مرض گرمی مقیم ڈھا کہ نے سلچر کی ایک کمسن نوجوان عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا اور اس نکاح کی حالت میں چند سال کا عرصہ بھی گزرا، اس عرصہ میں حافظ جی اپنے مرض دائمی کے ازالہ کیلئے علاج کراتے رہے، مگر مرض کا ازالہ نہیں ہوا۔ بالآخر مرض سے مجبور اور تنگ آ کر اور صحت یابی سے مایوس اور لاچار ہو کر حافظ صاحب حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہو گئے، بمبئی پہنچ کر جہاز میں سوار ہوئے تو جوں جوں ان کی صحت خراب ہوتی گئی، ڈاکٹر نے معائنہ کر کے ان کو جہاز سے کراچی بندرگاہ پر اتار دیا، وہاں ایک عرصہ رہ کر کلکتہ آ گئے اور یہاں ایک مسجد میں امام مقرر ہو گئے۔

اس عرصہ تقریباً ڈیڑھ دو سال میں ان کی بیوی کو ان کے قیام کلکتہ کا علم ہوا، اس نے اپنی بے چینی اور جوانی کی تکالیف خطوط کے ذریعہ لکھیں، لیکن انہوں نے اس کے حسب منشاء جواب نہیں لکھا، اخیر میں اس نے اپنی عصمت دری کا خوف ظاہر کرنے کیلئے ایک خط روانہ کیا اور اپنی عصمت اور حافظ جی کی پرہیزگاری کو بجا رکھنے کیلئے اس نے ایک خط لکھا جس میں طلاق کی درخواست کی، اس خط کو دیکھ کر حافظ جی ڈھا کہ آ گئے اور اس کی حرکات کو نکشم خود دیکھا اور اس کو سمجھایا، لیکن اس نے ایک نہ سنی اور مطالبہ طلاق کرتی رہی، حافظ صاحب

= (و کذا فی البحر الرائق: ۳/۴۲۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی سبک الأنهر علی هامش مجمع الأنهر: ۱/۳۸۴، کتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربی، بیروت)

(۱) (رد المحتار: ۶/۷۳۷، کتاب الخنثی، مسائل شتی، سعید)

رحمہ اللہ تعالیٰ مایوس ہو کر واپس کلکتہ روانہ ہو گئے، وہاں جا کر تقریباً ایک ہفتہ میں ایک خط بیوی کو لکھا، جس کی نقل یہ ہے کہ:

۱..... ”میری دردمند بیوی! خداتم کو ہدایت کرے، میں نے تجھ کو علم سکھایا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر محرم کے ساتھ بذریعہ خطوط ساز باز شروع کی، آخر یہاں تک نوبت ہوئی کہ میرا ناک کاٹنے کیلئے تیار ہوئی، کیونکہ میں بوڑھا اور مریض ہوں، یہ سب تمہاری شرارت ہے۔ اصل یہ ہے کہ میں خدا پرست ہوں اور تم شہوت پرست، اس لئے آگ اور پانی ایک ساتھ نہیں ہو سکتے۔ پہلے میں ان حرکات کو کمسنی پر محمول کرتا تھا اور خیال تھا کہ سن شعور کے بعد سب درست ہو جائے گی اس لئے ان باتوں کا خیال نہیں کیا، اب معمولی بات سے بھی مجھ کو صدمہ ہوتا ہے۔ جو جو تم نے کیا، تم کو خود معلوم ہے، دوسری بڑی بی بی نے جو کچھ کیا وہ بھی تمہارے سبب سے، کیوں کہ جب تک سوکن کا خیال نہ ہو، میری طرف وہ بڑی نظر سے نہیں دیکھ سکتی تھی، جو کچھ ہوا تمہاری وجہ سے ہوا۔“ حافظ صاحب ان تمام تحریر کا خلاصہ فرماتے ہیں کہ:

۲..... ”حاصل کلام: جب تم نے مجھ کو مجبور کیا اور تمہاری چال چلن بھی خراب ہوئی یعنی شریعت کے خلاف چلتی ہے“ اس لئے بندہ خدا کے خوف کی وجہ سے تم کو آزاد کرتا ہے اور اپنے سے کنارہ کرتا ہے تاکہ ہم سے بہتر خصم تم کو ملے۔“ جو بھی ڈھا کہ میرا وطن ہو گیا تھا اور بود و باش کا ٹھکانہ تھا، مگر وہ بھی تمہاری بدولت چھوٹ گیا۔ میں نے وہیں تم کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر غیرت نے مجھے اجازت نہیں دی، اب میں سچا دل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شریف آدمی تعلیم یافتہ پرہیزگار شخص تم کو نکاح کرے تو جو میں نے دیا ہے تم کو، تو میں تم سے ایک پیسہ کی چیز نہ لوں گا اور ڈھا کہ میں ہو، ورنہ اگر سلچر میں فیروز کے ساتھ نکاح بیٹو گے تو میں ایک تنکا نہیں دوں گا۔ فیروز پر میرا شک ہے، کیونکہ اس کا لکھا ہوا الفافہ میں دیکھا ہوں، اس میں سب مضمون فاسقانہ ہے، وہ میرا دشمن کا لڑکا ہے، یہ میرا کب برداشت ہو سکتا ہے۔“

اس عبارت کو لکھنے کے بعد حافظ صاحب یوں رقمطراز ہیں:

۳..... ”یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کروں گا، اس روز بڑی بی بی کو بھی چھوڑ دوں گا، کسی کو نہیں رکھوں گا، چھوڑنے سے تم کو بڑی بی بی کو کچھ تکلیف نہیں ہوگی، کیونکہ ان کی مکان کے ذریعہ سے پرورش ہوگی۔ اور تمہاری جوانی کی برکت سے مشکل میرا ہے کہ ایک تو بوڑھا آدمی ہوں، دوسرا دائم المرض ہوں، بے وطن

ہوں۔ صاف بات یہ ہے کہ جب تمہاری پرورش مجھ پر ہے، ایسے ہی میری فرمانبرداری تم پر واجب ہے، اگر تم تابعداری نہ کرو گی تو مجھ پر بھی خرچ کی ذمہ داری نہیں، تابعداری یہ ہے کہ شریعت کے مطابق چلنا اور جہاں میں رہوں وہیں رہنا، میں ایک روز بھی جدار ہنا پسند نہیں کرتا۔ اور جب تک تم اپنا ناکح نہ بتلاؤ گی تب تک تین طلاق نہیں دوں گا، اگر میرے ساتھ زندگی کرنا منظور ہے تو دو مہینہ میں اجازت دیتا ہوں، اس کے اندر سب ٹھیک کر کے معہ نور النساء اور دونوں بی بی چلے آنا، الخ۔“

اس خط کے جواب میں حافظ جی کی نو جوان بی بی نے اپنا ناکح کا نام ظاہر کیا تو حافظ جی نے تین چار روز کے اندر ہی اس کے جواب میں نو جوان بی بی کو ایک طلاق صریح دے کر روانہ کیا، اس خط کو پا کر وہ اپنے میکے چلی گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ واقعہ مرقومہ بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے حافظ جی کی اس عبارت مکتوبہ سے ”حاصل کلام: جب تم نے مجھ کو مجبور کیا اور تمہارا چال چلن بھی خراب ہوا یعنی شریعت کے برخلاف چلتی ہے، اس لئے بندہ خوفِ خدا کی وجہ سے تم کو آزاد کرتا ہے اور اپنے سے کنارہ کرتا ہے تاکہ ہم سے بہتر خصم تم کو ملے، یہ میرا کب برداشت ہو سکتا ہے“ ان کی نو جوان بی بی پر کے طلاق پڑے گی اور وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن اور اس کے بعد ایک طلاق صریح کا کیا اثر مرتب ہوگا؟ اور نیز حافظ صاحب کو بعد کی طلاق صریح کے بعد عدت کے اندر رجعت کا حق باقی اور حاصل ہے یا نہیں؟ اور حافظ جی کی یہ عبارت مزبورہ: ”یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کروں گا، اس روز بڑی بی بی کو بھی چھوڑ دوں گا، کسی کو نہیں رکھوں گا“ عبارت سابقہ سے طلاق واقع ہونے کو مانع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ ”بندہ تم کو آزاد کرتا ہے“ ہمارے عرف میں بمنزلہ صریح ہے اس لئے اس سے ایک طلاق رجعی بلا نیت واقع ہو جاتی ہے (۱)، جہاں کا عرف اس کے خلاف ہو وہاں یہ حکم نہ ہوگا، بلکہ نیت پر طلاق موقوف رہے

(۱) ”لوقال: أعتقتک، طلقت بالنية، کذا فی معراج الدراية“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۶/۱، کتاب

الطلاق، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳۰۰/۳، باب الکنايات، مطلب: لا اعتبار بالإعراب هنا، سعید)

گی، بغیر نیت واقع نہ ہوگی اور نیت سے بائن واقع ہوگی اور حق رجعت باقی نہ رہے گا (۱)۔ پھر اگر تحریر شوہر ہی کی لکھی ہوئی ہے اور اس کا اقرار کرتا ہے تو اس سے دوسری طلاق واقع ہوگئی (۲)، بشرطیکہ عدت کے اندر طلاق صریح دی ہو اور خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت آچکی ہو، ورنہ پہلی طلاق سے بائن ہوگئی، دوسری طلاق لغو ہوگئی کیونکہ عدت کے بعد محل باقی نہیں رہا اور غیر مدخولہ ایک طلاق سے بائن ہو جاتی ہے:

”الصریح يلحق الصریح، ويلحق البائن بشرط العدة“۔ ردالمحتار: ۲/۶۴۵ (۳)۔

وہاں کا عرف دیکھا جاوے، اگر پہلا لفظ صریح نہیں ہے اور شوہر نے نیت بھی نہیں کی تو صرف بعد کی طلاق صریح بذریعہ تحریر رجعی واقع ہوئی ہے اور عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے:

”ولو كتب على وجه الرسالة والخطاب، كأن يكتب: يا فلانة! إذا أتاك كتابي هذا، فأنت طالق، طلقت بوصول الكتاب، جوهرۃ“۔ درمختار: ۲/۵۷۹ (۴)۔ ”وإذا طلق الرجل

(۱) ”أما في البائن فله حرمة النظر إليها وعدم مشروعية الرجعة“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة: ۳/۸۰، سعید)

(۲) ”رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتابًا بطلاقها، وقرأه على الزوج وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ: ۳/۳۸۰، إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی ردالمحتار: ۳/۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(۳) (ردالمحتار علی الدر المختار: ۳/۳۰۶، باب کنایات، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۷، الفصل الخامس فی کنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۴، باب کنایات، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب کنایات فی الطلاق: ۳/۵۳۱، رشیدیہ)

(۴) (الدر المختار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۸، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۳۷۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

امراتہ تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أولم ترض، لقوله تعالى: ﴿فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ﴾ من غير فصل، ولا بد من قيام العدة؛ لأن الرجعة استدامة الملك، ألا ترى أنه سُمي إمساكًا، وهو الإبقاء، وإنما يتحقق الاستدامة في العدة؛ لأنه لا ملك بعد انقضائها. هداية: ۳۷۴/۲ (۱).

اگر پہلا لفظ صریح ہے تو عبارت مذکورہ ”یہ بھی خاطر جمع رکھو: جس روز تم کو آزاد کروں گا الخ“ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ پہلی طلاق واقع ہوگی، اگر صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے اور اس سے نیت طلاق کی ہے تب بھی طلاق بائن واقع ہوگئی، عبارت مزبورہ کا کوئی اثر نہیں، اگر کنایہ ہونے کی حالت میں نیت نہیں کی تو اس عدم نیت کیلئے عبارت مزبورہ قرینہ بن جائے گی اور طلاق واقع نہ ہوگی۔

دوسرا لفظ ”اپنے سے کنارہ کرتا ہے“ یہ کنایہ ہے، نیت پر موقوف ہے، اگر نیت کی ہے تو اس سے طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوگی ورنہ نہیں (۲)۔

خلاصہ تمام جواب کا یہ ہے کہ اگر پہلے دونوں لفظوں میں کسی سے طلاق بائن واقع ہوگئی ہے تو دوسرے لفظ کنایہ سے واقع نہ ہوگی (۳) طلاق صریح واقع ہو جائے گی (۴)۔ اگر پہلے لفظ سے صریح واقع ہوئی ہے اور

(۱) (الهداية: ۳۹۴/۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، شركة علمیه)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۴۷۰/۱، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة وما يتصل به، رشيدیه)

(و كذا في البحر الرائق: ۸۲/۳، باب الرجعة، رشيدیه)

(۲) ”ففي حالة الرضا لا يقع الطلاق في الألفاظ كلها إلا بالنية، والقول قول الزوج في ترك النية مع اليمين لو قال في حال مذاكرة الطلاق: باينتك، أو أبنتك فقالت: اخترت نفسي، يقع الطلاق. وإن قال: لم أنو الطلاق، لا يصدق قضاء“. (الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۵/۱، الفصل الخامس في الكنايات، رشيدیه)

(۳) ”لا يلحق البائن البائن المراد بالبائن: الذي لا يلحق، هو ما كان بلفظ الكناية؛ لأنه هو الذي ليس ظاهراً في إنشاء الطلاق“. (الدر المختار مع رد المحتار: ۳۰۸/۳، باب الكنايات، سعيد)

(و كذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۷۷/۱، الفصل الخامس في الكنايات، سعيد)

(و كذا في تبیین الحقائق: ۸۴/۳، باب الكنايات، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) ”الصريح يلحق الصريح والبائن“. (الدر المختار: ۳۰۶/۳، باب الكنايات، سعيد) =

دوسرے سے بائن تو تیسری طلاق صریح بھی واقع ہو کر مغلطہ ہو جائے گی (۱)۔ اگر پہلے دونوں لفظوں سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی تو صرف تیسری طلاق صریح واقع ہوئی۔ اگر پہلے انظ سے صریح واقع ہوئی، دوسرے سے کچھ نہیں تو تیسری بھی صریح واقع ہو جائے گی۔ صرف اخیر کی دونوں صورتوں میں عدت کے اندر رجعت کا حق حاصل ہے۔

یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ زوجہ کے مطالبہ کے جواب میں یہ خط نہ ہو، اگر مطالبہ زوجہ کے جواب میں یہ خط ہو تو پہلے لفظ سے صریح واقع ہوگئی اگر وہاں کے عرف میں صریح ہے، اور دوسرے سے بائن، ورنہ پہلے ہی لفظ سے قضاء بائن ہو جائے گی نیت کی بھی ضرورت نہ ہوگی، کیونکہ مذاکرۃ طلاق کے وقت نیت کی ایسے الفاظ میں حاجت نہیں ہوتی:

”ونحو: اعتدی واستبری رحمک، أنت واحدة، أنت حرة، اختاری، أمرک بیدک، سرحتک، فارقتک، لایحتمل السب والرد وفي مذاکرۃ الطلاق یتوقف الأول فقط، ویقع بالأخیرین، وإن لم ینو“. درمختار علی رد المحتار: ۲/۴۶۵ (۲)۔ ”وفي حال مذاکرۃ الطلاق لم یصدق فیما یصلح جوائاً، ولا یصلح ردّاً فی القضاء“. ھدایہ: ۲/۳۵۴ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

لفظ ”آزاد“ سے طلاق تحریری

سوال [۶۲۴۴]: ایک شخص کے ایک لڑکا اور دو لڑکی اور ایک بیوی ہے، چھوٹی لڑکی کو اس کی بیوی نے

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۷، الفصل الخامس فی الکنایات، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۳، باب الکنایات، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۱) (راجع، ص: ۶۲۱، رقم الحاشیۃ: ۴)

(۲) (الدر المختار: ۳/۳۰۶، ۳۰۲، باب الکنایات، سعید)

(۳) (الھدایۃ: ۲/۳۷۷، کتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، شرکت علمیہ، ملتان)

اپنی ہمشیرہ کو نو مہینہ کی لڑکی تھی جو دیدی تھی اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا اس کے پاس موجود ہے، گھر کا کام وغیرہ مرد کے کہنے کے مطابق نہیں کرتے اور نہ اپنے گھر پڑھانے کا شوق، بلکہ دو دفعہ اپنی والدہ کے یہاں جا کر اپنا زیور دے آئی۔ ایک دفعہ تو اس کا شوہر جا کر اپنے پاس سے روپیہ دے کر چھڑا لے آیا اور دوبارہ کا زیور نہیں چھڑا گیا ہے، کیونکہ اس کے بھائی نے اس کو فروخت کر دیا، اسے شوہر نے ہر چند سمجھایا، مگر اس کو بالکل اثر نہ ہوا۔

ساڑھے تین ماہ ہوئے جو وہ لڑکی کو ہمراہ لے کر اپنی والدہ کے پاس گئی، مگر جب مجبور ہو گیا سمجھاتا ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد اس کی والدہ کو ایک خط لکھا، دل میں تو یہ خیال کہ میں طلاق دے چکا ہوں اور عبارت میں تحریر کیا کہ: ”میں نے ہر چند سمجھایا مگر اس کو ایک کا بھی اثر نہ ہوا،“ اب میں خوشی سے اس کو تین دفعہ آزاد کر چکا ہوں“ جو اس کی مرضی چاہے کرے، میرے ذمہ کوئی اس کا بوجھ بار نہ ہوگا اور نہ میرے ذمہ کوئی اس کا فرض باقی رہا اور لڑکی اگر آپ کی خوشی ہو تو یہاں بھیج دو، چاہے تم وہاں پر رکھ لو اور اگر لڑکی تم وہاں پر رکھو اور اس کی کار خیر کرو تو جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا، میں بھی خدمت کروں گا۔“ اور لڑکا مرد کے پاس ہے جو پڑھتا ہے۔ اب یہ طلاق ہو گئی یا نہیں؟ خلاصہ طور سے اس مسئلہ کے جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط۔

محمد یامین، محلہ نوٹانی سرائے، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ شخص اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً تین طلاق واقع ہو کر مغلظہ ہو گئی، اب بغیر حلالہ کے رکھنا درست نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

(۱) ”رجل استکسب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقراه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۹۷، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، مطلب الطلاق بالکتابۃ قبیل باب الصریح: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

”وإن كانت مرسومة، يقع الطلاق، نوى أولم ينو..... بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما

كتب هذا، يقع الطلاق“ (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید) =

لا علمی میں طلاق نامہ پر انگوٹھا لگانا

سوال [۶۲۴۵]: زید نے ہندہ سے اس شرط پر شادی کی کہ اپنی بہن کی شادی ہندہ کے عزیزوں میں کر دوں گا، نکاح کے بعد ہندہ کے عزیزوں کی درخواست شادی پر زید نے جواب نہیں دیا اور ہندہ کے عزیزوں نے ہندہ کو روک لیا۔ ہندہ اور زید میں کبھی یکجائی نہیں ہوئی اور طلاق کے ملتی ہوئے، آخر ایک سال کے بعد زید نے طلاق کی تحریر دیدی، زید لاعلم ہے اس کو نہیں معلوم کہ کس طلاق کی تحریر ہے، بس اس کو انگوٹھا لگوا لیا گیا، پھر زید و ہندہ کی ملاقات ہوئی، طلاق پر ہندہ نے افسوس کیا اور زید کے ہمراہ ہوئی۔ اب زید کیلئے ہندہ کو اپنی شرعی بیوی سمجھنا اور تعلقات زوجیت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مضمون کی اطلاع پر انگوٹھا لگایا تو وہ معتبر ہے یعنی طلاق نامہ لکھ کر زید کو پورا پورا صحیح صحیح سنا دیا گیا، اس کے بعد زید نے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگایا ہے تو ہندہ پر شرعاً طلاق واقع ہوگی۔

”رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه، وطواه، وختم، وكتب في عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتتها الكتاب، وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها“. عالمگیری: ۳۹۸/۲ (۱)۔

اور اگر اس طلاق نامہ میں ایک طلاق تھی تو ہندہ اس ایک طلاق سے بائن ہوگئی (۲)، اب زید و ہندہ

= (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۸/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۳۷۱/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلب الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی التاتار خانیۃ: ۳۸۰/۳، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”قال لزوجته غیر المدخول بها: أنت طالق ثلاثاً، وقعن، وإن فرق بانت بالأولی“۔ (الدر المختار:

۲۸۴/۳، باب طلاق غیر المدخول بها، سعید)

”وعلى هذا الأصل خرج عدد الطلاق قبل الدخول، إنه إن أوقع مجتمعاً، يقع الكل، وإن أوقع

متفرقاً، لا يقع إلا الأول“۔ (بدائع الصنائع: ۲۹۸/۴، فصل فيما يرجع إلى المرأة، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

اگر راضی ہو جائیں تو موافق شرع ان کا نکاح صحیح ہے (۱)۔ اور اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں تھیں مثلاً یہ لکھا کہ ”میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی“ تو اب زید کا نکاح ہندہ سے بلا حلالہ صحیح نہیں۔ اور اگر تین طلاقیں تین لفظوں سے تھیں تب ایک طلاق ہوئی اور بلا حلالہ نکاح صحیح ہے۔

”إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول، وقعن عليها، فإن فرق الطلاق، بانت بالأولى، ولم تقع الثانية والثالثة“۔ عالمگیری: ۳۹۱/۲ (۲)۔

اور اگر زید کو تحریر سنائی نہیں گئی لیکن اس کی رضا مندی سے لکھی گئی اور اس کو یہ معلوم ہے کہ اس میں طلاق ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کیسی طلاق ہے تب بھی ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف۔ بندہ عبد الرحمن عفی عنہ، ۱۹/محرم الحرام/۱۳۵۲ھ۔

سادہ کاغذ پر انگوٹھا لگانے سے طلاق

سوال [۶۲۴۶]: کسی شخص کو طلاق دینے کیلئے چند مدت تک منت ماجرہ کرتے رہے، آخر الامر بصد مشکل اقرار طلاق کا کرتے ہوئے انگوٹھا طلاق کا لگا دیا اور زبانی طلاق کوئی نہیں کی گئی اور بوجہ قلت وقت کے مضمون بلا طلاق وغیرہ کا نہیں تحریر کیا گیا، اس وجہ سے کہ اس علاقہ میں عام طور سے ناخواندہ لوگ ہیں، اور محرر صاحب طالق اور گواہوں سے انگوٹھا لگوا کر چلے گئے۔ اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ نیز تاہنوز محرر مذکور نے تحریری کاروائی نہیں کی اور اس نے اس وقت کہا تھا کہ میں تحریر کردوں گا، اس وقت تک غیر مرقوم ہے۔ تفصیل سے بیان کیجئے، اور عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زبان سے نہ طلاق دی، نہ زبان سے طلاق کا اقرار کیا، بلکہ محض ایک سادے کاغذ پر انگوٹھا لگا دیا تو

(۱) ”وینکح مبانته بمادون الثلاث فی العدة، وبعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۴۰۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۷۲/۱، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۳/۱، الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول، رشیدیہ)

اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اگر زبان سے اپنی زوجہ کو طلاق دی ہے، یا زبان سے طلاق کا اقرار کیا ہے، یا محرر سے یوں کہا ہے کہ تو طلاق نامہ تحریر کر دے، اور میری طرف سے طلاق لکھ دے تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۱/۵۳ھ۔

سادہ کاغذ پر لکھنے سے طلاق

سوال [۶۲۴]: ایک شخص اپنی بیوی مسماۃ خدیجہ کو بوجہ تنازع زیور، روبرو پنچایت طلاق تین مرتبہ دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اب میرا تعلق تم سے کوئی نہیں، وہ یہ تحریر اسٹامپ کاغذ پر بموجب قانون گورنمنٹ طلاق نامہ تحریر نہیں کرتا بلکہ بجائے اس کے ایک سادہ کاغذ پر روبرو گواہان مسلمان سترہ اشخاص تحریر کرا کر اپنا انگوٹھا لگاتا ہے۔ کیا شرع شریف میں سادہ کاغذ پر طلاق تحریر کرنے سے طلاق واقع ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً زبان سے کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ تحریر کرے یا نہ، تحریر پر موقوف نہیں رہتی (۳)۔

(۱) ”کل کتاب لم یکتبه بخطه، ولم یملہ بنفسه، لا یقع به الطلاق إذا لم یقرّ أنه کتابه، کذا فی المحيط“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۸۰، فصل الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) ”لو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان إقراراً بالطلاق، وإن لم یکتب. و کذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه، لا یقع الطلاق ما لم یقرّ أنه کتابه“۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

”وفی الظہیریۃ: لو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان هذا إقراراً بالطلاق، کتب أولم یکتب“۔

(الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۳) ”ورکنه (أی الطلاق) لفظ مخصوص“۔ (الدر المختار). ”هو ما جعل دلالة علی معنی الطلاق من

صریح أو کنایة“۔ (رد المحتار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

پھر سادہ کاغذ پر تحریر کرے یا اسٹامپ پر، بہر صورت طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ پس اگر اس شخص نے زبان سے تین مرتبہ طلاق دی ہے یا کم از کم دو مرتبہ دی ہے، سادہ کاغذ پر تین مرتبہ طلاق تحریر کر دی ہے تو شرعاً تین طلاق واقع ہو گئیں اگرچہ اسٹامپ پر لکھ کر نہ دیا ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/۱۲/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۲/۱۲/۱۳۵۹ھ۔

سادہ کاغذ پر دستخط بیکار ہیں

سوال [۶۲۲۸]: زید کی اپنے چچا زاد بھائی سے عرصہ دس سال سے مخالفت ہے، اس مخالف بھائی نے ایک روز زید کے مکان پر آکر زید کو مارا اور چاقو دکھلا کر حملہ کیا، تین شخص اور موجود ہیں، انہوں نے پکڑ کر چاقو چھین لیا۔ حملہ آور نے زید سے کہا کہ ہماری ناراضی تمہاری عورت کی وجہ سے ہے، لہذا تم اپنی عورت کو طلاق دے دو۔ زید طلاق دینا نہیں چاہتا تھا، عورت بھی اس پر ناراضی تھی کہ اس کو طلاق دی جائے، اپنی بے عزتی کی وجہ سے مکان میں بند تھی اور وہ کسی صورت سے طلاق نہیں چاہتی تھی۔

زید کے مخالف بھائی نے زید کو دہشت دلا کر جبریہ طور پر زید کو اسی وقت مجبور کر کے طلاق دلائی، زید نے بوجہ خوف کے طلاق دی اور جانبین کی تحریر سادے کاغذ پر لکھا کر اپنے پاس رکھ لیں، زید اور عورت کو نہیں دی۔ زید کو اور ان عورت کو اس واقعہ کا صدمہ ہے، اس وقت سے اب تک آمادہ ہیں کہ اگر شریعت اجازت دے تو وہ ایک جگہ ہو جائیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبردستی اور بلا نیت صریح الفاظ سے طلاق دلانے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے، لہذا اگر زید نے زبان سے طلاق دی ہے، یا طلاق کے گھٹنے کا حکم کیا ہے، یا اس کو سن کر بلا جبر دستخط کر دیئے ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہو گئی، لیکن یہ بات کہ کتنی طلاق ہوئیں اور اب دونوں بلا نکاح ایک جگہ رہ سکتے ہیں یا نہیں، طلاق کی تحریر دیکھنے

کے بعد معلوم ہو سکتی ہے، وہ تحریر بھیج کر دریافت کر لیا جائے: ”وطلاق المکرہ واقع“۔ ہدایہ: ۳۳۹/۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۱/۲/۶۱ھ۔

پرچہ پر تین طلاق لکھ کر جلا دیا، یا پھاڑ دیا

سوال [۶۲۴۹]: زید کی لڑائی والدہ سے ہوئی، اس کی وجہ سے زید نے ایک کاغذ پر تین مرتبہ طلاق لکھ کر اپنی ماں کو دیا، ماں نے اس کو جلتے ہوئے چولھے میں ڈال دیا، مہینے دو مہینے کے بعد زید نے کانپور سے فتویٰ منگایا کہ ”میں ایک کاغذ پر تین دفعہ اپنی بیوی کے بارے میں طلاق لکھ چکا ہوں“ اس عبارت کا جواب کانپور سے ملا کہ طلاق ہو چکی ہے۔ زید کے خسر کو جب معلوم ہوا تو وہ لڑکی کو لینے کے لئے آئے، تب زید نے اپنے خسر صاحب سے دو آدمیوں کے سامنے کہا کہ ”ابا جان! مجھ سے غلطی ہو گئی ہے، میں طلاق دے چکا ہوں“ مگر میں سوچ رہا ہوں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، زید کے خسر صاحب واپس چلے گئے۔

زید کے باپ بکرنے کئی آدمیوں سے کہا کہ زید کی بیوی کا نکاح زید کے بھائی سے کر دوں، چند دن بعد زید کا بھائی طلاق دیدے گا، پھر زید کے ساتھ نکاح کر دوں گا، اس عرصہ میں زید کا خسر لڑکی کو لینے کیلئے پھر آ گیا،

(۱) (الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب طلاق السنۃ، فصل: ۳۵۸/۲، مکتبہ شریکۃ علمیہ ملتان)

”ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیراً، بدائع، لیدخل السكران ولو عبداً أو مکرهاً، فإن طلاقه صحیح لا إقراره بالطلاق“۔ (الدرالمختار)۔ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: فإن طلاقه صحیح): أي طلاق المکرہ“۔ (ردالمحتار، کتاب الطلاق، مطلب: فی الإکراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح والعناق: ۲۳۵/۳، سعید)

قال العلامة ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ: ”(قوله: ولو مکرهاً): أي ولو كان الزوج مکرهاً علی إنشاء الطلاق لفظاً خلافاً للأئمة الثلاثة؛ لحديث. ”رفع عن أمتی الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه“. ولنا ما أخرجه الحاكم وصححه: ”ثلاث جدهن جد“ كما قدمناه. وما روه من باب المقتضى ولا عموم له، فلا يجوز تقدير لحكم الشامل لحكم الدنيا والآخرة وهو المؤاخذه مراد، فلا يراد الآخرة معه وإلا يلزم عمومہ“۔ (البحر الرائق، کتاب الطلاق: ۴۲۸/۳، رشیدیہ)

اور چار معزز آدمیوں کے کہنے سے زید نے لڑکی کو باپ کے ساتھ بھیج دیا۔

چار دن کے بعد زید کے خسر نے برادری کی پنچایت کمیٹی میں اس مسئلہ کو دکھلایا کہ میں نے جو جہیز وغیرہ دیا تھا وہ ہمیں ملنا چاہیے، کمیٹی کے لوگوں نے زید اور زید کے والد بکر کو کمیٹی میں بلایا، جب زید اور بکر سے اس مسئلہ پر بات کی تو زید کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، میں نے جو پرچہ ماں کو دیا تھا اس میں یہ بات تحریر تھی کہ ”ماں! اگر تم مجھ سے لڑو گی تو میں طلاق دیدونگا، طلاق دے دوں گا، طلاق دے دوں گا اپنی بیوی کو“۔ پھر زید سے دریافت کیا گیا کہ وہ فتویٰ جو تم نے کانپور سے منگایا تھا وہ دکھلا دو، تو زید جواب دیتا ہے کہ وہ فتویٰ جو میں نے کانپور سے منگایا تھا، اس میں عبارت غلط تحریر ہو گئی تھی اس لئے اس کا جواب طلاق میں آ گیا تھا، زید نے جب کہا کہ میں نے اسے پھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ اقرار ہے کہ ”ابا جان! مجھ سے غلطی ہو گئی ہے، میں طلاق دے چکا ہوں“ اس میں یہ نہیں ہے کہ ”میں طلاق دیدونگا“ ادھر فتویٰ بھی آچکا ہے کہ طلاق ہو چکی۔ زید کے والد کا یہ کہنا کہ: زید نے طلاق دیدی ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ زید کی بیوی کا نکاح زید کے بھائی سے کر دوں الخ اس سب کے بعد زید کا طلاق سے انکار کرنا شرعاً معتبر نہیں، اس کو لازم ہے کہ مطلقہ بیوی کا جہیز واپس کر دے (۱)۔

بیوی عدت تین ماہواری گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنے کی حقدار ہے (۲)، زید سے بغیر حلالہ کے

(۱) ”قال أبو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ومحمد رحمہ اللہ تعالیٰ: إذا اختلف الزوجان فی متاع موضوع فی البیت الذی کانا یسکنان فیہ حال قیام النکاح، أو بعد ما وقعت الفرقة بفعل من الزوج، أو من المرأة، فما یكون للنساء عادةً كالدرع والخمار والمغازل والصندوق وما أشبه ذلك، فهو للمرأة، إلا أن یقیم الزوج البنية علی ذلك“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۲۹/۱، باب المهر، الفصل السابع عشر فی اختلاف الزوجین فی متاع البیت، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمگیریہ: ۴۰۱/۱، باب المهر، فصل فی اختلاف الزوجین فی متاع البیت، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۵۸۵/۳، باب النفقة، مطلب فیما لوزفت إلیہ بلا جهاز، سعید)

(۲) ”إذا طلق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو ثلاثاً، أو وقعت الفرقة بینهما بغیر طلاق، وهی حرة، =

نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں (۱)۔ اس پرچہ پرزید نے طلاق لکھ کر والدہ کی خدمت میں پیش کیا، اس کو والدہ محترمہ نے چو لھے میں جھونک دیا، مگر اس سے طلاق نہیں جلی، وہ بیوی پر باقی رہی۔ اور جس فتوے میں طلاق کا حکم آیا تھا اور بتلادیا تھا کہ بیوی حرام ہوگئی، اس کو والد بزرگوار نے پھاڑ کر پھینک دیا تھا، مگر اس سے بھی طلاق کا حکم نہیں پھینکا، وہ باقی ہے، جیسے اگر نکاح نامہ کو پھاڑ دیا جائے یا جلا دیا جائے تو اس سے نکاح ختم نہیں ہو جاتا وہ باقی رہتا ہے، بیوی بیوی ہی رہتی ہے، اور حلال رہتی ہے، غیر ہو کر حرام نہیں ہو جاتی اسی طرح طلاق کی تحریر کو جلا دینے سے اور فتوے کو پھاڑ کر پھینک دینے سے طلاق ختم نہیں ہو جاتی اور طلاق کی وجہ سے بیوی اجنبی اور حرام ہو چکی تھی وہ حلال نہیں ہو جاتی اور طلاق یا نکاح کسی تحریر پر موقوف بھی نہیں، اس لئے تحریر کا باقی رہنا اور جلا دینا اس پر اثر انداز نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۱۳۹۰ھ۔

= ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ:

۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر فی العدة، رشیدیہ)

(وکذا فی الہدایۃ: ۴۲۲/۲، باب العدة، مکتبہ شرکتہ علمیہ)

(وکذا فی الدر المختار: ۵۰۴/۳، ۵۰۵ باب العدة، سعید)

(۱) قال الله تعالى: ﴿الطلاق مرتان فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان فإن طلقها، فلا تحل

له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ الآية۔ (سورة البقرة: ۲۲۹، ۲۳۰)

”وإن كان الطلاق ثلثاً في الحرة أو ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً

صحيحاً، ويدخل بها، ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الہدایۃ: ۳۹۹/۲، باب الرجعة، فصل فیما تحل بہ

المطلقة، مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۴۷۳/۱، الباب السادس فی الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة وما

یتصل بہ، رشیدیہ)

(۲) ”ثم المرسومة لا تخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع

الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة“۔ (الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۳۷۸/۱، الباب الثانی، الفصل

السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۲۴۶/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید) =

تحریر سے بلا اقرار و شہادت طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۲۵۰]: الاستفتاء: مندرجہ سوال یہ ہے کہ مستثنیٰ محمد عمر کی شادی عبدالستار کی لڑکی شکیلہ سے ہوئی تھی، مسماۃ شکیلہ محمد عمر کے یہاں رہتی رہی، ایک مرتبہ باپ کے گھر آئی تو عبدالستار نے بالکل روک لیا، اور یہ بات اڑادی کہ محمد عمر نے طلاق کا پرچہ روانہ کر دیا ہے، پنچایت ہوئی سب کو بلایا، مگر محمد عمر حاضر ہوا، لیکن عبدالستار حاضر نہیں ہوا، محمد عمر نے کہا کہ میں نے کوئی پرچہ طلاق کا نہیں روانہ کیا۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں، جبکہ پرچہ سامنے ہی نہیں لایا گیا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک شکیلہ کے شوہر محمد عمر کو اپنی تحریر کا اقرار نہ ہو، نہ اس پر شرعی شہادت موجود ہو تو عبدالستار کی اس بے بنیاد بات سے طلاق واقع نہیں ہوگی، نکاح بدستور قائم رہے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱۱/۱۳۸۵ھ۔
الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

طلاق نامہ

سوال [۶۲۵۱]: مندرجہ ذیل طلاق نامہ سے کونسی طلاق ہوئی اور کتنی طلاق واقع ہوئی؟ کیا بغیر حلالہ کے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ طلاق نامہ یہ ہے:

”میرے اور تمہارے درمیان بطور گڈے گڈیوں کے ایک کھیل کے جو رشتہ مناکحت میرے اور تمہارے والدین نے اب سے چھبیس برس پہلے جبکہ میری عمر اکیس سال کی تھی اور تمہاری عمر ۲۰ سال کی تھی

= (و کذا فی خلاصۃ الفتاویٰ: ۹۱/۲، کتاب الطلاق، الفصل الأول فی صریح الطلاق، وما يتصل بهذا مسائل کنایۃ الطلاق، امجد اکیڈمی لاہور)

(۱) ”و کذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه، لایقع الطلاق ما لم یقر أنه کتابہ“۔ (رد المحتار: ۲۳۷/۳، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳۸۰/۳، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

قائم کر دیا تھا، لیکن تم نے اس تمام عرصہ میں خود کو ازدواجی زندگی کی تمام پابندیوں سے آزاد رکھا اور اس عرصہ میں تم نے کبھی بھی یہ سمجھنے کا موقع نہیں دیا کہ میں تمہارا شوہر ہوں اور تم میری بیوی ہو، اس طویل عرصہ میں تم نے بحیثیت زن و شوہر خاطر خواہ ملاقات کا موقع بھی نہیں دیا۔

اس صورت حال سے مجبور ہو کر جیسا کہ تمہیں علم ہے عرصہ ہوا کہ میں طلاق بائن کی صورت میں رشتہ مناکحت کو ختم کر چکا ہوں، مگر مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی تعجب ہوا کہ تم نے اس ڈرامائی رشتہ مناکحت پر پردہ ڈال رکھا ہے جیسا کہ میرے اور تمہارے درمیان زن و شوہر کا رشتہ ہنوز قائم ہے۔

یہ صورت حال چونکہ واقع کے خلاف ہے اس لئے موسکتا ہے کہ مستقبل میں اس سے زیادہ ناگوار حالات اور مزید تکلیف دہ واقعات پیدا ہو جائیں، اس لئے میں اس تحریر کے ذریعہ پھر اس امر کا اعادہ کرتا ہوں کہ ”ایک طلاق تم کو دے چکا ہوں“ اور تم کو اس پر اطلاع نہیں ہے، اس وقت سے بحیثیت ایک شوہر میرے اوپر تمہاری کوئی شرعی اور قانونی ذمہ داری نہیں ہے اور تمہارا کوئی قانونی حق میرے اس تمام عرصہ میں نہیں ہے۔ تم اگرچہ عملاً آزاد رہی ہو اور تم نے خود کو یہ نہیں سمجھا کہ تم میری بیوی ہو لیکن شرعاً اور قانوناً بالکل آزاد ہو، اور اپنے فعل کی خود مختار ہو جس طرح چاہو اپنی زندگی گزارو، مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں ہے“ (۱)۔

از: محمد نعیم بنام زیتون بی بی مطلقہ محمد نعیم، ۱۸/ مارچ/ ۱۹۷۹ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں طلاق بائن واقع ہو گئی ہے، اگر دونوں رضا مند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہو سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/ ۱۳۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۴/ ۱۳۸۹ھ۔

(۱) ”قال: لها أنت بائن، ونوى ثنتين، كانت واحدة، حتى لونوى الثلاث، تقع“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ:

۱/ ۳۷۵، الفصل الخامس فی الکنايات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/ ۷۸، کتاب الطلاق، باب الکنايات، بیروت)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/ ۳۰۳، باب الکنايات، سعید)

(۲) ”وإذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها“۔ (الفتاویٰ =

طلاق نامہ میں ”طلاق“ لکھنے سے طلاق ہوگی یا نہیں

سوال [۶۲۵۲]: ایک عورت مرض میں مبتلا تھی اس کے شوہر نے دو تین ڈاکٹر سے علاج کرایا اور اس کا خرچہ بھی دیا، لیکن بیوی کا باپ اس کی تنگ دستی کی وجہ سے اپنے ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں بہار جانے کا ارادہ کر کے وہاں جا کر مکان کیلئے دوسروں پر پیشگی بھی دیا، بیوی کی ماں اور باپ نے اور بھائی نے یہ بات بھی کہی کہ کچھ روپیہ پیسہ بھی لگ جائے تو خاوند سے طلاق لے لینا چاہیے، ورنہ ہمارا دل پریشان رہے گا اور آمدورفت کے خرچہ میں بھی پریشانی رہے گی۔ ایک روز اتفاقاً خاوند خسر کے مکان پر بیوی کو دیکھنے کیلئے گیا تو اس کی بیوی کے بھائی نے بری بھلی بات کہی، اس کے بعد خاوند واپس آ گیا اور چند روز کے بعد خاوند نے اپنی زوجہ کے پاس خط لکھا جس میں یہ لکھا:

”البتہ میں کبھی تجھ کو نہ چھوڑوں گا جب تک زندہ رہوں گا، لیکن اس دن کی گفتگو سے دل بہت پریشان ہے، اس وقت اگر تیری طبیعت اچھی ہے تو چلی آ، ورنہ اسباب وغیرہ کون رکھے گا، لیجاؤ،” یہاں تک کئی بار میں نے طلاق دیا لیکن کچھ نہیں ہوا یہ قصور بھی میرا جو کچھ قصور ہے تمہارا ہے۔“

یعنی ”طلاق“ سے مراد علاج مراد لیا، اور ”کچھ نہیں ہوا“ کہ آرام نہیں ہوا، ”قصور“ سے مطلب ”احتیاط نہیں کرتی، جو کچھ پاتی ہے کھاتی ہے“۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ لفظ ”طلاق“ اور اول و آخر عبارت سے طلاق نہیں ہوتی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ طلاق ہوتی ہے اور یہ عبارت اسی خط کی نقل ہے وہ خط لے کر زوجہ کے پاس گیا، پس مقدمہ شروع کر دیا، اس میں بھی خاوند کا دوسروں پر خرچ ہوا۔ اب شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد امیر الدین میاں از ڈھاکہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ لفظ کہ ”میں نے طلاق دیا“ نہ صریح ہے نہ کنایہ، لہذا اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی (۱)، مگر اصل

= العالمگیریہ: ۴/۲۷۱، فصل فیما تحل بہ المطلقة وما یصل بہ، رشیدیہ

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، باب الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(و کذا فی الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعید)

(۱) ”ورکنہ لفظ مخصوص، ہو ما جعل دلالة علی معنی الطلاق من صریح أو کنایة“۔ (ردالمحتار مع =

عبارت بنگلہ زبان کی ہے، یہاں متعدد لوگوں سے پڑھوایا، بعض نے ایسا ہی پڑھا ہے، یعنی ”طلاق“ اور بعض نے صاف طلاق پڑھا ہے، نیز چند جملے آگے بھی نہیں پڑھے گئے جن کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ یہاں پڑھنے والے نے پڑھا ہے کہ ”تم عورت ہو تمہیں شوہر بہت مل جائیں گے مشکل تو اپنی ہے کہ میں مر رہا ہوں“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق ہی مقصود ہے۔ نیز ایک پڑھنے والے نے اس بنگلہ تحریر کو دیکھتے ہی کہا کہ یہ تو طلاق نامہ ہے، جس میں شوہر نے صاف صاف طلاق دی ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو شخص اصل عبارت کو پڑھ سکتا ہو اور اس کے مطلب کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہو اور فقہ و افتاء سے بخوبی واقف ہو، اس سے دریافت کیا جائے، یا پوری عبارت کا صحیح ترجمہ لکھ کر استفتاء کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۳/۱۳۶۰ھ۔

مناسب یہ ہی ہے کہ ایسی صورت میں علمائے بنگال کی طرف رجوع کیا جائے۔

سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۱۳۶۰ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ربیع الأول/۱۳۶۰ھ۔

فرضی طلاق نامہ

سوال [۶۲۵۳]: ہندہ کا نکاح زید سے ایک عرصہ قبل ہوا اور اس سے تین لڑکیاں بھی ہیں، مگر ہندہ کے شوہر اول بکر نے ہندہ کو طلاق نہیں دی، بلکہ نزاعات اور بکر کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے وہ علیحدہ رہی، دریں حالت ہندہ اور زید کے بعض رشتہ دار نے بکر کا فرضی طلاق نامہ مرتب کر کے زید سے نکاح کرادیا۔ کیا یہ نکاح درست ہو سکتا ہے؟ طلاق نامہ فرضی تحریر کردہ تلف ہو چکا ہے، مگر اس واقعہ کے بعد گواہان مرتب کنندہ طلاق نامہ کا حلفیہ بیان منسلک ہے۔

حلفیہ طلاق نامہ: خدائے بزرگ عظیم کو حاضر ناظر جان کر اظہار کرتا ہوں کہ محبوب علی نے اپنی بیوی کو تقریباً ایک سال قبل طلاق نہیں دی تھی، جو طلاق نامہ میں لکھوا کر لایا تھا وہ فرضی اور میرا اپنا بنایا ہوا تھا، اس پر جس

= الدرالمختار: ۳/۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۲۸، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق: ۳/۲۰، کتاب الطلاق، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

کی گواہی تھی وہ بھی اس سے واقف نہیں اور میرے اس گناہ میں شریک نہیں، میں اپنے پچھلے اگلے گناہ کا اقرار اور خدائے تدوین سے معافی کا طلبگار ہوتے ہوئے حلفاً یہ بیان لکھ رہا ہوں۔“

۲.....: بدہندہ کو دیگر نزاع کے سلسلے میں بحالت غصہ طلاق بائن دے چکا ہے اور اپنی حرکت پر شرمندہ ہے، بکر کے فرضی طلاق نامہ پر اگر نکاح درست نہیں ہو سکتا تو کیا طلاق واقع ہو سکتی ہے؟ اور کیا زید ہندہ اب تائب ہو کر جدید نکاح کر کے رشتہ ازدواج قائم رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۳.....: واقعہ طلاق زید کے بعد یہ گواہان اور مرتب کنندہ طلاق نامہ اور اس کی طلاق کی فرضیت ظاہر کر رہے ہیں، سبب کسی نے ذکر نہیں کیا، بلکہ وجہ لاعلمی و جہالت بتاتے ہیں، واقعہ طلاق نامہ کے فرضی ہونے کا دیگر ذرائع سے بھی اطمینان کریں کہ زید سے ہندہ کے عقد کے بعد ہندہ کا مطالبہ کرتے ہوئے جھگڑا کیا تھا اور اب بکر کا انتقال ہو کر بھی ۶، ۷ سال گزر چکے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرضی (جھوٹا) طلاق نامہ مرتب کرنا ایسا گناہ ہے جس کو سب جانتے ہیں، یہ لوگ نکاح ثانی کے وقت خاموش رہے بلکہ اس میں مُعین رہے، اب ان کا عذر جہالت ہرگز معتبر نہیں، اگر طلاق نامہ کو فرضی قرار دے کر نکاح ثانی کو ناجائز کہا جائے تو تین لڑکیاں جو اسی نکاح سے پیدا ہو چکی ہیں ان کو کیا کہا جائے گا۔ اب طلاق مغلطہ کے بعد بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا (۱)، ہاں اگر طلاق مغلطہ نہ دی ہو بلکہ بائن غیر مغلطہ دی ہو تو طرفین کی اجازت سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ﴾. (سورة البقرة: ۲۳۰)

”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامرأة رفاعة القرظی رضی اللہ عنہا: ”لا، حتی تذوقی عسلیتہ، ویدوق عسلیتک“۔ (صحیح البخاری: ۸۰۱/۲، کتاب الطلاق، باب: إذا طلقها ثلاثاً، ثم تزوجت بعد العدة زوجاً غیرہ، فلم یمسہا، قدیمی)

(۲) ”وینکح مبانتہ بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۴۰۹/۳، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۱۶۲/۳، فصل فیما تحل بہ المطلقة، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(وکذا فی فتح القدیر: ۱۷۶/۳، فصل فیما تحل بہ المطلقة، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

طلاق نامہ شوہر نے خود رکھ لیا

سوال [۱۲۵۴]: سائلہ کا نکاح پا کو سے ہوا، چار سال ہو گئے نکاح کے بعد دستور کے مطابق جب میں اپنے شوہر کے گھر گئی تو پا کو میرے پاس نہیں آیا اور نہ مجھ سے ہم کلام ہوا۔ اس کے گھر میں تین چار مہینہ رہی، اس کی بے رخی دیکھ کر ایک روز شرم کو بالائے طاق رکھ کر میں نے اس سے کہا: اگر آپ میں کسی قسم کی کمی ہو تو اپنا علاج کرا لیجئے، اس پر اس نے ظلم اور زیادتی شروع کر دی، اس کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ پا کو عورت کے بالکل ناقابل تھا۔ میں باپ کے گھر آ گئی اور ساڑھے تین سال آئے ہوئے ہو گئے، اس سے میں نے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے طلاق دیدی اور کاغذ بھی لکھ دیا، لیکن اس نے چالاکی سے طلاق نامہ کا کاغذ خود ہی رکھ لیا، اس سازش میں اس کے بھائی وغیرہ شریک ہیں۔

وہ کہتے ہیں تیرا نکاح ہم اپنی مرضی سے کریں گے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مجھ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، میں اپنی مرضی کے مطابق شادی کرنا چاہتی ہوں۔ کیا ایسی صورت میں مسئلہ خلع کے ذریعہ کسی دوسری جگہ اپنا نکاح کرانے کی مجاز ہو سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں آپ اپنے والدین کے مشورہ سے اپنا نکاح دوسری جگہ کرنے کا حق رکھتی ہیں (۱)، مگر اس کا انتظام کر لیں کہ مسٹی پا کو آپ کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کر سکے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

جواب صحیح ہے: شرعاً آپ دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہیں۔ واللہ اعلم۔

سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”وان كانت مرسومة، يقع الطلاق، نوى أولم ينو“۔ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۸/۱، الفصل

السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۷۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

طلاق نامہ وصول نہیں کیا

سوال [۶۲۵۵]: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور وہ وصول نہ کرے تو کیا بغیر اس کے علم کے طلاق ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس طلاق نامہ میں یہ قید نہیں تھی کہ بیوی کو پہنچ جائے تب طلاق ہے، تو طلاق نامہ لکھتے ہی طلاق ہو گئی، بیوی کو علم ہو یا نہ ہو (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۴/۱۳۹۱ھ۔

شوہر کی اطلاع کے بغیر طلاق نامہ اخبار میں شائع کرنا

سوال [۶۲۵۶]: مسمیٰ محمد عثمان کی شادی کے کچھ دنوں بعد اختلافات شروع ہو گئے، لیکن یہ اختلاف اس درجہ نہیں تھے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا، لیکن میں اس کو تنبیہ کرنا چاہتا تھا، ایک روز میں نے اپنے دوست سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق رجعی دینا چاہتا ہوں، اس پر میرے دوست نے میری اطلاع کے بغیر ایک مقامی اخبار میں یہ اعلان شائع کر دیا:

”منجانب محمد عثمان، تاجر گوشت حیدر آباد بنام حبیب بی بی بنت محمد صاحب مرحوم، دو سال قبل میری شادی تمہارے ساتھ ہوئی تھی، لیکن تمہاری غلط حرکات کی وجہ سے مجبوراً تنگ و عاجز آ کر تم کو تین مرتبہ روبرو

(۱) ”(فروع) کتب الطلاق، إن مستبیناً علی نحو لوح، وقع إن نوى، وقيل: مطلقاً، ولو علی نحو الماء، فلا مطلقاً“۔ (الدر المختار)۔ ”وإن كانت مرسومة، يقع الطلاق، نوى أولم ينو، ثم المرسومة لا تخلو: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة. وإن علق طلاقها بمجئى الكتاب بأن كتب: إذا جاءك كتابى، فأنت طالق، فجاءها الكتاب، فقرأته أولم تقرأ، يقع الطلاق، كذا فى الخلاصة“۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب فى الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فى الفتاوى العالمکیرية: ۳۷۸/۱، الفصل السادس فى الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فى الفتاوى التاتارخانية: ۳۷۷/۳، الفصل السادس فى إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

گواہان کے طلاق دے چکا ہوں اور تمہارا مہر بھی ادا کر چکا ہوں اور بغرض اطلاع عام یہ اعلان شائع کیا جا رہا ہے کہ مسماۃ حبیب بی بی میری بیوی نہیں رہی۔

مجھے جب اس کا علم ہوا تو میں نے بہت تعجب کیا اور اس کی تردید میں میں نے بھی ایک اعلان اخبار میں شائع کرایا کہ جو طلاق نامہ اخبار میں شائع کیا گیا ہے وہ قطعاً غلط ہے، میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ ہی اپنی بیوی کا مہر ادا کیا ہے۔ کیا اس دوست کی جانب سے شائع کردہ اس اعلان کی شرعاً مجھ پر ذمہ داری ہے؟ اور کیا اس کی وجہ سے میری بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ آپ کے دوست نے بغیر آپ کے مشورہ و علم کے طلاق نامہ آپ کی طرف سے اخبار میں شائع کر دیا، اور آپ نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ اس کی تردید کر دی ہے تو اس طلاق نامہ کی وجہ سے آپ کی بیوی پر کوئی طلاق نہیں ہوئی، بالکل بے فکر رہیں آپ کا نکاح بدستور قائم ہے: ”کل کتاب لم یکتبه بخطه، ولم یملہ بنفسه، لایقع الطلاق مالم یقرّ أنه کتابه، الخ“۔ رد المحتار: ۵۸۹/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹ھ/۱/۲۷۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹ھ/۱/۲۸۔

طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق

الاستفتاء [۶۲۵۷]: کیا مسماۃ ہندہ کو طلاق ہو گئی کہ اس کے باپ نے اس کے شوہر زید کو جو، اُن پڑھ، گنوار اور دینی مسائل سے ناواقف ہے، چند مسلمانوں کی پنچایت میں صحیح مضمون کے ساتھ طلاق نامہ لکھوا کر اس پر زید سے نشانی انگوٹھا لگوایا ہے۔ اور بعد لگانے نشانی انگوٹھا زید نے اسی محفل میں کہا کہ میں طلاق ولاق نہیں جانتا، کیسا طلاق؟ اور زبان سے ایک بار بھی زید نے طلاق کا لفظ نہیں نکالا ہے۔

(۱) (رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳۸۰/۳، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا غذ میں کیا لکھا ہوا ہے، محض بیوی کے باپ کے کہنے سے اس پر دستخط کر دیئے اور معلوم ہونے پر کہہ دیا کہ میں طلاق ولاق نہیں جانتا کیسا طلاق اور زبان سے طلاق نہیں دی تو شرعاً طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۱۳۸۵ھ۔

تحریر پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۵۸]: زید کی اپنی بیوی سے کچھ لڑائی ہوئی، اس کے بعد بیوی اپنے میکے چلی گئی، اور بعد میں سسرال والوں نے زید کو اپنے گھر بلا کر ایک تحریر پر دستخط لئے جس میں تین طلاقیں زید کی طرف سے کسی نے زید کی عدم موجودگی میں تحریر کر دی تھیں، اور تحریر کرتے وقت زید نے تحریر کو پڑھا کہ ہاں اس میں میری طرف سے تین طلاقیں تحریر ہیں تو کیا طلاق پڑ گئی، اور اگر پڑ گئی تو کونسی طلاق پڑی ہے؟ تحریر پر دستخط کراتے وقت زوجین موجود تھے۔ تو کیا دونوں کی موجودگی میں تحریر کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بیوی سامنے موجود ہو اور شوہر زبان سے کچھ نہ کہے حالانکہ وہ زبانی طلاق دینے پر قادر ہے: آخرس یا معتقل اللسان نہیں ہے اور طلاق کی تحریر لکھ دے، یا لکھی ہوئی تحریر پر دستخط کر دے تو اس سے طلاق نہیں ہوئی (۲)، درمختار میں کتاب الخنثی کے بعد کتاب الفرائض سے پہلے مسائل شتی کے ذیل میں لکھا ہے:

”إيماء الآخرس و کتابته كالبيان، بخلاف معتقل اللسان في وصية ونكاح و طلاق“ (۳)۔

(۱) ”وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه، لا یقع الطلاق ما لم یقر أنه کتابه“۔ (ردالمحتار

۳/۲۲۷، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۹، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) واضح رہے کہ غیر مستبین تحریر سے طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن سوال میں مذکور جس تحریر کا تذکرہ ہے وہ مستبین ہے اسی لئے اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، مزید تفصیل کے لئے اس جلد کا صفحہ نمبر ۵۹۳، حاشیہ نمبر ۲، دیکھئے۔

(۳) (ردالمحتار: ۶/۷۳۷، مسائل شتی، قبیل کتاب الفرائض، سعید)

اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامیؒ نے کتابت کی اقسام اور سب کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ”وظاہرہ أن المعنون من الناطق الحاضر غیر معتبر، اھ۔“ ردالمحتار: ۶۴۵/۵۔

”غمز عیون البصائر فی شرح الأشباه والنظائر، الفن الثالث، احکام کتابت میں ہے: ”الکتابۃ من الغائب جعل کالخطاب من الحاضر، اھ۔“ الأشباه، ص: ۵۲۸ (۱)، اس کے متعدد جزئیات بیان کئے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۴/۹۰ھ۔

کیا طلاق نامہ کا پڑھنا ضروری ہے؟

سوال [۶۲۵۹]: فتاویٰ عالمگیری اور شامی میں یہ عبارت تحریر ہے: ”فیہ ایضاً: رجل استکتب من رجل آخر إلی امرأته کتاباً بطلاقها، وقرأه علی الزوج، فأخذه، وطواه، وختم، وکتب فی عنوانه، وبعث به إلی امرأته، فأتاها الكتاب، وأقر الزوج أنه کتابه، فإن الطلاق يقع علیها۔“ فتاویٰ عالمگیری: مصری ص: ۴۰۴ (۲)۔

اس میں قرأت علی الزوج کی قید احترازی ہے یا اتفاقی، اگر کاتب نے طلاق نامہ لکھ کر طلاق لکھوانے والے کو نہیں سنوایا اور اس کا انگوٹھا لگوا کر عورت کو کاغذ دیدیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس کے جواب میں استشہاداً اور بھی عبارت تحریر فرمائیں تو موجب شکریہ کا ہوگا جن سے یہ ثابت ہو کہ قید احترازی ہے اتفاقی نہیں۔

معرفت مولوی بصیر الدین۔

الجواب وهو الموفق للصواب حامداً ومصلیاً:

”قراءة علی الزوج“ کی قید تو سب کتابوں میں ہے لیکن عدم قراءۃ علی الزوج کا حکم صورت مسئلہ کے متعلق کسی کتاب میں مصرح نہیں ملا، جزئیات مختلفہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ قرأت سے مقصود علم زوج ہے یعنی

(۱) (الأشباه والنظائر مع شرحه غمز عیون البصائر، الفن الثالث، أحكام الکتابۃ: ۴۴۷/۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

زوج اپنے علم اور نیت کے اعتبار سے جس طرح طلاق دینا چاہتا ہے اگر اسی طرح کاتب نے تحریر کیا ہے تب تو یہ طلاق نامہ معتبر ہے۔ اگر اس کے خلاف تحریر کیا ہے تو بغیر قرأت علی الزوج معتبر نہ ہوگا اور زوج کو حق ہوگا کہ اپنی نیت کے ماتحت جس قید کے ساتھ مقید کرنا چاہے، مقید کر دے، فصل مانع من إلحاق القید نہ ہوگا، عبارات ملاحظہ ہوں، عالمگیری کے اسی صفحہ پر ہے:

”ولو قال لآخر: اكتب إلى امرأتی كتاباً: إن خرجت من منزلك، فأنت طالق، فكتب، فخرجت المرأة بعد ما كتب قبل قراءته عليه، وبعث به إلى المرأة، لم تطلق بالخروج الأول. وكذا لو كتب الكتاب على هذا، فلما قرأه على الزوج، قال للكاتب: قد شرطت إن خرجت إلى شهر أو بعد شهر، كان إلحاق هذا الشرط جائزاً، وذكره في الجامع، كذا في محيط السرخسی“ (۱)۔

پہلے مسئلہ میں طلاق واقع نہیں ہوئی حالانکہ خروج کتابت کے بعد ہوا ہے اور قبل القراءۃ علی الزوج ہوا ہے۔ اگر عدم وقوع طلاق عدم قراءت کی بناء پر ہے تو اس کی بھی تصریح نہیں کہ بعد میں قراءت ہوئی، پھر خروج کے ساتھ اول کی قید بھی نہیں، پس خروج سے بھی طلاق واقع نہ ہونی چاہیے۔ اگر عدم وقوع طلاق اس بناء پر ہے کہ خروج بعد کتابت ہوا ہے لیکن قبل البعث إلى المرأة ہوا ہے تو قبل قراءۃ علیہ کی قید تو ہوگی۔ غرض اس سے کوئی بات منقح نہیں ہوتی۔

دوسرے مسئلہ میں قرأۃ علی الزوج کے بعد زوج کو إلحاق شرط کا اختیار دیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود علم اور نیت کے ساتھ کتابت کی مطابقت ہے، جس کا طریقہ قرأت ہے، اگر محض قرأت مقصود ہوتی تو صرف قرأۃ سے الزام ہو جاتا، قرأۃ کے بعد کسی اضافہ کا اختیار نہ رہتا، حالانکہ عدم مطابقت کی وجہ سے اضافہ کا اختیار دیا ہے، اگر محض کتابت مقصود ہوتی تو اشتراط قرأۃ کی ضرورت نہ تھی۔

الحاصل: مقصود یہ ہے کہ کاتب نے نیت زوج کے مطابق ہی کتابت کی ہے یا نہیں؟ پس اگر زوج نے تصریحاً بتا دیا کہ یہ لکھو اور کاتب نے اسی طرح لکھ دیا اور زوج کو کوئی بدگمانی کاتب کی طرف سے نہیں ہوئی، بلکہ

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

اعتمادِ کلی ہے کہ میرے بتانے کے موافق لکھا ہے اور اس پر بغیر سنے انگوٹھا لگا دیا اور بعد میں بھی اقرار کرتا ہے کہ یہ طلاق نامہ میری طرف سے ہے تو شرعاً وہ طلاق نامہ معتبر ہوگا۔ اور اگر زوج کو اعتبار کلی نہیں بلکہ بدگمانی ہے کہ میرے کہنے کے مطابق نہیں لکھا تو اس میں قراءۃ علی الزوج ضروری ہے۔

عبارت مسئلہ کے بعد ہے: ”قال للرجل: ابعت به إليها، أو قال له: اكتب نسخة وابعث بها إليها“ (۱)، اس میں بھی قراءۃ کا ذکر نہیں۔ ”ولو قال للكاتبة: اكتب طلاق امرأتی، كان إقراراً بالطلاق، وإن لم يكتب“۔ رد المحتار: ۲/۶۶۲ (۲)۔

یہاں امر کتابت کو اقرار طلاق قرار دیا گیا ہے اور اس کیلئے کتابت کو شرط نہیں کہا گیا، چہ جائے کہ قراءۃ علی الزوج کو اس سے بھی بیان بالا کی تائید ہوتی ہے۔ فقط واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وإلیہ الرجوع فی البدأ والمآل۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۸/۱۳۵۷ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/شعبان/۱۳۵۷ھ۔

طلاق نامہ پر بغیر پڑھے دستخط

سوال [۶۲۶۰]: ایک عورت کو طلاق دینے کیلئے ایک شخص بازار جا کر طلاق کا کاغذ خریدتا ہے، پھر اس کو وثیقہ نویس کو دے کر کہتا ہے کہ میری عورت کا طلاق نامہ لکھ دو، جس پر وثیقہ نویس طلاق نامہ لکھ دیتا ہے اور سائل کے دستخط کرا کر بلا نامے ہوئے طلاق نامہ طلاق دہندہ کے سپرد کر دیتا ہے اور طلاق دہندہ کا بھی بیان ہے کہ اس نے طلاق نامہ نہیں پڑھا۔ کیا یہ طلاق ہوگئی؟

محمد عثمان ٹھیکیدار، محلہ کریم پور، معرفت مولوی رحمت اللہ، مدرسہ اسلامیہ قاسمیہ، لدھیانہ۔

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۷، کتاب الطلاق، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب: الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۷۹، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں شرعاً ایک طلاق واقع ہوگئی:

”ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان إقراراً بالطلاق، وإن لم یکتب“۔ شامی:

۶۹/۲ (۱)۔ اگر جماع کی نوبت آچکی ہے تو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہے (۲)، ورنہ بائن ہوگئی، دوبارہ نکاح درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۰/۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/شوال/۱۳۵۲ھ۔

ایضاً

سوال [۶۲۶۱]: زید کو بعد نکاح قبل از رخصت شرط پیش کی گئی کہ ”اگر اس نے لڑکی نکاح میں رکھتے

ہوئے یا طلاق دے کر دوسرا عقد کیا تو اس عقدِ ثانی والی منکوحہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی“۔ زید نے محض اعتماد اور بھروسہ سے کام لیتے ہوئے بغیر نظر آئے اس پر دستخط کر دیئے۔ زید کا حلفیہ بیان ہے کہ اس شرطِ مذکورہ سے دستخط کرتے وقت بالکل لاعلم تھا، جب بعد میں زید کو اس کا علم ہوا تو اس کو بہت ہی غصہ آیا اور اس نے اسی وقت انکار بھی کر دیا اور کہا کہ میں ایسی کسی بھی شرط سے بالکل لاعلم تھا، یہ سراسر میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔

اور وہ کہتا ہے کہ شریعت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے اعتماد سے غلط فائدہ اٹھا کر ایک جائز چیز کو اس پر حرام کیا جائے، اب وہ کسی وقت میں اس شرط کو رکھتے ہوئے لڑکی کو لانے پر تیار نہیں۔ اور وہ یہی بار بار کہتا ہے کہ میرے واسطے یہ بہتر ہے کہ میں تجرّد کی زندگی بسر کروں، لیکن میں اس طرح مقید ہو کر لڑکی کو نہیں

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، کتاب الطلاق، مطلب: الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۳۷۹، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن)

(۲) ”إذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو رجعتین، فله أن یراجعها فی العدة، وبعد انقضائها، رضیت

بذلک أو لم ترض“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۴۷۰، باب الرجعة، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۴۹، باب الرجعة، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(۳) ”وینکح مبانته بما دون الثلاث، وبعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۳/۴۰۹، باب الرجعة، سعید)

لا سکتا۔ براہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے جس کے وجہ سے یہ شرط کا عدم قرار دی جائے؟
الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس نے اس تحریر کو نہیں پڑھا، نہ اس کو پڑھوا کر سنا، نہ اس کو بتایا گیا کہ اس میں یہ شرط لکھی ہے تو وہ تحریر بالکل بے کار ہے، اس کی پابندی لازم نہیں، دوسرا نکاح کرنے سے اس تحریر کی بناء پر کوئی طلاق نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۲/۱/۸۹ھ۔

کاغذ کو پڑھے بغیر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۶۲]: میری سالی اور ان کے رشتہ داروں میں جھگڑا ہو گیا تھا، جھگڑا ہونے کی بناء پر میں گھر چھوڑ کر الگ ہو گیا اور میری بیوی، میری سسرال میں تھی، میری بیوی اور مجھ میں کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہوئی، جھگڑے کے تیسرے دن سالی کا جیٹھ میرے پاس پرچہ لے کر آیا اور مجھ سے کہا کہ اس پر دستخط کر دو، اس وقت میں غصہ میں تھا، اسے دیکھ کر مجھے اور بھی غصہ آ گیا اور میں نے دستخط کر دیئے، پھر بعد میں اس نے پڑھ کر سنایا۔ اس پرچہ میں میری بیوی نے یہ لکھا تھا کہ ”میں نے اپنی خوشی سے مہر بخش دیئے“۔ اس پرچہ میں طلاق کا کوئی نام نہیں تھا اور میری زبان سے بھی طلاق کا نام نہیں نکلا، اس پرچہ کو دیکھ کر مجھے غصہ آیا اور میں نے اسے چھین کر پھاڑ دیا۔ اس بارے میں آپ کی رائے کا طلبگار ہوں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

نثار احمد بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ آپ نے زبان سے طلاق نہیں دی، اور پرچہ میں بھی طلاق کا ذکر نہیں تو پرچہ پر دستخط کرنے سے

(۱) ”کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ، بنفسه، لا یقع به الطلاق إذا لم یقرّ أنه کتابہ“۔ (الفتاویٰ

العالمگیریۃ: ۳/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتابۃ، إدارة القرآن، کراچی)

کوئی طلاق نہیں ہوئی (۱)، اگر پرچہ میں طلاق کا ذکر ہوتا اور اس کو پڑھ کر یا سن کر دستخط کرتے تب طلاق ہوتی (۲)، بغیر پڑھے اور بغیر سننے لاعلمی میں دستخط کر دیئے تب بھی طلاق نہ ہوئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن

بغیر کاغذ پڑھے اس پر دستخط کرنے سے طلاق

سوال [۶۲۶۳]: زید کی شادی ہندہ سے قریب دو سال ہوئے کہ ہوئی تھی، روزِ اول سے ہی ہندہ

زید کے ساتھ رہ کر حقوقِ زوجیت ادا کرتی رہی، قریب دو ماہ ہوئے ہندہ اپنی ماں کے یہاں ملنے گئی تھی، حسبِ دستور جیسا کہ جایا کرتی ہیں، چند دن بعد جب ہندہ کو بلانے کو کہا گیا تو ہندہ کی ماں نے بہانہ بازی کی اور ہندہ کو اس کے شوہر زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کر دیا اور کچھ شرائط منوانے کی نیت کا اظہار کیا۔ ہندہ کے ماں جائے بھائی نے ہندہ کو طرح طرح کی دھمکیاں دینا اور شوہر کے گھر جانے سے باز رہنے کی تنبیہ شروع کر دی۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دستاویز دست برداری دین مہر بعوض خلع اور دوسری دستاویز طلاق بائن دیئے جانے کی تحریر ہو گئی، ہندہ سے جب اس پر دستخط کرنے کو کہا تو اس نے تساہل برتا اور روئی، بعد تامل کے دستاویز دست برداری دین مہر بالعوض خلع پر دستخط اس نے کئے، بعد میں اسی جگہ ہندہ کے سوتیلے باپ اور دیگر شخص نے بحیثیت گواہ دستخط کئے۔

(۱) ”کذلک کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه، لایقع به الطلاق إذا لم یقرّ أنه کتابه، کذا فی

المحیط“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیۃ: ۳۸۰/۳، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(۲) ”کتب غیر الزوج کتاب الطلاق وقرأه علی الزوج، فأخذه، وختم علیه، أوقال لرجل: ابعث هذا

الکتاب إليها، فهذا بمنزلة کتابته بنفسه“۔ (الفتاویٰ البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱۸۵/۳،

کتاب الطلاق، نوع فی التوکیل وکنایتہ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

ہندہ کے دستخطوں کے بعد شوہر زید کے مکان پر پہنچ کر ہندہ کے سوتیلے باپ اور گواہ مذکور کی موجودگی میں شوہر زید کے باپ نے زید کو بلایا اور ان الفاظ کے ساتھ کہ یہ تمہارا معاملہ ختم ہو گیا، اب تم اس پر دستخط کر دو، زید نے اس دوسری دستاویز پر دستخط کر دیئے، لیکن اس نے دستاویز نہیں پڑھی، نہ اس کو پڑھ کر سنائی گئی اور نہ ہی زید نے کوئی لفظ کہا اور نہ اس سے کہلایا گیا، اس دستاویز پر زید کے باپ اور گواہ مذکور نے دستخط کئے۔ زید اور ہندہ کو یہ بات معلوم تھی کہ باہمی تعلقات منقطع کرانے کی کارروائیاں کی جا رہی ہیں۔ کیا ان حالات میں طلاق ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نہ طلاق ہوئی، نہ مہر معاف ہوا، نکاح بدستور قائم ہے (۱)، مہر بھی باقی ہے۔ دونوں شوہر بیوی پر ظلم نہ کیا جائے اور جب یہ دونوں شوہر بیوی ایک ساتھ رہنے پر راضی ہیں تو ہرگز تفریق کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ اس کو شوہر کے پاس بھیج دیا جائے ورنہ سخت گناہ اور وبال پڑے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۴/۹/۱۳۸۹ھ۔

جھوٹی تحریر پر دستخط سے دیانۃ طلاق نہ ہوگی

سوال [۶۲۶۲]: میرے ایک عزیز حاجی نیاز احمد کے پاس ضلع بستی میں کافی زمین ہے، ان کی بیوی زینب کو ضلع گوئڈہ میں سوا سو بیگہ ان کے والد مرحوم نے دیا تھا، گورنمنٹ نے دونوں زمینوں کو یکجا کر دیا ہے، شیلنگ کا مقدمہ شروع ہے، زمین زیادہ نکل رہی تھی۔ وکلاء نے ان کو رائے دی کہ آپ ایک تحریر پیش کر دیں کہ میں نے زینب کو طلاق دیدیا ہے، ان کی جانب سے وکیل نے ایک تحریر لکھی ہے اور حاجی نیاز احمد سے دستخط لیا، نہ انہوں نے زبان سے طلاق دیا، نہ طلاق دینے کی نیت تھی۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(۱) ”وکذا کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه، لایقع الطلاق ما لم یقرّأنه کتابہ“۔ (رد المحتار:

۲۴۷/۳، الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس: الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۳۸۰/۳، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن والعلوم

الإسلامیۃ، کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی جھوٹی تحریر یا خبر سے دیانۃ طلاق نہیں ہوئی۔ اگر پہلے گواہ بنالیا تھا کہ میں جھوٹی تحریر پر دستخط کرتا ہوں، نہ میں نے طلاق دی، نہ دے رہا ہوں، تو قضاء بھی طلاق واقع نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۷ھ۔

دھوکہ سے طلاق نامہ پر دستخط

سوال [۶۲۶۵]: عبدالحسین کی بیوی نے عبدالحسین سے کہا: ”مجھے جن آتا ہے جو تیرے میرے نکاح میں آ گیا ہے، اس لئے چل کر عدالت میں طلاق نامہ لکھ دے تاکہ جن کو طلاق ہو جائے، اس کے بعد بھی میں اور تو میاں بیوی ہیں“ اور ۱۵، ۲۰/ دن تحریر کے بعد بھی میاں بیوی ہی رہے۔ عبدالحسین سیدھا سادہ آدمی ہے، اس کو بیوی نے کچھری میں لے جا کر کچھری میں اقرار نامہ بنام طلاق نامہ لکھ کر اس سے دستخط کرائے، تین لکیریں عرضی نوایس نے اس کاغذ پر لگوائیں، طلاق نامہ پڑھ کر سنایا، اس کے باوجود عبدالحسین نے طلاق نامہ پر دستخط کر دیئے۔ عبدالحسین کو چونکہ بیوی نے قرآن اٹھا کر کہا تھا کہ میں تیری ہی بیوی رہوں گی، اس بناء پر عبدالحسین عورت کی طرف سے دھوکہ کھا گیا۔ کیا یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

تنقیح: طلاق نامہ یا اس کی نقل بھیجے اور یہ بھی صاف صاف لکھیے کہ صرف طلاق نامہ پر دستخط کرائے ہیں یا زبان سے بھی طلاق کہلوائی ہے جو کاغذ پر لکھی ہے، یا اس سے کم زیادہ؟ نیز عدالت کے حاکم نے فیصلہ دیا، اس کی بھی نقل بھیجے، تب انشاء اللہ پوری بات سامنے آئے گی اور اس کا جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۱۴۰۶ھ۔

(۱) ”لو أراد به الخبر من الماضي كذباً، لا يقع ديانة، وإن أشهد قبل ذلك، لا يقع قضاء“۔ (رد المحتار:

۲۳۸/۳، کتاب الطلاق، مطلب فی المسائل التي تصح مع الإكراه، سعید)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۲۶۲/۳، كتاب الطلاق، فيما يرجع إلى صريح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

کاتب سے طلاق لکھوانا

سوال [۶۲۶۶]: زید نے کاتب کو کہا کہ میرا طلاق نامہ لکھو، زید کاتب نے حسب حکم زید، زید کا طلاق نامہ لکھا اور پڑھ کر زید کو سنا دیا، بعدہ زید نے طلاق نامہ پر اپنا انگوٹھا چسپاں کر دیا اور زبان سے لفظ طلاق استعمال نہیں کیا۔ اس طلاق نامہ سے اس کی زوجہ پر طلاق ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید بھی اس طلاق نامہ کے لکھوانے کا اقرار کرتا ہے تو شرعاً طلاق واقع ہوگئی اگرچہ زبان سے طلاق نہیں دی: ”ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان إقراراً بالطلاق وإن لم یکتب. ولو استکتب من آخر کتاباً بطلاقها، وقرأه علی الزوج، فأخذه الزوج، وختمه، وعنونه، وبعث به إلیها، فأتاها، وقع إن أقر الزوج أنه کتابه.“ شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۹/۱۳۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/رمضان/۱۳۵۵ھ۔

”طلاق نامہ لکھو“ سے طلاق

سوال [۶۲۶۷]: اپنی بیوی کو کسی بنا پر مارا، وہ اپنی والدہ کے ہمراہ میسے چلی گئی، میں لینے کیلئے گیا، اس نے کچھ عذر کیا۔ میں محکمہ قضا میں پہنچا اور واقعہ سنایا اور کہا کہ طلاق دینا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے کہا کہ گیارہ روپیہ فیس داخل کر دو اور دو گواہ لے کر مجھے طلاق نامہ دیدیا اور کہا کہ طلاق ہوگئی، جاؤ، اور اس کی ایک کاپی تمہاری بیوی کو دیدی جائے گی۔ چند دن بعد میری بیوی گھر آئی، میں نے کہا کہ تجھ کو طلاق دیدیا ہوں، کیا تجھ کو اس کی کاپی نہیں پہنچی؟ اس نے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں اور طلاق نہیں ہوئی۔ پھر میں نے لوگوں سے معلوم کیا کہ طلاق نہیں ہوئی، کفارہ ادا کر دو؟ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا، بچہ بھی ہوا۔

اس کے بعد محکمہ قضا میں پھر گیا، تو صدر قاضی نے کہا جاؤ روبرو طلاق اپنی بیوی کو دو۔ میں طلاق دینا

(۱) (رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۳۸۰، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

نہیں چاہتا اور بیوی بھی پاس رہنے کیلئے تیار ہے، مگر اس کے والدین بھیجنے سے انکار کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ طلاق ہو چکی، ہمارا سامان واپس کر دو۔ اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ چار چھوٹے بچے ہیں، بیچ نے کہا کہ فتویٰ منگالو، جیسا حکم ہو، ہو جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ نے قاضی صاحب سے کہا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ طلاق نامہ لکھ کر مکمل کر دیجئے، تو اتنا کہتے ہی ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی خواہ بیوی کے پاس طلاق نامہ پہنچا اور اس نے وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو (۱)، ایسی طلاق کا حکم یہ ہے کہ عدت (تین حیض) گزرنے پر یا اگر حاملہ ہو تو وضع حمل پر بائنا ہو جاتی ہے (۲)، پھر بغیر دوبارہ نکاح کئے تعلق زوجیت قائم کرنا درست نہیں ہوتا (۳)۔ اگر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرے خواہ زبان سے کہدے کہ میں نے طلاق واپس لے لی، یا کوئی ایسا کام کرے جو شوہر بیوی کا

(۱) ”وفی الظہیریۃ: لو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان هذا إقراراً بالطلاق، کتب أولم یکتب“.

(الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳/۳۷۹، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس الطلاق بالکتاب، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ البزازیۃ علی هامش الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴/۱۸۵، نوع آخر فی التوکیل و کنایتہ، رشیدیہ)

(۲) ”فأما عدة الأقراء، فإن كانت المرأة حرة، فعدتها ثلاث قروء؛ لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن

بأنفسهن ثلاثة قروء﴾..... الخ، وأما عدة الحبل، فمقدارها بقية مدة الحمل، قلت أو كثرت“۔ (بدائع

الصنائع: ۴/۴۲۳، ۴۳۰، فصل فی مقادیر العدة، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی فتح القدير: ۴/۳۰۷-۳۱۲، باب العدة، مصطفى البابی الحلبي، مصر)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۲۴۸، ۲۵۲، باب العدة، رشیدیہ)

(و کذا فی النهر الفائق: ۲/۴۷۵، ۴۷۸، باب العدة، رشیدیہ)

(۳) ”فالحکم الأصلی لمادون الثلاث من الواحدة البائنة، والثنتين البائنتين، هو نقصان عدد الطلاق،

وزوال الملك أيضاً، حتی لا یحل له وطؤها إلا بنکاح جدید“۔ (بدائع الصنائع: ۴/۴۰۳، فصل فی حکم

الطلاق البائن، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(و کذا فی البحر الرائق: ۳/۵۱۹، باب کنایات، رشیدیہ)

مخصوص ہوتا ہے تو پھر وہ بدستور زوجہ ہو جاتی ہے۔

اگر قاضی صاحب نے طلاق نامہ لکھ کر آپ کو دیا ہے اور آپ نے اس کو منظور کر لیا ہے تو اس کو یہاں بھیج دیں تاکہ اس کے مطابق حکم لکھ دیا جائے۔ اگر تحریر طلاق کے علاوہ زبانی طلاق دی ہے تو جیسی طلاق دی ہے وہ واقع ہوگئی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۶/۱۳۸۷ھ۔

سحر اور بدحواسی کی حالت میں تحریری طلاق

سوال [۶۲۶۸]: ایک شخص نے بیرونی ملک رہتے ہوئے اپنی بیوی کے نام متعدد خطوط لکھے جن کا زیادہ تر مضمون فحش گالی گلوچ پر مشتمل ہے، ساتھ ہی ”طلاق طلاق طلاق“ کے الفاظ بھی لکھے اور یہ بھی تحریر کیا کہ ”میرا تیرا کوئی تعلق نہیں، میں نے تجھے چھوڑ دیا“۔ جب گاؤں کی کمیٹی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا تو طالق کو بلا کر دریافت کیا گیا تو اقرار کیا کہ: میں نے لکھا ہے، مگر میرے ہوش و حواس اس وقت قائم نہیں تھے۔ اس کمیٹی میں شریک بعض لوگوں نے دفاعاً یہ کہا کہ اس پر سحر کیا گیا تھا، اس لئے اس حال میں لکھے ہوئے الفاظ سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ بعضوں نے اس پر جنون کا خیال ظاہر کیا، بعض نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چونکہ اس نے طلاق کے الفاظ تین بار لکھے ہیں اور زبانی اقرار بھی کیا ہے، لہذا ظاہری الفاظ و اقرار کے پیش نظر طلاق واقع ہوگئی۔

سحر و جنون کی باتیں کرنا یہ دفاعی ہیں، چونکہ طالق دینی و دنیوی سارے امور انجام دیتا ہے اور بیرون ملک برسر روزگار ہے۔ اب حضرت والا سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں کمیٹی کو کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟ شرعاً طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ میری مؤدبانہ درخواست ہے کہ ازراہ کرم جواب سے نوازیں۔

نوٹ: یہ خطوط موصول ہونے کے بعد بیوی سخت برہم تھی تو اس کا شوہر بیرون ملک سے وطن آیا تو اس نے اس سے قطع تعلق کیا اور کسی قیمت پر اس سے ملنے پر راضی نہیں تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جنون و سحر وغیرہ کی وجہ سے ہوش و حواس قائم نہ رہے اور یہ معلوم نہ ہو کہ زبان سے کیا الفاظ کہے

رہا ہے اور ان کا کیا نتیجہ ہوگا تو اسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوئی، اگر یہ بار نہ ہو بلکہ الفاظ کے مطلب کو سمجھتا ہو پھر اس طرح کہے تو طلاق ہو جاتی ہے (۱)۔

طلاق دیتے وقت اس کے دوسرے احوال و معاملات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہو اس صحیح تھے یا نہیں، پس اگر شوہر کو اس تحریر کا اقرار ہے جس کا کہ سوال میں درج ہے اور اس نے نہیں کہا کہ میرے ہو اس درست نہیں تھے، مجھ پر سحر تھا یا جنون تھا تو صورت مسئلہ میں طلاق مغلط واقع ہوگئی (۲)، اب نہ رجعت کا اختیار رہا اور نہ دوبارہ نکاح کی گنجائش ہے، اس عورت کو چاہئے کہ اس سے الگ رہ کر عدت پوری کرے، پھر کسی اور شخص سے شرعی طور پر نکاح کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۳/۱۴۰۶ھ۔

زبردستی تحریر سے طلاق

سوال [۶۲۶۹]: زید اور اس کی بیوی میں مار پیٹ کا مقدمہ چلا، زید پر عدالت سے بیس روپیہ جرمانہ ہو گیا، زید نے عدالت بالائیں اپیل کی، عدالت بالانے زید سے فہمائش کی کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے، زید نے عذر کیا، زید کے عذر پر عدالت نے دھمکی دی کہ اگر دو منٹ کے اندر فیصلہ لکھ کر داخل نہ کیا تو تم کو جیل خانہ بھیج دیا جاوے گا، زید نے اس دھمکی سے مرعوب ہو کر فیصلہ لکھوا کر دیدیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور اس نے مجھے مہر شرعی معاف کر دیا۔ تو کیا ایسی حالت میں طلاق شرعی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئلہ میں اگر زید نے زبان سے طلاق نہیں دی، بلکہ محض طلاق کی تحریر دی ہے تو شرعاً اس کی

(۱) ”الثانی: أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول: ولا يريد، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله“۔ (رد المحتار: ۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدہوش، سعید)

(و کذا فی إعلاء السنن: ۱۱/۱۸۷، باب عدم صحة طلاق الصبی والمجنون والموسوس، إدارة القرآن کراچی)
(۲) ”رجل استکتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها“۔
(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(۳) قال الله تعالى: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا، فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ﴾۔ (البقرة: ۲۳۰)

بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی:

”رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة هنا“. فتاویٰ قاضی خان: ۳۵/۲ (۱)۔

اگر زبان سے بھی یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، یا اپنی بیوی کو اپنی زوجیت سے آزاد کر دیا تو شرعاً اس کی بیوی پر ایک طلاق واقع ہوگئی:

”وطلاق المكره واقع“. ہدایہ (۲)۔ ”ولو قال: للکاتب: اکتب طلاق امرأتی، کان إقراراً بالطلاق وإن لم يكتب“. شامی: ۷۰۳/۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الرحمن صحیح: عبد اللطیف، ۵۲/۳/۱۰ھ۔

مکرہ کی طلاق بالکتابت کا حکم

سوال [۶۲۷۰]: زید کو چند آدمی کسی ناراضگی کی وجہ سے دھوکہ دے کر قصبہ سے یا مدرسہ سے باہر لے گئے اور اس کو مارا اور کہا کہ تُو آئندہ اگر اس مدرسہ میں یا قصبہ میں آئے گا تو تجھ پر طلاق اضافی واقع ہوگی اور زید کو کہا کہ تو کہہ دے کہ میں یہاں آئندہ نہ آؤں گا، اگر آؤں تو جب شادی کروں طلاق ہو جاوے، مگر زید

(۱) (فتاویٰ قاضی خان: ۴۷۲/۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۷۹/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۷/۳، مطلب: الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳۸۰/۳، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الهدایۃ: ۳۵۸/۲، باب طلاق السنۃ، مکتبہ شرکتہ علمیۃ، ملتان)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۳۵۳/۱، فصل فیمن یقع طلاقه وفیمن لا یقع طلاقه، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۲۵۷/۳، من یقع طلاقه ومن لا یقع، إدارة القرآن کراچی)

(۳) (رد المحتار: ۲۴۶/۳، مطلب: الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳۷۹/۳، الفصل السادس فی إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن کراچی)

خاموش رہا اور زید کو ان آدمیوں نے اسٹیشن پر سوار کر دیا۔ اب زید نے دوسرے شہر سے ہو کر مدرسہ میں درخواست دی اور مقدمہ قوی کرنے کیلئے یہ بھی لکھ دیا کہ مجھ سے ان لوگوں نے زبردستی طلاق اضافی بھی لی تھی، اور مجھے مارا بھی۔

اب زید پھر مدرسہ گیا اور مقدمہ چلانے کیلئے منشی صاحب مدرسہ نے مدعی علیہ کو طلب کیا اور ان سے بیان لیا کہ واقعی تم لوگ زید کے ساتھ لڑے ہو اور زید کو مارا ہے اور اس سے طلاق اضافی لی ہے؟ تو مدعی علیہ انکار کر گئے، اور انہوں نے کہا کہ نہ ہم لڑے ہیں اور نہ کوئی طلاق وغیرہ لی ہیں اور پھر منشی صاحب مدرسہ نے زید سے اپنے سامنے بیان لیا تو زید نے کہا کہ یہ لوگ مجھ سے لڑے ہیں اور طلاق لینے کی بھی کوشش کی، مگر میں خاموش رہا۔ تو اس صورت میں کیا زید پر طلاق واقع ہو جاتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر واقع ہو جاتی ہے تو پھر کوئی صورت ہے کہ زید شادی کر سکے؟

برائے نوازش اس مسئلہ کی تحقیق کے بعد جواب سے بندہ کو مشکور فرمائیں کیونکہ زید مذکور کی شادی کا تمام سامان تیار ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر جبر و اکراہ کر کے زید سے طلاق تحریر کرادی ہے اور زید اس نے اس طلاق اور تعلیق کا تلفظ نہیں کیا تو اس تحریر سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوگی: ”رجل أكره بالضرب والحبس أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق، لا تطلق امرأته؛ لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة، ولا حاجة ههنا“۔ فتاویٰ قاضیخان: ۱/ ۴۷۱ (۱)۔

خواہ اس تحریر میں وہ الفاظ لکھے ہوں جو کہ سوال میں مذکور ہیں خواہ کچھ اور۔ اگر زبان سے بھی ان الفاظ کو ادا کیا ہے تو ان کو لکھ کر حکم دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۱) (فتاویٰ قاضی خان: ۱/ ۴۷۲، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/ ۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی ردالمحتار: ۳/ ۲۳۶، مطلب فی الإکراه علی التوکیل بالطلاق والنکاح اھ، سعید)

طلاق نامہ پر جبراً انگوٹھا لگانے سے طلاق کا حکم

سوال [۶۲۷۱]: محمد حنیف کی شادی محمد صدیق کی لڑکی نور افشاں بیگم کے ساتھ چار سال ہوئے ہوئی، لڑکی کے والد کلکتہ میں کمپنی میں ملازم ہیں، داماد کو کمپنی میں جگہ دلوادی، بیوی میکے میں والدین کے پاس رہی، محمد حنیف خرچہ وغیرہ دیتا رہا، سال میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ شوہر کے پاس چلی جاتی، غرضیکہ پورا خاندان ہنسی خوشی رہتا رہا۔ ایک دن سر اور داماد میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا، مار پیٹ بھی ہوئی، اس کے بعد صلح ہو گئی، لیکن کشیدگی باقی رہی۔ ایک دن محمد حنیف نے خود سر کے بارے میں لکھ دیا، سر نے خود طلاق لینا چاہا۔

محمد صدیق کے بیان کے مطابق پیر صاحب غازی پور سے آئے ہوئے تھے، اس نے جا کر کہا، پیر صاحب نے اولاً محمد حنیف کو سمجھا دیا، مگر وہ نہیں مانا اور سادہ کاغذ پر طلاق نامہ لکھا گیا جو پیر صاحب نے لکھا اور دوسریوں کے دستخط کرائے۔ چند دن بعد محمد صدیق بچوں کو لے کر آبائی وطن کرنیل گنج آ گئے، دوسرے روز محمد حنیف بھی کلکتہ سے آ گیا، آنے پر معلوم ہوا کہ حنیف نے نور افشاں بیگم کو طلاق دیدیا، معلوم ہوتے ہی ایک درخواست انجمن میں دی کہ میں تقریباً بالکل ”اُن پڑھ“ ہوں اور حقیقت بھی یہی ہے اور میرے سر نے جبراً سادہ کاغذ پر مجھ سے انگوٹھا لگوا لیا ہے اور کہا کہ ایک ضرورت ہے، صبح کو بتلا دوں گا، اب کہتے ہیں کہ برضاء و رغبت طلاق دی ہے، لہذا انجمن فیصلہ کرے۔

انجمن نے پیر صاحب کو بلایا، پیر صاحب بھی باشرع آدمی ہیں، قسم کھا کر کہا کہ میں نے اس کو منع کیا مگر نہ مانا اور طلاق دے دی، اور طلاق نامہ صحیح ہے۔ ادھر محمد حنیف بھی کلام پاک ہاتھ پر رکھ کر قسم کھاتا ہے کہ میں نے عورت کو طلاق نہیں دیا، دھوکہ سے کاغذ پر انگوٹھا لگوا دیا ہے، اور اُن پڑھ ہونے کی وجہ سے پڑھ نہیں سکا کاغذ پر کیا لکھا گیا، زبانی طلاق مجھ سے نہیں لی گئی۔ نیز خود میرے سر صاحب پیر صاحب سے مرید ہیں اور گواہان جس کے دستخط ہیں ان میں سے ایک موجود نہ تھا، یہ سب ایک سازش کر کے میری عورت اور دوسری جگہ بٹھانا چاہتے ہیں۔ ان تمام حالات میں از روئے شرع کس کی قسم کا اعتبار ہوگا؟ طلاق نامہ کی نقل بھی ہمراہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دو عادل مقبول الشہادۃ آدمی گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے محمد حنیف نے اپنی بیوی کو زبان سے طلاق مغالطہ دی ہے، یا طلاق نامہ میں تین طلاق لکھوائی، یا طلاق نامہ اس کو پڑھ کر سنایا گیا اور اس نے سن کر سمجھ کر

اس پر انگوٹھا لگایا ہے اور اس انگوٹھا لگانے میں اس پر جبر نہیں کیا گیا ہے تو اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی (۱) اور بغیر حلالہ کے اس سے دوبارہ نکاح بھی درست نہیں (۲)۔ اگر دو عادل مقبول الشہادۃ گواہ موجود نہیں، یا موجود ہیں مگر وہ زبانی طلاق کے گواہ نہیں، بلکہ صرف اس بات پر گواہ ہیں کہ ہمارے سامنے کاغذ پر انگوٹھا لگایا ہے اور اس پر طلاق بعد میں لکھی گئی ہے، یا طلاق پہلے لکھی گئی تھی مگر اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ طلاق نامہ ہے اور اس کو پڑھ کر نہیں سنایا گیا یا اس کو معلوم تھا مگر مار پیٹ کی دھمکی دے کر زبردستی جبراً اس سے انگوٹھا لگوایا گیا ہے تو طلاق نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔

(۱) ”وإذ شهد شاهدان على رجل أنه طلق امرأته ثلاثاً، ووجد الزوج والمرأة ذلك، فرق بينهما؛ لأن المشهود به حرمتها عليه، والحل والحرمة حق الله تعالى، فتقبل الشهادة عليه من غير دعوى“ (المبسوط للسرخسي: ۳/۱۷۰، باب الشهادة في الطلاق، غفاريہ)

(و كذا في الدر المختار ۵/۴۶۵، كتاب الشهادة، سعيد)

(و كذا في الباب في شرح الكتاب: ۳/۱۴۲، كتاب الشهادة، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره﴾ (سورة البقرة: ۲۳۰)

”وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها“۔ (الفتاوى العالمكيريّة: ۱/۴۷۳، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، رشيدية)

(و كذا في الهداية: ۲/۳۹۹، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة، شركة علميه)

(و كذا في الدر المختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۰، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة، سعيد)

(۳) ”رجل أكره بالضرب والحبس على أن يكتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان، فكتب: امرأته فلانة بنت فلان طالق، لا تطلق امرأته“۔ (الفتاوى العالمكيريّة: ۱/۳۷۹، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(و كذا في فتاوى قاضى خان: ۱/۴۷۲، الطلاق بالكتابة، رشيدية)

(و كذا في الفتاوى التاتارخانية: ۳/۳۸۰، الفصل السادس في إيقاع الطلاق بالكتاب، إدارة القرآن كراچی)

دھمکی کے طور پر خط کے ذریعہ اعلان طلاق

سوال [۶۲۷۲]: زید نے اپنے خسر کو خط میں یہ الفاظ لکھے: ”میرا یہ خط اعلان طلاق ہے“ یا پھر ”میں اس خط کے ذریعہ اعلان طلاق کرتا ہوں، ۱۰/ فروری تک میری بیوی میرے گھر پہنچ جانی چاہیے، نہیں تو طلاق دیدی جائے گی۔“ کیا ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خط کے ان الفاظ سے کوئی طلاق نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں طلاق نہیں دی بلکہ آئندہ طلاق دینے کی دھمکی ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۱۳۹۵ھ۔

دھمکانے کے لئے طلاق نامہ میں خسر کی دوسری لڑکی مراد لینا، تحریری طلاق جبکہ بیوی سامنے ہو

سوال [۶۲۷۳]: کرم علی کو اپنی بیوی سے انتہائی محبت ہے اور اس کی بیوی بھی اپنے شوہر کو پیار کرتی ہے، دونوں اسی طرح ایک عرصہ سے میل و محبت کے دن گزارتے رہے اور آپس میں کبھی کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں ہوا اور کرم علی نے اس کو کبھی طلاق دینے کا اور جدا ہونے کا ارادہ نہیں کیا، مگر کرم علی کے لئے یہ بات ہمیشہ تکلیف دہ رہی ہے کہ بیوی جب میکہ چلی جاتی ہے تو سسرال والے واپس کرنے میں ہمیشہ ٹال مٹول کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ وہ خود لینے گیا تو ٹال مٹول کی اور کہا کہ بعد میں رخصت کریں گے، پھر ماں کو بھیجا، وہ اپنے ساتھ جا کر لائی تو بات ختم ہوگئی، مگر کرم علی کو سسرال والوں سے انتقام کی سوچھی۔ کسی کے بتانے سے یا اپنے دماغ سے یہ ترکیب ٹھہرائی کہ ایک فرضی طلاق نامہ سسرال والوں کے پاس بھیج دوں، وہ لوگ خوب پریشان ہوں گے

(۱) ”وفی المحيط لوقال بالعربیۃ: أطلق، لایکون طلاقاً، إلا إذا غلب استعمالہ للحال، فیکون طلاقاً“.

(الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، الباب الثانی فی إیقاع الطلاق، الفصل السابع فی الطلاق

بألفاظ الفارسیۃ: ۳۸۴/۱، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار، باب الصریح، مطلب: سن بوش، یقع بہ الرجعی: ۲۴۸/۳، سعید)

(و کذا فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ، کتاب الطلاق ومطالبہ: ۳۸/۱، قندھار)

اور آئندہ ٹال مٹول کی حرکت ترک کر دیں گے، اس تجویز کے تحت کرم علی نے اپنی سسرال والوں کو فرضی طلاق نامہ لکھا کہ میں نے عزیز کی لڑکی کو تین طلاق دیا اور دل و زبان سے عزیز کی لڑکی سے دوسری لڑکی کو مراد لیا، اپنی بیوی کا قصد و ارادہ نہیں کیا۔ ایسی صورت میں اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق اپنی بیوی کو دی جایا کرتی ہے غیر کو نہیں، جبکہ یہاں مقصود اپنے سسرال والوں کو پریشان کرنا ہے، تو ان کی پریشانی اس صورت سے ہو سکتی ہے کہ ان کی لڑکی کو طلاق ہو جائے، اس سے کوئی پریشانی نہ ہوگی کہ ان کی لڑکی کو طلاق نہ ہو، اس لئے صورت مسئلہ میں طلاق مغلطہ کا حکم کیا جائے گا، اگر خسر کے کوئی دوسری لڑکی موجود ہے تو وہ اس شخص کی بیوی نہیں اس کو مراد لینا غلط ہے۔ پھر زبان سے مراد لینے کا مطلب کیا ہے، کیا زبان سے یہ کہا کہ عزیز کی وہ لڑکی جو میری بیوی نہیں وہ میری مراد ہے، میں نے اس کو طلاق دی ہے، ہاں اگر اس کی بیوی عزیز کی لڑکی نہ ہو تو یہ تحریر لغو اور بیکار ہوگی، ورنہ تو اس کی بیوی پر طلاق مغلطہ ہوگئی:

”لو ذکر اسمها أو اسم أبيها أو أمها أولدها، فقال: عمرة طالق، أو بنت فلان، أو بنت فلانة، أو أم فلان، فقد صرحوا بأنها تطلق. وأنه لو قال: لم أعن امرأتی، لا یصدق قضاء إذا كانت امرأته كما وصف، ۱ھ“. رد المحتار: ۵۹۱/۲، ۴۳۰، نعمانیہ (۱)۔

لیکن اگر یہ تحریر لکھتے وقت بیوی سامنے موجود تھی اور زبانی طلاق کا لفظ نہیں بولا، صرف تحریر لکھی ہے تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی:

”وظاهره أن (الكتاب) المعنون من الناطق الحاضر غير معتبر، ۱ھ“. شامی، ص: ۶۴۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

(۱) (رد المحتار: ۲۳۸/۳، کتاب الطلاق، مطلب: سن بوش، يقع به رجعی، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۸/۱، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، سعید)

(و کذا فی التاتارخانیۃ: ۲۸۲/۳، کتاب الطلاق، نوع آخر فی الإيقاع بطریق الإضمار وفی ترک

الإضافة وما أشبهها، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (رد المحتار: ۷۳۷/۶، کتاب الخثی، مسائل شتی، سعید)

تحریر طلاق اگر بیوی کے پاس نہ پہنچے

سوال [۶۲۷۴]:۱۔ زید کا نکاح بارہ برس ہوئے ایک ہزار روپے میں ہوا تھا۔

۲۔..... زید کی بیوی اور اس کے والدین سے زید کا اور زید کے والدین کا باہمی تنازعہ شروع ہو گیا جس کا

نتیجہ یہ ہوا کہ زید کی بیوی کو اپنے خاوند کے علاوہ اپنے والدین کے یہاں بھی اکثر رہنا پڑا۔

۳۔..... نکاح سے چھ سال بعد زید دل و دماغ اور معدہ کی سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

۴۔..... نکاح کے آٹھ سال کے بعد جب کہ زید کی بیوی اپنے والدین کے یہاں تھی زید نے اس کو

اپنے پاس بلانا چاہا مگر وہ نہیں آئی۔

۵۔..... کچھ دنوں کے بعد دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں زید نے اپنی بیوی کو تحریر طلاق لکھی،

مگر کسی وجہ سے طلاق کا پروانہ بیوی کے پاس نہیں بھیجا۔

مختل الدماغ کی تحریر طلاق سے طلاق

سوال [۶۲۷۵]:۶۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں

دوبارہ تحریر طلاق لکھی اور طلاق کا پروانہ بذریعہ ڈاک خانہ رجسٹری کر کے بیوی کے پاس بھیج دیا، لیکن بیوی کو تقسیم

ہونے سے قبل محکمہ ڈاک خانہ سے رجسٹری کا لفافہ جس میں طلاق کا پروانہ تھا واپس کر لیا۔ دونوں پروانوں میں یہ

الفاظ تھے: ”تم میرے پاس نہیں آئیں، لہذا میں تم کو طلاق دیتا ہوں“ بیوی کے پاس یہ پروانہ نہیں پہنچے۔

۷۔..... ان واقعات کے چھ ماہ بعد زید کی بیوی زید کے پاس آگئی اور ڈھائی سال تک زید کے پاس

رہی، اسی دوران میں ایک لڑکا پیدا ہوا جو ڈیڑھ سال کا ہو کر مر گیا۔

۸۔..... اب ڈیڑھ سال سے زید کی بیوی باہمی تنازعہ کی وجہ سے اپنے والدین کے یہاں رہی۔

۹۔..... حال ہی میں زید نے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلانا چاہا اس نے جواب میں لکھا کہ تم یا تمہارے

والدین یا تمہارا بھائی مجھ کو آ کر لیجا سکتے ہیں، زید نے اپنے والدین سے اپنی بیوی کے بلانے کے بارے میں

رائے لی، انہوں نے اس کے بلانے سے ناراضگی ظاہر کی۔ دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی میں زید اس بات کا

خیال کرتے ہوئے کہ زید بوجہ علالت اپنی بیوی کو نان و نفقہ دینے سے مجبور ہے اور زید کے والدین اس کی بیوی

کے بلانے میں ناراضگی ظاہر کرتے ہیں، لہذا زید نے کئی مرتبہ یہ الفاظ ادا کئے کہ ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی“۔ شرع شریف کا جو حکم ہے اس سے براہ کرم مطلع فرمائیں۔

نوٹ: دل اور دماغ کی تکلیف کی زیادتی کی حالت میں زید کے دل اور دماغ کی کیفیت صحیح اور قابل اعتبار نہیں رہتی۔

نوٹ: اگر طلاق پڑ گئی ہو تو کیا کوئی صورت حلالہ کی ممکن ہے؟ مطلع فرمائیں۔

مرسلہ: محمد طفیل احمد عفی عنہ۔

معرفت: بابو صغیر احمد کلرک، مقام ریاست الور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دل و دماغ کی تکلیف کی وجہ سے حواس باختہ اور مدہوش تھا کہ اس کو اپنے اقوال و افعال کا علم نہیں، یا اس سے بلا اختیار اقوال و افعال صادر ہوتے ہیں اور اکثر مختل تھے اور ایسی حالت میں اس نے طلاق تحریر کی اور جب زبانی طلاق دی ہے اس وقت بھی ایسی ہی حالت تھی تب تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔ اور اگر ایسی حالت نہیں تھی بلکہ حواس درست تھے اور اپنے علم و اختیار سے طلاق لکھی ہے تو اول مرتبہ لکھنے سے ایک طلاق واقع ہوگئی اگرچہ بیوی کے پاس وہ تحریر نہ پہنچی ہو (۲) اور مدخولہ ہونے کی صورت میں عدت کے اندر ہی اندر اگر

(۱) ”لا يقع طلاق المولى على امرأة عبده، والمجنون، والمعتوه، والمدهوش“۔ (الدر المختار).
 ”الثانية أن يبلغ النهاية، فلا يعلم ما يقول ولا يريد، فهذا لا ريب أنه لا ينفذ شيء من أقواله“۔ (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۴۲/۳، ۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، سعید)
 (و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۵۳/۱، فصل فیمن يقع طلاقه و فیمن لا يقع طلاقه، رشیدیہ)
 (و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۲۵۵/۳، الفصل الثالث من يقع طلاقه و من لا يقع، إدارة القرآن کراچی)
 (۲) ”وإن كانت مرسومة، يقع الطلاق، نوى أو لم ينو..... بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا، يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة“۔ (رد المحتار: ۲۴۶/۳، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۸/۱، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۴۷۱/۱، کتاب الطلاق، فصل فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

دوسری مرتبہ طلاق تحریر کی ہے تو وہ بھی واقع ہوگئی۔ اور اگر رجعت نہیں کی تھی تو عدت گزرنے پر بائنہ ہوگئی، دوسری طلاق واقع نہیں ہوئی (۱)۔

اسی طرح جو زبانی طلاقیں دی ہیں وہ بھی واقع نہیں ہوئیں اور زید کی بیوی اجنبیہ ہوگئی، اس سے جماع کرنا اور اس کو اپنے پاس رکھنا کچھ جائز نہیں رہا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر طرفین رضا مند ہیں تو دوبارہ نکاح کرنا درست ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر دوسری طلاق عدت ہی میں دی تھی اور اس سے رجعت کر لی تھی یا بلا رجعت کے مگر عدت کے اندر اندر ہی زبانی طلاق دی ہے تو وہ مغلطہ ہوگئی۔ اب اس کو بلا حلالہ کے رکھنا درست نہیں (۲)۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے پر اس عورت کا کسی اور سے نکاح کیا جائے اور وہ صحبت کرے اس کے بعد وہ طلاق دیدے یا مرجائے، پھر عدت گزار کر زید سے نکاح ہو سکتا ہے:

”کتب: أما بعد! فأنت طالق، فکما کتب هذا یقع الطلاق، ویلزمها العدة من وقت الکتابۃ، اهـ۔ عالمگیری: ۳۹۷/۲ (۳)۔ ”الصریح یلحق الصریح“۔ تنویر (۴) ”وینکح مبانته بما دون الثلث فی العدة، وبعدها بالإجماع، لا مطلقة بها: أي بالثلاث، حتی یطأها هذا، ولو

(۱) ”أجمع العلماء علی أن الصریح یلحق الصریح، ما دامت فی العدة، وكذا البائن یلحق الصریح، والصریح البائن، ما دامت فی العدة عندنا“۔ (الفتاویٰ التاتاریخانیة: ۳/۳۷۳، إیقاع الطلاق علی المبانة والمطلقة بصریح الطلاق، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۳۷۷، کتاب الطلاق، باب کنایات، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۸۳، ۸۴، باب کنایات، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) ”إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجها فی العدة وبعد انقضائها، وإن كان الطلاق ثلاثاً فی الحرۃ، وثنین فی الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، ودخل بها، ثم یطلقها، أو یموت عنها“۔ (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۳۷۲، ۳۷۳، فصل فیما تحل به المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل به المطلقة، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) (الفتاویٰ العالمگیریة: ۳/۳۷۸، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(۴) (الدر المختار: ۳/۳۰۶، کتاب الطلاق، باب کنایات، سعید)

مراہقاً یجامع مثله بنکاح نافذ، وتمضی عدته: أى الثانی، الخ۔ درمختار مختصراً:
۸۲۹/۲ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۵/۵۵ھ۔
الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

استفتاء متعلق سوال بالا

سوال [۶۲۷۶]: اس کے بعد یہی سوال دوبارہ آیا اس پر مندرجہ ذیل جواب دیا گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے قبل بھی یہ سوال آیا تھا جس پر تنقیحات کر کے واپس کر دیا گیا تھا، کیونکہ بلا ان کے جواب دشوار تھا، اس مرتبہ ان تنقیحات کو سوال کے ساتھ نہیں بھیجا گیا، تاہم سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ زید کی زوجہ پر پہلی اور دوسری طلاق واقع ہوگئی، اگر زوجہ مدخولہ ہے (۲)، ورنہ پہلی ہی طلاق سے بائینہ ہوگئی (۳) بشرطیکہ پہلی طلاق سے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو، ورنہ پہلی ہی طلاق سے مغلظہ ہوگئی، بلا حلالہ کے نکاح جائز نہیں۔

اور تیسری طلاق جو کہ زبانی دی ہے اگر وہ عدت ہی میں دی ہے تو وہ واقع ہو کر مغلظہ ہوگئی اور اگر عدت کے بعد دی ہے تو وہ واقع نہیں ہوئی، طرفین کی رضامندی سے نکاح درست ہے (۴)۔ وقوع طلاق کے لئے یہ

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار: ۳/۴۰۹، ۴۱۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(۲) ”وفی الولوالجیۃ: رجل قال لامرأته بعد الدخول بها: أنت طالق، طالق، تقع ثنتان؛ لأنه لا يمكن أن يجعل تکراراً للأول“۔ (التاتارخانیہ: ۳/۲۸۸، تکرار الطلاق، وإيقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۵۵، الفصل الأول فی الطلاق الصریح، رشیدیہ)

(۳) ”إذا طلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها، وقعن علیها، فإن فرق بابت بالأولی، ولم تقع الثانية

والثالثة“۔ (الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/۳۷۳، الفصل الرابع الطلاق قبل الدخول، رشیدیہ)

(و کذا فی التاتارخانیہ: ۳/۲۸۸، تکرار الطلاق، وإيقاع العدد، إدارة القرآن کراچی)

(و کذا فی الهدایۃ: ۲/۳۷۱، إيقاع الطلاق، فصل فی الطلاق قبل الدخول، شركة علمیه)

(۴) ”و ینکح مبانته بما دون الثلاث فی العدة و بعدها بالإجماع“۔ (الدر المختار: ۳/۴۰۹، کتاب =

ضروری نہیں کہ وہ تحریر جس میں الفاظ مذکورہ فی السوال درج ہیں عورت کے پاس پہنچے:

”کتب: أما بعد! فأنت طالق، فکما کتب هذا، يقع الطلاق، ويلزمها العدة من وقت

الكتابة، اهـ“ عالمگیری (۱)۔

اور ایسی بیماری کہ جس میں علم و اختیار سے تحریری اور زبانی طلاق دی ہو وقوع طلاق سے مانع نہیں (۲)۔ لفظ ”طلاق دیتا ہوں“ زیادہ تر معنی حال میں مستعمل ہوتا ہے اس لئے اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگر کسی جگہ غالب استعمال حال میں نہ ہوتا ہو بلکہ مستقبل میں غالب ہو، یا حال و استقبال ہر دو میں مساوی ہو تو اس لفظ سے طلاق واقع نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۶/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/جمادی الثانیہ/۵۵ھ۔

= الطلاق، باب الرجعة، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۴۷۰، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(و کذا فی تبیین الحقائق: ۳/۱۶۲، کتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة، دارالکتب

العلمیۃ بیروت)

(۱) (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۷۸، الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، مطلب فی الطلاق بالكتابة، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان: ۱/۴۷۱، کتاب الطلاق، الطلاق بالكتابة، رشیدیہ)

(۲) ”أحدها أن يحصل له مبادئ الغضب بحيث لا يتغير عقله، و يعلم ما يقول، و يقصده“۔ (رد المحتار:

۳/۲۴۴، کتاب الطلاق، مطلب فی طلاق المدهوش، رشیدیہ)

(۳) ”ولیس منه أطلقک بصیغة المضارع، إلا إذا غلب استعماله فی الحال، کما فی فتح القدیر“۔

(البحر الرائق: ۳/۴۳۹، باب الطلاق، رشیدیہ)

”لو قال بالعربیة: أطلق، لا یكون طلاقاً، إلا إذا غلب استعماله للحال، فیکون طلاقاً“۔

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۱/۳۸۴، الفصل السادس فی الطلاق بالألفاظ الفارسیة، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۸، کتاب الطلاق سن بوش، يقع به الرجعی، سعید)

”میں نے دیا طلاق“ تین مرتبہ لکھ کر بھیجنے کے بعد پھر انکار کا حکم

سوال [۶۲۷۷]: شفیق احمد عرف لہ نے یہ مضمون اپنی بیوی کے والد کے نام ارسال کیا، اس خط کو

لہ نے لکھا امتیاز خاں کو:

”میں فرض کرتا ہوں کہ میں آپ کے یہاں گیا تھا بلانے کے لئے اس لڑکی کو جس میں جواب غلط ملا کہ میں نہیں جانتی، لڑکی کا باپ اور بھائی جانے میں بھی دوبارہ گیا پھر بھی کچھ جواب نہیں ملا، اس لئے میرا بھی جواب ہے کہ ”اس کو نہیں رکھیں گے، امتیاز کی لڑکی شکیلہ کو طلاق دیا، اس لئے میری طرف سے اس کو جواب ہوا: ۱- ”میں دیا طلاق، ۲- میں دیا طلاق، ۳- میں دیا طلاق“۔

دستخط: شفیق احمد عرف لہ، ۲۷ جولائی/۱۹۶۶ء۔

اس خط کو لے کر ۲۰/۱۵/۲۰ لوگوں کے ساتھ لڑکی کے والد امتیاز خاں لہ کے گھر پہنچے اور پوچھا کہ یہ خط تمہارا ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ ہاں میں نے بھیجا ہے، لہذا پنچایت بلائی گئی، پنچایت میں لہ نے صاف انکار کر دیا اور کہا میرا خط نہیں ہے اور نہ میں نے بھیجا ہے، پہلے جو میں نے اقرار کیا وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے کر دیا تھا۔ پنچایت نے اسی وقت ایک تحریر لکھوائی، دونوں کو ملا کر دیکھا تو دونوں تحریریں ایک نہیں معلوم ہوئیں۔ بغرض ملاحظہ دونوں تحریریں ارسال ہیں۔ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ اگر طلاق پڑی تو کون سی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو تحریر آپ نے اس سوال میں نقل کی ہے اور اس کا اقرار شفیق احمد نے ایک مجلس کے سامنے کیا ہے، حالانکہ اس وقت شفیق احمد کو اقرار کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس سے صرف دریافت کیا گیا تھا، اس تحریر کی رو سے طلاق مغلطہ واقع ہوگئی، اب اس کے انکار کرنے سے کچھ نہیں ہوتا (۱)۔

(۱) ”رجل استكتب من رجل آخر إلى امرأته كتاباً بطلاقها، وقرأه على الزوج، فأخذه وطواه وختم وكتب في عنوانه وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب، وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع عليها“ (الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳۷۹/۱، کتاب الطلاق، رشیدیہ)

(و کذا فی رد المحتار: ۲۴۶/۳، ۲۴۷، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، قبیل باب الصریح، سعید)

(و کذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳۸۰/۳، کتاب الطلاق، إيقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القرآن، کراچی)

دو پرچہ چونکہ ہندی میں ہیں، ہم ان کو نہیں سمجھتے، فتویٰ کے ساتھ وہ بھی واپس ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۵/۱۳۸۶ھ۔

اقرارنامہ کی خلاف ورزی کرنے پر طلاق

سوال [۶۲۷۸]: زید کا عقد مسنونہ مؤمنہ خاتون سے ہوا، عرصہ دراز تک دونوں میں نباہ ہوتا رہا، کچھ دنوں کے بعد دونوں میں اختلاف ہوا اور اس کے بعد پنچایت ہوئی اور مندرجہ ذیل تحریر لکھی گئی کہ ”اس مرتبہ لڑکی اس طور پر بھیجی جا رہی ہے کہ لڑکی کو کوئی تکلیف نہ ہو اور صحیح طور پر نباہ کر و اگر پھر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تو ثبوت شرعی ملنے کے بعد یہی تحریر جو اقرارنامہ کی صورت میں ہے طلاق سمجھی جائیگی۔“ ایسی صورت میں لڑکے نے صرف انگوٹھا لگایا تھا، منہ سے کچھ نہ کہا اور لڑکی رخصت کرا کر لے گیا۔ اب دوبارہ لڑکی کے والدین اپنے گھر اختلاف کی حالت میں لے آئے۔ تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق واقع ہوئی تو عدت کس وقت سے گزاری جائے گی؟ مفصل جواب مع حوالہ کتب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے تحریر مذکورہ سن کر سمجھ کر اپنی خوشی سے بغیر جبر و اکراہ کے انگوٹھا لگایا ہے تو یہ تحریر معتبر ہے اور پھر اگر اس نے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے جس کا شرعی ثبوت موجود ہے تو اس تحریر کی رو سے اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی (۱)، عدت تین ماہ واری گزرنے سے پہلے حق رجعت حاصل ہے (۲)، بعد

(۱) ”رجل استکتاب من رجل اخر إلى امرأته کتاباً بطلاقها، وقرأه علی الزوج، فأخذه، وطواه، وختم،

وكتب فی عنوانه، وبعث به إلى امرأته، فأتاها الكتاب وأقر الزوج أنه كتابه، فإن الطلاق يقع علیها“.

(الفتاویٰ العالمگیریہ: ۳/۹۷، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۲۴۶، ۲۴۷، کتاب الطلاق، مطلب فی الطلاق بالکتابۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتاریخانیہ: ۳/۳۸۰، کتاب الطلاق، الفصل السادس فی إيقاع الطلاق بالکتاب،

إدارة القرآن کراچی)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي =

ختم عدت بغیر تجدید نکاح رکھنے کا حق نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۹۰ھ۔

عہد شکنی کی وجہ سے طلاق

الاستفتاء [۶۲۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری لڑکی مسماۃ تاج خاتون

نکاح عبد اللہ شاہ ولد سید شاہ سے ہوا ہے۔ عبد اللہ شاہ مذکور مسماۃ تاج خاتون کو سخت پریشان کرتا ہے، اس کی پریشانی سے تنگ آ کر ہم سب برادری والوں نے ایک عہد نامہ عبد اللہ شاہ کی موجودگی میں تحریر کیا اور نیچے عبد اللہ شاہ نے اور تین نے نیز دوسرے حاضر الوقت بہت سے حضرات نے گواہی دی، دستخط تحریر فرمائے۔ اس عہد نامہ کی آخری سطروں میں میں نے بھی اپنے لڑکے غلام نبی کی موجودگی میں رشتہ دامادی عبد اللہ شاہ مذکور کے ساتھ قائم رکھنے باقی رکھنے کا عزم کیا، اور میں اب تک بحمد اللہ عمل پیرا ہوں، لیکن عبد اللہ شاہ مذکور نے اب سے تقریباً چھ ماہ قبل اس عہد نامہ کے خلاف تاج خاتون کو سخت زد و کوب کیا اور عہد شکنی کیا۔

عبد اللہ شاہ مذکور نے از روئے معاہدہ اس بات کا اقرار کیا تھا کہ ”بصورت خلاف ورزی معاہدہ بندہ از دین و اسلام خارج ہوگا“۔ تو کیا اب اس شکل میں جب کہ معاہدہ کی صریح خلاف ورزی ہوئی اب بھی مسماۃ

= أرحمهم إن كن يؤمن بالله واليوم الآخر، وبعلتھن أحق بردھن فی ذلک إن أرادوا إصلاحاً ﴿الآیۃ﴾
(سورۃ البقرہ: ۲۲۸)

”وإذا طلق الرجل امرأته تطليقة رجعية أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك

أولم ترض“۔ (الہدایۃ: ۳۹۴/۲، باب الرجعة، مکتبہ شریکۃ علمیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۷۰/۱، الباب السادس فی الرجعة، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳۹۷/۳، ۳۹۸، باب الرجعة، سعید)

(۱) ”وینکح مبانتہ بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالإجماع، ومنع غیرہ فیہا“۔ (الدر المختار:

۴۰۹/۳، باب الرجعة، مطلب فی العقد علی المبانة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۴۷۲/۱، باب الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة، رشیدیہ)

(وکذا فی الہدایۃ: ۳۹۹/۲، باب الرجعة، فصل فیما تحل بہ المطلقة، مکتبہ شریکۃ علمیہ)

تاج خاتون کا نکاح عبداللہ شاہ سے قائم ہے، یا طلاق واقع ہوگئی؟ اور اگر واقع ہوگئی تو کونسی طلاق؟ نیز جدائی ضروری ہوگئی یا نہیں؟ حضرت والا کی خدمت میں عہد نامہ کی نقل اور استفتاء برائے جواب کافی و شافی و مدلل بمع حوالہ ارسال خدمت ہے تاکہ آپ کی رائے سے ہم لوگوں کو علم ہو۔ فقط۔

غنی شاہ ولد حسن شاہ صاحب، معرفت غلام نبی شاہ دوکاندار۔
ترجمہ گام روڈ، ڈاکخانہ و تحصیل کیواڑہ (کشمیر)۔

نقل عہد نامہ

”باعث تحریر آنکہ عبداللہ شاہ ولد سید شاہ عاقل بالغ بلا جبر و اکراہ غیر برضا و رغبت بطرف غنی شاہ ولد حسن شاہ صاحب و اجلاس برادری بحلف قرآن معاہدہ اسلامی کرتا ہوں کہ آج کے بعد اپنی منکوحہ مسماۃ تاج خاتون بنت غنی شاہ کو جائز اور مناسب شرافت کے ساتھ ہر قسم کی پرورش اور بسائی کروں گا، بصورت خلاف ورزی و عہد شکنی بشرائط مندرجہ تحریر ہذا بندہ از دین و اسلام خارج ہوگا اور پھر شریعت کا جو تعزیری حکم اور برادری کا ہر جانہ مجھ پر لازم ہوگا تسلیم کر کے عمل پذیر ہوں گا۔

غنی شاہ بمعیت غلام نبی بھی مضمون مرقوم بالا تسلیم عبداللہ شاہ کے ساتھ معاملہ رشتہ داری نبھاؤں گا۔ معاملہ ہذا کی نسبت آئندہ اگر کسی طرف سے کوئی شکایت وغیرہ سنی جائے گی تو بلا تحقیق و بلا ثبوت اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ فقط۔“

دستخط

الجواب حامداً ومصلیاً:

عہد نامہ کے الفاظ یہ ہیں: ”بصورت خلاف ورزی و عہد شکنی بشرائط مندرجہ تحریر ہذا بندہ از دین و اسلام سے خارج ہوگا۔“

اگر عہد کے خلاف کیا ہے تو نہ طلاق ہوئی نہ نکاح فسخ ہوا، نہ اسلام سے خارج ہوا، البتہ قسم کا کفارہ شوہر پر لازم ہوا ہے اور وہ یہ کہ دس غریبوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا کپڑا دے، اگر اتنی وسعت نہ ہو تو تین

روزے مسلسل رکھے (۱)۔

ایسی قسم بہت سخت ہے، ہرگز ایسی قسم نہ کھائی جائے:

”والقسم أيضاً بقوله: إن فعل كذا فهو يهودي أو نصراني أو كافر، فيكفر بحنثه
لوفى المستقبل والأصح أن الحالف لم يكفر، الخ“. درمختار۔ ”(قوله: فيكفر بحنثه):
أى تلزمه الكفارة إذا حنث إلحاقاً له بتحريم الحلال؛ لأنه لما جعل الشرط علماً على الكفر،
وقد اعتقده واجب الامتناع وأمكن القول بوجوبه لغيره، جعلناه يميناً، اه“۔ ردالمحتار:
۷۵/۳ (۲)۔

”وبرىء من الإسلام أو القبلة يمين، اه“۔ درمختار: ۷۱/۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمد غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۹ھ۔

جب شوہر کو شرط نامہ کا علم نہ ہو اس سے طلاق نہیں ہوتی

سوال [۶۲۸۰]: محمد سعید کے خسر نے عقد ثانی کے وقت محمد سعید سے اس شرط نامہ پراگٹھا کا نشان
لے کر ”محمد سعید نے اپنی پہلی بیوی کو دو گواہوں کے سامنے تین طلاق دیا اور یہ بات طے پائی کہ بی بی میمونہ
خاتون (زوجہ ثانیہ) جب تک زندہ رہے گی، اگر میں دوسری شادی کروں تو تین طلاق ہوگی یا پڑے گی“

(۱) قال الله تعالى: ﴿فكفارتہ إطعام عشرة مساکین من أوسط ما تطعمون أهليکم أو کسوتهم
أو تحرير رقبة، فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام، ذالک كفارة أيمانکم إذا حلفتم﴾ (المائدة: ۸۹)
”کفارتہ تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساکین أو کسوتهم بما یصلح للأوسط، وإن عجز عنها وقت
الأداء، صام ثلاثة أيام ولأء“۔ (الدر المختار: ۳/۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، کتاب الأیمان، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریہ: ۲/۶۱، الباب الثانی فی الکفارة، سعید)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۷۱۷، ۷۱۸، کتاب الأیمان، سعید)

(و کذا فی الفتاوی العالمگیریہ: ۲/۵۷، کتاب الأیمان، الباب الثانی فیما ینکون یمیناً، رشیدیہ)

(و کذا فی فتاوی قاضی خان: ۲/۴، کتاب الأیمان، رشیدیہ)

(۳) (الدر المختار: ۳/۷۱۳، کتاب الأیمان، سعید)

(و کذا فی فتاوی قاضی خان: ۲/۴، کتاب الأیمان، رشیدیہ)

عقد کرایا تھا، محمد سعید ان پڑھ کو اس شرط نامہ کا علم نہیں ہوا، اس نے صرف طلاق نامہ سمجھ کر انگوٹھا لگایا تھا، حالانکہ ایک ہی کاغذ میں طلاق نامہ اور شرط نامہ ہے جس میں محمد سعید نے انگوٹھا لگایا تھا، مدتوں بعد جب محمد سعید نے تیسری شادی کی تو قاضی نکاح ثانی کا یہ شرط نامہ اور طلاق نامہ دکھلاتا ہے۔

تو اب عرض یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث اس شرط نامہ کی وجہ سے نکاح ثالث کرنے سے محمد سعید کی موجودہ بیوی میمونہ خاتون پر طلاق پڑیگی یا نہیں؟ اور اگر اس شرط کا علم ہوتا تو طلاق واقع ہوتی یا نہیں؟ بحوالہ کتب جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ محمد سعید کو شرط نامہ کا علم ہی نہیں تو اس کے ذمہ کوئی پابندی نہیں، پس اس کی وجہ سے موجودہ بیوی پر طلاق نہیں ہوگی:

”کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یملہ بنفسه، لایقع الطلاق مالم یقرأنه کتابه، اھ۔“
ردالمحتار: ۲/ ۴۲۹ (۱)۔ اس کے بعد پھر اس بحث کی ضرورت نہیں رہتی کہ اگر اس شرط کا علم ہوتا تو کیا حکم ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد وغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۱۳۹۰ھ۔



(۱) (ردالمحتار: ۳/ ۲۳۷، قبیل باب الصریح، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمگیریۃ: ۱/ ۳۷۹، الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ، رشیدیہ)

(وکذا فی التاتارخانیۃ: ۳/ ۳۸۱، کتاب الطلاق، باب إیقاع الطلاق بالکتاب، إدارة القوآن کراچی)